فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نوّر اللہ مرقدہٗ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

فتاوی محمودیہ

فتاویٰ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نوّر اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

کل صفحات	۵۸۵
تعداد	گیارہ سو

ناشر

ادارہ الفاروق کراچی



فتاوی محمودیہ

Graphix & Composing: Irfan Anwar Mughal



سن طباعت بار اول............۱۴۲۶ھ، مطابق ۲۰۰۵ء

سن طباعت بار دوم............۱۴۲۹ھ، مطابق ۲۰۰۸ء

ملنے کا پتہ

ادارہ الفاروق کراچی

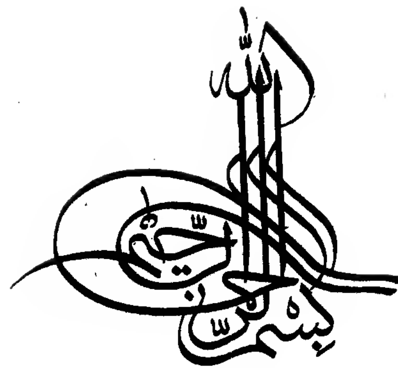
جامعہ فاروقیہ، پوسٹ بکس نمبر 11009 شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پوسٹ کوڈ نمبر 75230

فون: 4599167, 4571132، ای میل: info@farooqia.com

www.farooqia.com

مطبع......القادر پرنٹنگ پریس

اجمالی فہرست



لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

(فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ کا بیان)

(اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان)

(میلاد وسیرت کی محافل اور عرس کا بیان)

(مخصوص ایام کی مروج بدعات کا بیان)

کتاب العلم

مایتعلق بطلب العلم

(طلبِ علم کا بیان)

(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)

(فتویٰ کا بیان)

(تعلیم نسواں کا بیان)

باب مایتعلق بالقرآن الکریم

(تفسیر کا بیان)

(تجوید اور ترتیبِ قرآنی کا بیان)

(حفظِ قرآن کا بیان)

(آدابِ قرآن کا بیان)

(آدابِ تلاوت کا بیان)

(المتفرقات)

☆.....☆.....☆

باب البدعات والرسوم

(بدعات اور رسومات کا بیان)

بدعت کی تعریف

سوال[۷۷۳]: بدعت کے کیا معنی ہیں، بدعتِ حسنہ اور بدعتِ ضلالہ کی تعریف بحوالہ حدیث و دلائل چند مثالیں دے کر جوابات مرحمت فرمائیں۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز پر شریعت نے ثواب نہ بتایا ہو اس کو ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے(۱) چاہے وہ چیز کوئی فعل ہو(۲) یا کسی فعل کی ہیئت ہو یا زمان مکان یا عدد وغیرہ کی کوئی قید ہو(۳) مثلاً میّت کو قبر میں رکھ کر اس پر عرق گلاب وغیرہ چھڑکنا(۴) نماز جنازہ کے بعد مستقلاً اجتماعی حیثیت سے سب کو روک کر دعاء کرنا(۵)، نماز کے

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة ،مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۵۶۰/۱، ایچ ایم سعید)

(والبحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۶۱۱/۱، رشیدیه)

(و کذا فی التیسیر فی المذهب الحنفی، کتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۲۷۶ دار الکلم الطیب بیروت)

(۲) "و کذلک کل محدث قولاً أو فعلاً لم یتقدم فیه متقدم، فإن العرب تسمیه مبتدعاً". (تفسیر ابن کثیر: ۲۲۲/۱، مکتبه دار السلام ریاض)

(۳) "وما ذاک (أی کون الفعل بدعةً) إلا لکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع". (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲۳۵/۲، سعید)

(۴) قال العلامة العینی:"و کذا ما یفعله أکثر الناس من وضع ما فیه رطوبة من الریاحین والبقول و نحوها علی القبور لیس بشیء، و إنما السنة الغرز". (عمدة القاری: ۱۸۰/۳، کتاب الوضوء، باب من الکبائر أن لا یستتر من بوله، دارالکتب العلمیة)

(۵) "لا یقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة". (خلاصة الفتاوی، کتاب الصلوة، الجنس الآخر فی صلوة الجنائز: ۲۲۵/۱، أمجد اکیڈمی لاهور)

بعد مصافحہ یا معانقہ کرنا(۱)، کھانا سامنے رکھ کر ثواب پہونچانے کے لئے مخصوص سورۃ یا آیتوں کی تعیین کرنا(۲) میلاد شریف کے نام پر مخصوص تاریخ میں مجلس منعقد کرنا(۳) اس میں صلوٰۃ وسلام کے لئے قیام کرنا وغیرہ وغیرہ(۴)۔حدیث شریف میں ہے:"من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد الخ" (۵)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۰ھ۔

---

(۱) "وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة، و ما ذاك إلا لكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع ، فالمواظبة عليها فيه توهم العوام بأنها سنة فيه".(رد المحتار، كتاب الجنائز ، مطلب في دفن الميت : ۲۳۵/۲ ، وكتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره : ۳۸۱/۶ ، سعيد)

(۲) "این طور مخصوص نه در زمانِ آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، و نه در زمانِ خلفاء، بلکه وجود آنِ در قرونِ ثلاثه مشهود لها بالخیر اند، منقول نه شد، ...... و این راضروری دانستن مذموم است". (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى ، أبواب الجنائز : ۱۹۵/۱ ، امجد اکیڈمی)

(۳) "إن عمل المولد بدعة لم يقل به و لم يفعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والخلفاء والأئمة". (كذا في الشرعة الإلهية، بحواله راه سنت ، ص: ۱۶۴ ، مكتبه صفدريه)

"قد اتفق علماء المذاهب الأربعة بذم هذا العمل". (القول المعتمد، بحواله راهِ سنت، ص: ۱۶۵ ، مكتبه صفدريه)

(۴) "و إن العاديات من حيث هي عادية لا بدعة فيها، و من حيث يتعبد بها أو توضع وضع التعبد، تدخلها البدعة". (الإعتصام : ۹۸/۲ ،دار الفكر، ص: ۳۸۵، دارالمعرفة)

وفي الاعتصام أيضاً:" منها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعيّنة، والتزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة " (فصل في تعريف البدع الخ : ۳۹/۱، دار الفكر ،و ص:۲۵، ۲۶، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۵) (رواه البخاري في كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۱/۱ قديمي) (وابن ماجه في مقدمته ، باب اتباع سنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص:۳، مير محمد كتب خانه)

فرض، سنت، بدعت وغیرہ کی تعریف

سوال[۷۷۴]: فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، بدعت کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

فرض: جس کے کرنے کا حکم دلیلِ قطعی سے ثابت ہو(۱)۔

واجب: جس کے کرنے کا حکم دلیلِ ظنی سے ثابت ہو(۲)۔

سنت مؤکدہ: جس پر مواظبت ثابت ہو(إلا أحیاناً)(۳)۔

---

(۱) "والشیء الفرض ما ثبت لزومه بدلیل قطعي، و یکفر جاحده". (حاشیة سعد الله علی الهدایة علی هامش فتح القدیر، کتاب الطهارة: ۱۴/۱ مصطفی البابی مصر)

"الفرض ماثبت بدلیل قطعي". (العنایة علی الهدایة علی هامش فتح القدیر، کتاب الطهارة: ۱۸/۱ مصطفی البابی)

"الفرض القطع والتقدیر لغةً، وفی الشرع ماثبت بدلیل لاشبهة فیه". (المغنی فی أصول الفقه، فصل فی العزیمة والرخصة، ص:۸۳، جامعه أم القریٰ مکة المکرمة)

(۲) "الواجب من الوجوب، وهو السقوط ...... و فی الشرع: إسم لما لزم بدلیل فیه شبهة". (المغنی فی أصول الفقه، ص:۸۴، جامعه أم القری مکه المکرمة)

(۳) "والذی ظهر للعبد الضعیف أن السنة ماواظب علیه النبی صلی الله علیه وسلم، لکن إن کانت لامع الترک، فهی دلیل السنة المؤکدة، وإن کانت مع الترک أحیاناً، فهی دلیل غیر المؤکده". (ردالمحتار، کتاب الطهارة، أرکان الوضوء: ۱۰۵/۱، سعید)

"وقال: سنة الهدی هی التی واظب علیها النبی صلی الله علیه وسلم تعبداً وابتغاء مرضات الله تعالیٰ مع الترک مرةً أو مرتین بلا عذر، أو لم یترک أصلاً ولکنه لم ینکر علی التارک". (قمر الأقمار حاشیة نور الأنوار، ص: ۱۲۷، سعید)

(وکذا فی حاشیة اللکنوی رحمه الله تعالیٰ علی الهدایة، کتاب الطهارة: ۱۷/۱، مکتبه شرکت علمیه)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الطهارة: ۲۱/۱، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

سنت غیر مؤکدہ: جس کو گاہے گاہے کیا گیا ہو(۱) یہی مستحب بھی ہے(۲)۔

حرام: جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو(۳)۔

مکروہ تحریمی: جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو(۴)۔

مکروہ تنزیہی: جو مستحب کے مقابلہ میں ہو(۵) یعنی جس کا نہ کرنا شرعاً پسندیدہ ہو(۶)۔

بدعت: جو چیز دین نہ ہو اس کو دین سمجھنا(۷) تفصیل کتبِ اصول میں ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند۔

---

(۱) "والذی ظهر للعبد الضعيف أن السنة ما واظب عليه النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم .... وإن كانت مع الترک أحياناً فهی دليل غير المؤكدة". (رد المحتار ، كتاب الطهارة : ۱/۱۰۵ ايج ايم سعيد)

(۲) " و قد يطلق عليه (أی على المستحب) اسم السنة". (رد المحتار ، كتاب الطهارة : ۱/۱۰۵، سعيد كراچی)

(۳) قال ابن عابدين : " قال فی الهداية : إلا أنه لما لم يجد فيه نصاً قاطعاً ، لم يطلق عليه لفظ الحرام، فإذا وجد نصاً، يقطع القول بالتحريم".(رد المحتار ، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۷ ، سعيد)

(و كذا فی البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۸/۳۳۰ ، رشيديه)

(و كذا فی الهداية ، كتاب الكراهية: ۴/۴۵۰، امداديه ملتان)

(۴) "فالمكروه تحريماً ...... فيثبت بما يثبت به الواجب يعنی بظنی الثبوت". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۷، سعيد)

(۵) "فالمكروه خلاف المندوب". (البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۸/۳۳۰، رشيديه)

(۶) "وأما المكروه كراهة تنزيه، فإلى الحل أقرب اتفاقاً". (الدر المختار). و قال ابن عابدين تحته: "بمعنى أنه لا يعاقب فاعله أصلاً ، لكن يثاب تاركه أدنی ثواب........... لأن المكروه تنزيهاً كما فی المنح: مرجعه إلى ترک الأولى ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۷، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق ، كتاب الكراهية: ۸/۳۳۰ رشيديه)

(۷) (راجع ، ص: ۳۲، رقم الحاشية: ۲،۳، سيأتی تخريجه من رد المحتار، باب الإمامة : ۱/۵۶۰، سعيد، تحت عنوان: ''بدعت کی تقسیم'')

سنت وبدعت کی تعریف وتقسیم

سوال[۷۷۵] : ۱......کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ سنت کے صحیح معنی کیا ہیں اور سنت کس کو کہتے ہیں؟ شرعی حیثیت سے سنت کی تعریف کیا ہے؟ سنت کے اقسام اور اس کی تفصیل کتبِ فقہ کے حوالہ سے بیان کریں؟

۲......''بدعت'' کے صحیح معنی کیا ہیں اور بدعت کس کو کہتے ہیں؟ شرعی حیثیت سے بدعت کی تعریف کیا ہے؟ بدعت کے اقسام اور اس کی تفصیل کتبِ فقہ کے حوالہ سے بیان کریں؟

السائل: یم، ین، جاوید چام راج نگر، ۱۵/ اگست/ ۵۰ء ۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

۱......''سنت'' کے معنی لغت میں طریقے کے ہیں، خواہ اچھا ہو، خواہ خراب ہو(۱) چنانچہ حدیث شریف میں سنتِ حسنہ اور سنتِ سیئہ دونوں وارد ہیں (۲)۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے:

"طریقة مسلوكة في الدين بقول أو فعل من غير لزوم و لا إنكار على تاركها، و ليست خصوصية، اهـ".

---

(۱) "والسنة لغةً الطريقة ولو سيئةً". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ، ص: ۶۴ ، قديمي)

و قال ابن عابدين : "أما هي لغةً ، فالطريقة مطلقاً و لو قبيحةً". (رد المحتار، كتاب الطهارة ، مطلب في السنة و تعريفها: ۱/۱۰۴ ، سعيد)

(۲) "وهو ما رواه مسلم في حديث طويل ،فيه: "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: " من سنّ في الإسلام سنةً حسنةً ، فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء، و من سنّ في الإسلام سنةً سيئةً، كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيء". (كتاب الزكاة ، باب الحث على الصدقة و لو بشق تمرة الخ : ۱/۳۲۷ ،قديمي)

(والنسائي في الزكوة ، باب التحريض على الصدقة: ۱/۳۵۶، قديمي)

(و جامع الأصول : ۶/۴۵۷، رقم : ۴۴۶۳ ، دارإحياء التراث العربي)

(وذكره ابن عابدين في مقدمة رد المحتار : ۱/۵۸،سعيد)

فوائدِ قیود یہ ہیں:

"فقولنا: "طريقة الخ" كالجنس يشمل السنة وغيرها، و قولنا: "من غير لزوم" فصل خرج به الفرض، و "بلا إنكار" أخرج الواجب، و قولنا: "و ليست خصوصية" خرج به ما هو من خصائصه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كصوم الوصال اهـ". (طحطاوى على مراقى الفلاح ص:٣٥)(١)۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"إعلم أن المشروعات أربعة أقسام: فرض، و واجب، وسنة، و نفل، فما كان فعله أولىٰ من تركه مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعى ففرض، أو بظنى فواجب، و بلا منع الترك إن كان مما واظب عليه الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أو الخلفاء الراشدون من بعده فسنة، وإلا فمندوب و نفل". ١/٧٠(٢).

سنت کی دو قسمیں ہیں:

"والسنة نوعان: سنة الهدى: و تركها يوجب إساءةً و كراهةً كالجماعة والأذان والإقامة و نحوها، و سنة الزوائد: و تركها لا يوجب ذلك كسير النبى عليه الصلوة والسلام فى لباسه و قيامه وقعوده اهـ". شامى (٣)۔

سنت کا حکم یہ ہے:

"قال القهستانى: حكمها كالواجب فى المطالبة فى الدنيا إلا أن تاركه يعاقب وتاركها

---

(١) (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الطهارة، فصل فى سنن الوضوء، ص: ٦٤، قديمى)

(٢) (رد المحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء: ١/١٠٢، سعيد)

وفى المغنى فى أصول الفقه: "و هى نوعان: سنة أخذها هدى و تركها ضلال .... والثانية: أخذها هدى و تركها لا بأس به الخ". (فصل فى العزيمة والرخصة، ص: ٨٥- ٨٦، جامعه أم القرى مكة المكرمة)

(٣) (رد المحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء: ١/١٠٣، سعيد)

یعاتب اھـ. و فی الجوهرة عن القنية: تارکها فاسق وجاحدها مبتدع. و فی التلويح: ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام، يستحق به حرمان الشفاعة؛ لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من ترك سنتي، لم ينل شفاعتي اهـ" (۱)۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں سننِ وضو کی بحث میں لکھا ہے:

"السنة: لغةً الطريقة و لو سيئةً، واصطلاحاً: الطريقة المسلوكة في الدين من غير لزوم على سبيل المواظبة. وهي المؤكدة، إن كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تركها أحياناً، وأما التي لم يواظب عليها فهي المندوبة اهـ"(۲)۔

مؤکدہ کی مثال میں طحطاوی فرماتے ہیں:

"كالأذان والإقامة والجماعة والسنن الرواتب والمضمضة والاستنشاق ويلقبونها بسنة الهدىٰ: أي أخذها هدى و تركها ضلالة: أي أخذها من تكميل الهدىٰ: أي الدين، ويتعلق بتركها كراهة و إساءة".

پھر غیر مؤکدہ کی مثال میں لکھا ہے:

"كأذان المنفرد، وتطويل القراءة في الصلوة فوق الواجب، و مسح الرقبة في الوضوء، والتيامن، وصلوٰة، وصوم، وصدقة تطوع، ويلقبونها بالسنة الزوائد، و هي المستحب والمندوب

---

(۱) (حاشية الطحطاوی علی المراقي، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ۶۴، قديمی)

(و كذا في رد المحتار كتاب الطهارة، أركان الوضوء، مطلب في السنة و تعريفها: ۱/۱۰۴، سعيد)

(۲) (مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ۶۴، قديمی)

تنبیہ: عبارت طحطاوی کی نہیں بلکہ مراقی الفلاح کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(و كذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة و تعريفها: ۱/۱۰۳، سعيد)

(والعناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۱/۲۰، مصطفى البابي مصر)

(والمغني في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة، ص: ۸۵، جامعة أم القرى مكة المكرمة)

والأدب من غیرفرق بینها عند الأصولیین اھ"(۱)۔

اس کے بعد اصطلاحِ فقہاء کے اعتبار سے مندوب ومستحب کا کچھ فرق بیان کر کے لکھا ہے: "والأولیٰ ما علیه الأصولیون"(۲)۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مستقل رسالہ سنت کی تحقیق میں ہے جس کا نام ہے "تحفة الأخیار فی إحیاء سنة سید الأبرار"(۳) اس میں بہت سی تعریفات سنت کی نقل کی ہیں۔

۲......"بدعت" کے معنی نئی چیز جو پہلے سے نہیں تھی، لغۃً ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں، اصطلاح میں بدعت کی تعریف یہ ہے:

"ما أحدث علیٰ خلاف الحق الملتقی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً اھ" شامی: ۱/۳۷۷ (٤)۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ، فصل فی سنن الوضوء ،ص: ۶۴ قدیمی)

و فی المغنی فی أصول الفقه :"کصلوۃ العید والأذان والجماعة". (فصل فی العزیمة والرخصة، ص: ۸۵،جامعة أم القری مکة المکرمة)

(۲) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الطهارة ، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۶۵ ، قدیمی)

(۳) علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تحفة الأخیار بإحیاء سنة سید الأبرار" میں سنت کی بائیس تعریفات نقل کی ہیں لیکن ہر ایک پر کسی نہ کسی حد میں رد کیا ہے، اس کے بعد ان بائیس تعریفات کے علاوہ ایک اور تعریف علامہ ابن عابدین شامی سے نقل کی ہے اور اس پر کوئی رد نہیں کیا ہے:

فقال: " وقال ابن عابدین الشیخ محمد أمین فی "رد المحتار" : ما کان فعله أولی من ترکه مع منع الترک ، إن ثبت بدلیل قطعی ففرض ، أو بظنی فواجب ، و بلا منع إن کان مما واظب علیه الرسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم أو الخلفاء الراشدون من بعد، فسنة ، وإلا فمندوب انتهی". (ص: ۸۴ ، مکتب المطبوعات الإسلامیه بحلب)

(۴) (رد المحتار ، کتاب الطهارة ، باب الإمامة : ۱/۵۶۰، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق ، کتاب الصلوۃ ، باب الإمامة : ۱/۶۱۱ ، رشیدیه)

اس تعریف کے اعتبار سے بدعت ہمیشہ سیئہ اور ضالہ ہی ہوتی ہے، البتہ معنی لغوی کے اعتبار سے کبھی حسنہ بھی ہوتی ہے:

"فقد تکون (أی البدعة) واجبةً کنصب الأدلة للرّد علی أهل الفرق الضالة و تعلم النحو المفهم للکتاب والسنة، و مندوبةً کإحداث نحو رباط و مدرسة و کل إحسان لم یکن فی الصدر الأول، ومکروهةً کزخرفة المساجد، ومباحةً کالتوسع بلذیذ المآکل و المشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی (۱) عن تهذیب النووی، ومثله فی الطریقة المحمدیه للبرکلی اهـ" شامی(۲)۔

اس باب میں "طریقۂ محمدیہ" اوراس کی شروح "الحدیقۃ الندیہ" و"الدررالبریقۃ" اور"المدخل" اور "الاعتصام" مبسوط کتابیں ہیں، جن میں بدعات پر تفصیلی بحث کی ہے اور بدعات پر کافی رد کیا ہے اور محققانہ دلائل پیش کئے ہیں۔ نیز اردو میں "براہینِ قاطعہ" لاجواب ہے جس میں بدعات کا قلع قمع کیا ہے اور ایسے زرین اصول وضوابط بیان کئے ہیں کہ جن پر امورِ محدثہ کو بسہولت منطبق کیا جاسکتا ہے کہ یہ بدعات محرمہ ضالہ کی حدود میں داخل ہیں یا نہیں اوراس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کو بدعت حسنہ وسیئہ کے امتیاز میں بڑی بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ ذی قعدہ/ ۷۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

بدعت کی تقسیم

سوال[۷۷۲]: بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

---

(۱) (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر لعبد الرؤوف المناوی: ۵۵۹۴/۱۱، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

(۲) (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعید)

الجواب حامداً و مصلیاً :

شرعاً بدعت کی صرف ایک قسم ہے یعنی سیئہ، وہ کسی طرح جائز نہیں (۱)، جن لوگوں نے کوئی تقسیم کی ہے وہ لغت کے اعتبار سے ہے؛ وہ تقسیم شامی (۲) اور فتاوی حدیثیہ (۳) وغیرہ میں ہے۔ فقط۔

ایضاً

سوال [۷۷۷]: بدعت کی تقسیم جو بعض کتابوں میں نظر آتی ہے اس تقسیم کا موجد کون ہے؟ اگر بالفرض بدعتِ حسنہ وسیئہ وغیرہ سے تقسیم ثابت ہو تو: "کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" (۴) قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تسلیماً کا کیا جواب ہوگا؟

---

(۱) "ما أحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، و جعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

(۲) "فقد تکون (أی البدعة) واجبةً کنصب الأدلة علی أهل الفرق الضالة، و تعلم النحو المفهم للکتاب والسنة، و مندوبةً کإحداث نحو رباط و مدرسة و کل إحسان لم یکن فی الصدر الأول، ومکروهةً کزخرفة المساجد، و مباحةً کالتوسع بلذیذ المآکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تهذیب النووی، و مثله فی الطریقة المحمدیه للبرکلی". (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

(و کذا فی روح المعانی: ۲۷/۱۹۲، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(۳) "قال العز بن عبد السلام: البدعة...... وتنقسم إلی خمسة أحکام: یعنی الوجوب والندب الخ...... فمن البدع الواجبة: تعلم النحو الذی یفهم به القرآن والسنة، و من البدع المحرمة: مذهب نحو القدریة، ومن البدع المندوبة: إحداث نحو المدارس والاجتماع لصلوة التراویح، و من البدع المباحة: المصافحة بعد الصلوة، و من البدع المکروهة: زخرفة المساجد والمصاحف ...... الخ".

(الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الهیثمی، ص: ۲۰۳، مطلب فی تفریق البدعة الخ، قدیمی)

(۴) (رواه النسائی بهذا اللفظ مرفوعاً فی العیدین، باب کیف الخطبة: ۱/۲۳۴، قدیمی)

(و فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۳/۱۴۴۷، رقم: ۱۶۰۴، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

الجواب حامداً و مصلیاً:

شامی باب الامامة میں بدعت کی قسمیں بیان کی ہیں(۱)علامہ عزبن عبدالسلام سے منقول ہے(۲)،تراویح کی یکجائی جماعت کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے"نعمت البدعة"(۳)، اس وجہ سے سیئہ وحسنہ کی تقسیم کی گئی ہے ورنہ بدعتِ حسنہ درحقیقت معنی لغوی کے اعتبار سے بدعت ہے،نہ معنی شرعی کے اعتبار سے،اس لئے "کل بدعة ضلالة" (۴)میں بدعتِ شرعیہ وسیئہ مراد ہے اور جس چیز کو بدعتِ حسنہ کہا جاتا ہے وہ ضلالہ نہیں بلکہ مسلوکہ فی الدین ہے اور معین فی الدین ہے یعنی وہ احداث فی الدین نہیں ہے بلکہ احداث للدین ہے۔تفصیل دیکھنا چاہیں تو براہینِ قاطعہ (۵)الاعتصام(۶)المدخل(۷)ملاحظہ فرمائیں۔فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ:العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح:بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۲۵/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه من رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

(والبحر الرائق کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۱، رشیدیه)

(۲) "قال الشیخ عز الدین بن عبد السلام فی آخر کتاب القواعد : البدعة إما واجبة کتعلم النحو لفهم کلام الله و رسوله، ...... (إلی أن قال) :...... و ما أحدث من الخیر مما لا یخالف شیئاً من ذلک (أی الکتاب والسنة) فلیس بمذموم، و قال عمر رضی الله تعالیٰ عنه فی قیام رمضان : "نعمت البدعة" ...... الخ" (مرقاة المفاتیح، کتاب الایمان، باب الإعتصام بالکتاب والسنة : ۱/۳۶۸، رشیدیه)

(۳) (رواه البخاری فی حدیث طویل فی الصوم، باب فضل من قام رمضان : ۱/۲۶۹، قدیمی)

(۴) (رواه مسلم، فی الجمعة، فصل فی خطبة الجمعة : ۱/۲۸۴، ۲۸۵، قدیمی)

(وابن ماجه فی المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل، ص:۶، قدیمی)

(۵) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے"براہینِ قاطعہ" میں بدعت حسنہ وسیئہ کی تحقیق مکمل تفصیل سے کی ہے:

(ص:۳۵،۴۵،دارالاشاعت کراچی)

(۶) علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"و مما یورد فی هذا الموضع أن العلماء قسموا البدع بأقسام أحکام الشریعة الخمسة، و لم یعدوها قسماً واحداً مذموماً، فجعلوا منها ما هو واجب ومندوب و =

بدعت کی اقسام

سوال[۷۷۸]: بدعت کی کل کتنی قسمیں ہیں تحریر فرمائیں؟

فجر کی نماز میں جو: "الصلوة خير من النوم" پڑھتے ہیں اور جو تراویح پڑھتے ہیں، یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے اور یہ بھی بدعت ہے اور کلام اللہ شریف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک جگہ جمع کیا گیا یہ بھی بدعت ہے، زید کا ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس بدعت کی حدیث شریف میں مذمت آئی ہے وہ صرف ایک ہی قسم ہے: "كل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فى النار"(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

"الصلوة خيرٌ من النوم" اذانِ فجر میں کہنا حدیث سے ثابت ہے یہ بدعت نہیں ہے(۲) تراویح

= مباح و مكروه و محرّم .... قسم: واجب، و هو ما تناولته قواعد الوجود و أدلته من الشرع .... القسم الثانى: المحرّم، و هو كل بدعة تناولها قواعد التحريم وأدلته من الشريعة .... القسم الثالث: أن من البدع ما هو مندوب إليه، وهو ما تناولته قواعد الندب و أدلته كصلوة التروايح ...... القسم الرابع : بدعة مكروهة، و هى ما تناولته أدلة الكراهة ...... القسم الخامس : البدع المباحة ، و هى ما تناولته أدلة الإباحة و قواعدها من الشريعة". (الإعتصام للإمام الشاطبى ، باب فى أن ذم البدع والمحدثات عام لا تخص محدثة دون غيرها، ص: ۱۵۱، ۱۵۴، دار المعرفة بيروت)

(۷) (المدخل لابن أمير الحاج المكى ، فصل الكلام على البدع التى نسبوها إلى الشرع و ليست منه: ۲۸۴/۳، مصطفى البابى الحلبى بمصر)

(۱) (رواه النسائى مرفوعاً فى العيدين ، كيف الخطبة ۲۳۴/۱۰ ، قديمى)

(والمناوى فى فيض القدير شرح الجامع الصغير :۱۴۴۷/۳ ، رقم : ۱۶۰۴ ، مكتبه نزار رياض)

و قال على القارى :" قال فى الأزهار : أى كل بدعة سيئة ضلالة ، لقوله عليه الصلوة والسلام: " من سنّ فى الإسلام سنةً سيئةً الخ "(المرقاة ، باب الاعتصام الخ : ۳۶۸/۱ ، رشيديه)

(۲) " عن أبى محذورة عن أبيه عن جده قال : قلت : يا رسول الله ! علّمنى سنة الأذان (إلى أن قال:) "فإن كان صلوة الصبح ، قلت : الصلوة خير من النوم ، الصلوة خير من النوم". الحديث " (سنن أبى داؤد =

بھی حدیث سے ثابت ہے یہ بھی بدعت نہیں (۱)۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کا نام لے کر صاف صاف ان کے اتباع واقتدا کا حکم فرمایا ہے (۲) پس جو جو دین کے کام ان حضرات سے ثابت ہوں وہ بدعت نہیں، قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرنا بدعت نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، یکم/شعبان/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/ ۸/ ۸۷ھ۔

= كتاب الصلوة ، باب كيف الأذان : ۱/ ۷۹ ،امداديه)

ورواه الإمام مالك في مؤطاه عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه . (كتاب الصلوة، باب ما جاء في النداء للصلوة ، ص: ۵۱ ، مير محمد كتب خانه)

(۱) رواه البخاری فی الصوم ، باب فضل من قام رمضان ، فقال : "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من قام رمضان إيمانا و إحتساباً ...... الحديث. وفيه : "عن عبد الرحمن بن عبد القاری قال : خرجت مع عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه ليلة فی رمضان إلى المسجد ، فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلی الرجل لنفسه و يصلی الرجل ، فيصلی بصلوته الرهط، فقال عمر: إنی أرى لو جمعت هؤلاء على قاری واحد، لكان أمثل ، فجمعهم على أبی بن كعب رضی الله تعالیٰ عنه ، ثم خرجت معه ليلةً أخرى، والناس يصلون بصلوة قارئهم ، قال عمر: نعمت البدعة هذه ".(۱/ ۲۶۹ ، قديمی)

و فی مراقی الفلاح : "و روى أسد بن عمرو عن أبی يوسف رحمه الله تعالیٰ قال: سألت أبا حنيفة عن التراويح و ما فعله عمر رضی الله تعالیٰ عنه ، فقال : "التراويح سنة مؤكدة ، و لم يخترصه عمر من تلقآء نفسه و لم يكن فيه مبتدعاً، ولم يأمر به إلا عن أصل لديه". (كتاب الصلوة ، فصل فی صلوة التراويح، ص: ۴۱۱، قديمی)

(۲) "عن حذيفة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم : "اقتدوا بالذين بعدی أبی بكر وعمر". (جامع الترمذی، أبواب المناقب ، مناقب أبی بكر الصديق : ۲/ ۲۰۷ فاروقی كتب خانه)

(۳) "قال فی الأزهار: أی كل بدعة ضلالة، لقوله عليه الصلوة والسلام :" من سن فی الإسلام سنةً حسنةً، فله أجرها ، و أجر من عمل بها، وجمع أبو بكر و عمر رضی الله تعالیٰ عنهما القرآن، و كتبه زيد رضی الله تعالیٰ عنه فی المصحف ، وجدّد فی عهد عثمان رضی الله تعالیٰ عنه. قال النووی رحمه الله تعالیٰ: البدعة كل شیء عمل على غير مثال سبق، و فی الشرع إحداث ما لم يكن فی عهد رسول الله صلى الله =

ایضاً

سوال[۷۷۹]: بدعت کی کل کتنی قسمیں ہیں؟تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس بدعت کی حدیث میں مذمّت آئی ہے وہ صرف ایک ہی قسم ہے: "کل بدعة ضلالة، و کل ضلالة فی النار "(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۱/۸/۸۷ھ۔

کیا غیرثابت چیزیں بھی خیر ہیں؟

سوال[۷۸۰]: کوئی ایسا امر جو بظاہر بہت اچھا ہے مگر وہ سنتِ نبوی یا صحابہ تابعین سے ثابت نہیں، مگر عوام میں برسہابرس سے چل رہا ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں میں ایک طرح کی اجتماعیت پائی جاتی ہے یعنی وہ چیز ان میں جوڑ پیدا کرتی ہے، کیا اس کو بدعت ہونے کے باوجود مٹانا چاہئے یا نہیں، جیسے میلاد، دعاء ثانیہ، فاتحہ بعد صلوۃ وغیرہ۔

نوٹ: عوام عام طور پر جاہل ہیں، وہ حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے، وہ سنت و بدعت کا فرق بھی نہیں جانتے بلکہ ان بدعات کو حصول خیر کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کو بدعت اور خلافِ شرع یا گناہ کہنے پر تعجب کرتے ہیں، بلکہ بَر اَفروختہ ہوتے ہیں اور عام طور پر ان کے خلاف جدوجہد سے اور پھوٹ اور دو پارٹیاں بنتی ہیں، نمازیں ترک کردیتے ہیں، علماء کے خلاف تبلیغ کرتے ہیں، اس صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

محض اجتماع عند اللہ مطلوب ومقصود نہیں بلکہ خیر وسنت پر اجتماع مطلوب ومقصود ہے، اس لئے حسنِ تدبیر، شفقت ودلسوزی سے ان کو راہ راست پر لانے کی ضرورت ہے، ان کو سمجھایا جائے کہ جس کام سے اللہ پاک اور اس

= تعالیٰ علیہ وسلم ". (مرقاۃ المفاتیح، شرح المشکوۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/۳۶۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۱) (رواہ النسائی فی العیدین، باب کیف الخطبة: ۱/۲۳۴، قدیمی)

کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں وہ کام مسلمان کو کرنا چاہئے، وہی دین ہے، ذریعۂ نجات ہے(۱)، وہی وفاداری کا ثبوت ہے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو دین نہ فرمایا ہو اور اس پر ثواب نہ بتایا ہو اور اپنی خوشنودی کا تحفہ اس پر نہ دیا ہو، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو اختیار کیا ہو، نہ ائمہ مجتہدین نے اس کو استنباط کیا ہو تو ایسا کام دین نہیں، اور وفاداری کا ثبوت نہیں، ذریعہ نجات نہیں، اس سے نہ اللہ تعالیٰ خوش اور نہ اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش، ایسا کام ترک کردینے کے قابل ہے۔ اور دعا بھی کی جائے کہ حق تعالیٰ نفسانی جذبات سے محفوظ رکھے اور قلوب میں قبول حق کی صلاحیت پیدا فرمائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: ''تم میں کوئی شخص مومن نہیں جب تک اس کی خواہش میرے بتائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہوجائے''(۲)۔

پھر بھی اگر پھوٹ پڑ جائے اور علماء کی مخالفت پیدا ہوجائے تو اس کو صبر وتحمل سے برداشت کیا جائے، ورنہ عوام کی خواہش کے مطابق علماء بھی چلنے لگیں تو دین اور غیر دین میں فرق نہ رہے گا، دین آہستہ آہستہ ختم ہوکر اس کی جگہ غیر دین آجائے گا جوکہ دنیا میں بھی تباہی وہلاکت کا موجب ہے اور آخرت میں بھی۔ أعاذنا اللہ منہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹/۱۰/۹۰ھ۔

جمعِ قرآن، تراویح وغیرہ کیا بدعت ہیں؟

سوال[۱۷۸۱]: فجر کی اذان میں جو ''الصلوۃ خیر من النوم'' پڑھتے ہیں اور جو تراویح پڑھتے ہیں یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے اور یہ بھی بدعت ہے اور کلام اللہ شریف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک جگہ جمع کیا گیا یہ بھی بدعت ہے، زید کا ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال اللہ عزوجل: ﴿قل إن كنتم تحبون الله، فاتبعوني يحببكم الله، و يغفر لكم ذنوبكم، والله غفور رحيم﴾. (آل عمران: ۳۱)

(۲) ''عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به''. رواه في شرح السنة''. (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً :

’’الصلوٰۃ خیرٌ من النوم ‘‘ اذانِ فجر میں کہنا حدیث سے ثابت ہے، یہ بدعت نہیں ہے(۱)۔تراویح بھی حدیث سے ثابت ہے یہ بھی بدعت نہیں، حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کا نام لے کر صاف صاف ان کے اتباع واقتداء کا حکم فرمایا ہے(۲)۔پس جو جو دین کے کام ان حضرات سے ثابت ہوں وہ بدعت نہیں، قرآن

---

(۱) ”عن محمد بن عبدالملک أبی محذورة عن أبیه عن جده قال : قلت : یا رسول الله ! علمنی سنة الأذان (إلی أن قال:) ”فإن کان صلوة الصبح ، قلت : الصلوة خیر من النوم ، الصلوة خیر من النوم ، الله أکبر الله أکبر، لا إله إلا الله “. الحدیث (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوٰة ، باب کیف الأذان : ۱/۷۹ ، مکتبه امدایه ملتان)

(۲) ”عن حذیفة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ”اقتدوا بالذین من بعدی: أبی بکر و عمر“.(جامع الترمذی، أبواب المناقب ، مناقب أبی بکر الصدیق : ۲/۲۰۷ ، سعید)

قال القاری رحمه الله تعالیٰ : ”قال ابن حجر : واستمروا کذلک زمنه علیه الصلوة والسلام .... ثم جمع عمر رضی الله تعالیٰ عنه الرجال علی أبیّ رضی الله تعالیٰ عنه .... و کان عمر یقول فی جمعه الناس علی جماعة واحدة : ”نعمت البدعة هی“، و إنما سماها بدعةً باعتبار صورتها، فإن الاجتماع محدث بعده علیه الصلوة والسلام ، و أما باعتبار الحقیقة فلیست بدعة؛ لأنه علیه الصلوة والسلام إنما أمرهم بصلاتها فی بیوتهم لعلة: هی خشیة الافتراض، و قد زالت بموته علیه الصلوة والسلام، و لم یأمربها أبو بکر رضی الله تعالیٰ عنه؛ لأنه کان مشغولاً بما هو أهم منها، و کذلک عمر أوائل خلافته“.(مرقاة المفاتیح، کتاب الصلوة ، باب قیام شهر رمضان ، الفصل الأول:۳/۳۶۹، رقم الحدیث:۱۲۹۵ ، رشیدیه)

و قال ابن حجر رحمه الله تعالیٰ: ”و قال ابن بطال : قیام رمضان سنة؛ لأن عمر رضی الله تعالیٰ عنه إنما أخذه من فعل النبی صلی الله علیه وسلم ، و إنما ترکه النبی صلی الله علیه وسلم خشیة الافتراض“. (فتح الباری ، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان :۴/۳۱۷، رقم الحدیث: ۲۰۱۰، قدیمی)

پاک کو ایک جگہ جمع کرنا بدعت نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ: العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۸۷ھ۔

سنی، حنفی، وہابی کی تعریف

سوال[۷۸۲]: ۱......کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنی، حنفی کسے کہتے ہیں؟ مستند کتب سے وضاحت فرمائیں۔

۲......وہابی مذہب کیا ہے، لفظ وہابی کے معنی کیا ہیں؟ بریلوی علماء اور اَن پڑھ لوگ اپنی اصطلاح میں وہابی کے معنی کافر ومشرک سے زیادہ بدترین سمجھتے ہیں، جس کی بنا پر وہ جسے بھی اپنے اصول کے خلاف سمجھتے ہیں، وہابی کا فتویٰ لگا کر اسلام سے خارج کردیتے ہیں اور اس کا بائیکاٹ کر کے اس سے سلام وکلام بند کردیتے ہیں، بقول ان کے کسی وہابی سے جو مسلمان سلام وکلام کرے وہ وہابیوں کی طرح خارج از اسلام ہے، ان حالات کے پیش نظر شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آئین وقوانین سے مطلع فرماتے ہوئے احکام صادر فرمائیں۔ فقط۔

والسلام نور محمد۔ ۲۱/ جون/ ۱۹۷۰ء۔

---

(۱) "عن عبيد بن السباق أن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال: أرسل إلىّ أبو بكر الصديق ...... قال أبو بكر رضي الله عنه: إن عمر رضي الله عنه أتاني، فقال: إن القتل قد استحرّ يوم اليمامة بقُرّآء القرآن .... و إني أرى أن تأمر بجمع القرآن، قلت لعمر رضي الله عنه: كيف تفعل شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ قال عمر: هذا والله خيرٌ، فلم يزل عمر رضي الله عنه يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك". (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۲/۷۴۵، قديمي)

قال الحافظ ابن حجر رحمه الله: "قال الخطابي وغيره: يحتمل أن يكون النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إنما لم يجمع القرآن في المصحف لما كان يترقبه من ورود ناسخ لبعض أحكامه أو تلاوته، فلما انقضى نزوله بوفاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ألهم الله الخلفاء الراشدين ذلك وفاءً لوعده الصادق بضمان حفظه على هذه الأمة المحمدية -زادها الله شرفاً-، فكان ابتداء ذلك على يد الصديق رضي الله عنه بمشورة عمر رضي الله عنه". (فتح الباري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۹/ ۱۲، رقم الحديث: ۴۹۸۶، دار الفكر بيروت)

الجوب حامداً و مصلیاً :

۱......حقیقت کے اعتبار سے سنی وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریق کا متبع ہو، عقائد میں بھی، اخلاق میں بھی، اعمال میں بھی: "ھم ما أنا علیہ و أصحابی "الحدیث (۱)۔

حنفی وہ ہے جو مسائلِ فقہیہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقلد ہو (۲)۔

۲......گذشتہ صدی میں عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نامی نے ایک جماعت بنائی تھی اور دعویٰ یہ کیا تھا کہ ہم سنت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے ساتھ بہت لوگ ہوگئے تھے مگر اس کے مسائل بہت سے خلاف سنت تھے، آہستہ آہستہ لوگوں کو ان مسائل کا علم ہوا، مثلاً وہ توسّل کے قائل نہیں تھے، زیارت قبور کے لئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے تھے حتی کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کو ناجائز کہتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

جب لوگوں کو معلوم ہوتا گیا، لوگ اس جماعت سے ہٹتے گئے، پھر معلوم ہوا کہ اس جماعت کا مقصود حکومت پر قبضہ کرنا ہے اور یہ سیاسی جماعت ہے اور احیائے سنت کا نام محض لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کرنے کے لئے ہے تو حکومت نے مقابلہ کر کے اس جماعت کو شکست دی، چنانچہ "ردالمحتار" کی تیسری جلد میں اس کا تذکرہ موجود ہے (۳)۔اور یہ جماعت وہابی کہلاتی ہے جو کہ سب عرب میں بدنام ہوئی اور ذلّت کی نظروں سے دیکھی جاتی تھی، جب اس کو شکست ہوئی تو اسی وقت کی بات ہے کہ ہندوستان میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ

---

(۱) (رواہ الترمذی فی الإیمان ، باب افتراق ھذہ الأمة : ۲/۸۸-۸۹ ، فاروقی کتب خانہ)

(۲) "لفظ "الحنفی" نسبة إلی أبی حنیفة کنیة إمام المذھب النعمان بن ثابت رحمھما اللہ تعالیٰ".
(المذھب الحنفی : ۱/۳۷ ، مکتبہ الرشد ریاض)

(۳) "کما وقع فی زماننا فی أتباع عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد، و تغلبوا علی الحرمین ، و کانوا ینتحلون مذھب الحنابلة ، لکنھم اعتقدوا أنھم ھم المسلمون وأن من خالف اعتقادھم مشرکون، و استباحوا بذلک قتل أھل السنة وقتل علمائھم حتی کسر اللہ شوکتھم ، وخرب بلادھم ، و ظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلاث و ثلاثین و مأتین وألف". (رد المحتار ، کتاب الجھاد، باب البغاة: ۴/۲۶۲، سعید)

اللہ تعالیٰ محدث دہلوی کی تجویز کے ماتحت جہاد شروع کیا گیا، حضرت سید احمد صاحب، حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ اسی جہاد میں شہید ہوئے اور ان کی جماعت نے بہت بلند کام کیا، انگریز ان کا مقابلہ کرتے کرتے تھک گئے، بہت سخت سزائیں دیں، مگر اس جماعت کو جو کچھ مقبولیت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس میں کمی نہیں ہوئی، تو اس وقت ہندوستان ہی کے بعض لوگوں سے انگریز نے فتویٰ حاصل کیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو عرب میں پٹ چکے ہیں اور یہ لوگ وہابی ہیں اور ان حضرات کی کتابوں میں سے چھانٹ چھانٹ کر ایسے غلط عنوان سے مسلمانوں میں باتیں پھیلائیں جس کی وجہ سے ان سے نفرت پیدا ہو جائے، اس لئے لفظِ ''وہابی'' کا لقب ابتداءً اس جماعت کے لئے انگریز نے تجویز کیا اور بدعتی علماء نے اس کا پروپیگنڈہ کیا ہے اور آج تک کر رہے ہیں۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اس کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ بدعتی علماء کے فتووں نے جو کام دیا ہے وہ سخت سے سخت سزاؤں نے نہیں دیا، اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے، اس کا نام ہے ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' (۱)۔ اب جو شخص بھی پابند شریعت اور متبع سنت دیندار ہے، بدعت سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہتے ہیں، اس سے مسلمانوں کو نفرت دلاتے ہیں، خوف یہ ہے کہ اگر لوگ ان کے وعظ کو سنیں گے، ان کی کتابوں کو پڑھیں گے، ان کی مجلس میں بیٹھیں گے تو بدعت سے متنفر ہو جائیں گے اور ان بدعتی علماء سے کٹ جائیں گے، تاہم اب لوگ اتنے بے خبر نہیں رہے کہ ان کو اندھیرے میں رکھا جائے بلکہ اب ان پر حقیقت روشن ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بدعتی علماء پریشان ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۰ھ۔

---

(۱) اس کتاب کے چند اقتباسات مختصر طور پر ذکر کئے جاتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: پہلی شی یہ ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرایا جائے اور دوسرے کوئی دستور یا طریقہ ایسا اختیار نہ کیا جائے، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء کے وقت میں نہ تھا...... ۲۳،۱۸۲۲ء میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکہ تشریف لے جانے پر اس عام فہم اصلاحی عقیدہ کو وسعت دی گئی اور باقاعدہ طور پر ترتیب دیدیا گیا، انہوں نے اس مقدس شہر میں ایک اصلاحی تحریک کا آغاز کیا جس کا بانی صحرا کا ایک بدو تھا اور جو ان کے عقائد کے مطابق تھا، اس کے بانی نے مغربی ایشیا میں ایک دینی سلطنت قائم کرلی تھی، بعینہ جیسے کہ سید احمد صاحب ہندوستان میں قائم کرنے کی امید رکھتے تھے، اس لئے ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس مذہب کی آئندہ ترقی کے واقعات کو یہاں تھوڑے عرصہ کے لئے ختم کردیں، اور عرب میں وہابیوں کی ترقی و زوال کی مختصر داستان بیان کریں''، ص: ۵۱۔ .... =

= ''ایک سو پچاس برس ہوئے ایک نوجوان عرب حاجی جس کا نام عبدالوہاب تھا......اپنے ہمراہی حاجیوں کی بدمعاشی اور ریاکاری سے جس سے اماکن مقدسہ کی بے حرمتی کی جارہی تھی سخت دلگیر ہوا،......اور آخر کاران بدعات کے انسداد کے لئے میدانِ عمل میں نکل پڑا، لیکن قسطنطنیہ کے کارپردازوں نے اس کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا......لہذا عبدالوہاب کو شہر بشہر خارج ہونا پڑا، آخرالامراس نے درایہ کے سردار محمد بن مسعود کے ہاں پناہ لی......اپنے نئے مرید سے مل کر......اس نے ایک مختصر سی عرب لیگ کی بنیاد رکھی اور قسطنطنیہ کی حکومت کی غلط کاریوں کے خلاف احتجاج اور بغاوت کا جھنڈا بلند کیا، اب انہیں فتح پر فتح ہورہی تھی......نجد کا بہت سا حصہ فتح ہوگیا۔ عبدالوہاب اس کا روحانی پیشوا تھا......انہوں نے مطیع شدہ صوبہ جات میں اپنے نائب مقرر کئے، اوران کو سختی کے ساتھ اپنا اطاعت گزار بنائے رکھا''، ص:۵۲۔

''چنانچہ مصلحین کی یہ جماعت قدرتاً ایک جنگجو فرقہ تھا اور نہایت دلیری کے ساتھ اپنے عقائد کو تلوار کے ساتھ منواتا تھا......ترکوں نے اپنی ذلیل شہوت پرستی کو مقدس شہروں میں پھیلا دیا تھا......ایسی عادتیں جن کو قرآن نے قطعاً ناجائز قرار دیا ہے، وہ مقدس شہر میں شراب کا نہایت ہی نفرت انگیز منظر پیش کرتے تھے، یہی وہ عملی اور ظاہری بے حرمتیاں تھیں جن کے خلاف عبدالوہاب نے سب سے پہلے آواز اٹھائی، مگر آہستہ آہستہ یہ ایک دینی فرقہ بن گیا، جو وہابیت کے نام سے مشہور ہے، ہندوستانی فرقہ کا بھی بڑی حد تک یہی عقیدہ ہے..........اس کے سات بڑے بڑے اصول ہیں'' الخ۔ ص:۵۳۔

''عبدالوہاب کا انتقال ۱۷۸۷ء میں ہوا، اور وہ اپنی تمام فتوحات کو ایک قابل جانشین کے سپرد کرگیا، ۱۷۹۱ء میں وہابیوں نے شریفِ مکہ سے ایک کامیاب جنگ کی، ۱۷۹۷ء میں انہوں نے بغداد کے پاشا کو بہت خونریزی کے ساتھ پسپا کردیا..........۱۸۰۱ء میں انہوں نے ایک لاکھ سپاہیوں کے ساتھ مکہ معظّمہ پر چڑھائی کی، اور ۱۸۰۳ء میں اس مقدس شہر کو فتح کرلیا، اسلام کے ان دو مستحکم مراکز میں مصلحین نے ہر اس باشندے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس نے ان کے طریقے کو ماننے سے انکار کردیا۔ مسلمان بزرگوں کے خانقاہوں کو لوٹا اور بے حرمت کیا، حتی کہ مسجدِ نبوی تک کو بھی نہ چھوڑا''۔ ص:۵۴۔

''آخر کار محمد علی پاشا والیٔ مصر مصلحین کو تباہ وبرباد کرنے میں کامیاب ہوگیا، ۱۸۱۲ء میں تھومس کیٹھ جو (سکاٹ لینڈ کا باشندہ تھا) پاشا کے لڑکے کے ماتحت مدینہ شریف پر حملہ کرکے اس کو فتح کرلیا۔ ۱۸۱۳ء میں مکہ معظّمہ پر بھی قبضہ ہوگیا اور اس کے پانچ سال بعد یہ عظیم الشان سلطنت جس معجزانہ طور پر منصۂ شہود پر آئی تھی، اسی معجزانہ طور پر ریت کے صحرائی ٹیلوں کی طرح غائب ہوگئی''۔ ص:۵۵۔

''بہرحال ہندوستان کے وہابی مسلمانوں میں ایسے اصول کی اشاعت کرتے ہیں جس کی سختی ان تمام تکالیف کو نرم کردیتی ہے، سید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب مکہ ہی میں تھے، تو حکومت کے علم میں یہ بات لائی گئی تھی کہ سید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عقائد بھی ان صحرائی بدؤوں کی جماعت کے مطابق ہیں جن کی وجہ سے مقدس مقامات کو ایسے ایسے نقصانات اٹھانے =

وہابی کی تعریف

أيهاالعلماء الكرام والفضلاء العظام والمفتيون لشرع المتين والمحققون فی أمور الدين! أنتم لنا ساداتنا و مركز علوم ديننا، أفتونا فی هذه المسائل المندرجة الذيل، توجروا بالأجر الجزيل، واستخلصونا من أفواه المخالفين والمعاندين، ستخلصكم الله تعالىٰ فی الدارين. آمين يا رب العالمين۔

١ ...... من الوهابی و ما اعتقادهم وأعمالهم؟ و يقولون أصحاب الهواء، الذين عَبيد الدنيا و لا يجتنبون عن البدعات والشبهات و يطلبون الجواز، ولا يتميزون بين الحلال والحرام والصدق والكذب ولا يبالون على افتراء المشايخ الذين يعملون بالسنة والكتاب والمذهب واختتموا أعمارهم لصفوة الدين والمذهب: أن الوهابی من اعتقد اعتقاد عبد الوهاب النجدی وعلى أیّ اعتقادٍ مضیٰ و بأی صفةٍ يُذّم، بل نریٰ أن من يعمل بالقرآن والحديث والمذهب و يجتنب عن البدعات والشبهات ويأمر بالمعروف وينهى عن المنكرات والإختراعات، و يخالف المبتدعين بالرد والقدح، أو سكت من الكل و لا يوافقهم بالعمل والقول۔ يقولون: إن هذا هوالوهابی، و هو خارج من أهل السنة والجماعة، ولا تجوز خلفه الصلوٰة، و هكذا يضلون العوام بالوساوس والخداع، و يفتون على الفور بالوهابيات، و ما الحكم لمثل هذا المفتی هل هو من أهل السنة والجماعة أم كيف؟ بينوا بالتحقيق، هذا مرض لا علاج له يزداد يوماً فيوماً۔

= پڑے، پہلے جو چیزان کی نظر میں محض خواب وخیال تھی، اب وہ ان کو حقیقی روشنی میں نظر آنے لگی جس میں انہوں نے اپنے آپ کو ہندوستان کے ہر ضلع میں اسلامی جھنڈا گاڑتے اور صلیب کو انگریز کافروں کی لاشوں کے نیچے دفن کرتے ہوئے دیکھا، پہلے جو کچھ ان کی تعلیم میں ابہام تھا، اب اس نے خوفناک اور باقاعدہ مذہب کی شکل اختیار کرلی، جس سے عبدالوہاب نے عرب میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی تھی، اور جس سے سید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو امید تھی کہ وہ ہندوستان میں اس سے بھی زیادہ عظیم الشان اور پائیدار سلطنت قائم کرنے کے قابل ہوجائیں گے۔

(ہمارے ہندوستانی مسلمان، ترجمہ Our Induan Muslmans مصنف: W-W Hunter، باب دوم، ص: ٥١. ٥٦)

۲...... ما الحكم للمفسد الذى ذكرت أحواله فى الواقعة؟ و هل تجوز الفتنةُ المذكورةُ و سوءُ الأدب الذى ذكر بمثل هٰذين الأمرين، وحركتُه و عداوتُه من توهين العلماء أم كيف؟ و هل هو من أهل السنة والجماعة، و يقع على زوجته الطلاق و يلزم عليه التوبة أم كيف؟ بيّنوا بالنظر والغور العميق۔

۳...... ما تقولون فى حق الذى يجتنب عن الإخترعات والمنهيات والشبهات ولا يضع القدم خلاف المذهب، ولا يتبع أهل الهواء بالقول والفعل، و يخالفهم بالرد والقدح، ويجتنب عن المسائل الجديدة المروجة بالرد والقدح أو السكوت عنها وعدم العمل على المسائل التى لم تذكر فى الكتب المشهورة، و هل يكون الرجل وهابياً و لا تجوز الصلوٰة خلفه أم كيف؟ و ما تقولون فى حق الإمام الذى ذكرت أحواله فى الواقعة هل أقواله و أفعاله موافقة بالسنة والكتاب والمذهب أم لا؟ وأفعاله خلاف التقوىٰ أم عين التقوى، وما الفرق بين الفتوىٰ والتقوىٰ، وأىّ للعلماء الكرام أقوىٰ ؟

المستفتی: فدوی محمد بدرالدجیٰ عفی عنہ، ضلع چاٹگام۔

الجواب حامداً ومصلياً :

۱...... محمد بن عبد الوهاب النجدى كان متبعاً للسنة، ولكنه كان متشدداً فى الاعتقاد والقول والعمل، وكان قليل البضاعة من العلم والفهم والعقل، فصدر منه بعض الأفعال والأقوال وصار سبباً لهيجان الفتن(۱)، وأما أليوم فى ديارنا فالإصطلاح ماقلتم من يستن بسنن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و يمنع عن البدع، فهو يسمى فى أفواه أهل الهواء وهابياً" فإلى الله المشتكىٰ:

---

(۱)تقدم تخريجه من رد المحتار ، كتاب الجهاد ، باب البغاة: ۲۶۲/۴ : سعيد) (و راجع للتفصيل كتاب: "ہمارے ہندوستانی مسلمان" ترجمه Our Indian Muslmans(مصنف) W-W Hunten و قد تقدمت نبذة منه)

۲-۳.....قد علم مما ذكرنا حكمها، صاحب التقوىٰ أورع و صاحب الفتوىٰ أوسع، و هو داخل تحت حدود الشرع، وإذا جاوزها فقد تعدىٰ: ﴿و من يتعد حدود الله فقد، ظلم نفسه﴾(١)۔ فقط والله سبحانه تعالى أعلم وعلمه أتم وأحكم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی بمدرسۃ مظاہر علوم سہارنفور الہند۔

الجواب صحيح : سعيد أحمد غفر له المبتلىٰ بأمانة الإفتاء بالمدرسة العلية المشتهر بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور. يوبي، ٧/ جمادى الأولىٰ/ ٦٧ هـ۔

---

(١) (سورة الطلاق: ١)

ترجمہ :

مندرجہ ذیل سوالات کے جواب مطلوب ہیں:

ا......وہابی کون ہیں ان کے عقائد واعمال کیا ہیں؟ اہل ہوا دنیا پرست بدعات وشبہات سے اجتناب نہ کرنے والے ہر چیز میں جواز کو تلاش کرنے والے، حلال وحرام، صدق وکذب میں تمیز نہ کرنے والے اوران مشائخ پر جو کتاب وسنت پر عامل ہیں جن کی عمریں خالص دین ومذہب کی اشاعت میں صرف ہوگئیں افتراء کرنے والے یوں کہتے ہیں کہ وہابی وہ شخص ہے جو عبد الوہاب نجدی جیسے عقائد رکھتا ہے۔

اس کے اعتقادات کیا تھے اور کس بنا پر اس کی مذمت کی جاتی ہے؟ بلکہ ہمارا خیال یہ ہے کہ جو شخص قرآن وحدیث اور مذہب پر عامل ہو، بدعات وشبہات سے اجتناب کرتا ہو، امر بالمعروف کرتا ہو، منکرات ومخترعات سے روکتا ہو، مبتدعین کی ردو قدح کے ساتھ مخالفت کرتا ہو، یا پھر تمام امور کے متعلق خاموش رہتا ہو، قول وعمل میں ان کی موافقت نہ کرتا ہو اس کے بارے میں یہ مبتدعین کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہیں، اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اسی طرح عوام کو وساوس اور دھوکہ سے گمراہ کرتے ہیں اور فوراً وہابی ہونے کا فتوی دے دیتے ہیں۔

ایسے مفتی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے؟ تحقیق کے ساتھ بیان فرمائیں، یہ ایسا لاعلاج مرض ہے جو دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔

۲......جس مفسد کے احوال ذکر کئے گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ کیا فتنہ مذکورہ اور سوء ادب جو ذکر کیا گیا ان دوامر کے ساتھ، اس کی حرکت وعداوت اور علماء کی توہین جائز ہے؟ اور کیا وہ اہلسنت والجماعت سے ہے اس کی بیوی پر طلاق واقع .....=

وہابی کون ہے؟

سوال[۷۸۴]: فرض، واجب، سنت مؤکدہ کو چھوڑنے والوں پر درجہ بدرجہ الگ الگ کیا شرعی سزائیں اور وعیدیں آئی ہیں؟ نیز فرض، واجب، سنت مؤکدہ کو چھوڑ کر مستحبات پر عمل کرایا جانا کیسا ہے؟ اور کیا یہ اعمال قابل قبول ہوں گے؟ نیز مستحبات نہ کرنے والوں کو وہابی کہنا کیسا ہے؟ وہابی کی تعریف بھی بتادیجئے؟

ہوجائے گی؟ اور کیا اس پر توبہ لازم ہے؟

۳......ان لوگوں کے حق میں کیا رائے ہے جو محدثات، منہیات اور شبہات سے اجتناب کرتے ہیں، مذہب کے خلاف ایک قدم نہیں چلتے، اہل ہوا کا قولاً وفعلاً کسی طرح اتباع نہیں کرتے بلکہ رد وقدح کے ساتھ ان کی مخالفت کرتے ہیں اور جدید رائج شدہ مسائل سے رد وقدح کے ساتھ یا ان سے سکوت کرتے ہوئے اجتناب کرتے ہیں، جو مسائل کتب مشہورہ میں مذکور نہیں ان پر عمل نہیں کرتے، کیا وہ آدمی وہابی ہوجاتا ہے؟

اس کے پیچھے نماز جائز نہیں رہتی یا کیا حکم ہے؟ اور اس امام کے بارے میں کیا رائے ہے جس کے احوال ذکر کئے گئے کیا اس کے اقوال وافعال، سنت، کتاب ومذہب کے موافق ہیں یا نہیں؟ اسکے افعال تقویٰ کے خلاف ہیں یا عین تقویٰ ہیں؟ تقویٰ اور فتویٰ میں کیا فرق ہے اور کونسا علماء کرام کے لئے اقویٰ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ا......محمد بن عبدالوہاب نجدی متبع سنت تھے لیکن اعتقاد، قول اور عمل میں متشدد تھے، علم وفہم اور عقل کم تھی اس لئے ان سے بعض افعال واقوال ایسے صادر ہوگئے جو فتنوں کے رونما ہونے کا سبب بن گئے۔ لیکن آج ہمارے علاقہ میں وہابی وہی ہے جس کو سائل نے بیان کیا ہے یعنی جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کا متبع ہو، بدعات سے روکتا ہو وہی شخص اہل ہوا کی اصطلاح میں وہابی ہے۔ پس شکوہ اللہ ہی سے ہے۔

۲،۳......ان دونوں کا حکم ماسبق سے معلوم ہوگیا، صاحب تقویٰ اورع ہے اور صاحب فتویٰ اوسع ہے حدود شرع کے تحت داخل ہیں اور جب وہ حدود شرع سے نکلے گا تو تجاوز کر جائے گا اور ''جو شخص حدود شرع سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنے اوپر ہی ظلم کرتا ہے''۔ فقط واللہ سبحانہ تعالی أعلم وعلمه أتم وأحكم.

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی بمدرسۃ مظاہر علوم سہارنفور، یوپی۔

الجواب صحيح: سعيد احمد غفر له المبتلیٰ بأمانة الافتاء بالمدرسة العلية المشتهر بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور. يوبى، ۷/ جمادی الأولیٰ/ ۶۷ھ.

الجواب حامداً و مصلیاً:

فرض کا درجہ سب سے زیادہ ہے، اس کا منکر کافر ہوتا ہے، اس کے بعد واجب کا درجہ ہے(۱)، سنتیں اور مستحبات یہ دونوں (فرض وواجب) کی تکمیل کے لئے ہیں (۲)، فرائض کو ترک کر کے مستحبات پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص رمضان المبارک میں فرض روزے کو ترک کرے اور سحری اہتمام سے کھائے حالانکہ سحری تو روزہ پر قوت حاصل کرنے کے لئے ہے(۳)، فرض وواجب کے ترک پر عقاب ہے اور سنت کے ترک پر عتاب اور مستحب کے ترک پر کوئی وعید نہیں (۴)۔

---

(۱) "وأما الفرض فحكمه اللزوم علماً بالعقل و تصديقاً بالقلب، وهو الإسلام، و عملاً بالبدن وهو من أركان الشرائع، و يكفر جاحده، و يفسق تاركه بلا عذر، و أما حكم الوجوب فلزومه عملاً بمنزلة الفرض لا علماً على اليقين؛ لما في دليله من الشبهة حتى لا يكفر جاحده، و يفسق تاركه". (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۲۵، رشيديه)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في أحكام الوضوء، ص: ۵۶، قديمي)

(والمغني لأبي محمد عمر الخبازي، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة، ص: ۸۳، جامعة أم القرى مكة المكرمة)

(و نور الأنوار، بحث الفريضة والواجب والسنة، ص: ۱۶۶، سعيد)

(۲) "ولأنها لإكمال الفرض: أي السنة، و ذكر باعتبار أنها مأمور به، و عبارته في الشرح أولى حيث قال: و تكون السنة لإكمال الفرض في محله". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء: ۱/۷، قديمي)

(و كذا في الهداية، كتاب الطهارة: ۱/۱۹، مكتبه شركة علميه)

(و كذا في حاشية اللكنوي رحمه الله تعالىٰ على الهداية: ۱/۱۹، مكتبه شركة علميه)

(۳) "قلت: في زماننا لا يطلقون السحور إلا على ما يؤكل ليلاً لأجل الصوم". (رد المحتار، كتاب الأيمان، باب اليمين في الأكل والشرب: ۳/۷۸۱، سعيد)

(۴) "قال القهستاني: حكمها (أي حكم السنة) كالواجب في المطالبة في الدنيا إلا أن تاركه (أي الواجب) يعاقب و تاركها (أي السنة) يعاتب اهـ. و في الجوهرة عن القنية: تاركها فاسق وجاحدها مبتدع الخ". (حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ۶۴، قديمي) =

ڈیڑھ سو پونے دوسو سال پہلے عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب کی طرف ایک جماعت منسوب تھی اس کے بعض نظریات ائمہ اربعہ سے الگ تھے، اس جماعت نے اس وقت کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہا تھا حکومت نے مقابلہ کر کے ۱۲۳۳ھ میں اس کو شکست دے کر جماعت کو ختم کر دیا تھا وہ جماعت بہت بدنام ہوچکی۔ اس کے قریب ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سلسلے کے حضرات نے جہاد کا نظم قائم کیا اور جگہ جگہ دشمن اسلام سے مقابلہ کیا، انگریز نے ان کو بدنام کرنے کے لئے یہ لفظ ''وہابی'' ان کے واسطے ایجاد کیا اور کہا ان کا تعلق محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جماعت سے ہے اور بدعتی علماء سے ان کے خلاف فتوے حاصل کئے، اب کیفیت یہ ہے کہ جو شخص حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر اس کے حدود کی رعایت رکھتے ہوئے عمل کرتا ہے اور سنت کا اتباع کرتا ہے اور بدعات سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہا جاتا ہے اور بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ آقائے نامدار سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا بلکہ شان اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبی کرتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ أتم وأکمل۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا تارکِ فرائض سنی کہلانے کا حقدار ہے؟

سوال[۷۸۵]: زید اپنے آپ کو پکا سنی مسلمان کہتا ہے، زید نہ تو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے، نہ استنجاء پاک کرتا ہے اور نہ رمضان المبارک کے فرض روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ بھی ادا نہیں کرتا، اس کے باوجود زید اپنے آپ کو قوم کا سردار بھی کہتا ہے اور قوم کے آدمی بھی اس کے حکم کو مانتے ہیں، اس حالت میں زید اور ایسی قوم کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟

= ''و فیھا : ''وقیل: ما (أی المستحب) یمدح بہ المکلف و لا یذم علی ترکہ''. فصل من آداب الوضوء الخ، ص:۷۵، قدیمی)

(۱) (تقدم تخریجہ من رد المحتار ، کتاب الجھاد ، باب البغاۃ : ۲۶۲/۴ ، سعید، و ''ہمارے ہندوستانی مسلمان، باب دوم، ص:۵۱-۵۶'')

الجواب حامداً ومصلیاً :

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو زید تارک فرائض ہے اور سخت گناہگار ہے(۱) جس کی ساری زندگی خلافِ سنت ہو وہ سنی کیسے کہلائے گا، وہ سردار بننے کا بھی حقدار نہیں (۲)، ایسے آدمی کو سردار بنانا بڑی بدقسمتی اور محرومی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کسی کام کو کسی کی سنت کہنا

سوال[۷۸۶]: کیا یہ کہنا کہ یہ کام فلاں صاحب کی سنت ہے غلط ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ کہنا کہ یہ کام فلاں صاحب، مثلاً ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے غلط نہیں جب کہ وہ کام واقعۃً ان کی سنت ہو(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "أوصاني خليلي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أن لا تشرك بالله شيئاً وإن قطعت و حرقت، و لا تترك صلوة مكتوبةً متعمداً، فمن تركها متعمداً، فقد برئت منه الذمة، و لا تشرب الخمر؛ فإنها مفتاح كل شر". (ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، ص: ۲۹۲، قديمی)

(۲) کیونکہ تارکِ سنت فاسق ہے، اور فاسق کو امیر یا سردار بنانا مکروہ ہے:" و يكره تقليد الفاسق، و يعزل به إلا لفتنة، و يجب أن يدعى له بالصلاح". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۴۸، ۵۴۹، سعید)

(۳) "عن العرباض بن سارية قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذات يوم، ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا ...... الحديث، و فيه : "فإنه من يعش منكم، فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ...... اهـ" (رواه أبو داود في الديات، باب لزوم السنة : ۲/۲۸۷، مكتبه امداديه ملتان)

(وأحمد في مسنده : ۵/۱۰۹، رقم الحديث: ۱۶۶۹۵، دارإحيا التراث العربی)

(وابن ماجه في باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، ص: ۵ قديمی)

و قال الملا على القاری رحمه الله تعالىٰ : "قال التوربشتي : و أما ذكر سنتهم في مقابلة سنته ؛ لأنه علم =

مستحب پر اصرار

سوال[۷۸۷]: اگر کوئی شخص پھول، مالا اور دعاءِ ثانیہ وغیرہ کرنے والا نہ کرنے والے کو ملامت نہ کرے تو کیا ایسی صورتوں میں ان امورِ مستحبہ کو کرسکتا ہے اور بدعت میں داخل نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز کا استحباب شرعی دلائل سے ثابت ہو اس پر اصرار کرنے اور تارک پر ملامت کرنے سے اس کا استحباب ختم ہو کر اس میں کراہت آجاتی ہے: "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهية" (سباحة الفكر) (۱)، اگر یہ شان نہ ہو تو استحباب باقی رہتا ہے اور جس چیز کے استحباب کا ثبوت شرعی دلائل سے نہ ہو اس کے متعلق یہ بحث نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

ایضاً

سوال[۷۸۸]: التزام کی کراہت کے متعلق جو علامہ طیبی کی عبارت: "من أصر على مندوب، وجعل عزماً و لم يعمل بالرخصة" (۲) کا حوالہ دیا گیا ہے تو اس عبارت میں جو "عزماً" کا لفظ ہے اس کی تشریح "منتہی الارب" میں یہ مرقوم ہے: "عزمة بالفتح واجب و ثابت، و عزمة من عزمات الله تعالىٰ: أى حق من حقوقه أو واجب مما أوجبه". یعنی مستحب کو واجب جان کر جب اصرار ہوگا تو مذموم

= أنهم لا يخطئون فيما يستخرجون من سنته". (المرقاة شرح المشكوة، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثانى: ۱/۴۰۹، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) (مجموعه رسائل اللكهنوى، سباحة الفكر، الباب الأول: ۳/۴۹۰، إدارة القرآن)

(وكذا السعاية على شرح الوقاية اللكنوى رحمه الله تعالىٰ، باب صفة الصلوة، قبيل فصل فى القرآءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا فى المرقاة شرح المشكوة، كتاب الصلوة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رشيديه)

(۲) (مرقاة المفاتيح، باب الدعاء فى التشهد، كتاب الصلوة، الفصل الأول: ۳/۳۱، رقم الحديث: ۹۴۶، رشيديه)

ہوگا اور مستحب کو مستحب جان کر جب اصرار ہوگا تو یہ محمود ہوگا، چنانچہ اس کا فیصلہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: "إنما الأعمال بالنيات"۔ مداومت کا ہونا یہ التزام میں داخل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: "أحب الأمور إلى الله أدومها"۔ لہٰذا التزام کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمایئے ورنہ یہ تحریر فرمایئے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مستحب پر (یعنی مباح الترک اعتقاد کرتے ہوئے) مداومت موجب کراہت نہیں بلکہ اصرار موجب کراہت ہے (والفرق بين المداومة والإصرار لا يخفى على من له أدنىٰ ممارسة بالفقه)۔ جن سورتوں کا مخصوص نمازوں میں پڑھنا ماثور و منقول ہے ان پر بھی مداومت اس طرح کہ ان کے علاوہ اَور سورتیں نہ پڑھیں اگر چہ اعتقاداً جائز سمجھتا ہو مکروہ ہے:

"و يكره أن يوقت بشيء من القرآن لشيء من الصلوة(١) كالسجدة والإنسان لفجر الجمعة، و الجمعة والمنافقين للجمعة، قال الطحاوى والإسبيجابى: هذا إذا رآه حتماً يكره غيره، أما لو قرأ للتيسير عليه أو تبركاً بقرأته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلا كراهة ، لكن بشرط أن يقرأ غيرهما أحياناً؛ لئلا يظن الجاهل أن غيرهما لا يجوز، و لا تحرير فى هذه العبارة بعد العلم بأن الكلام فى المداومة، والحق أن المداومة مطلقاً مكروهة سواء رآه حتماً يكره غيره أولا اهـ" فتح القدير : ١/٢٣٨(٢)۔ والمسئلة مذكورة فى شرح النقاية : ١/٨٣(٣)، و تبيين

(١) (الهداية ، قبيل باب الإمامة ، كتاب الصلوة: ١/١٢٠ ، مكتبه شركت علميه ملتان)

(٢)(فتح القدير ، كتاب الصلوة ، باب صفة الصلوة، فصل فى القرآءة: ١/٣٣٧، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(و بمعناه فى العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، فصل فى القرآءة : ١/٣٣٧، مصطفىٰ البابى الحلبى)

(٣) "وكره عندنا وعندمالك تعيين سورة: أى غير الفاتحة لصلوٰة من الصلاة، واستحب الشافعى قرآءة سورة السجدة وهل أتى فى الفجر كل جمعة ...... وقيد الطحاوى والاسبيجابى الكراهة فيما إذا اعتقد أن الصلوٰة لاتجوز بغيرها، وأما إذالم يعتقد ذلك ولازمها ...... وقراءة السجدة وهل أتى فى بعض =

الحقائق :۱/۱۳۱، (۱) وغیرهما۔

اس کراہت کا ماخذ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے جس کو مسند احمد میں روایت کیا ہے اوراس کی اسناد حسن ہے : "من لم يقبل رخصة الله (أى لم يعمل بها) كان عليه من الإثم مثل جبال عرفة" (فى عظمها)". السراج المنير :۳/۳٤۹ (۲) جب کسی شئ کی ایک جانب مستحب ہے تو دوسری جانب کے ترک کی یقیناً رخصت ہوگی، اب اگر جانب مستحب پر اس طرح عمل کیا جائے کہ جانب رخصت بالکلیہ متروک ہوجائے تو اس مستحب کو درجہ وجوب حاصل ہوجائے گا اعتقاداً ہو یا عملاً، خود عامل کے حق میں ہو یا دوسرے دیکھنے والوں کے حق میں، یہ ایک مفسدہ ہے جس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جانب رخصت پر بھی کبھی کبھی عمل کیا جائے: "لأن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه"۔ الحدیث (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/شعبان/ ٦٦ھ۔

تنبیہ: طرز سوال مناظرانہ ہے مستفتیانہ نہیں، اس کے متعلق پہلے بھی عرض کیا تھا۔ فى الجواب كفاية لمن أراد الهداية وأما المجادل فلا يقنع إلا بالمجادلة۔ سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/شعبان/ ٦٦ھ۔

= الأحيان فى فجر الجمعة فلا يكره بل يكون حسناً". (شرح النقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، سنة القرأة فى الصلاة: ۱/۸۳، اعززيه)

(۱) (تبيين الحقائق ، كتاب الصلوة ، أواخر باب صفة الصلوة: ۱/۳۳۷، دار الكتب العلمية)

(و كذا فى حاشية الشلبى على التبيين ، المصدر السابق لتبيين الحقائق)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيبانى رحمه الله تعالىٰ :۲/۱۸۴، رقم الحديث: ۵۳۶۹، دار إحياء التراث العربى)

وكذا ذكر الإمام أحمد رحمه الله تعالىٰ أيضاً: "عن عقبة بن عامرة الجهنى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :"من لم يقبل رخصة الله عزوجل، كان عليه من الذنوب مثل جبال عرفة". (مسند أحمد بن حنبل :۵/۱۶۰، رقم الحديث :۱٦٩٩٧، دار إحياء التراث العربى)

(۳) ذكره الملا على القارى فى المرقاة باللفظ المذكور ، (كتاب الصلوة باب الدعاء فى التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رقم الحديث: ۹۴۶، رشيديه) .... =

اصلاح کی نیت سے بدعات میں شرکت

[۷۸۹] **الاستفتاء**: بعض مقامات پر دیوبندی، بریلوی سے قطع نظر ہوکر صرف آبائی تقلید کی وجہ سے بعض بدعات اس طرح گھٹی میں پڑی ہیں کہ اگر منع کریں تو مانع کو خارج از محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں تو ان کی اصلاح کی خاطر بہ نیتِ اصلاح داخل ہوجائیں اور بدعات کو اختیار کرلیں اور شدہ شدہ سنت کے طریق پر لانے کی کوشش کریں تو یہ مستحسن ہوگا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدعات میں کسی کی خاطر شرکت کرنے کے بعد شدہ شدہ اصلاح کرنا دشوار ہوجاتا ہے بلکہ بدعات کا بدعات ہونا بھی ذہن سے نکل جاتا ہے، پھر اصلاح کا خیال بھی نہیں رہتا، اگر رہا بھی تو جس چیز کو اپنے عمل سے پختہ کردیا گیا ہے اس سے عوام کو منع کرنے کی ہمت باقی نہیں رہتی، اگر منع کیا جائے تو لوگ ہرگز تسلیم نہیں کرتے، بلکہ ایسے مقتدا کو غیظ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں، اس کی نظائر بھی موجود ہیں۔ غور سے سنئے دو چیزیں ہیں: پہلی حفاظتِ دین، دوسری اشاعتِ دین، اول مقدم ہے ثانی مؤخر، ثانی کی خاطر اول کو ضائع کرنا تو دین ودانشمندی نہیں (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۲۳/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔

= وقد ذكره الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ في مسنده مرفوعاً في موضعين بلفظ: "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله يحب أن تؤتى رخصه، كما يكره أن تؤتى معصيته". (۲/۲۴۹، ۲۵۰، رقم الحديثين: ۵۸۳۲، ۵۸۳۹، دار إحياء التراث العربي)

(۱) "وعن أبي قلابة: لا تجالسوا أهل الأهواء ولا تجادلوهم، فإني لا آمن أن يغمسوكم في ضلالتهم ويلبسوا عليكم ما كنتم تعرفون، قال أيوب: وكان– والله– من الفقهاء ذوي الألباب".

"وعن العوام بن حوشب أنه كان يقول لابنه: "يا عيسى! أصلح قلبك وأقلل مالك، وكان =

اصلاح کی نیت سے بدعتیوں کے ساتھ امام صاحب کی کھانے میں شرکت

سوال[۷۹۰]: ایک شخص جو کہ عالم بھی ہے اور جائز ناجائز سے بھی اچھی طرح واقف ہے وہ ایک جگہ پر امامت کرتے ہیں، مقتدی ان کے اکثر بدعتی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور مروجہ تیجہ، چالیسواں وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں، یہ عالم صاحب بجائے ان کو منع کرنے اور سمجھانے کے خود بھی خندہ پیشانی کے ساتھ ان کی جملہ مبتدعہ رسومات میں شریک ہوتے ہیں اور دعوت وغیرہ کا کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ جب ان سے دوسرے لوگوں نے سمجھانے کے طور سے کہا تو جواباً فرمایا کہ آپ بھی تو بے نمازی داڑھی، منڈوں کے ساتھ کھاتے ہیں، پس جس طریقہ سے وہ ناجائز یا حرام ہے اسی طریقہ سے تیجہ، چالیسواں بھی سمجھ لیجئے اور پھر فرمایا کہ اگر ہم آپ کی بات کو تسلیم کرلیں اور ان کی رسومات میں شریک نہ ہوں اور نہ ہی ان کے رسمی کھانے کو کھایا جائے تو ہمیں اپنی امامت کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ ایک موقع پر جب ایک دوسرے عالم صاحب سے اس سلسلہ میں گفتگو کرنے کا موقع ملا تو عالم صاحب نے فرمایا کہ ''اگر تم ان کی اصلاح کی غرض سے جاتے ہو تو اس میں گنجائش ہے ورنہ نہیں''، اس کے بعد انھوں نے عالم صاحب کے سامنے عذر رکھا کہ میں تو صرف ان کی اصلاح کی غرض سے شرکت کرتا ہوں، اور پھر اپنے ہم نوا لوگوں سے یہی فرمایا کہ میں تو فلاں عالم سے بھی کہہ آیا ہوں کہ میں تو برابر اسی طریقہ سے شرکت کرتا رہوں گا۔

۱...... عالم صاحب کا ان کے ساتھ شریک ہو کر دعوت کھانا، تیجہ اور چالیسواں وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

۲...... عالم صاحب کی یہ مثال پیش کرنا کہ بے نمازی اور ڈاڑھی منڈوں کے ساتھ کھانا پینا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ تیجہ، چالیسواں کا کھانا، آیا عالم صاحب کی یہ تمثیل صحیح ہے یا دونوں کھانوں میں کوئی فرق ہے؟ تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

۳...... محض امامت کے چلے جانے کے خطرہ سے ایسی رسومات میں شرکت کرنے کی گنجائش ہے؟ واضح طور پر مدلل بیان فرمائیں۔

= یقول: واللہ لأن أرى عيسى في مجالس أهل البرابط والأشربة والباطل أحب إلي من أن أراه يجالس أصحاب الخصومات، قال ابن وضاح: يعني أهل البدع". (الإعتصام، باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، ص: ۲۵، ۲۶، دار المعرفة بيروت)

۴......امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۵......ایسے امام سے میل جول رکھنا از روئے شرع روا ہے یا ممنوع؟

۶......عالم ثانی کا قول کہ اصلاح کی غرض سے جانے کی گنجائش ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ناجائز رسوم وبدعات میں شرکت کرنا مداہنت اور ممنوع ہے: ﴿ولا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ الآية(۱)۔ اس سے ان بدعات کو فروغ ہوتا ہے حالانکہ ان کی اصلاح لازم ہے۔

۲......ڈاڑھی منڈانا حرام ہے(۲)، لیکن جو شخص ڈاڑھی منڈے کے ساتھ کھانا کھاتا ہے وہ کھانا کسی رسم قبیح اور بدعت کا کھانا نہیں بلکہ اگر اصلاح کی نیت ہو اور نرمی سے سمجھایا جائے تو اخلاق سے متأثر ہو کر اصلاح کی توقع ہے(۳) اس لئے یہ مثال صحیح نہیں، یہ مثال اس وقت صحیح ہوتی کہ اس کی خاطر ڈاڑھی منڈادی جاتی۔ نعوذ بالله منه۔

۳......امامت تو دین کو قائم کرنے کے لئے ہے، محض روپیہ کی خاطر بدعات کو فروغ دینا اور مقتدیوں کی ہاں میں ہاں ملانا منصب امامت کے خلاف ہے اور اس منصب جلیل کو ذلیل کرنا ہے(۴)۔

---

(۱) (الأنعام: ۶۸)

(۲) "يحرم على الرجل قطع لحيته". (الدر المختار، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، ایچ ایم سعید)

(۳) "عن تميم الداري رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الدين النصيحة". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة: ۱/۵۴، قديمي)

قال النووي رحمه الله تعالىٰ تحته: "أما نصيحة عامة المسلمين وهم من عدا وُلاة الأمر، فإرشادهم لمصالحهم في آخرتهم ودنياهم ...... وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص، والشفقة عليهم ...... وتخولهم بالموعظة الحسنة ...... وحثهم على التخلق بجميع ما ذكرناه من أنواع النصيحة وتنشيط هممهم إلى الطاعات ...... قال إبن بطال رحمه الله تعالىٰ: ...... والنصيحة لازمة على قدر الطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه ويطاع أمره الخ". (شرح النووي على مسلم، ص: ۱/۵۴، قديمي)

(۴) "فإن كان ممن يقتدى به فلم يقدر على منعهم، خرج ولم يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين، وفتح =

۴......جو مقتدی ان بدعات میں مبتلا ہیں وہ تو ان ہی سے بہت خوش ہوں گے، اور جو مقتدی متبع سنت اور بدعات سے متنفر ہیں ان کو پریشانی ہوگی، بہتر یہ ہے کہ امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ بدعات سے پرہیز کریں، اگر امام صاحب نہ مانیں بلکہ بدعات پر مصر رہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے: "ویکره إمامة عبد وفاسق ومبتدع الخ". كذا في الدر المختار: ۱/۳۷۶(۱)۔

۵......ان کے ساتھ بدعات میں شریک ہونا تو جائز نہیں، معاملات کی اجازت ہے۔

۶......اصلاح کرنا لازم ہے مگر ان کے ساتھ بدعات میں شرکت کرنے سے امام صاحب دوسروں کی تو کیا اصلاح کرتے خود مبتلا ہو جاتے ہیں(۲)۔ ہاں اگر ان کی بات میں اثر ہے اور وہاں جا کر بدعات کو روک دیں اور لوگ توبہ کرلیں تو یقیناً اعلیٰ مقام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

بدعتی سے میل جول

سوال[۷۹۱]: اگر کوئی شخص عبادت گذار پابند صوم وصلوۃ ہو لیکن بدعات میں مبتلا ہو اس کے یہاں کھانا کھانا میل جول رکھنا کیسا ہے؟

عبداللہ صاحب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس کے ساتھ میل جول رکھنے اور اسکے یہاں کھانا کھانے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو میل جول رکھنا بہتر ہے، اگر اس سے خود بدعات میں مبتلا ہونے یا بدعات کی تائید کا اندیشہ ہو تو میل جول نہیں

= باب المعصية على المسلمين". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس: ۸/۳۴۶، رشيديه)

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۲)"وعن الحسن:" ولا تجالس صاحب هوى، فيقذف في قلبك ما تتبعه عليه فتهلك، أو تخالفه فيمرض قلبك". (الإعتصام، باب في ذم البدع الخ، ص: ۶۵، دار المعرفه بيروت)

رکھنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

رضاخانیوں کے ساتھ معاملہ

سوال[۷۹۲]: یہاں پر جو اپنے کو سنی کہتے ہیں وہ لوگ پیروں کے مزار پر جا کر پوجا پاٹ کرتے ہیں اور علماء حق کو گالی دیتے ہیں، مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیتے ہیں، اور ''بہشتی زیور'' کو غلط بتلاتے ہیں (۲) ایسے موقع پر اگر کسی کو غیر معمولی جوش آجائے اس قسم کی بدتہذیبی اور توہین کرنے والے کو قتل کردے اور خود بھی اس کے ہاتھ سے مرجائے یا پھانسی آجائے تو شہادت ہوگی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قتل کرنا اور سزا میں پھانسی چڑھ جانا اصل علاج نہیں ہے (۳) ان کو صحیح راہ دکھلانا حسن تدبیر سے،

---

(۱) ”وعن الحسن: لا تجالس صاحب هوى، فيقذف في قلبك ما تتبعه عليه فتهلك، أو تخالفه، فيمرض قلبك“. وعن إبراهيم : و لا تكلموهم إني أخاف أن ترتد قلوبكم“.

”وعن يحيى بن أبي كثير رحمه الله تعالىٰ قال: إذا لقيت صاحب بدعة في طريق، فخذ في طريق آخر“. (الإعتصام للعلامة الشاطبي رحمه الله تعالىٰ، باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، فصل: الوجه الثالث من النقل، ص: ٦٦، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۲) ”وعن معاذ بن معاذ قال: قلت لعمرو بن عبيد: ...... قال الراوي: قلت: ليس هكذا يقول أصحابنا، قال: ومن أصحابك لا أبالك؟ قلت: أيوب، ويونس، وابن عون، والتيمي، قال: أولئك أنجاس، أرجاس، أموات غير أحياء. فهكذا أهل الضلال يسبون السلف الصالح، لعل بضاعتهم تنفق ...... وأصل هذا الفساد من قبل الخوارج، فهم أول من لعن السلف الصالح“. (الإعتصام، باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، ص: ۹۵، دار المعرفة بيروت).

(۳) قال العلامة الشاطبي رحمه الله تعالىٰ باحثاً عن الحكم في القيام على أهل البدع: ”فنقول: إن القيام عليهم بالتثريب أو التنكيل أو الطرد أو الإبعاد أو الإنكار هو بحسب حال البدعة في نفسها من كونها عظيمة المفسدة في الدين أم لا، وكون صاحبها مشتهراً بها أولا، وداعياً إليها أولا ؟ ...... فخرج من =

بزرگوں سے ان کی ملاقات کرائی جائے، ان کے صحیح حالات بتائے جائیں، ان کی دینی خدمات دکھلائی جائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی جائے کہ وہی مقلب القلوب ہے، کوئی ایسا اقدام کہ جس سے آدمی خود بھی فتنہ میں مبتلا ہو اور اس سے دوسری جگہ بھی فتنہ پیدا ہو ہرگز نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۸۷ھ۔

بدعتی اور متبع سنت عالم کے پرکھنے کا طریقہ

سوال[۷۹۳]: زید کہتا ہے کہ علمائے دیوبند وعلماء بریلوی دونوں نے قرآن وحدیث کی روشنی ہی میں کتابیں لکھی ہیں اور دونوں کا دعویٰ ہے کہ ہم حق پر ہیں، تقریر میں بھی دونوں طرف سے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سامنے آتی ہیں۔ اب عوام کیا کریں، کس کی بات پر عمل کریں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سب تفصیل کے معلوم کرنے کے بعد آپ خود ہی غور کریں، جواب خود بخود سامنے آجائے گا، وہ یہ ہے کہ جب آپ علمائے دیوبند کو حق پر سمجھتے ہیں تو وہ یہی جواب دیں گے کہ اس طریقے کو اختیار کیجئے، یہ جواب کیسے دے سکتے ہیں کہ غیر حق کو اختیار کریں۔ اصل یہ ہے کہ طالبِ حق کے پاس اگر دلائل کو پرکھنے کی کسوٹی نہیں ہے تو وہ کچھ وقت ہفتہ دو ہفتہ فارغ کرکے ایک جماعت کے مقتدیٰ کے پاس رہے اور بہت غور سے اس کی عادات، معاملات، معاشرت، اپنوں سے تعلق، غیروں سے تعلق، تنہائی کے اوقات، لوگوں کے ساتھ معاملات کو دیکھے، پھر اسی طرح دوسری جماعت کے مقتدیٰ کے پاس رہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا رہے، اللہ پاک اس کو ہدایت دیں گے، اور دل میں بات آجائے گی کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے، دوسروں کی ہمدردی ہے، اتباع سنت ہے، خدا کا خوف ہے، خدمتِ دین کا جذبہ ہے، صبر وتحمل ہے، تواضع ہے، سخاوت ہے، غرض حضرت رسول مقبول

= مجموع ما تكلم فيه العلماء أنواع: أحدها: الإرشاد والتعليم وإقامة الحجة، كمسألة ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما حين ذهب إلى الخوارج، فكلّمهم حتى رجع منهم ألفان أو ثلاثة آلاف". (الإعتصام، باب في أن ذم البدع والمحدثات عام الخ، فصل ويتعلق بهذا الفصل أمر آخر، ص: ۱۴۰، دار المعرفة بيروت)

صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ ہیں۔ اور فلاں شخص میں ریا کاری ہے، نفس پروری ہے، خواہش نفسانی کا اتباع ہے، بجائے خوفِ خدا کے دنیا والوں کا خوف ہے، بجائے خدمت دین کے جاہ ومال مطلوب ہے، بے صبری ہے، بے قراری ہے، تکبر ہے، بخل ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس میں پہلی قسم کی صفاتِ عالیہ ہوں وہ اس قابل ہے کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے ،اور اس کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے ،جس میں دوسری قسم کی صفات ہوں اس سے دوری اختیار کی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۸ھ۔



(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿واتبع سبیل من أناب إلیّ﴾ (لقمان: ۱۵)

مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان

فاتحہ مروّجہ

سوال[۷۹۴]: کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا فرض، واجب، سنت، مستحب میں سے کیا ہے؟ کیا بغیر سامنے رکھے ثواب نہ پہونچے گا؟ کھانے کا ثواب غریبوں کو کھلانے سے پہلے میت کو پہنچانے سے پہونچے گا یا نہیں؟ بغیر فاتحہ پڑھے کھانا غریبوں کو کھلا کر میت کو ثواب بخشنے سے میت کو پہونچتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کو ثواب ہر نیکی کا پہونچایا جاسکتا ہے، کھانا، کپڑا، غلہ، نقد جو بھی غریب محتاج کو دیدی جائے اور میت کو ثواب پہونچانے کی نیت کرلی جائے اس سے ثواب پہونچ جاتا ہے، اسی طرح قرآن کریم، نوافل، تسبیح پڑھ کر بھی ثواب پہونچ جاتا ہے، زبان سے بھی کہدے کہ یا اللہ اس کا ثواب فلاں کو پہونچادے۔ روزہ اور حج کا ثواب بھی پہونچایا جاسکتا ہے اس کے لئے دلائلِ شرعیہ موجود ہیں۔ ہدایہ میں (۱) اور دیگر کتب فقہیہ میں اس کی تصریح موجودہ۔

"الأصل أن كل من أتى بعبادةٍ مّا، له جعل ثوابها لغيره الخ". الدر المختار - "سواء كانت صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو قرأةً أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أوعمرةً أو غير ذلك" رد المحتار ۲/۲۳۶(۲)۔

---

(۱) "الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أوصوماً أو صدقةً أو غيرها عند أهل السنة والجماعة". (الهداية ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير : ۱/۲۹٦، مكتبه شركت علميه)

(وكذا في البحر الرائق ، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵ ، رشيديه)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدير، باب الحج عن الغير: ۳/۱۴۲، مصطفى البابى الحلبى، مصر)

(۲) (رد المحتار، باب الحج عن الغير : ۲/۵۹۵ ، سعيد)

لیکن کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہونچتا یہ غلط ہے، کسی دلیل سے ثابت نہیں اس سے پرہیز لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایضاً

سوال[۷۹۵]: فاتحہ مروّجہ حال یعنی کھانا، مٹھائی سامنے رکھ کر قرآن کی کچھ آیتیں یا سورتیں پڑھ کر اس کھانے اور قرآن کا ثواب میت کو پہونچاتے ہیں اور اس طریقہ سے نہ کرائیں تو ان کی سمجھ میں ثواب نہیں پہنچتا اور تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ کرتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں، اگر کوئی اس مروجہ طریقہ کو منع کرے تو اس کو وہابی کہتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور خاص کر امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت سے ثابت ہے، اگر ہے تو ان کی کس کتاب میں ہے؟ مع جلد صفحہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

بلا التزامِ تاریخ ومہینہ وغیرہ کے نفس ثواب پہنچانا قرآن کریم پڑھ کر، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غرباء و مساکین کو کھانا کھلا کر، کپڑا وغیرہ دے کر، بلاشبہ بہتر و مستحسن ہے، شریعت کے نزدیک پسندیدہ ہے، حدیث وفقہ سے ثابت ہے(۲) لیکن فاتحہ مروجہ (۳) تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں (۴) یہ سب چیزیں شرعاً بے اصل ہیں

---

(۱)" قال العلامة اللكنوی رحمه الله تعالیٰ فی الفاتحة المروّجة : "این طور مخصوص نہ در زمانِ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود، و نہ در زمانِ خلفاء، بلکہ وجودِ آں در قرونِ ثلاثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نہ شدہ، و حالاً در حرمین شریفین۔ زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً۔ عاداتِ خواص نیست.......... و این را ضروری دانستن مذموم است الخ"۔ (مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی، كتاب الصلوة، أبواب الجنائز : ۱/۱۹۵، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۲)(تقدم تخريجه من ردالمحتار ، باب الحج عن الغير: ۲ / ۵۹۵، سعيد، تحت عنوان: "فاتحہ مروجہ")

(والهداية، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، مكتبه شركت علميه، رقم الحاشيه: ۱)

(والبحر الرائق، باب الحج عن الغير : ۳/۱۰۵ رشيديه)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدير، كتابالحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۴۲ مصطفى البابى الحلبى، مصر) .... =

اور بدعت وممنوع ہیں، نہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، نہ تابعین عظام کا، نہ تبع تابعین کا، نہ امام اعظم کا، نہ ان کی کسی کتاب میں منقول ہیں (۱)۔ جو شخص اس کا مدّعی ہے اس سے پوچھنا چاہئے کہ کس کتاب میں لکھا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب آزرجندی کی حقیقت اور فاتحہ مروجہ

سوال [۷۹۶]: استفتاء: ما قولکم فی ھذہ المسئلة رحمکم اللّٰہ تعالیٰ أیھا العلماء؟

ایک شخص فاتحہ مروجہ کے جواز میں دلیل میں دو روایتیں پیش کرتا ہے:

۱...... ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فتویٰ ''آزرجندی'' میں روایت نقل کرتے ہیں کہ: ''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے تیسرے دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ اور چھوارے لاکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے اس پر ایک مروجہ طریقہ کے مطابق ہاتھ اٹھا کر چاروں قل اور سورہ فاتحہ پڑھ کر ثواب روح اپنے صاحبزادے کو بخشا''۔ انتھی ملخصاً۔

= (۳) (تقدم تخریجه من مجموعة الفتاوی علی ھامش خلاصة الفتاوی، کتاب الصلوة، أبواب الجنائز: ۱/۱۹۵، امجد اکیڈمی، تحت عنوان: ''فاتحہ مروجہ'')

(۴) ''وفی البزازية: "ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث و بعد الأسبوع، و نقل الطعام إلی المقابر ...... الخ". (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی کراھة الضیافة من أھل المیت: ۲/۲۴۰، سعید)

(و کذا فی البزازية، کتاب الصلوة، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، نوع آخر: ۴/۸۱، رشیدیه)

(و کذا فی مراقی الفلاح. باب أحکام الجنائز، قبیل فصل فی زیارة القبور: ۶۱۷، ۶۱۸، قدیمی)

و المراقی فی ھذا الموضع: "و ھی بدعة مستقبحة". (ص: ۶۱۸)

(۱) "البدعة: وھی کما فی المغرب إسم من ابتدع الأمر إذا ابتداه وأحدثه ...... ثم غلبت علی ما ھو زیادة فی الدین، أو نقصان منه، وعرفھا الشمنی بأنھا ما أحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبھة واستحسان، و جُعِل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً". (البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۱۱، رشیدیه)

۲......ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک کنواں کھدوایا تھا، تیار ہو جانے پر ہاتھ اٹھا کر فرمایا: "ألـلـهـم هـذه لأم سعد" (۱)۔ اس سے بھی فاتحہ مروجہ کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے؟

۳......فاتحه علی الطعام اور رفع يدين على الطعام کے بارے میں فقہاء کے کچھ اقوال ہیں مجوزین فاتحہ کے دلائل کے جوابات کس کتاب میں ملیں گے؟

۴......جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو قبروں پر تر شاخ کو شق کر کے گاڑ دیا اور فرمایا کہ "جب تک تر رہیں گی، عذاب میں تخفیف رہے گی"، اس سے قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانے کی دلیل پکڑتے ہیں (۲)۔ کہتے ہیں: ﴿وإن من شيء إلا يسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم﴾۔ الآیۃ (۳) قول اللہ تعالیٰ ہے اور یہ ذی حیات کے ساتھ مخصوص ہے اور تر لکڑی ذی حیات ہے۔ تو یہ استدلال صحیح ہے یا نہیں؟ اگر یہ خصوصیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، وہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کفار کی؟ اور اس کی دلیل۔

---

(۱) "عن سعد بن عباده رضي الله تعالىٰ عنه قال: يارسول الله ! إن أم سعد ماتت، فأيّ الصدقة أفضل؟ قال: "الماء"، فحفر بئراً، وقال: هذه لأم سعد". رواه أبوداود والنسائي". (مشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، باب فضل الصدقة، ص: ۱۶۹، قديمي)

اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں ایک تو رفع یدین کا ذکر نہیں، دوسرا یہ کہ "هذه لأم سعد" کس کا مقولہ ہے، ظاہر یہ ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے، پھر بھی استدلال تام نہیں بلکہ ایصال ثواب زبان سے کرنا اس سے مراد ہے۔

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: مر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على قبرين، فقال: "إنهما يعذبان" .... ثم دعابعسيب رطب، فشقه بإثنين، ثم غرس على هذا واحداً وعلى هذا واحداً، وقال: "لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا". (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب الإستبراء من البول: ۴/۱، دار الحديث ملتان)

(و رواه البخاري في الجنائز، باب الجريد على القبر: ۱۸۱/۱، ۱۸۲ قديمي)

(۳) (الإسراء: ۴۴)

۵...... براہین قاطعہ میں "لا صلوۃ بحضرۃ الطعام" (۱) سے عدم جواز دعاء علی الطعام لإیصال الثواب پر استدلال کیا گیا ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ اس کھانے کے واسطے ہے جو اپنے کھانے کے واسطے ہو، دوسرے کھانے پر دعاء کرنا اس حدیث سے ناجائز نہیں۔

المستفتی: محمد فاروق، مقام اتراؤں، ضلع الہ آباد، ۲۸/شوال ۷۰ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱، ۲...... یہ کتاب ملاعلی قاری کی تصنیف نہیں اور یہ روایت بھی صحیح نہیں، کتبِ حدیث میں اس روایت کا کوئی نشان نہیں (۲)۔ مولانا عبدالحیؒ نے اس کو موضوع لکھا ہے، فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص: ۱۰۴ و ۱۰۵ و ۱۰۶، پر اس روایت کے متعلق تفصیلی رد موجود ہے (۳) اور دہلی، لکھنو، مراد آباد، پانی پت وغیرہ کے بہت سے علماء کے

---

(۱) (براهين قاطعه، ص: ۹۰، ۹۱، دار الاشاعت کراچی)

(والحديث أخرجه البخاری فی الأذان، باب إذا حضر الطعام الخ: ۹۲/۱، قديمی)

(و مسلم فی: باب كراهة الصلوة بحضرة الطعام الذی يريد أكله الخ: ۲۰۸/۱، قديمی)

(۲) روایت کو فتاوی رشیدیہ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: "قال: كان اليوم الثالث عن وفات إبراهيم بن محمد صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم، جاء أبو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنه عند النبی صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم، معه تمرة يابسة ولبن الناقة وخبز الشعير، فوضعها عند النبی صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم، فقرأ النبی صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم الفاتحة مرةً و سورة الإخلاص ثلاث مرات، و قرأ: "اللهم صل علی محمد أنت لها أهل"، فرفع يديه و مسح وجهه، فأمر بأبی ذر أن يقسمهما، و قال النبی صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم: "ثواب هذه الأطعمة لإبراهيم". (باب البدعات، ص: ۴۴۶، سعيد)

(۳) "نہ کتاب آزرجندی از تصانیفِ ملاعلی قاری است، و نہ روایتِ مذکورہ صحیح و معتبر است، بلکہ موضوع است و باطل، برآں اعتماد نشاید، در کتب حدیث نشانے ازیں روایت یافتہ نمی شود" حررہ .... أبو الحسنات. مهر: (أبو الحسنات محمد عبد الحی)

"یہ حدیث وضعی ہے اور بنانے والا اس کا کاذب اور مفتری ہے اور آزرجندی کوئی کتاب ملاعلی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے"۔ انتہی بلفظہ محمد صدر الدین صدر صدور دہلی"۔ (فتاوی رشیدیه، باب البدعات، ص: ۴۴۶، سعيد)

دستخط اس پر متفقہ ہیں (۱) اس روایت سے فاتحہ مروجہ پر استدلال کس طرح ہوا، کیا فاتحہ پڑھی ہے یا کچھ پڑھ کر پانی پر دم کیا ہے (۲)۔

۳......فتح العزیز، شرح سفر السعادت (۳) فتاوی رشیدیہ (۴) براہین قاطعہ (۵) فتاوی دار العلوم (۶) امداد الفتاوی (۷) مائۃ مسائل (۸) وغیرہ میں اس طریقہ مروجہ کی ممانعت مذکور ہے اور بغیر رفع یدین

---

(۱) جن حضرات کے دستخط اور مہریں موجود ہیں ان کے لئے فتاویٰ رشیدیہ باب البدعات، ص:۴۴۶، ملاحظہ فرمائیں:

(۲) قاعدہ مسلمہ ہے کہ کسی دلیل میں کئی احتمالات ہوں تو اس سے استدلال درست نہیں ہوتا ہے۔

(۳) ''وعادت نبود کہ برائے میت در غیر وقتِ نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند، نہ بر سرِ گور ونہ غیر آں، واین مجموع بدعت است ومکروہ ،نعم تعزیتِ اہل میت وتسلیہ وصبر فرموون سنت ومستحب است، اما این اجتماعِ مخصوص روزِ سوم وارتکابِ تکلفات ودیگر وصرفِ اموال بوصیت ازحقِ یتامی بدعت است وحرام''۔ (شرح سفر السعادات للعلامۃ اللکنوی، ص: ۲۷۳، طبع منشی نول کشور)

(۴) ''سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھنا درست ہے یا نہیں الخ''۔

''جواب: فاتحہ مروجہ شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بدعتِ سیئہ ہے، کذا فی اربعین وفتاوی سمرقندی، فقط''۔ (فتاوی رشیدیہ، باب البدعات، ص:۴۴۹، سعید)

(۵) (براہین قاطعہ، ص:۹۰-۹۳، دار الاشاعت کراچی)

(۶) ''مگر فاتحہ کی جو رسم ہندوستانی مسلمانوں میں رائج ہے وہ نہ سنت ہے، نہ مستحب، نہ مباح، بلکہ سراسر سنتِ سَنِیّہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے.......... پس اس بارے میں سنت سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ کھانے سے پہلے ''بسم اللہ'' اور ختم طعام پر ''الحمد للہ'' پڑھی جائے اور یہی طریقہ زمانہ صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فقہاء مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ اور حرمین شریفین کے رہنے والوں میں رائج ہوا، بلکہ تمام ملکِ حجاز میں آج تک اسی طرح جاری ہے۔ اس صورت میں فاتحہ مروجہ مسلمانانِ ہند بلا شبہ ناروا اور ناجائز ہے''۔ (فتاوی دار العلوم المسمی بعزیز الفتاوی کتاب، السنۃ والبدعۃ، ص: ۱۱۰، ۱۱۱)

(۷) ''سوم ودہم وچہلم وغیرہ...... وآنکہ طعام رو برونہادہ چیزے خوانند، این ہم طریقۂ ہنود است، ترکِ چنیں رسوم واجب است کہ ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' وہر گاہ طعام بچنیں بدعات متلبس شد، بہتر آنکہ ایں چنیں طعام نخوردہ شود الخ''۔

(امداد الفتاوی، کتاب البدعات: ۵/۲۶۰-۲۶۱، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۸) ''مقرر کردنِ روز برائے فاتحۂ چھلم از شرع ثابت نہ شدہ، و معیّن نمودنِ روز برائے فاتحہ =

وغیرہ کے نفس سوئم وغیرہ کی ممانعت ''فتح القدیر''(۱) ''فتاوی بزازیہ''(۲) ''شامی''(۳) وغیرہ کتبِ فقہ میں موجود ہے۔

۴......اس روایت سے استدلال کرنے میں اشکال ہے، وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کووحی کے ذریعہ سے علم ہوگیا تھا کہ قبر میں عذاب ہورہا ہے(۴) کیا آج بھی کسی پر وحی آتی ہے کہ فلاں قبر میں عذاب ہورہا ہے؟ نیز جن مزارات پر یہ لوگ پھول چڑھاتے ہیں کیا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ پر عذاب ہورہا ہے، مثلاً: اجمیر شریف، کلیر شریف، دہلی شریف میں عامۂ حاضر ہوکر مقابرِ اہل اللہ کی قبروں پر چڑھاتے ہیں، کیا یہی عقیدہ ہوتا ہے(۵) کسی فاسق فاجر کی قبر پر نوبت کم آتی ہے۔

اس حدیث کے ذیل میں علماء نے تخصیص کا احتمال بھی لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

= چهلم باعتقادِ آنکه قبل از چهل روزو بعد از چهل روز ثواب طعام بمرده نخواهد رسید، یا در روزِ چهلم زیاده تر ثواب خواهد رسید غیرِ جائز است، و غیر جائز نمودن گناه است. و اصرار بر آن کبیره است، و طریقِ فاتحه که در مردمان رواج دارد که ایصالِ ثوابِ طعام بدونِ قرأتِ سورۂ فاتحه وغیره بمرده نمی رسید، ایں هم از کتابی نیست، بلکه در چهلم وغیره طعام ساختن اعتبارے ندارد الخ". (مائة مسائل، سوال شانزدهم، ص: ۳۴، کتب خانه گلزار استاد مردان)

(۱) " و یکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت؛ لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور، وهی بدعة مستقبحة". (فتح القدیر، قبیل باب الشهید: ۱۴۲/۲، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۲) وفی البزازیة: "و یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعیاد". (کتاب الصلوة، الخامس والعشرون فی الجنائز الخ، نوع آخر: ۸۱/۴، رشیدیه)

(۳) (رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت: ۲۴۰/۲، سعید)

(۴) "قال المازری: یحتمل أن یکون أوحی إلیه أن العذاب یخفف عنها هذه المدة". (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الکبائر أن لا یستتر من بوله: ۴۲۵/۱، قدیمی)

(۵) "قلت .... إن کانوا یدعون اتباع الحدیث، فعلیهم أن یضعوا الجرائد دون الریاحین، وعلی المعذبین دون المقربین؛ لأن الحدیث إنما ورد فی المعذبین ...... الخ". (البدر الساری علی حاشیة فیض الباری، باب من الکبائر أن ...... الخ: ۳۱۱/۱، خضر راه بکڈپو دیوبند)

خصوصیت تھی (۱) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تیقن کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا، بلکہ "لعلّ" فرمایا ہے (۲)۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "إن إلقاء الرياحين ليس بشيء اھ" (۳)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری: ۱/۲۷۷ میں لکھا ہے (۴):

"وأما حديث الباب فظاهر من مجموع طرقه أنهما كانا مسلمين، ففي رواية ابن ماجة: "مر بقبرين جديدين" (٥)، فانتفىٰ كونهما في الجاهلية، و في حديث أبي أمامة عند أحمد(٦): أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مر بالبقيع فقال: "من دفنتم اليوم هٰهنا"؟ فهذا يدل على أنهما كانا مسلمين- و في رواية أبي بكرة عند أحمد(٧) والطبراني (٨) بإسناد صحيح: "يعذبان، و ما يعذبان في كبير، و ما يعذبان إلا في الغيبة والبول". فهذا الحصر ينفي كونهما

---

(۱) "بعض العلماء قال: إنها واقعة عين يحتمل أن تكون مخصوصةً بمن اطلعه الله تعالىٰ على حال الميت". (فتح الباري، كتاب الجنائز، باب الجريدة على القبر: ۳/۲۲۴، دار المعرفة)

"و قد استنكر الخطابي و من تبعه وضع الناس الجريدة و نحوه في القبر عملاً بهذا الحديث، قال الطرطوسي: لأن ذلک خاص ببركة يده ...... الخ". (فتح الباري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لايستتر من بوله: ۱/۴۲۵، قديمي)

(وكذا في فيض الباري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن ...... الخ: ۱/۳۱۱، خضر راہ بکڈپو دیوبند)

(۲) "و "لعل" للترجي.

(۳) (عمدة القاري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله: ۳/۱۸۰، دارالكتب العلميه بيروت)

(۴) (فتح الباري، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لايستتر من بوله: ۱/۴۲۶، قديمي)

(۵) (سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب التشديد في البول، ص: ۲۹، قديمي)

(٦) (مسند الإمام أحمد، حديث أبي أمامة، رقم الحديث: ۲۱۷۸۹، ۵/۳۵۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۷) (مسند الإمام أحمد، حديث أبي بكرة نفيع بن حارث، رقم الحديث: ۱۹۸۶۰، ۵/۱۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۸) "عن عائشة رضي الله عنها: قالت: مرّ النبي ﷺ بقبرين يعذبان، فقال: "إنهما يعذبان، و ما =

کانا کافرین؛ لأن الکافر وإن عذب علیٰ ترك أحکام الإسلام، فإنه یعذب مع ذلك علی الکفر بلاخلاف"(۱)۔

۵......تخصیص کی دلیل کیا ہے جب کہ الفاظ عام ہیں(۲)اور جواز کی دلیل کونسی حدیث ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۷۰ھ۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ کا ثبوت نہیں

سوال[۷۹۷]: کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام، امام حسن، حسین، حضرات تابعین، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت غوث پاک، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھ کر بخشا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اکابر تو متبعِ شریعت اور پابندِ سنت تھے یہ بے دلیل اور غلط طریقہ کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= یعذبان فی کبیر، کان أحدهما لا یتنزه من البول". الحدیث . رواه الطبرانی فی الأوسط". (مجمع الزوائد : ۱/۲۰۷، دار الفکر)

(۱) (فتح الباری، کتاب الوضوء، باب من الکبائر أن لا یشتتر من بوله: ۱/۴۲۶، قدیمی)

(۲) ایصالِ ثواب عبادت ہے اور عبادت میں جو دلیل عام ہو، اسکی تخصیص رائے سے کرنا جائز نہیں ہے۔علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" قلت : ثم رأیت أنهم کلهم لایکترثون بتخصیص الأحادیث الواردة فی الأخلاق والمعاملات ، و یخصصونها بالرأی ابتداءً بلا نکیر ، بخلاف العبادات ...... الخ". (مقدمة فیض الباری ، تخصیص العام بالرأی : ۱/۶۳ ، خضر راه بکڈپو دیوبند)

(۳) (تقدم تخریجه من مجموعة الفتاوی للکنوی رحمه الله تعالیٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، أبواب الجنائز: ۱/۱۹۵ : امجد اکیڈمی، تحت عنوان: "فاتحہ مرجبہ")

شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ

سوال[۷۹۸]: مولوی رحمت اللہ صاحب نقشبندی ہمارے گاؤں میں ایک صاحب ہر سال تعزیہ نکالتے تھے اب انہوں نے یہ سلسلہ بند کر دیا ہے، اب وہ شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ کرتے ہیں اور مساکین کو کھانا اور کپڑا تقسیم کرتے ہیں۔ کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعزیہ کا بند کر دینا تو بہت ضروری تھا(۱)، سو بند کر دیا، فالحمد للہ علی ذلك، شہدائے کربلا یا دیگر اکابر واقرباء کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بغیر کسی ثابت شدہ پابندی وتقیید کے درست اور باعث اجر ہے(۲)۔ مگر اس قسم کے امور جہاں تک ہو سکے مخفی طور پر کئے جائیں جن میں شہرت اور نمود نہ ہو، اگر ناموری کے لئے کئے جائیں گے تو اجر ضائع ہو جائے گا، ریا کاری کا وبال مستقل ہوگا جو کہ سخت ترین معصیت ہے(۳)۔

---

(۱) "فقال أبو سعيد: أما هذا فقد قضى ماعليه، سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من رأى منكم منكراً، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، وإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان: ۱/۵۱، قديمي)

اس حدیث شریف کا تقاضا یہ ہے کہ اس جیسے منکرات کو ختم کیا جائے۔

(۲) (تقدم تخريجه من الهداية باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، مكتبه شركتِ علميه، ملتان)

(والبحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدير، باب الحج عن الغير: ۳/۱۴۲، مصطفىٰ البابي مصر، و رد المحتار، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵ سعيد)

(۳) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و نحن نتذاكر المسيح الدجال، فقال: "ألا أخبركم بما هو أخوف عليكم عندي من مسيح الدجال"؟ قال: فقلنا: بلىٰ، فقال: "الشرك الخفي أن يقوم الرجل يصلي، فيزين صلوته لمايرى من نظر رجل".

"و عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من يسمّع، يسمّع الله به، و من يرآء يرآء الله به". (رواهما ابن ماجه في الزهد، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۱۰، قديمي) .... =

جوفاتحہ کا طریقہ آج کل رائج ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر مخصوص آیات اور سورتیں پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہونچتا (خواہ عملاً ہی سہی) بالکل غلط ہے (۱)، تاریخ یا دن کی تعیین وتقیید بھی اس کام کے لئے شرعاً ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دفن کے بعد مکان پر مخصوص فاتحہ

سوال [۷۹۹]: میت کے دفن کے بعد اعزہ وغیرہ کا میت کے گھر پہونچ کر کھڑے ہوکر ہاتھ باندھ کر کھانے پر فاتحہ پڑھنا اور دوسروں کو بھی ہاتھ باندھنے پر مجبور کرنا اور جو نہ شریک ہو اس کو برا بھلا کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بالکل بے اصل (۳) اور خلاف سنت ہے (۴)، اس کو ترک کرنا لازم ہے (۵)، اس میں شریک نہ

= قال العلامة المناوی رحمه الله تعالیٰ: "وقد سئل الشافعی رحمه الله تعالیٰ عن الريآء، فقال على البديهة: هو فتنة عقدها الهوى حيال أبصار قلوب العلمآء، فنظروا بسوء إختيار النفوس، فأحبطت أعمالهم". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۸۰۹، مكتبه نزار رياض)

(۱) (تقدم تخريجه من مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة، أبواب الجنائز: ۱/ ۱۹۵، امجداكيڈمی، تحت عنوان: "فاتحہ مروجہ")

(۲) (تقدم تخريجه من رد المحتار: ۲/ ۲۴۰، والبزازية: ۴/ ۸۱، و مراقی الفلاح، ص: ۶۱۷. ۶۱۸، تحت عنوان: "أيضاً"، بعد عنوان: "فاتحہ مروجہ")

(۳) "این طور مخصوص نہ درزمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود ونہ درزمانِ خلفاء، بلکہ وجود آن درقرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ، وحالاً درحرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً عاداتِ خواص نیست ...... واین را ضروری دانستن مذموم است"۔ (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة، أبواب الجنائز: ۱/۱۹۵، امجداكيڈمی)

(۴) تعزیت میں مستحب یہ ہے کہ دفن کے متصل بعد اہل میت کے پاس آکر ان کو تسلی دی جائے اور ان کے لئے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کی جائے، اس کے بعد تمام اپنے اپنے کام میں مصروف ہوں۔ (كما فی رد المحتار: كتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز: ۲/ ۲۴۱، سعيد)

(۵) قال المناوی رحمه الله تعالیٰ تحت حديث: "من أحدث فی أمرنا هذا": أی أنشأ و اخترع وأتى بأمر=

ہونے والے کو برا کہنا معصیت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قلِ پنچایت اور فاتحہ

سوال[۸۰۰]: فاتحہ دینی درست ہے تو کس طرح؟ اور اس طریقہ پر فاتحہ دینی کیسی ہے کہ ایک شخص کے سامنے کھانا ایک رکابی میں اور پانی گلاس وغیرہ میں رکھنا اور ہاتھ اٹھا کر درود شریف وسورہ فاتحہ وسورہ اخلاص پڑھ کر اس کھانے کو بچوں کو کھلاتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتبِ معتبرہ بیان کیجئے اور قل پنچایت اور ختم وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

شریف احمد انبہٹوی، متعلم مدرسہ ہذا، ۱۶/۱۰/۶۰ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ طریقہ شرعاً بے اصل، بدعت، ناجائز اور قابلِ ترک ہے۔ ثواب پہونچانے کا شریعت کے موافق طریقہ یہ ہے کہ نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر کسی غریب کو کھانا، کپڑا وغیرہ کوئی چیز دے کر دعا کرے کہ اے اللہ! اس کا ثواب فلاں شخص کو پہونچادے، اگر تمام مسلمانوں کی نیت کرے تو اور زیادہ اچھا ہے:

"(و لهذا اختاروا): أي الشافعية في الدعاء: أللهم أوصل مثل ثواب ما قرأته إلى فلان، أما عندنا (أي الحنفية) فالواصل إليه نفس الثواب۔ و في البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، و يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة و الجماعة ۔ كذا في البدائع "۔ شامي: ۱/۹۴۳ (۲)۔

"و عن المحيط : الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات؛

= حديث من قبل نفسه...... (ما ليس منه) أي رأياً ليس له في الكتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهورد): أي مردود على فاعله لبطلانه". (فيض القدير : ۵۵۹۴/۱۱ ، مكتبه نزار رياض)

(۱)" عن المرجئة، فقال : حدثني عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "سباب المسلم فسوق، و قتاله كفر". (صحيح البخاري ، كتاب الإيمان ، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله: ۱۲/۱ ، قديمي)

(۲) (رد المحتار ، باب الجنائز ، مطلب في القراءة للميت و إهداء ثوابها له: ۲۴۳/۲ ، سعيد)

لأنها تصل إليهم، لا ينقص من أجره شيء اهـ"۔ رد المحتار: ۲/۱۰۸(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۱۱/۱۱/۶۰ھ۔

ختم کے بعد کھانا

سوال[۸۰۱]: ا......اکثر لوگ عورتوں اور مردوں کو جمع کر کے ایک ایک پارہ قرآن مجید کا ہر شخص کو دیکر پڑھواتے ہیں یا یتیم خانہ کے بچوں کو بلا کر قرآن شریف پڑھوا کر اپنے مرحوم رشتہ داروں کو ثواب پہونچاتے ہیں۔ ایسا کرنا گناہ تو نہیں ہے؟ یہ بدعت ہے یا نہیں؟ واضح رہے پڑھوانے کے بعد بچوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

یٰسین شریف کا ختم

سوال[۸۰۲]: ۲......بہت سی عورتیں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے یٰسین شریف ۴۱/ یا ۷/ بار پڑھ کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور سب کو پہونچا کر اپنے واسطے دعا کر لیتی ہیں۔ یہ طریقہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ا......قرآن کریم پڑھ کر ثواب پہونچانا مفید ہے ہرگز گناہ نہیں (۲) لیکن اس کے لئے یہ صورت اختیار کرنا کہ مجمع اکٹھا کیا جائے (۳) اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلایا جائے یہ ثابت نہیں، یہ کھانا پڑھنے اور ختم کرنے کی

(۱) (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فی القراءة للميت و إهداء ثوابها له: ۲/۲۴۳، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه من الهداية، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، شركت علميه) (ورد المحتار، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

(والبحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

(والعناية على الهداية على هامش فتح القدير، باب الحج عن الغير: ۳/۱۴۲، مصطفىٰ البابى الحلبى، مصر)

(۳) "مقرر کردن روزِ سوم وغيره بالتخصيص، واو را ضروری انگاشتن در شريعتِ محمديه ثابت =

اُجرت کے درجہ میں آتا ہے جوکہ شرعاً منع ہے۔ فتاویٰ بزازیہ، ردالمحتار وغیرہ میں اس کو بدعت اور مکروہ لکھا ہے اس کو اُجرت کے تحت پڑھنے سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے (۱)۔

۲......سورہ یٰسین شریف کو ۴۱/ یا ۱۷/ دفعہ پڑھ کر دعا کرنے کا عمل اگر تجربہ سے مفید ثابت ہو اور اس سے مصائب دور ہوجاتے ہوں تو درست ہے (۲)۔ مصائب دور کرنے کے لئے اصل عمل حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ادا کرنا اور گناہوں سے پرہیز، نیز سنت کی اشاعت کرنا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

وظیفہ سورہ یٰسین کے ختم پر شیرینی

سوال: یٰسین شریف تین دن وظیفہ کے طور پر ۴۱، ۴۱/ بار پڑھنے پر تینوں دن کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= نیست ، صاحبِ نصاب الاحتساب آں را مکروہ نوشتہ رسم ...... الخ" از لکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ".

(فتاوی رشیدیه ، باب البدعات، ص: ۴۴۸، سعید)

(۱) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ بعد بحث طويل في تنقيح المسئلة : "قال تاج الشريعة في شرح الهداية : إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت و لا للقارى، وقال العينى رحمه الله تعالىٰ في شرح الهداية : و يمنع القارى للدنيا ، و الآخذ والمعطى آثمان ، .... فإذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستأجر ، ولولا الأجرة لما قرأ أحدٌ لأحدٍ في هذا الزمان ...... الخ ".(رد المحتار، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة : ۵۶/۶، سعيد)

(وكذا في البزازية ، كتاب الإجارة ، نوع في تعليم القرآن والحرف : ۳۹/۵، رشيديه)

(۲) یعنی بطور رقیہ جائزہ ایسا کرنا جائز ہے كماقاله ابن عابدين : "أختلف في الاستشفاء بالقرآن بأن يقرأ على المريض أو الملدوغ الفاتحة ...... قال رضي الله تعالىٰ عنه :وعلى الجواز عمل الناس اليوم ".(رد المحتار كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة : ۳۶۴/۶، سعيد)

الجواب حامداً و مصلیاً :

فی نفسہ اس میں کوئی خرابی نہیں، نہ شریعت میں اس کا کوئی حکم ہے، ممکن ہے کہ یہ تجربہ کی چیز ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

ختم قرآن پر دعوت

سوال[۸۰۴]: میرے بچہ نے قرآن شریف حفظ کرلیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ ایک ترغیبی جلسہ کرکے شیرینی تقسیم کردوں، کیا ایسا کرنے سے کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی دولت ہے، اس کا حفظ کرلینا بہت بڑی دولت ہے، اگر شکرانہ کے طور پر احباب ومتعارفین کو مدعو کیا جائے اور غرباء واحباب کو کھانا کھلایا جائے تو یہ اس نعمت کی قدر دانی ہے ممنوع نہیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک دوسروں کو بھی حفظ کا شوق عطا فرمائے اور یہ اجتماع ترغیب وتبلیغ میں معین ہوجائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۂ بقرہ یاد کی تھی تو ایک اونٹ ذبح کرکے احباب و غرباء کو کھلا دیا تھا(۱) اس لئے سلف صالحین میں اس کی اصل اور نظیر موجود ہے۔

لیکن یہ یادرہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے(۲) ریا اور فخر کے لئے جو کام کیا جائے وہ مقبول

---

(۱) "مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: تعلم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ البقرة فی اثنتی عشرة سنةً، فلما ختمها نحر جزوراً". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی : ۱/۳۰، رقم: ۴۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲)﴿و ما أمروا إلا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین حنفآء﴾. (البینة : ۵)

"عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ ﷺ : "إن اللہ لا ینظر إلی صورکم وأموالکم، ولکن ینظر إلی قلوبکم و أعمالکم". (مشکوة المصابیح ، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة،الفصل الأول ،ص: ۴۵۴، رقم الحدیث : ۵۳۱۴، قدیمی)

نہیں (۱) اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے (۲) مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر اس نے رسم کی صورت اختیار کر لی تو اور پریشانی ہوگی، اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخفی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء دیدی جائیں (۳) اور بچہ نے جہاں ختم کیا ہے، وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے اور مدرسہ کی امداد کر دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۸/۷/۸۹ھ۔

ایمان کے شکر میں ختم

سوال[۸۰۵]: اپنے ایمان کو تازہ اور مسلمان ہونے کے شکر پر اگر کچھ عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر یٰسین شریف یا قرآن شریف پڑھیں تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایمان کے شکریہ میں جمع ہو کر یٰسین شریف یا قرآن شریف کا ختم کرنا ثابت نہیں، ایمان کا شکر تو یہ ہے کہ ایمان کے تقاضوں پر پختگی سے عمل کیا جائے اور جو چیزیں ناجائز ہیں ان سے پورا پرہیز کیا جائے (۴) فی

---

(۱) "عن أبي سعيد عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من يسمع يسمع الله به، و من يرآىء يرآىء الله به" (ابن ماجه في الزهد، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۱۰، قديمي)

(وأيضا راجع ماتقدم من فيض القدير قول الإمام الشافعي رحمه الله تعالىٰ في الريآء، تحت عنوان: ''شہدائے کربلا کے لئے فاتحہ'')

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يعلم ما تسرون و ما تعلنون، والله عليم بذات الصدور﴾. (التغابن: ۴)

وقال تعالىٰ: ﴿قل إن تخفوا ما في صدوركم أو تبدوه، يعلمه الله﴾. (آل عمران: ۲۹)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿إن تبدوا الصدقات فنعما هي، وإن تخفوها و تؤتوها الفقرآء، فهو خير لكم﴾. (البقرة: ۲۷۱)

(۴) أخرج الإمام البخاري في الإيمان: "عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "الحلال بيّن والحرام بيّن، و بينهما مشتبهات لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه و عرضه، و من وقع في الشبهات كراع يرعى حول الحمى يوشك أن يواقعه، ألا! وإن لكل ملك حمىٰ، ألا! و إن حمىٰ الله في الأرض=

نفسِ قرآن پاک کی تلاوت یا سورہ یٰسین کی تلاوت میں دینی ودنیاوی منافع بہت ہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۰ھ۔

ختم خواجگاں پر دوام برائے حصول مقصد

سوال[۸۰۶]: ایک جامع مسجد کے متعلق چند کوٹھڑیاں ہیں اور اس کے متعلق ایک مدرسہ بھی ہے، اس مدرسہ اور کوٹھڑیوں میں عرصہ سے ایک غیر مسلم سے مقدمہ چل رہا تھا، مسلمان مناسب پیروی نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اَور وجہ سے ہار گئے اور مدرسہ اور کوٹھڑیاں منہدم کردی گئیں، اب پھر اپیل کی گئی ہے۔اس مقدمہ میں کامیابی کے لئے ایک مسجد میں روزانہ دعائے ختم خواجگاں بلا ناغہ پڑھی جارہی ہے، کچھ لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ اس اہتمام کے ساتھ بلا ناغہ کوئی دعاء پڑھنا درست نہیں، کبھی کبھی ناغہ بھی کردینا چاہئے۔لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر واقعی اس میں کوئی قباحت ہے تو آگاہ فرمائیے اور کوئی مناسب طریقہ بتلائیے۔

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ ختم خواجگاں اور اس کے بعد دعاء ایسا ہے جیسے کہ بیمار کے لئے دوا، جب تک بیماری ہے اس کے دفعیہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے، لیکن بیماری طویل ہونے کی وجہ سے دوا بھی بہت دیر تک چلتی ہے، پس جس مقصد کے لئے یہ ختم کیا جاتا ہے اس مقصد کے حاصل ہونے پر یا اس مقصد کو ترک کردینے یا اس سے مایوس ہوجانے پر اس کو ترک کردیا جائے، نیز اس پر جبر نہ کیا جائے کہ لوگ اس کو تعبدی اور دائمی امر سمجھنے لگیں۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

ختم قرآن پر مٹھائی

سوال[۸۰۷]: عام طور سے قرآن پاک کا ختم کیا جاتا ہے اور بعد میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اس

= محارمه، ألا! و إن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله، ألا! و هي القلب". (باب فضل من استبرأ لدينه: ۱/۱۳، قديمي)

(۱) (كما مر من الهداية و رد المحتار والعناية على الهداية والبحر الرائق تحت عنوان: "فاتحہ مروجہ"، وراجع لمزيد التفصيل كتاب "فضائل القرآن" لشيخ الحديث محمد زكريا رحمه الله تعالىٰ)

میں بعض حفاظ ایسے بھی شریک ہوتے ہیں جنہیں اگر مٹھائی نہ ملے تو افسوس کرتے ہیں اور آئندہ آنے میں عذر کر دیتے ہیں۔اس قسم کی قرآن خوانی کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً :

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حفاظ شیرینی کو اپنا حق الخدمت یعنی اجرت قرأت تصور کرتے ہیں اگر چہ اس کا نام اجرت نہ رکھیں،اس لئے یہ صورت ناجائز ہے(۱)۔

اگر چندہ کر کے تقسیم کی جائے تو اس میں عموماً رعایت حدود نہیں کی جاتی بلکہ کہیں جبر کی صورت ہوتی ہے(۲) کہیں ریا اور تفاخر کی (۳)،بعض دفعہ بچوں (۴) اور بڑوں کا مجمع ہوتا ہے اور وہ شور وغل چھینا جھپٹی

---

(۱) (تقدم تخریجه من رد المحتار ، باب الإجارة الفاسدة : ۵۶/۶ ،سعید، تحت عنوان: ''یسین شریف کاختم'')

(والبزازية على هامش الهندية ، نوع فی تعلیم القرآن والحرف : ۳۹/۴ ،رشیدیه)

(و كذا فی شفاء العليل و بل الغليل الخ من مجموعة الرسائل لابن عابدين: ۱۶۹/۱ ، مكتبه سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) جبراً کسی کا مال وصول کر کے کھانا جائز نہیں،ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:''عن أبی حرة الرقاشی، عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم : '' لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه''. (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع باب الغصب والعارية ص:۲۵۵ ، قديمی)

(۳) کسی بھی عمل میں ریا اور نمود کو مذموم قرار دیا گیا ہے: '' عن أبی سعید رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال : ''من يسمع يسمع الله به، و من يرآئ، يرآئ الله به''. (ابن ماجه ، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۱۰، قديمی)

(۴) 'و يحرم إدخال صبيان و مجانين حيث غلب تنجيسهم و إلا فيكره''. (الدر المختار) و قال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ : ''و يحرم الخ'' لما أخرجه المنذری مرفوعاً : '' جنبّوا مساجدكم صبيانكم و مجانينكم ...... و رفع أصواتكم'' ...... الحديث. والمراد بالحرمة كراهة التحريم ...... و عليه فقوله: وإلا فيكره: أی تنزيهاً تأمل''. (رد المحتار،كتاب الصلوة ،مطلب فی أحكام المسجد: ۶۵۶/۱، ۶۵۷، سعيد)

کرتا ہے (۱)۔ بعض لوگ مٹھائی کے لالچ میں پیروں کی پاکی کا اہتمام کئے بغیر مسجد میں آجاتے ہیں جس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا (۲) ان صورتوں میں ناجائز ہونا شدید تر ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ختم قرآن کے دن جھنڈیاں وغیرہ لگانا

سوال [۸۰۸]: کسی مسجد میں حافظ قرآن تراویح پڑھاتا ہے اور اس مسجد میں ختم قرآن کے دن خلاف شرع باتیں دیکھے، درمیان میں معلوم ہوجائے کہ اس مسجد میں چندہ وغیر چندہ کی رقم سے ختم قرآن کے دن کاغذ کی جھنڈیاں چراغاں کرنا اور تقسیم شیرینی کرنا باجودیکہ حافظ قرآن نے متعدد باراس رسم کو منع کرنے کو بھی کہا کہ بدعت ہے مگر پھر بھی یہ مقتدی اپنی ضد پر قائم ہیں، تو ایسی مسجد میں حافظ کو ختم قرآن تک تراویح پڑھانا کیسا ہے، یا برابر کی مسجد میں پڑھتا رہے، بعد منع کرنے کے اس مسجد میں تراویح پڑھانے کو ترک کردے اور بقیہ قرآن کہیں اور سنا کر ختم کردے؟

ختم قرآن میں چراغاں

سوال [۸۰۹]: ۲..... بعض لوگ ختم قرآن کے سلسلہ میں تراویح میں مثال دیتے ہیں کہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں تو جھاڑ، فانوس، شمع کافوری اور کثرت سے چراغاں ہوتا ہے، اگر ناجائز ہے تو کیوں نہیں منع کیا جاتا ہے حالانکہ مکہ شریفہ و مدینہ منورہ میں بڑے بڑے جید عالم موجود ہیں، یہ بجلی کی روشنی مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں ختم قرآن کے دن ہوتی ہے یا ہمیشہ اور کثرت سے چراغاں ہونے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... ایسی حالت میں امام کسی ایسی مسجد میں پڑھے جہاں یہ خرافات نہ ہوں۔

---

(۱) "والكلام المباح (أي يكره في المسجد) و قيده في الظهيرية بأن يجلس لأجله، لكن في النهر الإطلاق". (الدرالمختار) و في ردالمحتار: قوله: بأن يجلس لأجله، فإنه حينئذ لا يباح بالإتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنيا". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، قبيل مطلب فيمن سبقت يده إلى مباح: ۱/۶۶۲، سعيد)

(۲) "و كره تحريماً ...... إدخال نجاسة فيه" (الدر المختار) "في الفتاوى العالمكيرية: لايدخل المسجد من على بدنه نجاسة". (ردالمحتار، مطلب في أحكام المساجد: ۱/۶۵۶، سعيد)

۲..... یہ کہنا کہ منع نہیں کیا گیا غلط ہے۔ کتاب المدخل: ۲/۳۰۲ (۱)، میں دیکھئے کس شدت سے منع کیا گیا مگر اہلِ ثروت وبدعت، اہلِ علم واہلِ حق کی کم مانتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

مخصوص طور پر ختم اور مسجد میں کھانا کھلانا اور چھینا جھپٹی

سوال [۸۱۰]: یہاں پر آستان بنڈار کے نام سے رسماً صدقہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بصورتِ آٹا، چاول یا نقد جمع کر کے کھانا پکایا جاتا ہے، پھر ختم شیخ جیلانی، ختم خواجگاں، ختم سلطان العارفین وغیرہ ہوتا ہے، صرف خانہ پُری کے لئے آیتِ قرآنی کی تلاوت بھی ہوتی ہے، پھر حضرت فلاں فلاں المدد وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں۔ علاوہ اس کے بہ لحن وصوت درود شریف ومناقب اولیاء کی یاد دہانی کی جاتی ہے، صاحبِ وجاہت لوگ کھانا تقسیم کرتے ہیں، پہلے مجلس پڑھنے والوں کو کھلاتے ہیں، پھر عوام الناس کو مسجد ہی میں تقسیم کرتے ہیں، دورانِ تقسیم خاصی گالی گلوچ، چھینا جھپٹی ہوتی ہے۔

عرض یہ ہے کہ یہ بنڈار کرنا کیسا ہے؟ از روئے شرع اس قسم کے صدقات کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ ائمہ مساجد کا اس میں شرکت کرنا اور پھر امامت کے فرائض ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

---

(۱) "و لا يزاد في ليلة الختم شيء زائد على ما فعل في أول الشهر؛ لأنه لم يكن من فعل من مضى، بخلاف ما أحدثه بعض الناس اليوم من زيادة و قود القناديل الكثيرة الخارجة عن الحد المشروع، لما فيها من إضاعة المال والسرف والخيلاء، سيماً إذا انضاف إلى ذلك ما يفعله بعضهم من وقود الشمع و ما يركز فيه .... و انضاف إلى ذلك بسبب كثرة الوقود اجتماع اللصوص و تشويشهم على بعض الحاضرين .... و كثير من الناس يتحدثون و يخوضون في الأشياء التي ينزه المسجد عن بعضها في غير رمضان، فكيف بها في شهر رمضان العظيم؟ فكيف بها في ليلة الختم منه، فليتحفظ من هذا كله و ما شاكله جهده الخ". (المدخل لابن أمير الحاج: ۲/۳۱۱، ۳۱۲، فصل في وقود القناديل ليلة الختم، مصطفى البابي الحلبي)

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ صورت اور تقریب قرآن کریم وحدیث شریف، آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، فقہ، ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں (۱)، حسنِ تدبیر، نرمی وشفقت سے اس کو روکا جائے (۲)، احترام قبرستان کے بھی یہ خلاف ہے (۳) احترامِ مسجد کے بھی خلاف ہے (۴)، احترام ائمہ کے بھی خلاف ہے۔ جبراً چندہ لینا بھی ظلم ہے اس کا کھانا بھی حلال نہیں: "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه"۔ (الحدیث) (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۱۷ھ۔

روضۂ اقدس اور مزاراتِ صحابہ پر قرآن خوانی

سوال [۸۱۱]: کیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزاروں پر بھی قرآن خوانی ہوتی ہے یا نہیں؟ جیسا کہ ہندوستان میں اجرت پر مکانوں اور قبروں پر قرآن خوانی کراتے ہیں، ایسی صورت میں پڑھنے والے کو اور میت کی روح کو کچھ ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) جو کام ان اصول سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے: كما صرح به أهل العلم كابن عابدين وابن نجيم والطحطاوی وغیرهم رحمهم الله تعالیٰ فی فتاواهم و قد مضی تخریجه من کتبهم تحت عنوان: "ایضاً" بعد عنوان: "فاتحہ مروجہ".

(۲) نیز اس میں گالی گلوچ کا تبادلہ ایک قبیح، مذموم اور ممنوع فعل ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے، فرمایا: "سباب المسلم فسوق، و قتاله کفر". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله: ۱۳/۱، قدیمی)

(والطبرانی فی الکبیر: ۱۰۳۱۶/۱۰)

(۳) "قال فی الفتح: و یکره الجلوس علی القبر و وطئه، فحینئذ فمایفعله من دفنت حول أقاربه خلق من وطیء تلك القبور إلی أن یصل إلی قبر قریبه مکروه". (رد المحتار، آخر باب صلوة الجنائز: ۲۴۵/۲، سعید)

(۴) (تقدم تخریجه من رد المحتار، آخر باب ما یفسد الصلوة و ما یکره فیها: ۶۶۲/۱، سعید، تحت عنوان: "ختم قرآن پر مٹھائی")

(۵) (مشکوٰة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، ص: ۲۵۵، قدیمی)

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ طریقہ ممنوع اور ناجائز ہے، ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی پر اجرت لینا بھی گناہ ہے اور دینا بھی اور اس سے ثواب بھی نہیں ملتا، رد المحتار، ج:۵(۱)۔ قرونِ اولی میں یہ معمول نہیں تھا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

میّت کے لئے ایک لاکھ کلمہ طیبہ کا ثواب

سوال[۸۱۲]: ہمارے یہاں جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو میّت کے رشتہ دار ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ کا ختم کراتے ہیں مسجد کے مصلّیوں سے، اخیر میں تمام مصلّیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے چاہے غریب ہو یا غنی تو یہ کھانا کیسا ہے؟ اور غریب و مالدار میں کوئی فرق ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

کلمہ طیبہ کا ثواب پہونچانا اور غریبوں کو صدقہ دیکر ثواب پہونچانا بہت مفید اور باعثِ خیر ہے(۳) لیکن کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو ختم کے بعد کھانا کھلانا یہ اجرت کے مشابہ ہے، اگر پڑھنے والوں کے ذہن میں ہو کہ کھانا ملے گا اور اس نیت سے پڑھیں تو اس پڑھنے سے ثواب نہیں ہوگا، نہ پڑھنے والوں کو نہ میت کو، نیز جب کہ

---

(۱)(تقدم تخریجه من رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة : ۶/۵۶-۵۷، تحت عنوان: ''یسین شریف کا ختم'')

(۲) اور جو چیز قرنِ اولی سے ماثور نہ ہو، وہ بدعت ہے کما مرت فیه تصریحات الفقهآء رحمهم الله تعالیٰ تحت عنوان: ''ایضاً'' بعد عنوان : ''فاتحہ مروجہ''۔

(۳) "فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً كان أو صوماً أو حجاً أو صدقةً أو قرآءةً للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، و يصل ذلك إلى الميت و ينفعه".

(مراقي الفلاح، كتاب الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قديمي)

اس کا دستور ہے اور یہ طریقہ مشہور ہے "المعروف کالمشروط" کے تحت اس پڑھنے کی اجرت گویا کہ لازم ہوگئی (۱)۔

علاوہ ازیں میت کے ورثاء میں بعض دفعہ چھوٹے نابالغ بھی ہوتے ہیں ان کے مال میں تصرف کرنا اوران کے حصہ سے صدقہ دینا جائز نہیں (۲)۔ پھر یہ کہ کھانا کھلانا شرعاً واجب نہیں اس کا التزام کرنا ایک غیر واجب کو واجب قرار دینا ہے جس کی شریعت میں اجازت نہیں (۳)۔

علاوہ ازیں ایصالِ ثواب کے لئے جو صدقہ دیا جاتا ہے اس کے مستحق غرباء ہیں، مالدار نہیں (۴) یہاں غریب وغنی سب کو دیا جاتا ہے یہ طریقہ غلط ہے اور اس میں عامۂ شہرت ناموری کا جذبہ ہوتا ہے (۵)، جیسا کہ دیگر تقریبات کا حال ہے اس لئے اس طریقہ کو بند کرنا چاہئے کہ عوارض کی وجہ سے اصل کیفیت باقی نہیں

---

(۱) "و لا معنی أیضاً لصلة القاری ؛ لأن ذلک یشبه استیجاره علی قرآءة القرآن، وذلک باطل، و لم یفعل ذلک أحد من الخلفاء". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۷، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و آتوا الیتامیٰ أموالهم، و لا تتبدلوا الخبیث بالطیب﴾. (النساء: ۲)

وقال تعالیٰ: ﴿الذین یأکلون أموال الیتامی ظلماً، إنما یأکلون فی بطونهم ناراً﴾. (النساء: ۱۰)

(۳) کیونکہ غیر لازم کو لازم سمجھنا بدعت ہے: "ما أحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، و جعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً". (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعید)

(۴) "الوصیة المطلقة .... لا تحل لغنی؛ لأنها صدقة و هی علی الغنی حرام". (الدر المختار، قبیل باب الوصی الخ: ۶/۶۹۸، سعید)

(۵) "عن أبی هریرة –رضی اللہ تعالیٰ عنه– قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "المتباریان لا یجابان، و لا یؤکل طعامهما"، قال الإمام أحمد: یعنی المتعارضین بالضیافة فخراً و ریاءً. رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوٰة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، ص: ۲۷۹، قدیمی)

رہتی۔فتاویٰ بزازیہ(۱) کبیری(۲) شامی(۳) وغیرہ کتب فقہ میں ایصال ثواب کے لئے اس قسم کے طریقہ کو اختیار کرنے کی ممانعت موجود ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

ختم میں سوالاکھ کی تعداد

سوال[۸۱۳]: دارالعلوم دیوبند میں جو ختم شریف ہوتا ہے خواہ کسی کی وفات پر ہو یا دفع مصائب کے لئے ہو اور خواہ کلمہ طیبہ پڑھا جائے یا آیۃ الکرسی،مگر پڑھنے کی تعداد سوالاکھ کی متعین ہے،اس پر کیا دلیل شرعی ہے؟ایک عالم اس کو بدعت کہتے ہیں جو شریک دورہ دارالعلوم دیوبند رہ چکے ہیں،وہ کہتے ہیں نفسِ ایصال ثواب میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تعداد متعین کرنا بدعت ہے،اس کے بارے میں تفصیل سے تحریر فرمائیں حالانکہ اپنے مشائخ کی شرکت کو شہادت میں پیش کیا گیا مگر وہ قرآن وحدیث سے ثبوت مانگتے ہیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

دفعِ مصائب کے لئے جو ختم پڑھا جاتا ہے وہ بطورِ علاج ہے اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت ضروری نہیں،صرف اتنا کافی ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے منافی ومعارض یعنی شرعاً ممنوع و مذموم نہ ہو جیسا کہ

---

(۱)"و يكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث و بعد الأسبوع والأعياد .... واتخاذ الدعوة بقرآءة القرآن و جمع الصلحاء ، والقرآءة للختم ، أو لقرآءة سورة الأنعام أو الأخلاص، فالحاصل : أن اتخاذ الطعام عند قرآءة القرآن لأجل الأكل يكره". (البزازية على هامش الهندية ، باب صلوة الجنائز ، ذهب إلى المصلى الخ : ۸۱/۴ ، رشيديه)

(۲)" و يكره اتخاذ الضيافة من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الحزن ، قالوا: و هي بدعة مستقبحة ، لما روى الإمام أحمد وابن ماجة بإسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال:"كنا نعد الإجتماع إلى أهل الميت و صنعهم الطعام من النياحة". (الحلبي الكبير (كبيرى)، فصل في الجنائز ، الثامن في مسائل متفرقة من الجنائز ، ص: ۶۰۹، مكتبه سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) (رد المحتار ، باب صلوة الجنائز ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲۴۰/۲ ، سعيد)

غیر شرعی رقیہ ہے(۱)، ایسے ہی ختم میں جو تعداد متعین ہے وہ ایسی نہیں جیسی رکعاتِ نماز کی تعداد یا اشواطِ طواف کی تعداد ہے کہ اس کے لئے صراحةً ثبوت ضروری ہے، بلکہ وہ ایسی تعداد ہے جیسے حکیم نسخہ میں لکھتے ہیں عناب ۵/ دانہ، بادام ۷/ دانہ وغیرہ کہ یہ تجربات سے ثابت ہے، اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت طلب کرنا بے محل ہے۔ جب اس ختم کی شان معالجہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہوجاتا ہے (۲) تعداد کا تجربہ سے متعین کردینا خلافِ شرع نہیں، علاج کے لئے سات کنویں کا پانی سات مشکوں میں منگانا حدیث شریف سے ثابت ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۶/ ۸۷ھ۔

---

(۱) "يقال : رقاه الراقي ...... و أما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات ، فلا بأس به". (ردالمحتار ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في النظر واللمس: ۶/ ۳۶۳، سعيد)

و قال العلامة الزيلعي رحمه الله تعالىٰ :" و لا بأس بالرقى؛ لأنه عليه الصلاة والسلام كان يفعل ذلك .... ألا ترى إلى ما يروى عن عروة بن مالك أنه قال : كنا في الجاهلية نرقي، فقلنا : يا رسول الله ! كيف ترى في ذلك ؟ فقال : "إعرضوا عليّ رقاكم ، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك". (تبيين الحقائق ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع : ۸/ ۴۳ ، دار الكتب العلمية بيروت)

والحديث الذي ذكره الزيلعي رحمه الله تعالىٰ أخرجه مسلم في السلام ، باب استحباب الرقية من العين والنملة...... الخ : ۲/ ۲۲۴ ، قديمي)

(وأبو داؤد في الطب، باب في الرقى : ۲/ ۵۴۲، دار الحديث ملتان)

(۲) کیونکہ بدعت تو وہ ہوتی ہے جو اصول شرع سے منقول نہ ہونے کے باوجود دین سمجھی جائے اور یہ ختم بطور علاج ورقیہ ہونے کی بنا پر خالص دین نہیں سمجھا جاتا لہٰذا بدعت نہیں ہے، بلکہ بدعت کی تعریف علامہ شامی نے اس طرح نقل کی ہے: "ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان ، و جعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً". (رد المحتار ، باب الإمامة : ۱/ ۵۶۰، سعيد)

(۳) "قالت عائشة : فقال النبي صلى الله عليه وسلم بعد مادخل بيتها، واشتد وجعه: "أهريقوا عليّ من سبع قرب لم تحلل أو كيتهن" ...... ثم طفقنا نَصُبُّ عليه من تلك القرب حتى جعل يشير إلينا أن قد فعلتن" ...... الحديث (صحيح البخاري، باب قبل، باب العذرة: ۲/ ۸۵۱، قديمي)

ایصالِ ثواب وغیرہ کے ختمِ قرآن پر شیرینی

الاستفتاء [۸۱۴] : یہاں کا رواج ہے لوگ علماء حفاظ اور کچھ علوم دین جاننے والے لوگوں سے ختمِ قرآن، ختم خواجگان یا اس کے علاوہ اَور کسی قسم کا ختم کراتے ہیں اور ایصالِ ثواب یا اپنے مقاصد کی دعائیں کراتے ہیں، پڑھنے والوں کو کھانا بھی کھلاتے ہیں اور کچھ روپے پیسے بھی دیتے ہیں، یہ رواج شرعاً کیسا ہے؟ روپے پیسے لینا دینا کیسا ہے؟ اہل استطاعت اس قسم کے پیسے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پاک ختم کرا کے بطور معاوضہ کھانا کھلانا درست نہیں، اس سے ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے، علامہ شامی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اہلِ استطاعت اور فقراء کسی کو بھی ایسا کھانا کھلانا اور پیسے لینا درست نہیں (۱) مگر دیگر مقاصد مثلاً مقدّمات کی کامیابی کے لئے اگر ختم کرایا جائے اور کھانا کھلایا جائے یا پیسے دیئے جائیں تو یہ درست ہے، یہاں ختم سے مقصود تحصیل ثواب نہیں بلکہ دوسرا کام مقصود ہے (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لاللميت ولا للقارى. وقال العينى فى شرح الهداية: ومنع القارى للدنيا، والآخذ والمعطى آثمان. فالحاصل: ...... فإذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستاجر؟ ولو لا الأجرة، لماقرأ أحدٌ لأحد فى هذا الزمان اهـ". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶/۶، سعيد)

(۲) "وما استدل به بعض المحشين بحديث البخارى فى اللديغ ...... لأن المتقدمين المانعين الإستيجار مطلقاً جوزوا الرقية و لو بالقرآن، كما ذكره الطحاوى رحمه الله تعالىٰ؛ لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوى". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: ۵۷/۶، سعيد)

(والمراد بالحديث هو الذى رواه البخارى رحمه الله تعالىٰ فى الطب، باب الرقى بفاتحة الكتاب: ۸۵۴/۲، قديمى)

ایصال ثواب کے لئے مجلس

سوال[۸۱۵]: ہمارے علاقہ گجرات میں ختم قرآن کرکے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ کہ مسجدوں میں بورڈ پر یہ اعلان لکھ دیا جاتا ہے کہ مثلاً آج نمازِ جمعہ یا نمازِ عشاء کے بعد فلاں صاحب کے ایصالِ ثواب کے لئے ختمِ قرآن کی مجلس رکھی گئی ہے۔ بعد ختم قرآن کے نہ کوئی شیرینی ہوتی ہے اور نہ کوئی رسم ورواج ہے تو مجموعی طریقہ سے ختم قرآن کرکے ایصالِ ثواب کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات اہل علم اس پر نکیر کرتے ہیں لیکن جب کوئی اہم شخصیت انتقال کر جاتی ہے تو خود ہی اہتمام کرکے قرآن کی مجلس کا انعقاد کرتے ہیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو حضرات اس پر نکیر کرتے ہیں اور کسی اہم شخصیت کے لئے اس کا اہتمام بھی کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ نکیر کس درجہ حقیر ہے۔ صورتِ مسئولہ میں قرآن خوانی کے لئے بلایا نہیں جاتا بلکہ جو لوگ نماز عشاء یا نمازِ جمعہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ ہماری میت کیلئے ایصالِ ثواب بھی کرتے جائیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، میت کو نفع ہوتا ہے پڑھنے والوں کو ثواب بھی ملتا ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے کہ جو شخص قبرستان میں گزرے اور گیارہ بارہ مرتبہ "قل هو الله" پڑھ کر اموات کو ثواب بخش دے تو بعدد الاموات اس کو بھی ثواب ملتا ہے(۱)، چنانچہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ انسان کو حق ہے کہ اپنی حسنات کا ثواب دوسروں کو دیدے چاہے نماز ہو، ذکر ہو، تلاوت ہو، حج ہو، عمرہ ہو، صدقہ ہو یہی اہل سنت کا مسلک ہے۔ معتزلہ مطلقاً

---

(۱) "اسئلت عن الحكمة في قراءة سورة الإخلاص أحد عشر مرةً لمن دخل المقابر، فقلت: أما الحديث الوارد بذلك فهو عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من مرّ على المقابر، وقرأ: قل هو الله أحد إحدى عشرة مرةً، ثم وهب أجرها للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات" أخرجه الديلمي في مسند الفردوس من طريق عبدالله بن أحمد ...... وهذا الحديث من نسخة، قال الذهبي: إنها موضوعة باطلة، ماتنفك عن وضع عبدالله أو وضع أبيه أحمد، وقال ابن الجوزي في الموضوعات في أحمد: هو محل التهمة ...... وقد رواه أبوبكر النجاد في سننه والقاضي أبو يعلى والدار قطني فيما عزاه إليهم الشمس محمد بن ابراهيم بن عبدالواحد المقدسي الحنبلي في "وصول القراءة إلى الميت" له، وأظنهم أخرجوه من هذا الوجه"، فالله أعلم.

(الأجوبة المرضية للحافظ السخاوي: ۲/۵۴۹، ۵۵۰، رقم المسئلة: ۱۳۶، دارالرأيه، رياض)

ایصال ثواب کے منکر ہیں (۱)۔عامۂ ایصال ثواب کے ساتھ کچھ غیر ثابت رسوم اور بدعات کا شمول ہوتا ہے ان سے پوری احتیاط لازم ہے۔شامی وغیرہ میں بھی اس کو قوت سے روکا گیا ہے (۲)، مستقل ایک رسالہ بھی، شامی کا اس مسئلہ پر موجود ہے (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ ودن کی تعیین

سوال [۸۱۶] : ایصال ثواب کے لئے تاریخ ودن ووقت ومہینہ کی تعیین وتحقیق کو مکروہ وممنوع بتایا گیا ہے مگر ثبوت میں کوئی حدیث صریح کی نقل نہیں فرمائی گئی، تفسیر کبیر وتفسیر درمنثور وغیرہ میں یہ حدیث نقل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبور شہداء پر ہر سال پہلے دن کو تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے دعاء فرماتے تھے (۴)۔

---

(۱) "ولما كان الأصل كون عمل الإنسان لنفسه لا لغيره قدم ما تقدم (قوله : أن يجعل ثواب عمله لغيره) صلوةً أو صدقةً أو غيرها عند أهل السنة والجماعة...... و خالف في كل العبادات المعتزلة". (فتح القدير ، باب الحج عن الغير : ۱۴۲/۳ ، مصطفى البابى مصر)

و في البحر الرائق : "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءةً قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرةً أو غير ذلك عند أصحابنا ، للكتاب والسنة".

(باب الحج عن الغير : ۱۰۵/۳ ، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار باب الحج عن الغير: ۵۹۵/۲، سعيد)

(۲) (راجع للتفصيل الحاوى على ثلثة صفحات من رد المحتار ، باب الإجارة الفاسدة: ۵۵/۶-۵۷ ، سعيد)

(۳) (رسالة ابن عابدين من مجموعة رسائله المسماة "شفاء العليل و بل الغليل في حكم الوصية بالختمات والتهاليل". مطبوعه سهيل اكيڈمى)

(۴) "روى ابن أبي شيبة : " أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يأتي قبور الشهدآء بأحد على رأس كل حول، فيقول : "السلام عليكم بما صبرتم ، فنعم عقبى الدار". (رد المحتار ، باب صلوة الجنائز ، مطلب في زيارة القبور : ۲۴۲/۲ ، سعيد)

مشکوۃ شریف میں حدیث ہے کہ والدین کی قبر کی زیارت جمعہ کے روز کرنی چاہئے (۱)۔ چنانچہ زیارت کے سلسلہ میں فاتحہ بھی پڑھی جاتی ہے اور ایصال ثواب بھی کیا جاتا ہے، اس بارہ میں کوئی حدیث نہیں پائی جاتی ہے کہ بلاتعیین وتحقیق کے ثواب پہنچتا ہے جب ثواب دونوں طرح سے پہنچتا ہے تو پھر ایک صورت کو سنت اور دوسری کو بدعت کیوں کہا جاتا ہے؟

لہٰذا اس کے متعلق اگر کوئی حدیث صریح ہو تو نقل فرمایئے ورنہ یہ تحریر فرمایئے کہ اس کے متعلق کوئی حدیث صریح نہیں ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جس شیء کی تعیین تخصیص شارع سے جس درجہ میں منقول ہے اس کا انکار نہیں (۲) اور جس شیٔ کی منقول نہیں، جیسے تیجہ، چالیسواں (۳) وغیرہ اس کی تعیین وتخصیص اپنی طرف سے کرنا بدعتِ ممنوعہ اور مداخلت

---

(۱) "وعن محمد بن النعمان يرفع الحديث إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من زار قبر أبويه أو أحدهما في كل جمعة، غفر له، و كتب براً". رواه البيهقي في شعب الإيمان مرسلاً". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، ص: ۱۵۴، قديمي)

(۲) یعنی اس حد تک تو تعیین منقول ہے کہ ابتداءِ سال میں زیارۃ قبور کی جائے یا ہر جمعہ کو والدین کی قبروں کی زیارت کی جائے، لیکن بات اگر اس حد تک محدود نہ رہے بلکہ ان دنوں میں قبروں اور مزاروں پر میلے اور عرس منعقد کئے جائیں تو اس کا شرع شریف میں کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ ایسے عمل کو حدیث میں نصاریٰ اور یہود کا عمل بتا کر مستحق لعنت قرار دیا گیا ہے، فرمایا: "لعن الله اليهود والنصارى، اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من اتخاذ المسجد على القبور: ۱/۱۷۷، قديمي)

(۳) قال ابن الهمام: "ويكره اتخاذ الضيافة من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشرور، وهي بدعة مستقبحة اهـ". (فتح القدير، قبيل باب الشهيد: ۲/۱۴۲، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(و كذا في البزازية، كتاب الصلوٰة، الخامس والعشرون في الجنائز، نوع آخر: ۴/۸۱، رشيديه)

"سوم ودہم وچہلم وغیرہ بدعات وماخوذ از کفارِ ہنود است...... ترکِ چنیں رسوم واجب است کہ: "من تشبه بقوم، فهو منهم". وہرگاہ طعام چنیں بدعات متلبس شد، بہتر آنکہ ایں چنیں طعام نخوردہ شود کہ: "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك".

(امداد الفتاویٰ، کتاب البدعات، عنوان: "فاتحہ رسمی": ۵/۲۶۰، ۲۶۱، مکتبہ دارالعلوم، کراچی)

فی الدین اور تقیید مطلق ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفاء اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۳/شعبان/۶۶ھ۔

غیر مسلم کو ثواب پہنچانا

سوال[۸۱۷] : ا......غیر مسلم کو قرآن پاک وغیرہ کا ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

ایصال ثواب پر چائے پیش کرنا

سوال[۸۱۸] : ۲......کچھ مسلمان ماہانہ یا ہفتہ وار ایک مقام پر یا مختلف مکانات پر قرآن شریف پڑھ کر اپنے احباب اور اعزّا اور تمام اہل اسلام کی روح کو ثواب بخشتے ہیں اور صاحبِ خانہ اخلاقاً چائے وغیرہ پیش کرتے ہیں تو اس صورت سے سب کو مل کر قرآن پڑھنا اور چائے وغیرہ کا استعمال کرنا کیسا ہے جب کہ یہ پروگرام گاہ بگاہ ترک کردیا جاتا ہو؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ا......ناجائز ہے(۱)۔

۲......اس طرح اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا ثابت نہیں، اس سے بچنا چاہئے ، انفرادی طور پر مضائقہ نہیں اور اختتام پر چائے وغیرہ پیش کرنا صورۃً معاوضہ ہے اس سے بچنا چاہئے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،۹/۱۰/۹۰ھ۔

ایصالِ ثواب کے لئے تاریخ مقرر کرنا

سوال[۸۱۹] : فاتحہ کا شرعی ثبوت، کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا، تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنا کیسا ہے؟ صرف تیجہ کے دن چنوں پر کلمہ پڑھوانا، عوام وخواص کو اس کا کھانا اور کھلانا کیسا ہے؟ نیز شبِ برات میں حلوا پکا کر نیز ان کی فاتحہ کرنا، محرم میں کھچڑا پکوانا، شربت اور پانی کی سبیلیں لگوانا، مجلس کرنا اور گیارہویں کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ : ﴿ما کان للنبی والذین آمنوا أن یستغفروا للمشرکین﴾ (سورۃ التوبۃ : ۱۱۳)

(۲) (تقدم تخریجہ من رد المحتار وغیرہ تحت عنوان ”ختم کے بعد کھانا“)

الجواب حامداًومصلیاً:

ایصال ثواب غریبوں کوکھانا، کپڑاوغیرہ ضرورت کی چیزیں دے کر، نماز، قرآن شریف، تسبیح پڑھ کر، روزہ رکھ کر، حج کرکے، غرض ہرنیک کام کرکے جب بھی توفیق ہودرست اورنفع بخش ہے(۱)۔ نہ اس میں تاریخ کی قید ہے کہ شب برات کی ۱۴/محرم کی ۱۰/ ربیع الثانی کی ۱۱/ تاریخ ہو، نہ دنوں کا حساب ہے کہ تیسرا، دسواں، چالیسواں دن ہو، نہ اس میں کسی چیز کی قید ہوکہ حلوہ، کھچڑا، شربت، پانی ہو، نہ ہیئت کی قید ہے کہ چنوں پرکلمہ طیبہ پڑھاجائے یاکھاناسامنے رکھ کرفاتحہ دی جائے، نہ سورتوں اورآیتوں کی تخصیص ہے کہ قل پنج آیت ہو، نہ اَور کسی قسم کی قید ہے، ان سب قیدوں کوختم کردیا جائے کہ یہ شرعاً بےاصل ہیں (۲)، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بغیران قیدوں کےثواب پہنچایاہے۔

اگر یہ عقیدہ ہوکہ بغیران قیدوں کےثواب نہیں پہنچتا تو یہ عقیدہ غلط ہےاس سےتوبہ لازم ہے۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ روزی تقسیم کرنا بڑے پیرصاحب کے سپرد ہے، اگرہم گیارہویں شریف نہ کریں گےتو بڑے پیر صاحب ناراض ہوکر ہماری روزی بند کردیں گے، یہ عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے (۳)۔ (اللہ محفوظ رکھے)۔ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ مخصوص تاریخوں میں روحیں آتی ہیں، اگرایصال ثواب نہ کیا تو وہ لعنت کرتی ہیں

---

(۱) (تقدم تخريجه من الهداية و فتح القدير والعناية على الهداية على هامش فتح القدير والبحر الرائق كلهم في باب الحج عن الغير، تحت عنوان: ''ایصال ثواب کے لئے مجلس'')

وأيضاً في مراقي الفلاح: ''فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً كان أو صوماً أو حجاً صدقةً أو قرآءةً للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، و يصل ذلك إلى الميت و ينفعه''. (كتاب الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قديمي)

(۲) قال العلامة عبدالحيّ اللكنوي رحمه الله تعالىٰ: ''این طور مخصوص نہ درزمانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود، ونہ درزمانِ خلفاء، بلکہ وجودِ آن درقرونِ مشہودلہا بالخیراند، منقول نہ شدہ، وحالاً درحرمین شریفین - زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً- عاداتِ خواص نیست.......... واین راضروری دانستن مذموم است''۔ (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلوة باب الجنائز: ۱/۱۹۵، امجد اکیڈمی)

(۳) لأن الله تعالىٰ قال: ﴿إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين﴾. (الذاريات: ۵۸)

وقال تعالىٰ: ﴿هل من خالق غير الله يرزقكم من السمآء والأرض﴾. (الفاطر: ۳)

یہ بھی غلط ہے۔ ایصال ثواب کر کے غریبوں کو کھلایا جائے، مالداروں کو نہیں: " و یکره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث و بعد الأسبوع الخ". شامی ۶۰۳/۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

ایصال ثواب کے لئے تاریخ متعین کرنا اور اوقات مدرسہ میں مدرسین وطلبہ کا ایصال ثواب کرنا

سوال [۸۲۰]: خاص وعام میں سے جب کسی کا انتقال ہو جائے اکثر مساجد اور مدارس میں بالغ و نابالغ سب کو جمع کر کے قرآن شریف ختم کراتے ہیں، احادیثِ شریفہ میں ایصال ثواب مطلق آیا ہے، اس میں چند شبہات پیش آتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

۱- اس ہیئت کے ساتھ قرآن شریف ختم کرنا اور اس کا ثواب پہونچانے کا ثبوت زمانہ خیر القرون سے ثابت ہے یا نہیں؟

۲- اگر زمانہ خیر القرون سے ثابت نہ ہو تو بدعت ہے یا نہیں؟

۳- جب سب ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں گے تو: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ کے خلاف ہوگا یا نہیں؟

ایصال ثواب کو اخبار میں شائع کرنا

سوال [۸۲۱]: ۴...... یہ سب ایک جگہ جمع ہو کر پڑھنا اور اس کا ثواب پہنچانا اور اس کو اخبار میں شائع کرانا ریا ہوگا یا نہیں؟

۵...... قرآن شریف ختم کر کے اس کے ثواب پہنچانے کا شرعاً کیا قاعدہ ہے؟

۶...... ختم قرآن شریف کے لئے منیجر مدرسہ اور مہتمم مدرسہ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱،۲- ایصال ثواب کا جو طریقہ مروج ہے یعنی میت کے انتقال سے تیسرے روز جمع ہو کر تلاوت قرآن

---

(۱) (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب في كراهية الضيافة من أهل الميت: ۲۴۰/۲، سعيد)

کی جاتی ہے اور چنوں پر تسبیح پڑھی جاتی ہے، خیر القرون سے اس کا ثبوت نہیں (۱) لہٰذا اس ہیئت کے ساتھ ایصال ثواب کرنا بدعت ہوگا۔ "کل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة" (۲)۔

۳- ایک جگہ جمع ہوکر قرآن شریف پڑھنا ناجائز نہیں بلکہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ گنجائش اور اجازت بھی تحریر فرماتے ہیں:

"و في الدر المنيفة عن القنية: يكره للقوم أن يقرأوا القراٰن جملةً لتضمنها ترك الإستماع والإنصات. و قيل: لا بأس به"۔ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، ص: ۱۸۸ (۳)۔

۴- اگر نیت یہ ہے کہ دوسروں کو ترغیب ہو اور وہ بھی ایصال ثواب میں شریک ہوں یا کوئی اور اچھی موافق شرع نیت ہے تب تو ریا میں داخل نہیں (۴) اور اگر اپنی شہرت اور بڑائی مقصود ہے تو البتہ ریا میں داخل ہے اور ریا ناجائز ہے (۵)۔

۵- قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہونچانے کی نیت کر لینے سے ثواب پہنچ جاتا ہے، زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے (۶)۔

---

(۱) قال العلامة المناوی رحمه الله تعالیٰ تحت حديث: "من أحدث في أمرنا هذا ...... الخ": أي أنشأ و اخترع وأتى بأمر حديث من قبل نفسه .... (ما ليس منه): أي رأياً ليس له في الكتاب والسنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد): أي مردود على فاعله لبطلانه". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۵۵۹۴/۱۱، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) (أخرجه ابن ماجه في مقدمته، باب اجتناب البدع والجدل، ص: ۶، قديمي)

(۳) (حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الصلوة، قبيل باب ما يفسد الصلوٰة، ص: ۳۱۸، قديمي)

(۴) "علقمة بن وقاص الليثي يقول: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه على المنبر يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "إنما الأعمال بالنيات" ...... الحديث. (صحيح البخاري، باب كيف كان بدء الوحي الخ: ۲/۱، قديمي)

(۵) "قال النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "من سمّع سمّع الله به، و من يرآء يرآء الله به". (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۹۶۲/۲، قديمي)

(وابن ماجة في الزهد، باب الريآء والسمعة ص: ۳۱۰، قديمي)

(۶) "و يقرأ من القرآن ما تيسر له .... ثم يقول: أللهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم". =

۶- اگر مدرسہ کے وقت میں ملازمین مدرسہ کا کام نہ کریں بلکہ ختم قرآن میں مشغول رہیں تو مہتمم مدرسہ سے اجازت کی ضرورت ہے اور خارج وقت میں اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ مدرسین اجیر خاص ہیں(۱)۔ اگر طلبہ ختم قرآن شریف میں شریک ہونا چاہیں مدرسہ کے وقت میں تو جیسا کہ اپنی دوسری ضروریات کے لئے مدرسہ سے رخصت لیتے ہیں اسی طرح ایسے مواقع پر بھی رخصت لے کر شریک ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، ۵۲/۳/۱۷ھ۔

جوابات درست ہیں: عبداللطیف، سعید احمد غفرلہ۔ صحیح بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

ایصالِ ثواب کرنے والوں کو کچھ ہدیہ دینا

سوال[۸۲۲]: کسی شخص نے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پڑھا پھر اس پڑھنے والے کو للہ کچھ پیسہ دیدیا بلا مانگے تو یہ پیسہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر خالصاً لوجہ اللہ قرآن شریف پڑھا اور اس کا ثواب پہنچایا، پڑھنے والے کے ذہن میں اس کا خیال نہیں تھا کہ یہاں سے کچھ ملے گا، نہ پڑھانے والے کے ذہن میں یہ تصور تھا کہ اس پڑھنے والے کو کچھ دینا ہوگا، نہ اس کا رواج ہے کہ پڑھنے والے کو کچھ دیا جاتا ہو بلکہ بعد میں کچھ احسان پڑھنے والے کے ساتھ کر دیا، اگر یہ پیسہ نہ دیا جاتا تو پڑھنے والے کو کسی قسم کی گرانی نہ ہوتی تو یہ پیسہ لینا جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔

کیونکہ بقاعدہ المعروف کالمشروط یہ استیجار کے حکم میں ہے اور استیجار علی تلاوۃ القرآن ناجائز ہے ایسی صورت میں پیسہ لینے والے اور دینے والے کو گناہ ہوگا پیسہ کی واپسی ضروری ہے۔

"والمذهب عندنا أن كل طاعة يختص بها المسلم فالإستيجار عليها باطل"۔ (مجمع

= (رد المحتار ، باب صلوة الجنائز ، مطلب في زيارة القبور : ۲۴۳/۲ ، سعيد)

(۱) "والثاني : و هو الأجير الخاص .... و هو من يعمل لواحد عملاً مؤقتاً بالتخصيص ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة الخ". (الدر المختار ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير : ۶۹/۶ ، سعيد)

الأنهر، شرح ملتقى الأبحر، ص:٢/٣٨٤) (١) "ثم قرأة القرآن وإهدائها له تطوعاً بغير أجرة يصل إليه، وأما لو أوصى بأن يعطى شيء من ماله لمن يقرأ القرآن على قبره، فالوصية باطلة؛ لأنه في معنى الأجرة ۔ كذا في الاختيار". شرح فقه اكبر، ص:١٦٠ (٢) والبسط في رد المحتار(٣)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ شعبان/ ۵۷ھ۔

مروّجہ طریقہ پر ایصال ثواب

سوال[۸۲۳]: مروجہ فاتحہ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھانا یا مٹھائی رکھ کر کچھ سورتیں اور آیتیں پڑھ کر موتی کو ثواب پہونچاتے ہیں اور بعض طریق میں خاص تاریخیں اور مہینے اور جگہ، طعام وغیرہ بھی مخصوص ہے، مثلاً: امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کا کونڈا رجب کی ۲۷/ تاریخ کو کیا جاتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کورا کونڈا لے کر اس میں کچھ حلوا، کچوری اور دیگر مٹھائیاں بھر کر اور اتنی ہی جگہ لیپ کر جس میں کونڈا آسکے، کونڈے کو اس میں رکھ کر چند احباب کو بلا کر اس کونڈے میں اسی جگہ بٹھا کر کھلانے کو ضروری سمجھتے ہیں، یا رجب ہی میں بیوی کو صحنک کرتے ہیں جس کو مرد نہیں کھا سکتے بلکہ سہاگن عورتوں کے سوا بیوہ یا نکاح ثانی شدہ عورت کو بھی کھانا منع بتایا جاتا ہے۔

دسواں، بیسواں، چالیسواں یا ششماہی یا برسی وغیرہ رسومات کو دین کی باتیں سمجھ کر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ان افعال مذکورہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں؟ تو آپ نے ایصال ثواب کا کیا طریقہ اختیار فرمایا اور شریعت میں اس طریقہ مذکورہ بہ حیثیت خاصہ کے ساتھ صاف لفظوں میں مکمل طریقے کے مذکور ہے تو دلائل سے ثابت کر کے مشکور فرمادیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایصال کا کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ مدلل

---

(١) (كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ٢/٣٨٣، دار إحياء التراث بيروت)

(٢) (شرح الفقه الأكبر، ص: ١٣١، أواخر مطلب: الدعاء للميت ينفع خلافاً للمعتزلة، قديمي)

(٣) "تنبيه: قال في البحر: "و لم أر حكم من أخذ شيئاً من الدنيا ليجعل شيئاً من عبادته للمعطى، و ينبغي أن لا يصح ذلك اهـ: أي لأنه إن كان أخذه على عبادة سابقة يكون ذلك بيعاً لها، وذلك باطل قطعاً، وإن كان أخذه ليعمل، يكون إجارةً على الطاعة، و هي باطلة أيضاً كما نص عليه في المتون والشروح ...... الخ". (رد المحتار، باب الحج عن الغير: ٢/٥٩٥، سعيد)

مع حوالہ جات ارشاد فرمادیں اور افعالِ مذکورہ ائمہ اربعہ یا خاندانِ اربعہ کے کسی بزرگ سے منقول ہیں؟ حضرت عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت فرما کر مشکور فرمادیں۔ فقط۔

نواب الدین، ہندوراؤ، پکی گلی دہلی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نفسِ ایصالِ ثواب بلا التزام تاریخ، دن، ہیئت وغیرہ کے قرآن کریم، تسبیح، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غرباء کو کھانا، کپڑا، نقد وغیرہ کچھ دے کر جب توفیق ہو شرعاً درست اور نافع ہے(۱) اور جو صورتیں سوال میں درج ہیں وہ بدعت اور ناجائز ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کبھی ایسا نہیں کیا، بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں، باغ وقف کر کے ثواب پہونچایا ہے۔ بعض نے نماز پڑھ کر، بعض نے صدقہ دے کر، بعض نے حج کر کے۔ ایک دو حدیث نقل کرتا ہوں:

فی صحیح البخاری(۲): "عن عبداللّٰه بن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما أن: سعد بن عبادة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه توفیت أمه وهو غائب عنها فأتی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فقال: یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم! إن أمی توفیت و أنا غائب عنها فهل ینفعها إن تصدقت عنها؟ قال: "نعم" قال: فإنی أشهدك أن حائطی المخراف صدقة عنها"۔ و فی السنن: أسند أحمد عن سعد بن عبادة أنه قال: یا رسول اللّٰه! إن أم سعد ماتت فأیّ الصدقة أفضل؟ قال: "الماء" فحفر بئراً، و قال: هٰذا اهـ". کتاب الروح (۳)۔

(۱)(تقدم تخریجه من الهدایة للمرغینانی و فتح القدیر لابن الهمام والعنایة للشیخ أکمل الدین محمد والبحر الرائق لابن نجیم و غیرهم رحمهم الله تعالیٰ کلهم فی باب الحج عن الغیر، فراجعه، تحت عنوان: "ایصالِ ثواب کے لئے مجلس")

(۲)(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الإشهاد فی الوقف والصدقة والوصیة: ۱/۳۸۷)
(والترمذی فی الزکوة، باب ما جاء فی الصدقة عن المیت: ۱/۱۴۵، سعید)

(۳) (رواه أبو داؤد فی الزکوة، باب فی فضل سقی الماء: ۱/۲۴۳، مکتبه امدادیه ملتان)
(والنسائی فی الوصایا، باب فضل الصدقة عن المیت: ۲/۱۳۲، قدیمی) .... =

"عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من دخل المقابر، ثم قرأ فاتحة الكتاب و قل هو الله أحد وألهاكم التكاثر، ثم قال: أللهم إنی قد جعلت ثواب ما قرأت من كلامك لأهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات، كانوا شفعاء له إلی الله تعالیٰ".

عن الشعبی قال: كانت الأنصار إذا مات لهم الميت اختلفوا إلیٰ قبره يقرؤن له القرآن". شرح الصدور (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/شعبان/۶۶ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، ۵/شعبان/۶۶ھ۔

ایصال ثواب پر کھانا

سوال[۸۲۴]: مردہ کے لئے ثواب رسانی کرنا اور پھر اس جگہ کھانا یا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ جائز نہیں، شامی نے اس پر مفصل استدلال کیا ہے(۲) اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کسی دوسرے مقام پر جا کر ایصال ثواب کرنا اور کھانا

سوال[۸۲۵]: ایک جگہ بہت دور ختم قرآن میں ایک شخص گیا اور اگر وہاں نہ کھائے تو بھوکا آنا

= (و مشكوة المصابيح كتاب الزكوة، باب فضل الصدقة، ص: ۱۶۹، قديمی)

(۱) (شرح الصدور لجلال الدين السيوطی، ص: ۱۳۵، مطابع الرشيد بالمدينة المنورة)

(۲) من جملة مبحثه الحاوی علی ثلاث صفحات ما قال: "قال تاج الشريعة فی شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب، لا للميت و لا للقاری. و قال العينی فی شرح الهداية: ويمنع القاری للدنيا، والآخذ والمعطی آثمان". (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم فی عدم جواز الإستيجار علی التلاوة الخ: ۶/۵۶، ۵۷، سعيد)

(۳) (شفاء العليل و بل الغليل فی الوصية بالختمات التهاليل، من مجموعة رسائل ابن عابدين، مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور)

پڑے گا کیونکہ دور ہے تو اس جگہ بعد ختم قرآن کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

وہاں نہ کھائے (۱) اور وہاں جانے کی ضرورت نہیں، ایصال ثواب اپنے مکان سے بھی کرسکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایصال ثواب کے لئے دن کی تعیین

سوال [۸۲۶]: مردہ کے لئے دن متعین کرنا کہ فلاں دن ثواب رسانی کی جائے گی یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس قسم کی تعیین کو علامہ شامی نے ردالمحتار، کتاب الجنائز میں مکروہ لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

ایصال ثواب کے کھانے کا مستحق کون ہے؟

سوال [۸۲۷]: زید کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ وحضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وحضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ رشیدیہ، اشرفیہ میں اس قسم کا فتویٰ دیا ہے کہ اگر چہارم، تیجہ، چالیسواں نہ کرے بلکہ چالیس دن کے اندر ہی کسی دن کھانا وغیرہ پکا کر کھلانا جائز ہے اور اس

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان : ''ایصال ثواب پر کھانا'')

(۲) "و فی البزازیة : و یکره اتخاذ الدعوة لقرآءة القرآن، و جمع الصلحآء والقرآء للختم، أو لقرآءة سورة الأنعام أو الإخلاص ...... و أطال فی ذلک فی المعراج ، و قال: وهٰذه الأفعال کلها للسمعة والریآء ، فیحترز عنها ؛ لأنهم لا یریدون بها وجه الله تعالیٰ". (رد المحتار، باب الجنائز، مطلب فی کراهیة الضیافة من أهل المیت: ۲/۲۴۰، ۲۴۱، سعید)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الهندیة ، کتاب الصلوة، قبیل الفصل السادس و العشرون فی حکم المسجد: ۴/۸۱، رشیدیه)

کھانے کوغریب وامیر ہر کوئی کھا سکتا ہے اور ایسا کرنا اور کھانا دونوں جائز ہے۔ہاں اگر امیر اس کھانے کو کھائے تو ثواب نہیں ملے گا، البتہ جو غریب کھانے میں شامل ہیں اس کا ثواب مل جائے گا، یہاں ایک عالمِ دین جو کہ مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ شدہ ہیں، ان کا کہنا ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں تین سال گزارے ہیں اور وہ ہم خیال بھی ہیں، کہتے ہیں کہ وہ میت کو ثواب پہونچانے کی نیت سے اگر کوئی شخص چالیس دن کے اندر ہی کسی دن کھانا پکا کر کھلا دے تو جائز ہے اور اس کھانے کو امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں، ہاں امیر کے کھانے کا ثواب نہیں ملے گا لیکن امیر کھا سکتا ہے، اس کو ہمارے علماء نے جائز کہا ہے اور یہی ٹھیک ہے۔ ہمارے علماء میں مولانا گنگوہی ومولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ فتاویٰ امدادیہ وغیرہ میں موجود ہے، یہی حق ہے بلکہ میلاد وغیرہ بھی لوجہ اللہ کیا جائے تو یہ جائز ہے۔شیرینی کی تقسیم وغیرہ سب جائز ہے۔اب جب ایک عالم یہ کہے گا تو لوگوں کو بہکنے میں دیر نہ لگے گی جنہوں نے ان بدعات کو ترک کر دیا تھا وہ بھی اس طرف مائل ہو گئے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

زید کا جو استدلال آپ نے نقل کیا ہے اس میں کسی ایک بھی حدیث کا حوالہ نہیں، وہ حدیث کہاں ہے جس سے زید نے ثبوت دیا ہے اس سے لکھوائیے، پہلے بھی ہم نے یہی پوچھا اور حوالہ طلب کیا تھا۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وحضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدھما کی کتابیں بدعات کی تردید میں چھپی ہوئی ہیں وہ کسی بھی بدعت کو جائز نہیں فرماتے۔امداد الفتاویٰ آٹھ نو جلدوں میں ہے، فتاویٰ رشیدیہ تین حصوں میں، براہینِ قاطعہ اسی قسم کے مسئلوں پر لکھی گئی ہے جس پر حضرت مولانا رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید وتقریظ ہے، ایک ایک بدعت کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دی گئی ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک میت کو ثواب پہونچانا شرعاً درست اور مفید ہے(۱) مگر اس میں کسی غیر ثابت چیز کا اختلاط نہیں ہونا چاہئے، انتقال میت کے وقت اور اس کے بعد جب بھی دل چاہے ثواب پہونچایا جا سکتا ہے، کسی دن یا کسی تاریخ کی اپنی طرف سے ایسی تعیین کرنا کہ اس کا التزام ہو غلط

---

(۱) (تقدم تخریجه من باب الحج عن الغیر من الهدایة ، فتح القدیر و رد المحتار وغیرها من کتب الفقه . فراجعه. تحت عنوان: ''ایصالِ ثواب کے لئے مجلس'')

ہے اور میت کو کھانے کا ثواب پہونچانا ہو اس کے مستحق غرباء ومساکین ہیں، مالدار نہیں۔ جہاں تک ہو سکے اس میں اخفاء چاہئے (۱) نام نمود نہ ہو (۲) اس کو تقریب نہ بنایا جائے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار شرح درمختار (۳) اور تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ (۴) میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ اور تبلیغ الحق (۵) المدخل (۶) میں بھی بحث مذکور ہے۔ مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ

---

(۱) فی صحیح البخاری : " باب صدقة السر ، و قال أبو هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. "و رجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه". و قوله تعالىٰ: ﴿إن تبدوا الصدقات فنعما هى، و إن تخفوها و تؤتوها الفقرآء، فهو خير لكم، و يكفر عنكم سيآتكم ، والله بما تعملون خبير﴾. (البقرة : ۲۷۱)(كتاب الزكوة : ۱۹۱/۱ ، قديمى)

و فى الصحيح لمسلم : "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "سبعة يُظلّهم الله فى ظله يوم لا ظل إلا ظله" ...... الحديث ...... و فيه: "و رجل تصدق بصدقة، فأخفاها حتى لا تعلم يمينه ما تنفق شماله". (كتاب الزكوة ، باب فضل إخفاء الصدقة : ۳۳۱/۱، قديمى)

(۲) فى صحيح البخارى: " باب الرياء فى الصدقة ، لقوله تعالىٰ : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتكم بالمنّ والأذى كالذى ينفق ماله رئاء الناس ، و لا يؤمن بالله واليوم الأخر﴾ الآية. (البقرة : ۲۶۴) (كتاب الزكوة : ۱۸۹/۱ ، قديمى)

"قال النبى صلى الله عليه وسلم: من سمّع سمّع الله به، ومن يرآء يراء الله به". (صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۹۶۲/۲)(ابن ماجه، باب الرياء والسمعة، كتاب الزهد،ص: ۳۱۰، قديمى)

(۳)(تقدم تخريجه من رد المحتار ، باب صلوة الجنائز :۲/ ۲۴۰ ، و ۲/ ۲۶۵ سعيد ، تحت عنوان: ''ایصالِ ثواب کے لئے دن کا تعیّن'')

(۴) (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الإجارة: ۱۳۹/۱ ، مطبعة ميمنية، مصر)

(۵) (لم أطلع على هذا الكتاب)

(۶)"و أما إصلاح أهل الميت طعاماً، و جمع الناس عليه، فلم ينقل فيه شىء، و هو بدعة غير مستحب، و ينبغى أن يكون التلبينة من أهم ذلك، لِمَا ورد أنها تذهب الحزن". (المدخل لابن امير حاج: ۲۸۸/۳ ، مصطفى البابى مصر)

تعالیٰ کا فتویٰ میلا دشریف کے متعلق مستقل چھپا ہوا ہے جس پر بہت سے اکابر کے دستخط ہیں۔مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ''طریقہ مولد شریف''(۱) میں پوری تفصیل ہے۔غرض اکابر کا مسلک مدت سے شائع شدہ ہے، نہ کسی جائز چیز کو منع کرنے کا حق ہے نہ کسی بدعت کو جائز کہنے کا حق ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔



---

(۱) ''دوسری صورت وہ محفل جس میں قیودِ غیر مشروعہ موجود ہوں، جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح ومعصیت ہیں، مثلاً: روایاتِ موضوعہ خلافِ واقعہ بیان کی جاویں، یا خردوشر دوخوش الحان لڑکے اس میں غزل خوانی کریں، یا رشوت وسود کا حرام مال اس میں خرچ کیا جاوے، یا حدِ ضرورت سے زیادہ اس میں روشنی وفرش وآرائش مکان وغیرہ کا تکلف کیا جاوے، یا حاضرین کا لباس ووضع غیر مشروع ہو اور ان کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کیا جاوے، یا لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جاوے کہ اس قدر اہتمام نماز وجماعت ووعظ کے لئے نہ ہوتا ہو، یا نثر ونظم میں حضرتِ حق تعالیٰ جل شانہ یا حضرات انبیاء علیہم السلام یا حضرات ملائکہ علیہم السلام کی توہین وگستاخی صراحۃً یا اشارۃً کی جاوے، یا اس مجمع میں جانے سے نماز یا جماعت فوت ہوجاوے یا وقت تنگ ہوجاوے یا اس کا قوی احتمال ہو، یا بانی مجلس کی نیت شہرت وتفاخر کی ہو، یا رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جانا جاوے، یا اور کوئی امر اسی قسم کا خلافِ شرع اس میں پایا جاوے، یہ وہ صورت ہے جو اکثر عوام وجہلاء میں شائع ہے اور شرعاً بالکل ناجائز اور گناہ ہے''۔(طریقہ مولد شریف لحکیم الامت، ص:۲،۳)

مروجہ صلاۃ وسلام کا بیان

’’صلی اللہ علیک یارسول اللہ‘‘ کا ثبوت

سوال[۸۲۸]: بعض علماء صلوۃ یعنی(صلی اللہ علیک یا رسول اللہ، و سلم علیک یا حبیب اللہ)الخ کو پڑھنا ناجائز وبدعت کہتے ہیں، بجائے اس کے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو ثواب اور زیادہ فضیلت سمجھتے ہیں۔اس لئے یہ بتائیں کہ صلوۃ مذکورہ اور درود پڑھنا کیسا ہے؟اگر صلوۃ کا کسی حدیث کی کتاب میں ذکر ہے تو مہربانی کر کے اس کتاب کا حوالہ دیا جائے تا کہ ہم بھی اس گمراہی سے دور رہیں۔فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

درود ابراہیمی کا پڑھنا ہر جگہ سے درست اور موجب ثواب ہے(۱)اور’’الصلوۃ و السلام علیک یا

---

(۱) ”عن كعب بن عجرة قال رضي الله تعالىٰ عنه : قلنا: يا رسول الله ! السلام عليک قد عرفناه، فكيف الصلوة عليک؟ قال: ”قولوا: ”أللهم صل على محمد و على آل محمد كماصليت على إبراهيم و على آل إبراهيم إنک حميد مجيد، و بارک على محمدو على آل محمد كمابارکت على إبراهيم و على آل إبراهيم إنک حميد مجيد“. (سنن النسائی ، کتاب السهو، باب كيف الصلوة على النبی صلى الله تعالى عليه وسلم : ۱/ ۱۹۰، قديمی)

(وصحيح البخاری ، كتاب الدعوات ، باب الصلوة على النبی صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲/ ۹۴۰، قديمی کتب خانه)

(والصحيح لمسلم ، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبی صلى الله تعالى عليه وسلم بعد التشهد: ۱/ ۱۷۵،قديمی کتب خانه)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الصلوة ، باب الصلوة على النبی صلى الله تعالى عليه وسلم بعد التشهد: ۱/ ۱۴۷، مکتبه امداديه، ملتان)

(وسنن ابن ماجة ، كتاب إقامة الصلوة، باب الصلوة على النبی صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۶۴، قديمی)

(وسنن الترمذی ، أبواب الوتر، باب ما جاء فی صفة الصلوة على النبی صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/ ۱۱۰، سعيد)

رسول اللّٰہ" کومدینہ پاک حاضر ہوکر روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوکر پڑھنا چاہیے(۱) دور سے اس طرح پڑھنے سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھ کر اس طرح پڑھا جارہا ہے، دل کا حال کسی کو معلوم نہیں (۲)، اس لئے اس سے احتیاط چاہیے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ آتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۹۰ھ۔

اذان کے بعد کچھ کلماتِ نصیحت

سوال[۸۲۹]: ہمارے یہاں کئی سال سے جمعہ کے روز مسجد میں اذان کے بعد صلوۃ پکاری جاتی ہے، پھر سب لوگ سنت نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، بعد میں موذن عصا لےکر "ان اللّٰہ" یا "لقد جاء کم" یا اردو میں کچھ نصیحت کرکے وہ عصا امام صاحب کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر ہے تو کسی معتبر کتاب حدیث سے معلوم کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ خلفاء راشدین کے حالات میں، نہ دیگر صحابہ

---

(۱) "روى أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ في مسنده عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: "من السنة أن تأتي قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من قبل القبلة، و تجعل ظهرك إلى القبلة، و تستقبل القبر بوجهك، ثم تقول: السلام عليك أيها النبي و رحمة الله و بركاته .... و على ماذكرنا يكون الواقف مستقبلاً وجهه عليه الصلوة والسلام و بصره، فيكون أولى، ثم يقول في موقفه: السلام عليك يارسول الله، السلام عليك يا خير خلق الله ...... السلام عليك يا حبيب الله، السلام عليك يا سيد وُلد آدم الخ". (فتح القدير على الهداية، كتاب الحج، مسائل منثورة، المقصد الثالث: ۳/ ۱۸۰، ۱۸۱، مصطفىٰ البابي الحلبي، مصر)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الله عالم غيب السموات والأرض، إنه عليم بذات الصدور﴾. (آل عمران: ۲۹)

کرام کی واقعات میں، نہ ائمہ مجتہدین کے فقہ میں، لہذا ایسی چیز اگر چہ صورۃً اچھی معلوم ہوتی ہو مگر درحقیقت وہ نہ خدا کا حکم ہے اور نہ رسول کا حکم ہے، نہ مسئلۂ فقہ ہے، بلکہ وہ دین کے نام پر نئی چیز ہے جس کو دین سمجھا جارہا ہے(۱) اس لئے اس کا ترک کرنا لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۹۰ھ۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا

سوال[۸۳۰]: ہمارے یہاں ہر اذان سے پہلے "یارسول اللہ" کا درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہ حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا ثابت نہیں، خلافِ سنت ہے، البتہ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر دعا مانگنا حدیث شریف سے ثابت ہے(۳)۔ ہر کام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے

---

(۱) "وهي (البدعة) اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة، بل بنوع شبهة". (الدر المختار)

و في رد المحتار: "(قوله: وهي اعتقاد) .... و حينئذ فيساوي تعريف الشمني لها بأنها ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً اهـ، فافهم". (۱/۵۶۰، كتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام، كراچی)

"البدعة: هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ولم يكم مما اقتضاه الدليل الشرعي". (قواعد الفقه، ص: ۲۰۴، الرسالة الرابعة، التعريفات الفقهية، الصدف پبلشرز)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ". (مشكوة المصابيح: ۱/۲۷، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، قديمی كتب خانه)

(وفيض القدير: ۱۱/۵۵۹۴، رقم الحديث: ۸۳۳۳، نزار مصطفى الباز رياض)

(۳) اور یہی سنت طریقہ ہے: "عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالیٰ عنه أنه سمع النبي صلى الله =

مطابق کیا جائے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ

ایضاً

سوال[۸۳۱]: اذان دینے کے وقت اذان سے پہلے درود شریف یا کوئی تسبیحات آواز سے کہہ کر اذان شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو درود شریف پڑھ کر اذان دینا بہتر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

درود شریف اور تسبیح بہت فضیلت اور ثواب کی چیز ہے، مگر اذان سے پہلے ثابت نہیں، لہٰذا اذان سے قبل اس کا اضافہ نہ کریں (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ختم تراویح کے بعد ''الصلوۃ والسلام یا آدم صفی اللہ'' پڑھنا

سوال[۸۳۲]: بعد ختم تراویح ''الصلوۃ والسلام یا آدم صفی اللہ'' سب مصلی بلند آواز سے کہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ طریقہ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، غلط طریقہ ہے اس کو ترک کیا جائے (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= تعالیٰ علیه وسلم یقول: ''إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول، ثم صلوا عليّ، فإنه من صلی عليّ صلوةً، صلی الله علیه بها عشراً، ثم سلوا الله لِيَ الوسیلة، فإنها منزلة في الجنة، لا تنبغي إلا لعبد من عباد الله و أرجو أن أكون أنا هو، فمن سأل لي الوسیلة، حلت علیه الشفاعة''. (الصحیح لمسلم، کتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن اهـ : ۱/۱۶۶، قدیمی)

(۱) درود شریف اذان کے بعد مشروع ومسنون ہے، نہ کہ اذان سے قبل، راجع عنوان: ''اذان سے پہلے درود شریف''

(۲) یعنی جو اموران اصول سے ثابت نہ ہوں اور دین سمجھ کر کیا جائے، وہ بدعت ہیں، علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث: ''من =

تراویح کے بعد مخصوص انبیاء پر مخصوص درود پڑھنا

سوال[۸۳۴]: ہمارے یہاں یہ عادت چلی آرہی ہے کہ بعد نماز تراویح چند لوگ جس میں بچے بڑے شامل ہیں صلوۃ گاہ یعنی اذان دینے کے ممبر پر یا مسجد کے صحن میں قبلہ رو ہوکر چند مخصوص انبیائے کرام پر بآواز بلند اپنی شہادت کی انگلیوں کو دونوں کانوں میں رکھ کر صلوۃ وسلام اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے پڑھتے ہیں:

(۱) الصلوۃ والسلام علیک یا حضرت آدم صفی اللہ

(۲) // یا حضرت نوح نجی اللہ

(۳) // یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ

(۴) // یا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ

(۵) // یا حضرت موسی کلیم اللہ

(۶) // یا حضرت داؤد خلیفۃ اللہ

(۷) // یا حضرت عیسیٰ روح اللہ

(۸) // یا حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

کیا اس کی سند کسی معتبر کتب حنفیہ یا ائمہ اربعہ میں آتی ہے؟ یا کوئی فقہی جزئیہ مباح یا جائز یا موجبِ خیر ہونے پر دلالت کرتا ہے تو بحوالہ کتب مع عبارت درج فرمائیں۔

۲......اس امر پر اصرار کرنے والوں نے اس کی سند میں کنز العمال:۶/۱۱۹، کا حوالہ دیکر یہ تختے لکھ کر مساجد میں آویزاں کیا ہے۔ ازراہ مہربانی اس مضمون کو ملاحظہ فرما کر لفظ بہ لفظ اس کی تحقیق سے آگاہ فرمائیں کہ کیا واقعی کنز العمال میں ایسی عبارت مندرج ہے؟ مضمون یہ ہے کہ ''ختم تراویح ووتر کے بعد انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر صلوۃ وسلام پڑھنا موجب خیر ہے'' اور کنز العمال کی :۶/۱۱۹ میں ہے کہ ''انبیاء کرام کا ذکر عبادت ہے

= أحدث في أمرنا هذا الخ " کے تحت فرماتے ہیں:

" أي أنشأ واخترع وأتى بأمر حديث من قبل نفسه ....(ما ليس منه): أى رأياً ليس له في الكتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد): أى مردود على فاعله لبطلانه".

(فيض القدير: ۱۱/۵۵۹۴،رقم الحديث :۸۳۳۳، مكتبه نزار رياض)

بلکہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام پر ان ناموں کی صراحت کے ساتھ سلام کیا گیا ہے۔ اگر اس طرح تراویح اور وتر کے بعد ان پر سلام پڑھا جائے تو منع کرنا درست نہیں ہے"۔ انبیائے کرام کے نام اوپر درج کئے گئے ہیں، لہٰذا ازروئے شرع شریف اس کے مباح ہونے پر دلیل یا غلط ہونے پر دلیل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔ نیز کنز العمال کی ۱۱۹/۶، والی عبارت کی تحقیق فرمائیں کہ کیا ایسی عبارت کنز العمال میں موجود ہے؟ خدا تعالیٰ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

انبیاء علیہم السلام پر خاص کر حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھنا موجب قربت اور ان کا حق ہے (۱)، اس کے فضائل احادیث میں بکثرت موجود ہیں (۲)۔ لیکن سوال میں جو طریقہ لکھا ہے یہ طریقہ نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ فقہ سے، نہ سلف صالحین سے، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اور نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

کنز العمال: ۱۱۹/۶ کی طرف اس کو منسوب کرنا غلط ہے اور بہتان ہے، وہاں بالکل یہ موجود نہیں، نہ

---

(۱) قال أحمد بن حجر الهيثمي بعد بحث طويل : "و لهذا كانت الصلوة ممايقصد بها قضاء حقه، و يتقرب بأدائها إلى الله تعالى". (الفتاوى الحديثيه، ص: ۲۷، قديمى)

(۲) "عن أبى هريرة –رضى الله تعالىٰ عنه– أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من صلى عليّ واحدةً، صلى الله عليه عشراً". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱۷۵/۱، قديمى)

"عن أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : "من صلى عليّ صلوةً واحدةً، صلى الله عليه عشر صلوات، و حطت عنه عشر خطيئآت، و رفعت له عشر درجات". (سنن النسائى ، كتاب السهو ، باب الفضل فى الصلوة على النبى : ۱۹۱/۱، قديمى)

(وأنظر للتفصيل سنن أبى داؤد ، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم بعد التشهد : ۱۴۷/۱، امداديه)

(وابن ماجه، إقامة الصلوة، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۶۵، قديمى)

(وسنن الترمذى ، كتاب الوتر، باب ما جآء فى الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم : ۱۱۰/۱، سعيد)

تراویح کا ذکر ہے، نہ صلوۃ گاہ یا صحن مسجد کا ذکر ہے، نہ کانوں میں انگلیاں دینے کا ذکر ہے، نہ جماعت بنا کر آواز بلند کرنے کا ذکر ہے، یہ سب جھوٹ ہے، غلط اور جھوٹ بات کسی کی طرف منسوب کرنا کبیرہ گناہ ہے(۱) اور حدیث شریف کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے(۲) اس لئے اس طریقہ کو بند کیا جائے اور ایسی بے سند باتوں کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند

بعد نماز جمعہ مروجہ صلوۃ وسلام

سوال[۸۳۴]: جامع مسجد خان پور میں دو چار ہفتہ سے بعد نماز جمعہ سلام شروع کر دیتے ہیں جس کی کوئی سند نہ قرآن وسنت سے ملتی ہے، نہ صحابہ اور تابعین سے، سلام وہی مروجہ طریقہ پر با ادب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوکر با آواز بلند یہ لوگ "یا شفیع الوریٰ سلام علیك، یا نبی الهدی سلام علیك" اسی طرح پڑھتے ہیں، یا مساجد میں اسی طرح سلام پڑھنا جبکہ لوگ سنتیں ونوافل ادا کر رہے ہوں شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و من یکسب خطیئة أو إثماً ثم یرم به بریاً، فقد احتمل بهتاناً و إثماً مبیناً﴾. (النساء: ۱۱۲)

و قال الله تعالیٰ: ﴿والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا، فقد احتملوا بهتاناً و إثماً مبیناً﴾. (الأحزاب: ۵۸)

(۲) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال: "تسموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی .... و من کذب علیّ متعمداً، فلیتبوأ مقعده من النار". (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم: ۱/۲۱، قدیمی)

(ومقدمة الصحیح لمسلم، باب تغلیظ الکذب الخ: ۱/۷، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد أبواب العلم، باب التشدید فی الکذب الخ: ۲/۱۵۸، امدادیه ملتان)

(و ابن ماجه فی مقدمته، باب التغلیظ فی تعمد الکذب الخ، ص: ۴، قدیمی)

الجواب حامداًومصلياً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور بڑی سعادت وخوش نصیبی ہے(۱) اور صلوۃ وسلام نہ پڑھنا بڑی محرومی اور بدنصیبی ہے(۲)۔ سلف صالحین نے ہمیشہ صلوۃ وسلام کو اپنے معمولات میں رکھا ہے اور رکھتے ہیں مگر اس کے لئے کوئی ایسی صورت ازخود تجویز کرنا جس کا ثبوت شرعی دلائل سے نہ ہو اور اس سے دوسروں کی نماز میں خلل بھی ہوتا ہو(۳) اور پھر اس کو ضروری سمجھ کر اس پر اصرار کرنا تو بدعت اور ممنوع ہے(۴)۔

سوال میں جو صورت درج ہے اس کا دلائل شرعیہ سے ثبوت نہیں، اس کو ترک کیا جائے اور روزانہ صبح و شام اگر درود شریف تنہائی میں بیٹھ کر ہر شخص اخلاص کے ساتھ پڑھا کرے بڑی ہی خیر وبرکت کی چیز ہے، کم ازکم سوسو مرتبہ صبح و شام کا اہتمام کریں۔ زاد السعید (للتھانویؒ) (۵)، نشر الطیب (للتھانویؒ)(۶)، فضائل

---

(۱)(تقدم تخريجه من كتب الحديث تحت عنوان : ''صلی اللہ علیک یارسول اللہ، کا ثبوت'')

(۲) "و عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : " من نسي الصلوة علىّ، خطى طريق الجنة". (ابن ماجه ، كتاب إقامة الصلوة ، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ص:٦٥، قديمي)

(۳) قال الله تعالىٰ :﴿و من أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه﴾. الاية.(البقرة : ۱۱۴)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ تحت هذه الآية :" و ظاهر الآية العموم في كل مانع، وفي كل مسجد، و خصوص السبب (أي سببه نزوله) لا يمنعه.......... (وسعى في خرابها) أي هدمها و تعطيلها .... و من أنجس حظاً وأنقص حقاً،(ممن منع) مواضع السجود لله تعالىٰ: و هي القلوب التي يعرف فيها، فيسجد له بالفنآء الذاتي .... (و سعى في خرابها) بتكديرها بالتعصبات و غلبة الهوى .... و دواعي الشيطان والوهم الخ ". (روح المعاني : ۱/۳۶۳، ۳۶۵، دار إحياء التراث العربي)

(۴) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة ". (السعاية شرح شرح الوقاية ، باب صفة الصلوة ، قبيل فصل في القرآءة: ۲/۲۶۵ .سهيل اكيڈمي)

(۵) (لحكيم الأمة مولانا اشرف على التهانوى)

(۶) (لحكيم الأمة رحمه الله أيضاً)

درودشریف(۱)، القول البدیع (۲) وغیرہ میں درودشریف کے فضائل اورآ داب تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۰ھ۔

فجر کی سنت سے قبل صلوۃ وسلام

سوال[۸۳۵] : ۱.....فجر میں سنت سے پہلے یا فرض وسنت کے بیچ وقت میں "یا نبی سلام علیك، یا رسول سلام علیك" پڑھنادرست ہے یا نہیں؟ ان اوقات میں فضائل بیان کرنا کیسا ہے؟ مثلاً: نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے فضائل، اسلام کے فضائل یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے فضائل دیگر اوراد ووظائف، حمد ونعت وغیرہ۔

کسی نماز کے بعد حمد وصلوۃ حلقہ بنا کر پڑھنا

سوال[۸۳۶] : ۲.....فجر میں دعا کے بعد کھڑے ہوکر حلقہ بنا کر "یا نبی سلام علیك، یا رسول سلام علیك" پڑھنا کیسا ہے؟ یادعا کے بعد فضائل بیان کرنا کیسا ہے؟ جبکہ فجر کا وقت ختم ہو گیا ہو۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱.....دین کی باتیں، فضائل ومسائل بیان کرنا بھی درست ہے، اس کا خیال رہے کہ لوگوں کی سنتوں میں خلل نہ آئے، لیکن یہ وقت نہایت سکون کا ہے، درودشریف، تسبیح، استغفار، تلاوت میں آہستہ مشغول رہنا بہتر ہے(۳) درودشریف اس طرح پڑھنا چاہیے: "اللهم صل على سيدنا و مولانا محمد و على آله و

---

(۱) (لشيخ الحديث مولانا محمد زكريا رحمه الله تعالیٰ)

(۲) (للعلامة السخاوي رحمه الله تعالیٰ)

(۳) قال الله تعالیٰ : ﴿واذكر ربك في نفسك تضرعاً و خيفةً و دون الجهر من القول﴾ الآية. (الأعراف: ۲۰۵)

و قال عليه السلام : "خير الذكر الخفي". الحديث. (مسند الإمام أحمد: ۱/۱۷۲، رقم الحديث: ۱۴۸۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(والبيهقي في شعب الإيمان، رقم: ۵۵۲) =

أصحابه و بارك و سلم"۔

۲......درود شریف کا یہ طریقہ قرآن کریم، حدیث شریف، صحابہ کرام، محدثین عظام اور دیگر سلف صالحین سے ثابت نہیں (۱)۔ ہر شخص یا جس کو توفیق ہو اپنی اپنی جگہ پر نمبر: ا میں لکھے ہوئے طریقے پر پڑھے تو بہت سعادت اور خیر و برکت کی چیز ہے (۲) یہ کھڑے ہو کر حلقہ بنا کر اس طرح پڑھنا اس میں نمائش زیادہ ہے اللہ تعالیٰ کو اخلاص پسند و قبول ہے (۳) نمائش پسند و قبول نہیں (۴) نماز فجر کے بعد جب سب لوگ فارغ

= و قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ تحت الآية المذكورة : "فيه تجريد الخطاب إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، و هو عام لكل ذكر ، فإن الإخفاء أدخل فی الإخلاص و أقرب من القبول .... و المرادبالجهر رفع الصوت المفرط و بمادونه نوع آخر من الجهر ، قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما : هو أن يسمع نفسه اهـ". (روح المعانی : ۹/۱۵۴ ، دارإحياء التراث العربی بيروت)

و فی الدر المختار : "هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعآء ؟ قيل: "نعم" . وفی ردالمحتار: "و عن النبی صلى الله تعالى عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قرأة القرآن والجنازة" .... فالإسرار أفضل حيث خيف الريآء أو تأذی المسلمين أو النيام .... الخ ". (كتاب الحظر والإباحة ، فصل فی البيع : ۶/۳۹۸، سعيد)

(وكذا فی فيض القدير للمناوی : ۶/۳۱۲۵، رقم الحديث : ۹۰۰۴،مكتبه نزار مصطفى رياض)

(۱) اور جو کام ان اصول سے ثابت نہ ہو اس کو دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے کما مر تحت عنوان: "ختم تراویح کے بعد الصلوۃ والسلام یا آدم صفی اللہ" رقم الحاشية :۱)

(۲) (تقدم تخريجه من كتب الحديث.تحت عنوان: "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کا ثبوت")

(۳) قال الله تعالى : ﴿و ما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفآء﴾ (البينة : ۵)

(۴) "قال النبی صلى الله تعالى عليه وسلم : "من سمّع سمع الله به، و من يرآء يرآء الله به". (صحيح البخاری ، كتاب الرقاق ، باب الريآء والسمعة: ۲/۹۶۲،قديمی)

(وابن ماجة ، كتاب الزهد، باب الريآء والسمعة ص: ۳۱۰، قديمی)

(و الصحيح لمسلم ، كتاب الزهد ، باب تحريم الريآء : ۲/۴۱۲، قديمی)

ہوچکیں تو دینی ضروریات، فضائل ومسائل بیان کرنا اور تعلیم دینا بہت بہتر اور مفید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ

سوال[۸۳۷]: جو طریقہ درود وسلام کا ''درود اکبر، دعائے گنج العرش'' وغیرہ میں مذکور ہے جیسے ''الصلوة و السلام عليك يا رسول الله'' اس طریقہ خاص کا ثبوت قرآن مجید احادیث نبویہ علیٰ صاحبها ألف ألف تحية و السلام، تعامل صحابہ سے ہے یا نہ؟ اور طریقہ درود وسلام جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیا ہے؟ اور دیار ہند یا دیگر ممالک میں اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود میرا اسلام سن رہے ہیں اور طریقہ مذکورہ استعمال کرے تو آیا وہ اس عقیدہ وخیال میں حق بجانب ہے یا ممنوع شرعی لازم آتا ہے اور مطابق عقیدہ اہل سنت والجماعت ''يا رسول الله، يا نبي الله السلام عليك'' کا استعمال کہاں تک درست ہے؟ جواب اگر مع حوالہ مرحمت فرمائیں مزید باعث اطمینان ہو۔ بینوا توجروا۔

سائل: الافقر محمد خلیل الرحمٰن عفا اللہ عنہ۔

الجواب حامداًومصلياً:

''عن عبد الرحمن ابن أبي ليلى قال: لقيني كعب بن عجرة رضي الله تعالىٰ عنه، فقال: ألا أهدى لك هديةً سمعته من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم؟ فقلت: بلى! فأهدها لي، فقال: سألنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقلنا: يا رسول الله! كيف الصلوة عليكم أهلَ البيت! فإن الله قد علّمنا كيف نسلم عليك، قال: ''قولوا: أللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على إبراهيم إنك حميد مجيد، أللهم بارك على محمد و على آل محمد كما باركت على إبراهيم إنك حميد مجيد''. متفق عليه(۱)، إلاأن مسلماً لم يذكر: ''على

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲/۹۴۰، قديمي كتب خانه)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱۷۵، قديمي)

إبراهيم" فى الموضعين مشكوة شريف، ص:٨٦(١)۔

"وعنه (أى عن ابن مسعودرضى الله تعالىٰ عنه) قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:"إن لله ملا ئكةً سيا حين فى الأرض يبلغونى من أمتى السلام". رواه النسائى (٢) والدارمى(٣) مشكوة شريف، ص:٨٦(٤)۔

"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال: رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:"من صلى علىّ عند قبرى سمعته، ومن صلى على نائياً أبلغته". رواه البيهقى فى شعب الايمان"(٥). مشكوة شريف،ص:٨٧(٦)۔

روایاتِ بالا سے چند امور ثابت ہوئے: اول یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درود شریف کی تعلیم دی ہے اور یہ تعلیم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سوال کے جواب میں ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس درود شریف

---

(١) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة ، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، ص:٨٦، قديمى)

(٢) (أخرجه النسائى فى السهو ، باب التسليم على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم : ١/١٨٩ ،قديمى)

(وأحمد فى مسنده : ١/٤٤١، (وابن حبان فى صحيحه:رقم الحديث: ٩١٤)

(و الحاكم فى المستدرك : ٢/٤٢١، و قال : صحيح، و لم يخرجاه، و وافقه الذهبى)

(٣) (سنن الدارمى :٢/٤٠٩، كتاب الرقائق، باب فى فضل الصلاة على النبى ﷺ ، قديمى)

(٤) (المشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم و فضلها، ص: ٨٦، قديمى)

(٥) (شعب الإيمان للبيهقى : ٢/١٥٨٣)

وقال العلامة المناوى رحمه الله تعالىٰ :"قال البيهقى : رواه فى شعب الإيمان وفى كتاب "حياة الأنبياء" من حديث محمد بن مروان عن الأعمش عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، و ضعفه فى كتاب حياة الأنبياء بابن مروان هذا، وأشار إلى أن له شواهد . وقال العقيلى: حديث لا أصل له، و قال ابن دحية : موضوع تفرد به محمد بن مروان السدى، قال: و كان كذاباً، أورده ابن الجوزى فى الموضوع ، و فى الميزان : ابن مروان السدى تركوه ، و اتهم بالكذب ، ثم أورد له هذا الخبر". (فيض القدير : ١١/٥٨٨٨، رقم الحديث :٨٨١٣، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(٦) (المشكوة، كتاب الصلوة ، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم و فضلها، ص:٨٧، قديمى)

کے متعلق سوال کیا تھا جس کا ذکر تشہد میں ہے (کذافی ھامش مشکوۃ المصابیح)(۱) اور جس کو صحابی کہتے ہیں: "فإن الله قد علّمنا" اوراس کے جواب میں اس درود شریف کی تعلیم دی گئی ہے جس کونماز میں پڑھا جاتا ہے اوراس وجہ سے یہ افضل ہے۔ کماصرح به مولانا علی القاری (۲)۔

دوم: یہ کہ جو شخص حضور پرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے قریب سے درود شریف پڑھتا ہے تو آپ اس کو سنتے ہیں (۳) چوں کہ آپ کو قبر میں حیات برزخی حاصل ہے (۴)۔

سوم: یہ کہ جو شخص دور سے پڑھتا ہے تو وہ آپ کو بذریعہ ملائکہ سیاحین پہونچایا جاتا ہے (خودنہیں سنتے کما هو الظاهر من التقابل)(۵) پس دور سے "الصلوة و السلام عليك يا رسول الله" اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ ملائکہ اس صلوۃ وسلام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہونچاتے ہیں تو درست ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کو خط لکھتا ہے اوراس میں صیغہ خطاب استعمال کرتے ہیں اور جانتا ہے کہ مکتوب الیہ کے

---

(۱) "عن عبد الرحمن بن أبي ليلى .... فقلنا : يا رسول الله ! كيف الصلوة عليكم أهل البيت ؟ فإن الله قد علّمنا كيف نسلم عليك، قال: "قولوا : أللهم صل على محمد و على آل محمد كماصليت على إبراهيم و على آل إبراهيم إنك حميد مجيد ...... الخ". (مشكوة المصابيح ، كتاب الصلوة ،باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ٨٦، قديمى كراچى)

(۲) قال على القارى : "فأرادوا تعليم الصلوة أيضاً على لسانه بأن ثواب الوارد أفضل وأكمل" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم : ٦/٣، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(۳) (تقدم تخريجه من البيهقى ومشكوة المصابيح، تحت رقم الحاشية :٥،٦، ص: ١١٢)

(۴) "فيه إشارة إلى حياته الدائمة، وفرحه ببلوغ سلام أمته الكاملة". (مرقاة المفاتيح ، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وفضلها : ١٢/٣ ،رشيديه)

(۵) "(يبلغونى) من التبليغ، وقيل : من الإبلاغ .... يوصلون (من أمتى السلام) إذاسلموا علىّ قليلاً أو كثيراً،و هذا مخصوص بمن بَعُدَ عن حضرة مرقده المنور ومضجعه المطهر، و فيه .... إيماء إلى قبول السلام حيث قبلته الملائكة و حملته إليه عليه السلام". (مرقاة المفاتيح :١٢/٣ ، رشيديه)

پاس میرا خط بذریعہ ڈاک پہنچے گا تو درست ہے۔ اور اگر اس نیت اور اعتقاد سے کہتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بلاتوسط اس کو سنتے ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو یہ اعتقاد احادیث اور شریعت کے خلاف ہے، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں، اس اعتقاد سے توبہ فرض ہے کیوں کہ یہ عقیدہ شرک ہے(۱)۔ عوام چونکہ اس فرق کو نہیں سمجھتے اس لئے ان کو ایسے مواقع پر صیغہ خطاب استعمال کرنے سے روکنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، یکم/ رجب/ ۵٦ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ٦/ رجب/ ۵٦ھ۔

---

(۱) کیونکہ قرآن کریم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عقیدے کی نفی کی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ بیان کیا ہے لہذا یہ عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہونے کی بنا پر باطل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿و ما كنت لديهم إذ يلقون أقلامهم أيهم يكفل مريم﴾ (آل عمران : ۴۴)

وقال تعالیٰ: ﴿و ما كنت بجانب الغربي إذ قضينا إلى موسى الأمر، و ما كنت من الشاهدين﴾. (القصص: ۴۴)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالیٰ: ﴿و ما كنت من الشاهدين﴾: أى من جملة الحاضرين للوحي إليه أو الشاهدين على الوحي إليه عليه السلام .... فإنه قد نفى الحضور أولاً في قوله تعالیٰ: ﴿و ما كنت بجانب الغربي﴾ و كذا إرادة المعنى الثاني بلزوم نحو ذلك لما أن نفي الحضور يستدعي نفي كونه من الشاهدين بذلك المعنى .... ما كنت حاضراً بجانب الغربي إذ قضينا إلى موسى أمر نبوته .... حتى يكون لك علم بما وقع لموسى عليه السلام، فتخبر بها الناس، .... المراد ما كنت من الشاهدين ذلك الزمان، فيكون نفياً لحضوره و مشاهدته ذلك الزمان أعم من أن يكون بجانب الغربي أو غيره". (روح المعاني: ۲۰/۸۵، ۸٦، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

و قال تعالیٰ: ﴿و ما كنت بجانب الطور إذ نادينا﴾. الآية، (القصص: ۴٦)

"إن المراد و ما كنت حاضراً مع موسى عليه السلام بجانب الطور لتقف على أحواله، فتخبر به الناس". (روح المعاني: ۲۰/۹۰، دار إحياء التراث العربي)

بعد نماز فجر وعصر درود شریف جہراً پڑھنا

سوال[۸۳۸]: کشمیر میں نماز فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، وہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہر نماز کے بعد بلکہ ہر وقت رات دن میں درست ہے(۱) لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں، جس سے کسی کی نماز میں خلل نہ آئے(۲) ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں(۳) اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

درود شریف وعظ میں زور سے پڑھنا

سوال[۸۳۹]: وعظ ونصیحت کی مجلس میں درود شریف با آواز بلند پڑھنا، نیز آخر میں قیام کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف پڑھنا باعثِ برکت اور موجب ثواب ہے(۴) لیکن چلّا کر پڑھنا اور شور مچانا منع ہے

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان ''صلوۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ'')

(۲) تقدم تخریجه تحت عنوان ''فجر کی سنت سے قبل صلوۃ وسلام'')

(۳) حدیث شریف میں ہے ''خیر الدعاء الخفي''. (مسند الإمام أحمد : ۱/۱۷۲)

(والبیهقي في الشعب : رقم الحدیث: ۵۵۲)

''والمراد بالجهر رفع الصوت المفرط، و بمادونه نوع آخرمن الجهر، قال ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما : هو أن یسمع نفسه ، وقال الإمام : المراد أن یقع الذکر متوسطاً بین الجهر والمخافة''. (روح المعاني : ۹/۱۵۴، دارإحیاء التراث العربي بیروت).

(۴) (تقدم تخریجه من کتب الحدیث تحت عنوان: ''صلی اللہ علیک یارسول اللہ کا ثبوت''۔)

کیونکہ یہ دعاء ہے(۱)اوردعاء میں اصل اخفاء ہے(۲)درمختار میں ہے:

"لحدیث: من ذُکرت عنده" فلیحفظ، و إزعاج الأعضاء برفع الصوت جهل اهـ قال فی الهندیة: رفع الصوت عند سماع القرآن و الوعظ مکروه، و مایفعله الذین یدعون الوجد و المحبة لاأصل له، و یمنع الصوفیة من رفع الصوت و تخریق الثیاب، کذافی السراجیه اهـ". (ردا لمحتار: ۱/۱ ٥٤)(۳)۔قیام ایسے وقت بدعت ہے، لاأصل له(٤)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

صحیح:عبداللطیف،جواب صحیح ہے:سعیداحمدغفرلہ۱۴شوال ۵۶ھ

وعظ میں بلندآ واز سے سامعین کا درودشریف پڑھنا

سوال[۸۴۰]: بعض واعظین کی عادت ہے کہ وعظ کے درمیان سامعین سے درودشریف پڑھواتے ہیں جہراً۔آیااس کی کوئی اصل ہے یانہیں،اگرموجودنہیں تو کیابدعت ہے؟اگر بدعت ہے تو کونسی،آیا بدعتِ حسنہ ہے یاسیئہ؟ نیزبعض واعظین کی عادت ہے کہ کہ خطبہ اورآیت کریمہ کے بعد ہاتھ اٹھا کردعاء کرتے ہیں، پھر وعظ شروع کرتے ہیں، نیز وعظ ختم کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی کوئی اصل موجود ہے؟ نیز اذان کے بعدبھی ہاتھ اٹھاکردعاء کرتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل موجود ہے؟ بینواتوجروا۔

عبدالغفورمظاہری صوبہ آسام سلہٹ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

وعظ میں سامعین کا بلندآواز سے درودشریف وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے،اگر پڑھیں تو آہستہ پڑھیں:

---

(۱) "قال صدر الشریعة : یجوز أن یکون المعنی واحداً حقیقیاً ،و هو الدعآء". (روح المعانی تحت قوله تعالیٰ : ﴿إن الله و ملائکته﴾. الایة : (۲۲/۷٦، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ :﴿أدعوا ربکم تضرعاً و خفیةً ، إنه لایحب المعتدین﴾. (الأعراف : ۵۵)

(۳) (رد المحتار علی الدر المختار ، باب صفة الصلوة ، آداب الصلوة : ۱/۵۱۹. ایچ ایم سعید)

(۴) "ونظیر ذلک فعل کثیرعند ذکر مولوده صلی الله تعالی علیه وسلم ووضع أمه له من القیام ، وهو أیضاً بدعة، لم یرد فیه شیء". (الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الهیثمی رحمه الله تعالیٰ، ص:۱۱۲ ، قدیمی)

"رفع الصوت عند سماع القران و الو عظ مكروه اه"۔ شامی: ۱/ ۵٤١(١)۔

دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، ہاتھ اٹھا کر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے ہو، وعظ کے شروع کرنے سے پہلے ہو یا ختم کر کے ہو، اذان کے بعد خصوصیت سے رفع یدین یا ترک رفع کی تصریح نہیں، دونوں طرح درست ہے، کسی ایک شی ء پر اصرار نہیں چاہیے: "لأن الإصرار يبلغ المندوب إلى حد الكراهة". كما في السعاية (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ۶/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۶۴ھ۔

مجلس وعظ میں درود شریف جہراً پڑھنا

سوال[۸۴۱]: مجلس وعظ میں بعد الجمعہ وتراویح میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنا و پڑھوانا، نیز نہ پڑھنے پر حقارت کی نگاہ سے دیکھنا عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکروہ ہے اور مسلمان کو اس پر حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے۔ کذا فی رد المحتار (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ھذا۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب صفة الصلوة، آداب الصلوة، مطلب: نص العلمآء على استحباب الصلوة الخ: ۱/ ۵۱۹، سعيد)

(۲) (السعاية، باب صفة الصلوة ،قبيل فصل في القرأة ، ذكر البدعات : ۲/ ۲۶۵. سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) "رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مكروه". (رد المحتار، باب صفة الصلوة، مطلب: نص العلمآء، على استحباب الصلوة الخ : ۱/ ۵۱۹، سعيد)

اجتماعی درود جہراً پڑھنا

سوال[۸۴۲]: ایک مسئلہ یہ ہے کہ وعظ کی مجلس میں کچھ کچھ وقفہ کے بعد سب اہل مجلس کا شور مچا کر درود شریف پڑھنا، نیز بعد نماز عشاء اور دیگر نماز کے بعد تمام مصلی شور مچا کر درود شریف پڑھتے ہیں، آیا بموافق شریعت غرہ جائز ہے یا نہیں؟ مدلل مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف دعاء ہے اور دعاء میں مطلوب اخفاء اَحب وافضل ہے (۱)، صورت مذکورہ سے شور مچا کر درود شریف پڑھنا شرعاً ثابت نہیں بلکہ بے اصل و بدعت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ رجب/ ۵۶ھ۔

آواز سے صلوۃ وسلام

سوال[۸۴۳]: آج کل اکثر مسجدوں میں پیغمبروں کے نام پکار پکار کر سلام پڑھتے ہیں، بعض حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے سلام پکار پکار کر پڑھتے ہیں۔ یہ رواج کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح صلوۃ وسلام پڑھنا ثابت نہیں (۳)، دور سے تو اس طرح پڑھا جائے جس طرح نماز میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اور روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ہلکی درمیانی آواز سے انتہائی ادب ومحبت کے ساتھ صیغہ مخاطب سے پڑھا جائے، بلند آواز سے چلّا کر وہاں بھی نہ پڑھا جائے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/ ۹/ ۹۰ھ۔

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''فجر کی سنت سے قبل صلوۃ وسلام'')

(۲) (تقدم تخريجه من فيض القدير تحت عنوان: ''ختم تراویح کے بعد الصلوۃ والسلام یا آدم صفی اللہ پڑھنا'')

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''ختم تراویح کے بعد الصلوۃ والسلام یا آدم صفی اللہ پڑھنا'')۔

(۴) قال ابن الهمام: " و ما يفعله بعض الناس من النزول بالقرب من المدينة والمشي على أقدامه إلى أن =

ہر نماز کے بعد درود شریف پڑھنا

سوال[۸۴۴]: نماز ختم کرکے درود پاک پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف کا تحفہ بھیجنا بہت بڑے ثواب کی چیز ہے(۱)، ہر مؤمن کو چاہیئے کہ درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھا کرے مگر اخلاص کے ساتھ آہستہ پڑھے(۲)، بلند آواز سے اس طرح پڑھنا کہ مسجد میں نمازیوں کو تشویش ہو اور نماز پوری کرنی مشکل ہو جائے یہ ٹھیک نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

نماز کے بعد سلام پڑھنا

سوال[۸۴۵]: مسجد میں بعض لوگ نماز فجر کے بعد سلام پڑھتے ہیں اور تبلیغ کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہم کو وہابی کہتے ہیں۔ تو بعد نماز فجر سلام پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

= یدخلهاحسن، وكل ما كان أدخل في الأدب والإجلال كان حسناً .... و روى أبو حنيفه رحمه الله تعالىٰ في مسنده عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهماقال : "من السنة أن تأتي قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من قِبَل القبلة ، و تجعل ظهرك إلى القبلة ، و تستقبل القبر بوجهك ، ثم تقول ، السلام عليك أيها النبي و رحمة الله و بركاته". (فتح القدير ، كتاب الحج ، مسائل منثورة، المقصد الثالث : ۱۸۰/۳ ، مصطفى البالي الحلبي، مصر)

(۱) (أنظر صحيح البخاري ، كتاب الدعوات ،و الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، و سنن أبي داؤد كتاب الصلوة، والترمذي أبواب الوتر والنسائي كتاب السهو ، وابن ماجة كتاب إقامة الصلوة كلهم في باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وقد تقدم تخريجه تحت عنوان: "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ")

(۲) قال الله تعالىٰ : ﴿و ما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفآء﴾. (البينة : ۵)

(۳) (تقدم تخريجه من روح المعاني ، و رد المحتار و فيض القدير تحت عنوان "فجر کی سنت سے قبل صلوۃ وسلام")

الجواب حامداًومصلیاً:

مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کے پاس حاضر ہوکر صلوۃ وسلام اسطرح پڑھا جائے: "الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ" (۱)، دور سے اس طرح پڑھا جائے: "أللھم صلی سیدنا و مولانا محمدالخ" حدیث شریف میں ہے کہ: "جو شخص دور سے صلوۃ وسلام پڑھتا ہے وہ ملائکہ کے ذریعہ خدمت اقدس میں پہنچایا جاتا ہے (۲) اور جو شخص روزہ اقدس کے قریب حاضر ہوکر پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں" (۳)۔ اور صلوۃ وسلام دور سے آہستہ پڑھا جائے جیسے نماز میں پڑھا جاتا ہے، نہ کھڑے ہونے کی ضرورت ہے، نہ آواز ملانے، نہ زور سے پڑھنے کی یہ تو ایک جلوس اور شو ہے اس سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۸۷ھ۔

ہاتھ باندھ کر صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال [۸۴۶]: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر کھڑے ہوکر ہاتھ باندھ کر صلوۃ و سلام پڑھنے کو زید قطعاً حرام کہتا ہے، زید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بعض حضراتِ اکابر نے اس موقع پر نماز کی طرح ہاتھ باندھنے کو منع فرمایا ہے مگر دوسرے بعض اکابر نے اس کو آداب میں شمار کیا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: " و در وقتِ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و وقوف درآں جناب باعظمت دست راست بر دست چپ نہند، چنانچہ در حالتِ نماز کند، کرمانی که از علمائے حنفیه است تصریح بایں معنی کرده است". جذب القلوب، ص: ۲۱۷ (۴). لہٰذا اس میں تشدد نہیں چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "آواز سے صلوۃ وسلام پڑھنا")

(۲، ۳) تقدم تخریجه تحت عنوان: "صلوۃ سلام پڑھنے کا طریقہ")

(۴) (جذب القلوب الی دیار المحبوب، ص: ۲۱۷، باب شانزدهم در آداب زیارت الخ، فصل، فیض نافی)

ہر جمعرات کو محفلِ درود اور شیرینی

سوال[۷۸۴۷]: ہر جمعرات کو پابندی سے بعد نماز عشاء محفل درود شریف اعلان کر کے منعقد کرنا اور بغیر کسی جبر کے دو ایک حضرات بخوشی اپنی طرف سے شیرینی تقسیم کر دیں تو اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے اور یہ سب کیسا ہے؟ اگر مناسب ہو تو کوئی اور بہتر طریقہ عمل درود شریف کا تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دن کی پابندی ہر جمعرات، وقت کی پابندی بعد نماز عشاء، تداعی (اعلان) کے ساتھ، محفل منعقد کرنا سلفِ صالحین: صحابہ، تابعین، محدثین، فقہا سے منقول نہیں ہے(۱)۔ اپنی خوشی سے کوئی صاحب اگر شیرینی تقسیم کر دیں گے تو اس سے جبر یہ شیرینی کی قباحت تو ختم ہو جائے گی مگر دوسرے قبائح پھر بھی موجود ہیں۔

درود شریف کے فضائل احادیث سے خوب ثابت ہیں، جمعہ اور شب جمعہ میں کثرت سے درود شریف پڑھنے کی ترغیب بھی ثابت ہے(۲)، مگر اس کے لئے یہ محفلیں منعقد کرنا ثابت نہیں، جو شخص تنہا مسجد میں یا مکان میں جس قدر توفیق ہو درود شریف دل لگا کر اخلاص کے ساتھ یکسوئی کے ساتھ پڑھا کرے، یہ عین سعادت ہے(۳)۔ شیرینی جب دل چاہے جس قدر چاہے بازار سے خرید کر کھالیا کرے، غرباء اور دوستوں کو بھی جس قدر چاہے کھلایا کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۹۱/۲/۲۴ھ۔

---

(۱) اور اس طرح کے غیر منقول کام دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے، کما تقدم تخریجہ تحت عنوان: "اذان کے بعد کچھ کلماتِ نصیحت")

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ"۔)

(۳) "عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "أولی الناس بي یوم القیامة أکثرهم عليّ صلوةً" رواه الترمذي". (مشکوة المصابیح، باب الصلوة علی النبي صلی الله تعالی علیه وسلم و فضلها، ص: ۸۶، قدیمي)

درود تاج

سوال[۸۴۸]: درود تاج کا پڑھنا کیسا ہے، کیونکہ اس میں "دافع البلاء والوباء و القحط و المرض" وغیرہ کے الفاظ ہیں، اس درود کی فضیلت بہت زیادہ لکھی ہے، اس درود کی ترتیب کب اور کس نے کی اور چیچک وغیرہ میں عام طور سے گیارہ دفعہ پڑھ کر دم کرتے ہیں، حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ فتاوی رشیدیہ جلد دوم میں اس درود کو پڑھنا شرک و بدعت قرار دیا ہے، کہاں تک درست ہے؟ عوام کو دفع مرض و وظیفہ کے طور پر پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اس کو پڑھنے سے گناہ ہوتا ہے یا ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابتداء معلوم نہیں کس نے ایجاد کیا ہے، جو فضائل عوام جہال بیان کرتے ہیں وہ محض غلط اور لغو ہیں، احادیث میں جو درود وارد ہیں وہ یقیناً درود تاج سے افضل ہیں (۱)، نیز اس میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لئے اس کو ترک کرنا چاہیے۔ فتاوی رشیدیہ میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، صحیح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک مخصوص من گھڑت درود

سوال[۸۴۹]: ہمارے علاقے میں ایک درود پڑھتے ہیں "صل علی نبینا، صل علی محمد، دم

---

(۱) قال علی القاری بعد بحث: "فأرادوا تعليم الصلوة أيضاً على لسانه بأن ثواب الوارد أفضل وأكمل". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفضلها: ۶/۳، رشيديه)

(۲) "آنچه فضائلِ درود تاج كه بعضِ جهله بيان كنند، غلط است، و قدرِ آن بجز بيانِ شارع عليه السلام معلوم شدن محال، و تاليفِ اين بعد مرورِ صدها سال واقع شد، پس چگونه در اين صيغه را موجبِ ثواب قرار داده شود، وآنچه در احاديث صحاح صيغهائے درود وارد شده، آنرا ترک کردن واين را موعود بثوابِ جزيل پنداشتن و ورد ساختن بدعتِ ضلالت هست، و چون آن كه در آن كلماتِ شركيه مذكور اند انديشهٔ خرابئ عقيدهٔ عوام است، لهذا وردِ آن ممنوع هست، پس تعليم درودِ تاج همانا سمِّ قاتل بعوام سپردن است كه صدها مردم بفسادِ عقيدهٔ شركيه مبتلا شوند، و موجبِ هلاكتِ ايشان گرد، فقط والله تعالىٰ اعلم". (فتاوى رشيديه، كتاب البدعات، ص: ۴۵۷)

بدم پڑھو درود، حضرت بھی ہیں یہاں موجود پڑھو صل علی محمد الخ'' یہ درود کسی حدیث سے ثابت ہے یا من گھڑت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کسی حدیث سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ کہ حضرت بھی یہاں موجود ہیں صحیح نہیں، اس سے توبہ لازم ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

درود لکھی وغیرہ کی تعریف

سوال[۸۵۰]: ''نورنامہ، عہدنامہ، دعائے گنج العرش، درود تاج، درود لکھی'' کی اصلیت کیا ہے؟ ان کی تعریفات درست ہیں یا مبالغہ؟ دوسرے ان کا ثبوت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا لوگوں نے خود تالیف کیا ہے؟ ان کے پڑھنے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کی کوئی سند صحیح ثابت نہیں، جو تعریفیں لکھی ہیں بے اصل ہیں، بجائے ان کے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، درود شریف، کلمہ شریف، استغفار پڑھا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ایک درود شریف

سوال[۸۵۱]: "اللهم صل على سيدنا محمد ما دامت الصلوة، و صل علىٰ سيدنا محمد مادامت الرحمة، و صل علىٰ سيدنا محمد مادامت البركات، و صل على روح محمد فى الأرواح، وصل على صورة محمد فى الصور، و صل على اسم محمد فى الأسماء، و صل على نفس محمد فى الرياض، و صل علىٰ جسد محمد فى الأجساد، و صل على تربة محمد فى القلوب، و صلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد و آله و أصحابه و أزواجه و ذرياته و أهل بيته و أحبابه أجمعين، برحمتك ياأرحم الرحمين".

یہ ایک عہدنامہ میں لکھا ہے اس کی بہت فضیلت لکھی ہے، یہ درود شریف درست ہے یا نہیں، اس کو

---

(۱) کیونکہ یہ قرآن کریم کے صریح نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرکیہ اور باطل عقیدہ ہے۔ كما تقدم تحت عنوان ''صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ'')

پڑھنا کیسا ہے؟ جواب سے واضح طور پر مطلع فرمائیں۔ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

فی نفسہ اس درود شریف کا پڑھنا بھی درست ہے، اس کے اکثر کلمات ''الحزب الأعظم''(۱) میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کئے ہیں، مگر جو فضائلِ کثیرہ عہد نامہ میں درج ہیں وہ قابل وثوق نہیں، افضل درود شریف وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا ہے، جیسے کہ نماز میں پڑھا جاتا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۸۸ھ۔

ایک خاص درود شریف کے فضائل

سوال[۸۵۲]: میں نے ایک کتاب میں ایک درود شریف کے بارے میں دیکھا ہے کہ جس کے چالیس فائدے بتلائے گئے ہیں: پانچ ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور پانچ ہزار گناہ معاف ہونگے اور اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ منافق نہیں ہے اور قیامت کے روز وہ شہداء کے ساتھ اٹھے گا، مال میں ترقی اور اولاد میں برکت ہوگی، روز قیامت حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''فداہ أبی وأمی'' اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔ ''أللھم اجعلنا منھم'' درود شریف یہ ہے: ''صلی اللّٰہ علی النبی الأمی و آلہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم صلوۃً وسلاماً علیك یارسول اللّٰہ''۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ یہ درود شریف حدیث کی کون سی کتاب سے ثابت ہے؟ اور یہ صحیح ہے یا نہیں؟

---

(۱) ''و صلی اللہ علی سیدنا محمد وسلم ، أللھم صل علی جسدہ فی الأجساد، و علی روحہ فی الأرواح، و علی موقفہ فی المواقف، وعلی مشھدہ فی المشاھد، وعلی ذکرہ إذا ذُکر صلوۃً منا علی نبینا الخ''. (الحزب الأعظم للقاری ص: ۱۸۰، نورمحمد کراچی)

اَور بھی اسی قسم کے کئی درود موجود ہیں، تفصیل کے لئے مراجعت کریں۔

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان :''صلی اللہ علیک یا رسول اللہ'')

الجواب حامداًومصلیاً:

آپ کے لکھے ہوئے الفاظ درودشریف مجموعی یکجائی اس ترتیب سے میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھے، جوالفاظ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں ان کوعلماء نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیا ہے اوراس مقصد کے لئے مستقل کتابیں لکھی ہیں،علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''القول البدیع''(۱) اورحضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''زادالسعید''اورحضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ العالی کی ''فضائل درودشریف''میں تفصیل سے الفاظ درودشریف کوجمع کیا گیا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارلعلوم دیوبند،۲۰/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۲۰/۲/۹۰ھ۔

روضہ اقدس ﷺ کے فوٹو پر درودوسلام پڑھنا

سوال[۸۵۳]:میں نے عقیدت کی بناپر حضرت رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ اقدس کے فوٹوکوفریم کر کے رکھ لیا ہے،جب کبھی اس پر نگاہ پڑتی ہے تو بےاختیار درودشریف پڑھنے کوطبیعت چاہتی ہے،لیکن یہ سوچ کرخاموش ہوجاتا ہوں کہ معلوم نہیں یہ میرا فعل شرعاً کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روضہ اقدس کے نقشہ کواحترام کے ساتھ رکھنااوراس کی زیارت کرنے میں مضائقہ نہیں اور درودشریف تو بہت بڑی دولت وسعادت ہے،جس قدر بھی پڑھا جائے نورہی نور ہے،لیکن اس نقشہ کوسامنے رکھ کر ایسا نہ کیا جائے،اندیشہ ہے کہ اس نقشہ میں اصل قبرمبارک ذہن میں نہ بیٹھ جائے،اگرآپ اس سے محفوظ بھی رہے تو جن کو یہ علم ہوگا کہ آپ اس نقشہ کودیکھ کر درودوسلام پڑھا کرتے ہیں ان کے مبتلا ہوجانے کاقوی اندیشہ ہے،بت

(۱) (القول البدیع فی الصلوة علی الحبیب الشفیع للعلامة السخاوی، مشتمل علی مقدمة، و خمس أبواب، كل باب يشتمل علی فصول و فی أوله تعریف الصلوة لغةً و اصطلاحاً مع بحوث طویلة، وفی آخره خاتمة، من مطبع المکتبة العلمیة بالمدینة المنورة)

پرستی کی ابتداء اسی طرح ہوئی تھی۔ آپ اس طرح درود شریف پڑھیں کہ یہ تصور قائم ہو کہ ملائکہ ہمارے اس درود شریف کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش کر دیتے ہیں، یہ حدیث شریف سے ثابت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۸۹ھ۔

نماز کے بعد نقشۂ مسجد نبوی کی طرف رخ کر کے درود شریف پڑھنا

سوال[۸۵۴]: ہر نماز کے بعد کعبہ کے آویزاں نقشے کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں ہے، نہ صحابہ کرام نے اختیار کیا، نہ محدثین نے، نہ فقہائے مجتہدین نے (۲)۔ نماز میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ افضل ہے، نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے جس قدر بھی توفیق ہو بڑے ادب واحترام سے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت اور برکت کی چیز ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا حق ہے، حدیثِ پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۴/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''صلاۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ'')

(۲) ''(البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان، و جعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً''. (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۳) ''عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''من صلى عليّ صلوةً واحدةً، صلى الله عليه عشر صلوات، و حطّت عنه عشر خطيّات، و رفعت له عشر درجات''. رواه النسائی''. (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و فضلها، ص: ۸۶، قديمى)

درودوذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا

سوال[۸۵۵]: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک بار اپنے بعض شاگردوں کو دیکھا کہ ذکر وعبادت کے لئے ایک جگہ مقرر کرکے جمع ہوئے ہیں تو غصہ فرمایا اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ: ''اے لوگو! کیا تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا گمراہی کی طرف دوڑ رہے ہو''؟

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو میں نے اس طرح کا ذکر نہیں دیکھا، پھر تم لوگ یہ نیا طریقہ نکال رہے ہو''۔ اثر یہ ہوا کہ یہ سلسلہ رک گیا، کیا آپ کے اس ارشاد کو فتوی کی شکل دی جاسکتی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو تحریر فرمائیں کہ درود شریف کا اجتماعی شکل میں دن مقرر کرکے پڑھا جانا اس تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بھی غیر ثابت تاریخ، دن، ہفتہ، عدد وغیرہ کی تعیین اپنی طرف سے لازم کردینا اور اس کو حکم شرعی قرار دینا اسی زد میں آجائے گا، درود شریف کی کثرت جمعہ کے دن اور شب جمعہ میں ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

---

(۱) "عن أوس بن أوس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم: "إن من أفضل أیامکم یوم الجمعة، فیه خلق آدم، وفیه النفخة، وفیه الصعقة، فأکثِروا عليّ من الصلوة فیه، فإن صلوتکم معروضة عليّ". الحدیث.

"وعن أبی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم: "أکثروا الصلوة عليّ یوم الجمعة، فإنه مشهود تشهده الملائکة، و إن أحداً لن یصلی عليّ إلاعرضت عليّ صلوته حتی یفرغ منها"............ الحدیث. (رواهما ابن ماجة فی الجنائز، باب ذکر و فاته و دفنه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۱۱۸، قدیمی)

جمعہ کے دن بعد عصر درود شریف کی تعین وترغیب

سوال[۸۵٦]: نماز جمعہ کے بعد جہراً درود شریف پڑھنا اور دیگر محلوں میں بھی ایسا کیا ہے، اجتماعی ہیئت کے ساتھ جہراً درود شریف، تسبیح وتہلیل اور تکبیر کے متعلق "المنهاج الواضح" یعنی راہ سنت، ص:۱۱٦ سے لے کر ص:۱۲۳ میں جو فیصلہ مذکور ہے، اس بارے میں ایک دیوبندی شخص جو عقائد وعمل کے لحاظ سے اہل سنت کے مسلک پر ہیں وہ فاضل دیوبند بھی ہیں، مجھے شامی کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ جمعہ کے بعد درود شریف جہراً واجتماعاً بدعت نہیں، چونکہ وہ مولوی صاحب مسافری کی حالت میں میرے یہاں آئے تھے اس لئے کتاب نہ ملنے کی وجہ سے نہ دکھلا سکے، کیا واقعۃً ایسا ہی ہے؟ پھر اعتراضاً کہتے ہیں کہ سہارنپور مظاہر علوم میں عصر کے بعد حضرت ناظم صاحب جو ختم پڑھتے ہیں وہ بھی تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کی تعین ہے، پھر یہ بدعت کیوں نہیں ہے؟ نیز ماضی قریب کے بزرگوں کا اور فی الحال ان کے خلفاء کا عمل ہے کہ اپنے مریدین کو مسجد میں جمع کر کے ذکر اللہ اور وہ بھی ذکر جلی کرنے کا موقع دیتے ہیں بلکہ ترغیب دیتے ہیں اور تلقین بھی، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف سراً وجہراً دونوں طرح درست وثواب، باعث ترقی درجات اور موجب قرب ہے(۱) جمعہ کے روز خصوصیت سے اسکی تاکید ہے(۲) لیکن اجتماعی حیثیت سے جہراً پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانچوں وقت مسجد میں جمع ہوتے تھے، اوقاتِ نماز کے علاوہ بھی بکثرت حضرو سفر میں جمع ہونے کا موقع ملتا تھا مگر کہیں ثابت نہیں کہ اجتماعاً جہراً پڑھنے کا معمول رہا ہو(۳)، انفراداً بھی جہراً پڑھنے میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ کسی کو تشویش نہ ہو، مثلاً: وہاں کوئی نماز میں مشغول نہ ہو یا نائم نہ ہو، نیز جہراً پڑھنے سے دوسری کوئی غرض مطلوب نہ ہو، مثلاً: کسی بڑے کی آمد پر زور سے درود شریف پڑھنے سے اس کی آمد کی اطلاع مقصود ہو یا تاجر اپنا مال خریدار کو دکھا کر زور سے درود شریف پڑھے تاکہ خریدار خریدنے پر آمادہ

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ")

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "درود وذکر کے لئے دن، عدد متعین کرنا")

(۳) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "اذان کے بعد کچھ کلمات نصیحت")

ہوجائے (۱)، اس قسم کی لغو چیزوں کی نیت نہ ہو اور ریا وسمعہ بھی مقصود نہ ہو، فسادنیت سے بڑی سے بڑی عبادتیں قابل قبول نہیں رہتی ہے (۲)۔خطبہ جمعہ میں آیت درود شریف سنکر سب کا جہراً درود شریف پڑھنا منع ہے (۳)، دل میں ہرایک کو پڑھنا چاہیے، واعظ ومقرر اثناء تقریر میں جب کہے: ''صلوا علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم'' تو اس وقت بھی سب کا جہراً درود شریف پڑھنا منع ہے، ردالمحتار، ج:۵ میں متعدد مقامات پر اس کے جزئیات موجود ہیں۔

اوقاتِ خاصہ میں مقدارِ معینہ آیات واذکار کا اگر کہیں معمول کیا ہے، تو وہ عمل مشائخ ہے جو کہ حجتِ شرعیہ نہیں ہے، اسکا اتباع لازم نہیں ہے، البتہ چونکہ وہ مشائخ بھی متبع شریعت ہیں اس لئے ان کے ایسے عمل کی توجیہ کی جائے گی تاکہ وہ خلاف شرع ہوکر بدعت کی حدود میں داخل نہ ہوجائے۔توجیہ یہ ہے کہ کسی وقت یا مقدار کی تعیین کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام نے، مثلاً: اوقات نماز کی تعیین فرمائی اور رکعات نماز کی مقدار متعین فرمادی، یہ تعیین تو امر تعبدی ہے جو بذریعہ وحی ہے، ایسی تعیین کرنے کا ازخود کسی کو حق نہیں بلکہ ایسی تعیین کے لئے امر شارع ہونا ضروری ہے (۴)، جو شخص ایسی (اعتقادی وعملی) تعیین اپنی

---

(۱) "و یمکن أن تکون الصلوة حراماً کما صرحوا به في الحظر والإباحة في مسئلة ما إذا فتح التاجر متاعه و صلی، و کذا في الفقاعی". (البحر الرائق، آخر باب صفة الصلوة: ۱/۵۷۳، رشیدیه)

(۲) " من سمّع سمّع الله به، و من یرآئی یرآء الله به" . (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الریآء والسمعة: ۲/۹۶۲، قدیمی)

(وابن ماجه، ص: ۳۱۰، باب الریاء والسمعة، أبواب الزهد، قدیمی)

(۳) "وإن صلی الخطیب علی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ...... فیصلی المستمع سراً بنفسه، وینصت بلسانه عملاً......... والبعید عن الخطیب والقریب سیان في افتراض الإنصات". (الدر المختار، قبیل باب الإمامة: ۱/۵۴۵، سعید)

(۴) "عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ : "أمنی جبرئیل علیه السلام مرتین عند باب البیت، فصلی بی الظهر حین مالت الشمس". الحدیث (الطحاوی: ۱/۱۰۱، کتاب الصلوة، باب مواقیت الصلوة، سعید)

عن سلیمان بن بریدة عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنه قال: جاء رجل إلی النبی ﷺ فسأله عن =

طرف سے کرے وہ قابل قبول نہیں بلکہ قابل رد ہے: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد“ متفق علیه(۱)۔

تعیین کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر مریض کے لئے دوا یا غذا کی معین مقدار وقت مخصوص میں تجویز کرتا ہے، یہ امر تعبدی نہیں ہے بلکہ معالج کے تجربہ پر ہے، اگر کوئی شخص اس کا اتباع نہ کرے تو وہ عند اللہ گنہگار نہیں ہے، اس کی ہدایت پر عمل کرے گا تو انشاء اللہ صحت مند ہو کر نفع پائے گا۔ اسی قبیل سے ہے ذکر کی خاص مقدار خاص ہیئت وضرب کیساتھ، اسی وجہ سے تفاوتِ احوال کے تحت اس میں تفاوت بھی ہوتا رہتا ہے، بعض دفعہ اس جہر اور ضرب کو بالکل ترک کر دیا جاتا ہے، مخصوص ختمات کا حال بھی ایسا ہی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند۔

= وقت الصلوة فقال: صل معنا هذين اليومين، فلما زالت الشمس أمر بلالاً، فأذن ثم أمره فأقام الظهر، ثم أمره فأقام العصر والشمس مرتفعة بيضاء نقية “ الحديث . (سنن ابن ماجه ، ص: ۴۹، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة، مير محمد كراچی)

(ومشكوة المصابيح، ص: ۵۹، باب مواقيت الصلوة ، قديمی)

”عن ابن عمر رضی الله عنهما أنه قال: صليت مع رسول الله ﷺ أربعاً ليس بعدها شیء، و صلى المغرب ثلثاً و بعدها ركعتين، وقال: ”هی وتر النهار“ .... و صلى العشاء أربعاً“. الحديث . (الطحاوی : ۱/۲۸۵، كتاب الصلوة ، باب صلوة المسافر ، سعيد)

(ومشكوة المصابيح، ص:۱۱۸، صلوة المسافر ، قديمی)

(وسنن الترمذی : ۱/۱۲۳، أبواب الصلوة فی السفر ، باب ما جاء فی التطوع فی السفر ، سعيد)

(۱)(مشكوة المصابيح ، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسنة ص:۲۷،قديمی)

(۲) ”قرأ كثير من المشايخ والعلماء والثقات صحيح البخاری لحصول المرادات، وكفاية الهمات، وقضاء الحاجات، ورفع البليات، وكشف الكربات، وصحة الأمراض، وشفاء المريض عندالمضائق والشدائد، فحصل مرادهم، وفازوا لمقاصدهم، ووجدوه كالترياق مجرباً، وقد بلغ هذاالمعنى عند علماء الحديث مرتبة الشهرة والاستفاضة اهـ“. (مقدمة لامع الدراری شرح صحيح البخاری، الفصل الثانی فی الكتاب، وفيه أيضاً فوائد الفائدة الثانية: ۱/۲۳، المكتبة اليحيوية، مظاهر علوم)

اسم مبارک پڑھ کر یا سن کر درود شریف پڑھنا اور اسکی قضا

سوال[۸۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان اسلام، مسائل مندرجہ ذیل میں، اللہ تبارک و تعالی آپ حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔آمین

۱......حضور اقدس جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام نامی و اسم گرامی سن کر درود پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ یہ تحریر فرما دیجئے کہ درود شریف نام نامی سن کر کس عمر سے واجب ہوتا ہے یعنی ایام بلوغت سے واجب ہوتا ہے یا دس گیارہ سال کے بچے پر بھی واجب ہوتا ہے؟ براہ کرم اس مسئلہ کو اچھی طرح کھول کر بیان فرمائیں۔

۲......دوسری گذارش یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر تو درود شریف پڑھنا واجب ہوتا ہے اور اگر خود حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اسم گرامی لے یا کلمہ طیبہ پڑھے یا کتاب میں بار بار نام نامی پڑھے یا حدیث شریف میں بار بار نام میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا آئے تو ایسی حالت میں درود پڑھنا کیسا ہے؟

۳......تیسری گذارش یہ ہے کہ ایک ہی جگہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے سو مرتبہ درود پڑھنا واجب ہوتا ہے؟

۴......چوتھی گذارش اگر کسی آدمی نے چالیس سال کی عمر تک نام نامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سن کر درود نہ پڑھا ہو تو یہ گناہ اس کا توبہ سے معاف ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اگر یہ گناہ توبہ سے معاف نہیں ہوگا تو اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ جس سے اس کی نجات ہو۔

۵......پانچویں گذارش یہ ہے کہ اگر ایسے آدمی نے قضاء کی نیت سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا تو وہ شخص جب کہ ایک مجلس میں نام نامی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سو مرتبہ پڑھ چکا ہے یا سن چکا ہے تو اس پر کتنی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہوا یعنی سو مرتبہ نام مبارک سن کر یا پڑھ کر کتنی مرتبہ درود شریف پڑھے جو اس کے سر سے واجب اتر جائے؟ مؤدبانہ گذارش ہے کہ مسئلہ ہذا کی پانچوں گذارشوں کا جواب صاف اور مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمائیے۔

احقر محمد حشمت علی، شریف نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......بلوغ کے وقت سے واجب ہوتا ہے(۱)۔

۲......ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے(۲)۔

۳......ایک دفعہ(۳)۔

۴......اس میں توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی قضاء کرے یعنی اتنی کثرت سے درود شریف پڑھے کہ دل گواہی دینے لگے کہ اب میرے ذمہ وجوب نہیں رہا، اس سے واجب پورا ہوجائے گا، زبانی توبہ کافی نہیں ہے۔

۵......ایک دفعہ کافی ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ رمضان المبارک/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد۔

اسم مبارک سن کر درود شریف

سوال[۸۵۸]: زید کہتا ہے کہ خطبہ کے علاوہ جب یہ آیت: ﴿إن اللّٰه وملائكته يصلون على النبي﴾ الخ (۵) پڑھی جاوے تو درود شریف پڑھنا زبان سے واجب ہے۔ عمر کہتا ہے کہ نہیں ایسے صیغے امر کے قرآن

---

(۱) "وأما صحة عبادة الصبي كصلوته و صومه .... فهي عقلية من باب ربط الأحكام بالأسباب، ولذا لم يكن مخاطباً بها، بل ليعتادها فلا يتركها بعد بلوغه". (رد المحتار، مقدمه: ۱/۳۸، سعيد)

(۲) "إن الصلوة تكون فرضاً و واجباً وسنةً و مستحبةً .... والأول في العمر مرةً والثاني كلما ذكر على الصحيح، والثالث في الصلوة، والرابع في جميع أوقات الإمكان". (البحر الرائق، باب صفة الصلوة: ۱/۵۷۳، رشيديه)

(۳) (البحر الرائق المرجع السابق)

(۴) (البحر الرائق المرجع السابق)

(و كذا في رد المحتار على الدر المختار، باب صفة الصلوة، مطلب: نص العلماء على استحباب الصلوة الخ: ۱/۵۱۸، سعيد)

(۵) (الأحزاب: ۵۶)

شریف میں بہت ہیں ﴿وارکعو مع الراکعین﴾ (۱) ﴿آتو الزکاۃ﴾ (۲) وغیرہ ان سے یہ مراد نہیں کہ جب یہ آیتیں پڑھی جاویں جب ہی رکوع یا زکوۃ واجب ہوتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب وقت آوے، اسی طرح جب حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام آئے جب درود واجب ہوتا ہے، صرف آیت کے پڑھنے سے درود شریف واجب نہیں ہوتا۔ پس شریعت کا کیا حکم ہے اور کس کا قول معتبر ہے؟ بینوا توجروا۔ بندہ منظور احمد عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صیغۂ امر کی وجہ سے عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے بالاتفاق (۳) اور جب اس آیت کو سنے یا کسی اور طرح اسم مبارک کو سنے تو اس وقت واجب ہے (۴) کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھنے پر احادیث میں وعید آئی ہے (۵)، اسی کو امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے (۶) اور امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ایک مجلس میں متعدد مرتبہ ذکر آئے تو ہر مرتبہ واجب

(۱، ۲) (البقرۃ: ۴۳، بتقدیم و تاخیر)

(۳) "و ھی (أی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) فرض عملاً بالأمر ...... مرۃً واحدۃً إتفاقاً فی العمر". (الدر المختار) وفی رد المحتار: "أی قلنا بفرضیتھا لأجل العمل بالأمر القطعی الثبوت والدلالۃ الخ". (باب صفۃ الصلوۃ، آداب الصلوۃ، قبیل مطلب لا یجب علیہ أن یصلی الخ: ۱/۵۱۵، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، آخر باب صفۃ الصلوۃ: ۱/۵۷۳، رشیدیہ)

(۴) "لکن صح فی الکافی وجوب الصلوۃ مرۃ فی کل مجلس .... و ھو کمن سمع اسمہ علیہ الصلوۃ و السلام مراراً، لم تلزمہ الصلوۃ إلا مرۃً فی الصحیح" (رد المحتار: ۱/۵۱۶، باب صفۃ الصلوۃ، مطلب فی وجوب الصلوۃ علیہ کلما ذکر علیہ الصلوۃ والسلام، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق المرجع السابق)

(۵) "عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: "من نسی الصلوۃ علیّ، خطیء طریق الجنۃ". (ابن ماجۃ، کتاب إقامۃ الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ص: ۶۴)

(۶) "والمختار عند الطحاوی تکرارہ: أی الوجوب کلما ذکر و لو اتحد المجلس فی الأصح". (رد المحتار: ۱/۵۱۶، باب صفۃ الصلوۃ، مطلب فی وجوب الصلوۃ علیہ کلما ذکر الخ، سعید)

نہیں ہے، کذافی در مختار (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۶۴ھ۔

لفظ نبی کریم اوراس پر درود

سوال[۸۵۹]: اگر کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی نہ لے، صرف ''نبی کریم'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے تو سننے والے کو درود پڑھنا چاہیے یا نہیں اور اس طرح کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کہنا بھی صحیح ہے اور سننے والے کو درود شریف بھی پڑھنا چاہیے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

درود میں لفظ ''سیدنا''

سوال[۸۶۰]: درود پاک ''اللهم صل علی سیدنا إبراهيم'' پڑھنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے نماز کے درود میں سیدنا ابراہیم وسیدنا محمد پڑھ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اور وہ شخص جس نے یہ بتلایا ہے اس کا ایمان کیسا ہے؟ اور جس نے اس لفظ ''سیدنا'' کو برا کہا اس شخص کا ایمان کیسا ہے، ان دونوں میں کون شخص مسلمان رہا اور کون کافر ہوگیا؟

---

(۱) '' و هي (أي الصلوة) فرض مرةً واحدةً اتفاقاً في العمر، و اختلف في وجوبها كلما ذكر صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، والمختار عند الطحاوي تكراره: أي الوجوب كلما ذكر و لو اتحد المجلس في الأصح، لا لأن الأمر يقتضي التكرار، بل لأنه تعلق وجوبها بسبب متكرر، و هو الذكر ، فيتكرر لتكرره، و تصير ديناً بالترك فتقضى؛ لأنها حق عبد كالتشميت، بخلاف ذكره تعالىٰ، والمذهب استحبابه: أي التكرار، و عليه الفتوىٰ'' اهـ (الدر المختار، باب صفة الصلوة ، آداب الصلوة : ۱/۵۱۴-۵۱۷، سعيد)

(۲) (تقدم تخريجه من رد المحتار ، والبحر الرائق تحت عنوان: ''اسم مبارک سنکر یا پڑھ کر درود شریف پڑھنا اور اس کی قضاء'')

الجواب حامداً ومصلياً:

درود پاک میں سیدنا کہنا مستحب ہے(۱)۔ درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذکر کرنا چاہیے مگر اس طرح کہ پہلے سید الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا، اس کے باوجود ایسی بات کی وجہ سے کافر نہیں کہنا چاہیے کہ یہ بالکل آخری حد ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

درود میں آل کا مصداق

سوال[۸۶۱]: آل محمد ﷺ جو کہ درود شریف میں پڑھا جاتا ہے اس سے کون مراد ہیں؟ جواب کتب معتبرہ اہل سنت سے عنایت فرمائیں۔ احقر سید محمد ابراہیم عفا اللہ عنہ

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں تین قول ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد تمام امت ہے۔

دوسرا: یہ کہ اس سے مراد بنو ہاشم و بنو المطلب ہیں۔

تیسرا: یہ کہ اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذریت اور آپ کے اہل بیت ہیں:

"واختلف العلماء فی آل النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم علی أقوال أظهر ها وهو اختيار الأزهری وغيره من المحققين أنهم جميع الأمة، و الثانی: بنو هاشم و بنو المطلب، و الثالث: أهل

---

(۱) "و ندب السيادة ؛ لأن زيادة الإخبار بالواقع عين سلوک الأدب ، فهو أفضل من تر که .... و خص إبراهيم لسلامه علينا أو لأنه سمانا مسلمين اهـ". (رد المحتار ، باب صفة الصلوة : ۱/۵۱۳-۵۱۴، سعید)

(۲) کفر کا حکم اس وقت لگایا جا سکتا ہے، جب کہ کوئی قطعیاتِ دین اور ضروریات دین کا انکار کرے۔

"فهو كافر ، لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة". (رد المحتار ، كتاب النكاح: ۴/۴۶، سعید)

بیت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و ذریتہ. اللہ اعلم". نووی شرح صحیح مسلم : ۱/۱۷۵(۱)و کذا أشعة اللمعات: ۱/ ٤٣٥ (۲) ودستور العلماء: ۱/۸(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ذیقعدہ/۵۴ھ۔

صلوۃ وسلام کسی بھی نبی پر

سوال[۸۶۲] : اگر کسی اَور نبی کے نام پر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کہے تو جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جائز ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ واعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، گنگوہی۔

درود شریف دوبارہ پڑھنا مکروہ نہیں

سوال[۸۶۳] : فضائل درود شریف میں ہے کہ سات اوقات میں درود شریف پڑھنا مکروہ ہے، اس میں ایک یہ ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کے درمیان اگر حضور پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام پاک آ جائے تو درمیان میں درود شریف نہ پڑھے، جناب والا میری یہ عادت ہے کہ ایک آیت قرآن پڑھ کر درور شریف پڑھتا

---

(۱) (النووی علی مسلم کتاب الصلوة ، باب الصلوة علی النبی ﷺ بعد التشهد : ۱/۱۷۵، قدیمی)

(۲) (أشعة اللمعات (فارسی) : ۱/٤۰٦، کتاب الصلوة ، باب الصلوة علی النبی ﷺ و فضلها ،الفصل الأول، مکتبه نوریه رضویه سکهر)

(۳) "واختلف فی آل النبی صلی الله تعالی علیه وسلم : فقال بعضهم : آل هاشم والمطلب، و عند البعض أولاد سیدة النسآء فاطمة الزهرآء رضی الله تعالیٰ عنها کمارواه النووی رحمه الله تعالیٰ ، و روی الطبرانی بسند ضعیف أن آل محمد کل تقی، واختاره جلال العلماء فی "شرح هیاکل النور" و فی مناقب آل النبی صلی الله تعالی علیه وسلم و هم بنو فاطمة رضی الله تعالیٰ عنها کتب ودفاتر". (دستور العلماء لأحمد نگری ، باب الألف مع الألف : ۱/۸، مؤسسة العلمی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق ، باب صفة الصلوة ، ذکر سننها : ۱/۵۷۳، رشیدیه)

ہوں اس کے بعد ترجمہ پڑھتا ہوں، اس کے بعد پھر درود شریف پڑھتا ہوں یہ مکروہ تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا یہ طریقہ مکروہ نہیں ہے جو موقعہ درود شریف پڑھنے کا نہیں جیسے نماز میں بحالت قیام ورکوع وسجود اور جیسے قرآن کریم کی تلاوت کے درمیان نام مبارک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آنے پر وغیرہ وغیرہ۔ کتب فقہ شامی (۱)، طحطاوی (۲)، فتاوی عالمگیری (۳)، وغیرہ میں وہ مواقع مذکور ہیں اس موقع پر احتیاط کی جائے اور جس موقع پر پڑھنا مسنون مستحب ہے اس موقع پر پڑھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۵/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۷/۵/۹۴ھ۔

گنبد خضراء کو دیکھتے ہی صلوۃ وسلام

سوال [۸۶۴]: ''بہار شریعت'' مصنفہ مولوی امجد علی رضوی بریلوی کے حصہ ششم، ص: ۱۷۱ میں

---

(۱) "تكره الصلوة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم في سبعة مواطن :...... الجماع، و حاجة الإنسان، و شهرة المبيع، والعثر، والتعجب، والذبح، والعطاس الخ .... و لو قرأ القرآن فمر على إسم نبي، فقراءة القرآن على تأليفه و نظمه أفضل". (رد المحتار ، باب صفة الصلوة ، آداب الصلوة : ۱/۵۱۸، ۵۱۹ ، سعيد)

(۲) "(قوله : و حراماً عند فتح التاجر متاعه)؛ لأنه لم يقصد الصلوة ، و إنما أراد الترويج، والظاهر عدم وجوب الصلوة بالسماع منه إلحاقاً له بسلام السائل ، فإنه لايجب رده لقصده به السؤال ، (وقوله : و نحوه) كالفقاعي الذي يبيع الفقاع و هو نبيذ الشعير ، و نحوه من كل مطرب و هو أولى بالحرمة مما قبله، والظاهر أنه يلحق بالتاجر نحو باسم الله للدعاء إلى الطعام .... الخ". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ، باب صفة الصلوة ، فصل الشروع في الصلوة : ۱/۲۲۸ ، دار المعرفة بيروت)

(۳) "من جاء إلى تاجر يشتري منه ثوباً، فلما فتح التاجر الثوب سبح الله تعالىٰ و صلى على النبي صلى الله عليه وسلم، أراد به إعلام المشتري جودة ثوبه، فذلك مكروه، هكذا في المحيط .... و إن سبح الفقاعي، أو صلى على النبي صلى الله عليه وسلم عند فتح فقاعه على قصد ترويجه و تحسينه ...... أثم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية ، الباب الرابع في الصلوة والتسبيح الخ : ۵/۳۱۵، رشيديه)

ہے: ''شہر مدینہ منورہ میں خواہ شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد خضرا پر نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلوۃ و سلام عرض کرو''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں، ہاں درود میں زیادتی مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۵/۴/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے:

سعید احمد غفرلہ خادم دارالافتاء، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ ربیع الثانی ۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/ ربیع الثانی ۵۵ھ

عشاء کے بعد روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال[۸۶۵]: بعد نماز عشاء روضہ اقدس کے پاس درود شریف پڑھنا سلام پڑھنا ممنوع ہے، ایسا کیوں ہے؟ کیا بعد نماز عشاء حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرماتے ہیں اور صلوۃ وسلام سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے، یہ بات کہاں تک قرآن وحدیث سے تعلق رکھتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلوۃ وسلام روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہر وقت درست اور موجبِ قرب وسعادت ہے، یہ کسی وقت ممنوع نہیں، عشاء کے بعد ممنوع کہنا بے دلیل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ

سوال[۸۶۶]: مکہ مسجد حیدرآباد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے، اس طغریٰ کے سلسلہ میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔ طغریٰ یہ ہے:

(۱) "و صح (أی فی الصلوۃ) زیادۃ "فی العالمین" (الدر المختار، باب صفۃ الصلوۃ، آداب الصلوۃ: ۱/۵۱۲، سعید)

ألله

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

لا إلہ إلا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ. اللّٰہم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰلِ محمد وبارک وسلم، أعلیٰ سیدنا غوثنا أعظم محمد محی الدین عبدالقادر رحمہ اللّٰہ تعالیٰ یاشیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ.

درود کی عبارات میں نبی پاک کے بعد غوث پاک کا نام لکھنا

سوال[۸۶۷]: ۱......درود شریف کے بعد زیرِ نظر طغریٰ میں ''اعلیٰ سیدنا غوثنا غوث اعظم'' کا جو اضافہ کیا گیا ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۲......اس کتبہ کے درود میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کو بغیر القاب وآداب کے لکھا گیا ہے اور حضرت جیلانی کے نام مبارک کو ''سیدنا، الاعظم'' کے القاب سے ملقب کیا گیا ہے، ایک ہی کلمہ میں اس طرح کی تحریر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سوءِ ادبی مقصود نہ ہوگی؟ فقط۔

نعمت اللہ جنگ لائن، عابد روڈ، حیدرآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......حضرت سید العالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر صلوٰۃ وسلام کے تابع قرار دے کر آل واصحاب، اہلِ بیت، ذریت، ازواج، اتباع پر بھی ہوجائے تو درست ہے(۱) مگر مخصوص طور پر کسی معین شخص

---

(۱) "ولا یصلی علی غیر الأنبیاء ولا غیر الملائکة إلا بطریق التبع". (الدر المختار). وفی ردالمحتار: "لأن فی الصلوٰة من التعظیم ما لیس فی غیرها اهـ.......... ولا یلیق ذلک بمن یتصور منه جطایا والذنوب إلا تبعاً بأن یقول: أللهم صلی علی محمد وآله وصحبه وسلم. واختلف هل تکره تحریماً أو تنزیهاً أوخلاف الأولی؟ وصحح النووی فی "الأذکار" الثانی، لکن فی خطبة شرح الأشباه للبیری: من صلی علی غیرهم أثم وکره، وهو الصحیح .... وأما السلام .... فلا یستعمل فی الغائب ولا یُفرد به غیر الأنبیآء، فلا یقال: علیٌّ السلام، وسواء فی هذا الأحیاء والأموات، إلا فی الحاضر .... والظاهر أن العلة فی منع السلام ما قاله النووی فی علة منع الصلاة أن ذلک شعار أهل البدع". (مسائل =

کو ذکر کرنا خواہ وہ خلفائے راشدین یا بعد کے اولیاء اللہ میں سے کوئی ہوموہم ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پایہ ہیں (۱)، اس لئے ایسے ایہام سے بچنا چاہیے، خاص کر حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ کے متعلق عوام کے خیالات حد سے متجاوز ہیں، اسی کا یہ اثر بھی ہے۔

۲...... یہ صورت بھی محلِ اعتراض اور موہم ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲۴ھ۔



= شتی من کتاب الخنثی: ۶/۷۵۳، سعید)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الصلوٰة ، باب الصلوٰة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلها: ۳/۱۰، حدیث رقم: ۹۲۰، رشیدیہ)

(۱) چونکہ قرآن کی عمومات اور ذخیرۂ احادیث سے، نیز مفسرین اور محدثین کے اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات بلکہ افضل الأنبیاء ہیں اور آنحضرت ﷺ کو کلی فضیلت حاصل ہے، اس بناء پر کسی کو مرتبہ ومقام میں آنحضرت ﷺ کا ہم پلہ سمجھنا بے راہ روی اور اصولِ دین سے کھلی چھوٹ ہے۔

"أبو هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی علیه وسلم : " أنا سید وُلد آدم یوم القیامة، وأول من ینشق عنه القبر، وأول شافع، وأول مشفّع". (الصحیح لمسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیه وسلم : ۲/۲۴۵، قدیمی)

قال النووی رحمه اللہ تعالیٰ تحته: " وهذاالحدیث دلیلٌ لتفضیله صلی اللہ علیه وسلم علی الخلق کلهم؛ لأن مذهب أهل السنة أن الآدمیین أفضل من الملائکة، وهو صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أفضل الآدمیین بهذا الحدیث، وغیرهم". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم : ۲/۲۴۵، قدیمی)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامه علیه، الفصل الأول: ۱۰/۷، حدیث رقم: ۵۷۴۱، رشیدیه)

فرائض اور عیدین کے بعد مصافحہ کا بیان

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے یا ایک ہاتھ سے؟

سوال[۸۶۸]: مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے تو کس طرح، حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہاتھ کی کفِ دست دوسرے ہاتھ کی کفِ دست سے ملے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ جب ہر ہاتھ کو الگ الگ ملائے، لیکن مروجہ طریقہ کہ فریقین میں سے ہر ایک کی ایک ہاتھ کی دوسرے ہاتھ سے ہتھیلی ملے اور دوسرے ہاتھ کی کفِ دست اوپر کی جانب رہے، یہی رائج ہے یعنی دونوں کی دائیں ہاتھ کی کف دست تو ملتی ہیں اور دونوں کے بائیں ہاتھ کی کف دست دوسرے ہاتھ کے ظہر پر ہوتی ہے، اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟

سید نجم الحسن رضوی، خیر آباد، ضلع سیتاپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

بخاری شریف میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مذکور ہے: "وکان کفی بین کفیہ" الخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ ایک صحابی کا ایک ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں تھا، اس صورت میں کف دست کا کف دست سے ملنا بالکل واضح ہے، البتہ دوسرا ہاتھ پشت دست پر ہوگا اور صحابی نے اپنے دوسرے ہاتھ کا ذکر نہیں کیا، ظاہر یہ کہ انکا دوسرا ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داہنے ہاتھ کی پشت پر تھا جیسا کہ آج کل علماء متبعین کا عمل ہے، بخاری شریف میں: باب الأخذ بالیدین (۲) موجود ہے:

"ثم التصافح بالیدین حدیث مرفوع أیضاً کمافی الأدب المفرد، وأرادالمدرسون أن

---

(۱) "ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: علمنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کفی بین کفیہ التشھدَّ کمایعلمنی السورة من القرآن"...... الحدیث". (صحیح البخاری، کتاب الإستیذان، باب الأخذ بالیدین: ۹۲۶/۲، قدیمی)

(۲) اس باب میں امام بخاریؒ نے حماد بن زید اور ابن مبارکؒ کا عمل بھی بطور استدلال ذکر کیا ہے، فرمایا: "باب الأخذ بالیدین وصافح حمادبن زید و ابن المبارک بیدیه". (کتاب الإستیذان: ۹۲۶/۲، قدیمی)

يستدلوا عليه من حديث ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه هذا، فقالوا: أما كون التصافح فيه باليدين من جهة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فالحديث نص فيه، و أما كونه كذلك من جهة ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه ، فالراوى إن اكتفى بذكر يده الواحدة إلا أن المرجوّ منه أنه لم يكن ليصافحه بيده الواحدة و النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قدصافحه بيديه الكريمتين، فإنه يستعبد من مثله أن لايبسط يديه و قدبسط محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يديه غير أن الراوى لم يذكره لعدم كون غرضه متعلقاً بذلك، ولاريب أن الرواة يختلفون فى التعبيرات الخ". فيض البارى: ٤/١١٤(١)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی غفرلہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

مصافحہ بعد نماز

سوال[۸۶۹] : بعد نماز جمعہ، نماز عیدین، بعد نماز صبح، مسجد میں جو مصافحہ کیا جاتا ہے، اس کا حنفیہ مسلک میں کیا حکم ہے اور نہ کرنے والوں پر کیا گناہ ہوتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

مصافحہ کے لئے شریعت نے ابتدائے ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے(۲)، کسی نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کرنا شرعاً بے دلیل ہے غلط ہے، بدعتِ مکروہہ ہے، طریقۂ روافض ہے۔حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، وغیرہ سب

---

(۱) (فيض البارى، كتاب الإستيذان ، باب المصافحة : ۴/۱۱۴ ، خضرراه بکڈپو دیوبند)

(۲) "عن البرآء بن عازب رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "مامن مسلمين يلتقيان فيصافحان إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا". هذا حديث حسن غريب من حديث أبى إسحاق عن البرآء". (جامع الترمذى ، أبواب الإستيذان، باب ماجاء فى المصافحة : ۱۰۲/۲ ، سعيد)

"عن رجل من حمزة أنه قال لأبى ذر رضى الله تعالىٰ عنه ...... فى حديث طويل ...... فيه: هل كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصافحكم إذالقيتموه ؟ قال: مالقيته قط إلاصافحنى". (سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب فى المصافحة : ۳۶۱/۲، امداديه ملتان)

سے علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں ایسا ہی نقل کیا ہے:

"و نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط أنه تکره المصافحة بعدأداء الصلوة لکل حال؛ لأن الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهمْ ماصافحو بعدأداء الصلوة، ولأ نهامن سنن الروافض۔ ثم نقل عن ابن حجرمن الشافعية أنهابدعة مکروهة لاأصل لهافی الشرع، و أنه ینبه فاعلها أولاً و یعزرثانیاً۔ ثم قال: و قال بن الحاج من المالکیه فی المدخل: إنها من البدع، و موضع المصافحة فی الشرع إنماهو عندلقآء المسلم لأخیه، لافی أدبار الصلوة، فحیثِ وضعهاالشرع یضعها، فینهی عن ذلك، یزجرفاعله لما أتی به من خلاف السنة". (ردالمحتار: ۲٤٤/٥)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مصافحہ بعد العیدین

سوال[۸۷۰]: مخدومی جناب مفتی صاحب، دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ۔

یہاں گذشتہ سال ایک اشتہار اور امسال ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس میں بعد عیدین مصافحہ و معانقہ کا مسنون ہونا ظاہر کیا گیا ہے، اس کے جواب میں ایک صاحب نے "ردّتحفہ" کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے جو جناب کی خدمت میں ارسال ہے، جناب اس کو ملاحظہ فرما کر اصلاح فرمادیں اور اس سلسلہ میں اگر مزید اقوال علماء وکتب معتبرہ سے معلوم ہوسکیں ان کو مع نشان صفحہ وجلد تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔ فقط والسلام۔

احقر عبدالعزیز حسن منزل الہ آباد۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

علامہ شامی نے کتاب الجنائز میں بھی اس مصافحہ کو رد کیا ہے:

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیره: ۳۸۱/٦، سعید)

(و کذافی باب الجنائز من ردالمحتار: ۲۳۵/۲، سعید)

(و للعلامة اللکنویؒ فی هذه المسئلة بحث طویل فی السعایة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرآءة: ۲٦٥/۲، سهیل اکیڈمی)

تحت قول الدر: "يقول واضعه، باسم الله و بالله" بعنوان تنبیہ (۱)۔ مدخل: ۲/۲۸۸، کی عبارت یہ ہے: "أما المعانقة فقد كرههامالك رحمه الله تعالى، وأجازهاابن عيينه اعنى عنداللقاء من غيبة كانت، و أمافى العيدلمن هو حاضرمعك فلا، أما المصافحة فإنها وضعت فى الشرع عندلقاء المؤمن لأخيه، وأمافى العيدين على ماعتاده بعضهم عندالفراغ من الصلوة يتصافحون فلا أعرفه، لكن قال الشيخ الإمام أبو عبدالله ابن النعمان: إنه أدرك بمدينة ناس والعلماء العالمون بعلمهم بهامتوافرون أنهم كانوا إذافرغوامن صلوة العيد، صافح بعضهم بعضاً، فإن كان يساعده النقل عن السلف فياحبذا، وإن لم ينقل عنهم فتركه أولىٰ اهـ"(۲).

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"المصافحة سنة عندالتلاقى، وأما تخصيص الناس لهابعد هاتين الصلوتين (أى الفجروالعصر) فمعدودفى البدع المباحة. والمختار أنه إن كان هذاشخص قداجتمع هو و هوقبل الصلوة فهو بدعة مباحة كماقيل، وإن كانالم يجتمعافهو مستحب؛ لأنه ابتداء اللقاء اهـ". فتاویٰ النووی، ص: ۲۸(۳)۔

ملاعلی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ شروع باب المصافحہ والمعانقہ میں (۴)، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

---

(۱) "و قدصرح بعض علمائناوغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوة مع أن المصافحة سنة، و ماذلك إلالكونهالم تؤثرفى خصوص هذاالموضع، فالمواظبة عليه فيه توهم العوام بأنهاسنة فيه". (ردالمحتار، باب صلوة الجنائز: ۲/۲۳۵، سعيد)

(۲)(المدخل لابن أمير الحاج: ۲/۲۹۵-۲۹۶، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(۳) (فتاوى النووى المسماة بالمسائل المنثورة، ص:۲۷- ۲۸ مطبعة الاستقامة: ۱۳۵۲ھ)

(۴) "قال النوويؒ: اعلم أن المصافحة سنة، و مستحبة عندكل لقاء، و ماعتاده الناس بعدصلوة الصبح والعصر، لاأصل له فى الشرع على هذاالوجه، ولكن لابأس به .... و لايخفى أن فى كلام الإمام (أى النووى) نوع تناقض .... فحاصله أن الابتداء بالمصافحة حينئذ على الوجه المشروع مكروه لاالمجابرة، و إن كان قديقال فيه نوع معاونة على البدعة. والله تعالىٰ أعلم". (مرقاة المفاتيح، شرح المشكوة، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة: ۸/۴۵۸-۴۵۹، رشيديه)

نے اشعۃ اللعات میں (۱) مجالس الابرار ،ص:۷-۳۱ میں (۲)،فتاوی رشیدیہ:۱/ ۲۵ (۳)،امدادالفتاوی: ۴/ ۵۸ (۴) فتاوی ابن حجر مکی:۴/ ۴۵-۶۶ میں (۵)۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،ص: ۴۴۰ میں (۶) اس تخصیص کو بدعت قرار دے کر اس سے منع کیا ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے علامہ نوویؒ کا کلام نقل کر کے لکھا ہے: "قلت: و للنظر فیه مجال، فإن وقت أصل صلوٰة النافلة الخ". فتح الباری: ۱۱/ ۴۷ (۷)۔

---

(۱) "مصافحہ سنت است نزدِ ملاقات، و باید کہ بہردو دوست بود، وآنکہ بعضے مردمصافحہ بعد از نماز میکنند یا بعد از نمازِ جمعہ کنندہ چیزے نیست و بدعت است از جہتِ تخصیص وقت"۔(أشعة اللمعات: ۴/ ۲۲، کتاب الآداب، باب المصافحه والمعانقه، نول کشور)

(۲) "مصافحہ میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو، اور وقت ملاقات کے علاوہ جیسے نماز جمعہ وعیدین کے بعد جیسا کہ اس زمانے میں عادت ہے تو یہ چونکہ حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لئے بلا دلیل ہے اور یہ بات اپنی جگہ ثابت ہو چکی ہے کہ جس امر کی کچھ دلیل نہ ہو وہ مردود ہے اس میں تقلید جائز نہیں، بلکہ وہ روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس کو رد کرتی ہے یعنی "من أحدث في أمرنا هذا". (ترجمه مجالس الأبرار للمفتي كفايت الله، پچاسویں مجلس، ص: ۳۶۱)

(۳) "معانقہ و مصافحہ بوجہِ تخصیص کے اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودّت اَور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی۔اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے........ کوئی تخصیص اپنی طرف سے کرنا بدعت ہے"۔(فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات،ص:۴۴۳، قرآن منزل ڈھاکہ)

(۴) "مصافحہ کردن مطلقاً سنت است، بوقتے خاص مخصوص نیست، پس تخصیصِ آن بروزِ جمعہ وعیدین و بعد نمازِ پنجگانہ وتراویح بے اصل است، ہاں اگر درہمیں اوقات یکسے بعد مدتے ملاقات شود، باو مصافحہ کردن مضائقہ نہ دارد، نہ ایں کہ از خانہ یا مسجد یا عیدگاہ ہمراہ آئندہ، و پس از نماز مصافحہ و معانقہ کنند، واللہ تعالیٰ اعلم"۔ (امدادالفتاویٰ، باب البدعات: ۵/ ۲۶۰)

(۵) "لم أطلع عليه".

(۶) "نماز عیدین میں یا دیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کی کرنا اور اسی وقت خاص میں اس کو سنت جاننا اور معمول بہ ٹھہرانا فقہاء نے منع لکھا ہے اور "تبیین المحارم" میں اس کو روافض کے طریقے سے لکھا ہے اور مکروہ فرمایا ہے"۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند الموسومہ بعزیز الفتاوی، کتاب السنۃ والبدعۃ ،ص:۱۲۸، دارالاشاعت کراچی)

(۷) "قال النووي : و أما تخصيص المصافحة بما بعد صلوتي الصبح والعصر، فقد مثّل ابن عبدالسلام......=

البتہ طحطاوی شرح مراقی الفلاح، ص:۲۸۹(۱) باب احکام العیدین میں لکھا ہے: "وکذا تطلب المصافحة سنة عقيب الصلوة كلها وعند كل لقاء(۲) ۔مگر اس کا حوالہ نہیں دیا، یہ امام نوویؒ سے ہی بعض مسائل نقل کرتے ہیں، کیا بعید ہے کہ یہ بھی وہیں سے نقل کیا ہو۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کا طریقہ مروجہ بدعت ہے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۷/محرم/۷۰ھ۔

نماز عید کے بعد مصافحہ

سوال[۱۷۸]: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا، ہاتھ ملانا ہر حال میں مکروہ ہے۔ جواب کتب فقہ سے دیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جی ہاں، بعض جگہ عید کے دن مصافحہ کرنے کا جو رواج ہے یہ ٹھیک نہیں ہے، یہ بدعت اور مکروہ ہے۔ ''شامی'' کی پانچویں جلد میں فقہ کی متعدد کتب سے اس کا بدعت اور ممنوع ہونا نقل کیا گیا ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= "في القواعد" البدعة المباحة بها، قال النووی: وأصل المصافحة سنة، وكونهم حافظوا عليها في بعض الأحوال لايخرج ذلك عن أصل السنة،قلت: و للنظر فيه مجال، فإن أصل صلوة النافلة سنة مرغّب فيها، و مع ذلك فقد كره المحققون تخصيص وقت بها دون وقت،و منهم من أطلق تحريم مثل ذلك كصلوة الرغائب التي لاأصل لها، و يستثنى من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأجنبية والأمرد الحسن". (فتح الباري، كتاب الإستيذان ،باب المصافحة: ۱۱/۵۵، دار المعرفة بيروت)

(۱) ذكره الطحطاوي تحت قوله :"ويظهر الفرح بطاعة الله تعالىٰ وشكر نعمته و يتختم". (ص:۵۳۰، قديمي)

(۲) یعنی اگر اس کو امام نووی سے نقل بھی کیا ہو لیکن اس کو علامہ ابن حجرؒ نے جواب دیکر رد کر دیا ہے کما تقدم۔

(۳) "و نقل في تبيين المحارم عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال؛ لأن الصحابةؓ ماصافحوا بعد أداء الصلوة ، و لأنها من سنن الروافض ، ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة=

نمازعید کے بعد مصافحہ

سوال[۸۷۲]: عیدین کی نماز میں ثواب سمجھ کر مصافحہ کرنا ثابت ہے یا بدعت، خصوصاً امام پر ساری قوم کا ٹوٹ پڑنا اور مسجد کی حرمت کا خیال نہ رکھنا کیسا ہے؟ بعض اوقات امام کو اس وجہ سے تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے، ایسے لوگوں کو شرعاً کیا کہا جائیگا؟ مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ مصافحہ بدعت ہے اور طریقۂ روافض ہے، اس کو ترک کرنا ضروری ہے کذافی ردالمحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۲۸/۱۱/۶۰ھ۔

عید ملنا

سوال[۸۷۳]: معانقہ بعد نماز عیدین رسماً ہو یا سنت سمجھ کر کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز

= مکروهة لاأصل لهافی الشرع، و أنه ينبه فاعلها أولاً و يعزرثانياً. ثم قال: وقال ابن الحاج من المالكية فی المدخل: إنهامن البدع، و موضع المصافحة فی الشرع إنماهوعندلقاء المسلم لأخيه، لافی أدبار الصلوات، فحيث وضعهاالشرع يضعها، فينهی عن ذلک ،و يزجرفاعلهالماأتی به من خلاف السنة الخ". (ردالمحتار، كتاب الحظروالإباحة ، باب الإستبرآء وغيره : ۶/۳۸۱، سعيد)

(۱)وفی ردالمحتار: "تكره المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال؛ لأن الصحابة رضی الله تعالیٰ عنه ماصافحوابعد أداء الصلاة، و لأنهامن سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجررحمه الله تعالیٰ عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا أصل له فی الشرع ".(كتاب الحظروالإباحة، باب الإستبراء :۶/۳۸۱، سعيد)

وفی المرقاة : "فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة، و قديكون جماعة يتلاقون من غيرمصافحة و يتصاحبون بالكلام و مذاكرة العلم وغيره مدةً مديدةً، ثم إذاصلّوا، يتصافحون، فأين هذامن السنة المشروعة؟ ولهذاصرح بعض علماء نابأنهامكروهة حينئذ، وأنهامن البدع المذمومة ".
(كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة : ۸/۴۵۸، رشيديه)

یا بدعت ہے تو اگر روکنے سے حرج عظیم کا خطرہ ہو تو روکے یا نہیں؟ اور اگر اس خیال سے کرے کہ دلوں میں سینہ بسینہ مل کر محبت پیدا ہوگی، کینہ وحسد دور ہوگا، آپس میں میل جول ہوگا تو کیا حکم ہے؟

عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم

رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

الجواب حامداً و مصلیاً:

عیدین کا معانقہ روافض کا شعار ہے اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۱)۔ دل میں کینہ اور حسد رکھتے ہوئے محض عید کو معانقہ کر لینے سے ہرگز سینہ صاف نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۸۷۴]: عیدگاہ سے واپسی پر مسلمان آپس میں نہایت محبت اور خلوص سے ملتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ فعل کیسا ہے؟ یا اس کے بدعت ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

عید ملنا (مصافحہ اور معانقہ کرنا) بے اصل ہے، علامہ شامی نے اس کو روافض کا طریقہ لکھا ہے، یہ

---

(۱) (تقدم تخریجه من ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیره: ۳۸۱/۶، سعید تحت عنوان ''نماز عید کے بعد مصافحہ'')

قال ابن حجرؒ: ''قال النووی: و أما تخصیص المصافحة بمابعد صلوتی الصبح والعصر، فقدمثل ابن عبدالسلام فی'' القواعد'' البدعة المباحة بها، قال النووی: أصل المصافحة سنة، و کونهم حافظوا علیها فی بعض الأحوال لایخرج ذلک عن أصل السنة، قلت: و للنظر فیه مجال فإن أصل صلاة النافلة سنة مرغّب فیها، و مع ذلک فقد کره المحققون تخصیص وقتٍ بها دون وقت، و منهم من أطلق تحریم مثل ذلک کصلوۃ الرغائب التی لأصل لها، و یستثنی من عموم الأمر بالمصافحة المرء ة الأجنبیة والأمرد الحسن''. (فتح الباری، کتاب الإستیذان، باب المصافحة: ۵۵/۱۱، دارالمعرفة)

(و کذا فی السعایة علی شرح الوقایة، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القرآء ة: ۲۶۵/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

بدعت قبیحہ ہے(۱) اس کا ترک کرنالازم ہے، اس طرح مبارک باد دینا کہ "تقبل الله مناو منكم" درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

مصافحہ بعد الفجر والعصر

سوال[۸۷۵]: زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے اور صحاحِ ستہ سے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول وفعل وعمل سے ثابت نہیں، زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جمہور علماء کا بھی یہ عمل نہیں رہا ہے اور نہ ان کے عمل سے ثابت ہے، ایسا ہی عصر کی نماز کے بعد کہتا ہے جائز نہیں۔ عمر کہتا ہے کہ دونوں وقتوں میں مصافحہ کرنا جائز ولازمی ہے، اس کا ثبوت عمر یہ دیتا ہے کہ فجر وعصر کے بعد سنتیں نفلیں نہیں ہیں اس لئے مصافحہ کرنا دونوں وقتوں کی نمازوں کے بعد لازمی وضروری ہے۔ زید یہ کہتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے مذکورہ وقتوں کی نماز کے بعد رسم کر لی ہے ورنہ حدیثوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، عمر یہ بھی کہتا ہے یہ کہ رسماً مصافحہ جائز ہے۔ لہٰذا زید وعمر کی بحث کا جواب صحاح ستہ کی حدیثوں کی روشنی میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول وعمل کے ساتھ مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

مصافحہ کی ترغیب اور فضیلت احادیث میں موجود ہے (۳)، اس لحاظ سے یہ اسلامی کام ہے، اس کو

---

(۱) (تقدم تخريجه من فتح الباری، كتاب الإستيذان، باب المصافحة ، والسعاية للعلامة اللكنوىؒ على شرح الوقاية" باب صفةالصلوة، والمرقاة شرح المشكوة، باب المصافحة. تحت عنوان "عیدملنا")

(۲) "والتهنئة بيتقبل الله مناو منكم لاتنكر". (الدر المختار)

وفي ردالمحتار: و قال المحقق ابن أمير حاج : بل الأشبه أنهاجائزة مستحبة في الجملة.......... ثم قال : والتعامل في البلادالشامية والمصرية "عيدمبارک علیک" و نحوه". (باب العيدين : ۲/۱۶۹، سعيد)

(۳) "عن البرآء بن عازب رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :.......... "والمسلمان إذا تصا فحا، لم يبق بينهماذنب إلاسقط". رواه البيهقى فى شعب الإيمان". (المشكوة، كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، ص: ۴۰۱، قديمى)

اسلام ہی کی ہدایت کے مطابق انجام دینا چاہیے۔شریعت نے اس کا وقت ابتدائے ملاقات کا وقت تجویز کیا ہے، کسی نماز کے بعد کا وقت اس کے لئے تجویز نہیں کیا(۱)۔

پس نماز کے بعد اس کا وقت تجویز کر لینا خواہ اعتقاداً ہو یا عملاً ہی ہو، یا اس وقت مصافحہ کے لئے کوئی مخصوص فضیلت تصور کرنا بلا دلیل ہے اور ایک مطلق کو مقید کرنا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں، جیسے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد جب انصراف فرماتے تو داہنی یا بائیں کسی جانب کا التزام نہ فرماتے۔پس اگر کوئی شخص داہنی جانب کا التزام کرنے لگے تو بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''یہ شیطان کا حصہ ہے''(۲)، حالانکہ نماز کے

---

(۱) "قال النووی : اعلم أن المصافحة سنة، و مستحبة عند كل لقاء، و مااعتاده الناس بعدصلوة الصبح والعصر، لاأصل له في الشرع على هذاالوجه، ولكن لابأس به؛ لأن أصل المصافحة سنة، وكونهم محافظين عليهافي بعض الأحوال لايخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التي وردالشرع بأصلها، و هي من البدعة المباحة. .... و لايخفى أن في كلام الإمام (أي النووي)نوع تناقض؛ لأن إتيان السنة في بعض الأوقات لايسمى بدعةً مع أن عمل الناس في الوقتين المذكورين ليس على وجه الإستحباب المشروع، فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة،و قديكون جماعة يتلاقون من غيرمصافحة و يتصاحبون بالكلام و مذاكرة العلم و غيره مدةً مديدةً، ثم إذاصلوا، يتصافحون ، فأين هذافي السنة المشروعة؟ و لهذاصرح بعض علمائنابأنهابدعة مكروهة حينئذ و أنهامن البدع المذمومة". (المرقاة شرح المشكوة كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة : ۸/۴۵۸، رشيديه)

وقال ابن حجربعدقول النووي: "و للنظرفيه مجال ، فإن أصل صلوة النافلة سنة مرغّب فيها، ومع ذلك فقدكره المحققون تخصيص وقت بهادون وقت،و منهم من أطلق تحريم مثل ذلك كصلوة الرغائب التي لاأصل لها، ويستثنى من عموم الأمربالمصافحة المرءة الأجنبية والأمردالحسن". (فتح الباري ، كتاب الإستيذان ،باب المصافحة : ۱۱/۵۵، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "عن الأسودقال: قال عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: لايجعل أحدكم للشيطان شيئاً من صلوته، يرى أن حقاً عليه أن لاينصرف إلاعن يمينه ، لقدرأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب الإنفتال والإنصراف عن اليمين والشمال : ۱/۱۱۸، قديمي)

بعدانصراف ہوتا ہی ہے اور فی نفسہ داہنی جانب کو بائیں جانب پرفضیلت بھی حاصل ہے، مگر اس جگہ مطلق انصراف کو داہنی جانب کے ساتھ مقید کرنے کی اجازت نہیں دی، جس طرح کسی ہیئتِ خاصہ غیر ثابتہ کا اپنی طرف سے ایجاد یا التزام ممنوع ہے۔

درمختار میں چند کتابوں کے حوالہ سے امام نوویؒ سے نمازوں کے بعد مصافحہ کی تخصیص کو بدعت کہہ کر اجازت دی ہے، لیکن امام نوویؒ حنفی نہیں ہیں شافعی المذہب ہیں، نیز انھوں نے کسی حدیث یا آثارِ صحابہؓ سے یا قولِ مجتہد سے اس کا ماخذ بیان نہیں کیا، اس وجہ سے دوسرے شوافع علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے بھی ان کے قول کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صراحۃً رد کیا ہے۔ ابن حجرؒ نے اس کو بدعت مکروہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کو اول تنبیہ کی جائے، اگر نہ مانے تو تعزیر کی جائے۔

علامہ ابن الحاج مالکیؒ نے بھی لکھا ہے کہ شریعت نے مصافحہ کے لئے نمازوں کے بعد کا وقت تجویز نہیں کیا، جو شخص ایسا کرے اس کو منع کر دیا جائے اور ڈانٹ دیا جائے۔ حنفیہ کی معتبر کتاب ''ملتقط'' سے نقل کیا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہر حال میں مکروہ ہے، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا اور یہ تو روافض کا طریقہ ہے، نیز سلف سے کہیں منقول نہیں۔ علامہ شامی حنفی نے ان نقول کو ردالمحتار: ۲۴۴/۵، میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"أن المواظبة عليها بعدالصلوة خاصةً قديؤدي الجهلة إلى اعتقاد سنيتها في خصوص هذه المواضع، وأن لها خصوصية زائدةعلى غيرها مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحدمن السلف في هذه المواضع. و نقل في التبين عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أدا الصلوة لكل حال؛ لأن الصحابةؓ ماصافحوا بعد أداء الصلوة، ولأنهامن سنن الروافض. ثم نقل عن ابن حجر: ٤٥/٤ من الشافعية أنهابدعة مكروهة لاأصل لهافي الشرع، وأنه ينبه فاعلهاأولاً و يعزر ثانياً: ثم قال: و قال ابن الحاج رحمه الله تعالىٰ من المالكية في المدخل: ٢٨٨/٤: إنها من البدع، و موضع المصافحة في الشرع إنماهو عندلقاء المسلم لأخيه لافي أدبارالصلوة، فحيث و ضعهاالشرع يضعها، فينهىٰ عن ذلك، و يز جرفاعله لماأتي به من خلاف السنة"(۱)۔

---

(۱) (كتاب الحظروالإباحة، باب الاستبرآء وغيره: ٣٨١/٦، سعيد)

(المدخل لابن الحاج: ٢٢٣/٢، فصل في البدع التي احدثت في المجالس، مصطفىٰ البابي، مصر)

عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: لایجعل أحدکم للشیطان شیئاً من صلوة یری أن حقاً علیه أن لاینصرف إلاعن یمینه، لقدرأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کثیراً ینصرف عن یساره"۔ (مشکوة شریف، ص: ۸۷)(۱)۔

امام نوویؒ شافعی ہیں، خودشوافع ان کے اس قول کوتسلیم نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ ابن حجرؒ نے فتاوی کبریٰ فقہیہ :۴/ ۴۵، ۴۷ میں لکھاہے کہ یہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا بے اصل ہے، بدعت ہے، مکروہ ہے، جوشخص ایسا کرے اس کواول تنبیہ کی جائے، اگرنہ مانے تو تعزیر کی جائے یعنی سزادی جائے۔ مالکیہ بھی تسلیم نہیں کررہے ہیں، جیسا کہ المدخل:۲/ ۲۸۸ میں ہے۔ حنفیہ بھی اس کوممنوع لکھتے ہیں، جیسا کہ مجالس الابرار مجلس:۸(۲) اشعۃ اللمعات ص۲۰ ج۴ (۳)، عزیز الفتاوی:۱/۲۰۳ (۴) میں ہے۔

بعض اہلِ مطالعہ کودرمختار کی عبارت سے شبہ ہوجاتاہے، حالانکہ وہ نووی سے نقل کررہے ہیں جوکہ حنفی نہیں، اسی پرردالمحتار میں اس کی تردید کے لئے متعدد کتب سے عبارات نقل کی ہے۔ شرح عقود رسم المفتی (۵) میں لکھاہے کہ درمختار میں بعض دفعہ اختصار نقل میں ہوتاہے، بعض دفعہ غیر مختار، غیر مفتی بہ، مرجوح، ضعیف قول نقل

---

(۱) (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب الدعافی التشهد، ص:۸۷، قدیمی)

(۲) ''مصافحہ میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہواور وقت ملاقات کے علاوہ جیسے نماز جمعہ وعیدین کے بعد جیسا کہ اس زمانے میں عادت ہے، تو یہ چونکہ حدیث سے ثابت نہیں ہے، اسلئے بلادلیل ہے۔ اور یہ بات اپنی جگہ ثابت ہوچکی ہے کہ جس امر کی کچھ دلیل نہ ہووہ مردود ہے، اس میں تقلید جائز نہیں ہے، بلکہ وہ روایت جوحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس کورد کرتی ہے'' الخ یعنی (من أحدث فی أمرناهذاالخ) (ترجمہ مجالس الابرار المفتی کفایت اللہ، پچاسویں مجلس، ص:۳۶۱، دارالاشاعت)

(۳) (''تقدم تخریجه تحت عنوان: ''مصافحہ بعدالعیدین'')

(۴) ''نمازعیدین میں یادیگر نمازوں کے بعد تخصیص مصافحہ کی کرنااوراسی وقت خاص میں اس کوسنت جاننااور معمول بہ ٹھہرانا فقہاء نے منع لکھاہے اور ''تبیین المحارم'' میں اس کوروافض کے طریقے سے لکھاہے اور مکروہ فرمایاہے''۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبندالموسومہ بعزیز الفتاوی، کتاب السنۃ والبدعۃ، ص:۱۲۸، دارالاشاعت کراچی)

(۵) ''و من الکتب الغریبة ''ملامسکین شرح الکنز'' .... أو لنقل الأقوال الضعیفة کصاحب ''القنیة'' أو الإختصار ''کالدرالمختارللحصفکی .... انه لایجوز الإفتاء من هذه الکتب إلاإذاعلم المنقول عنه و الإطلاع علی مآخذها...... الخ''. (شرح عقودرسم المفتی، ص:۳۶، میرمحمد)

کردیتے ہیں اس لئے محض اس پرفتویٰ دینا جائز نہیں، جب تک ماخذ سامنے نہ ہو، جہاں کہیں ایسی چیز درمختار میں ہوتی ہے علامہ شامیؒ اس پر تنبیہ فرمادیتے ہیں کہ یہ مرجوح ہے یا غیر مفتی بہ، دوسری فلاں فلاں کتاب میں اس کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ اس کے مصافحہ والے مسئلہ میں تنبیہ کردی ہے(۱)۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۲/۸۹ھ۔

نماز جمعہ سے پہلے بعض رسوم اور بعد میں مصافحہ

سوال[۸۷۶]: ہمارے یہاں شافعی مسلک کے لوگ رہتے ہیں وہ جمعہ کے دن خطبہ سے قبل یہ دعا: ''إن الله وملائكته يصلون على النبى، ياأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً''۔ يامعشر المسلمين رحمكم الله! قدرويا فى الخبر عن سيد البشر شفيع أمته فى يوم المحشر، سيد الأشراف ومتمم مكارم الأخلاق والأوصاف، سيدنا عرب العجم محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف، أنه ما إذا صعد الخطيب عن المنبر، ثم خطب فلا يتكلَّمُ أحد كم، من تكلم فقد لغا، ومن لغافلا جمعة له، أنصتوار حمكم الله، فاستمعوا يغفرالله تعالىٰ ولوالدينا ولوالديكم، واستاذ ناولاستاذ كم، وجميع المؤمنين والمومنات والمسلمين والمسلمات'' مؤذن کھڑا ہوکر پڑھتا ہے اور عصا اپنے ہاتھ

---

(۱) ''و نقل فى تبيين المحارم عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال؛ لأن الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ماصافحوابعدأداء الصلوة، ولأنهامن سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجرعن الشافعية أنهابدعة مكروهة لاأصل لهافى الشرع، و أنه ينبه فاعلها أولاً و يعزرثانياً، ثم قال: وقال ابن الحاج من المالكية فى المدخل: إنهامن البدع، و موضع المافحة فى الشرع إنماهوعندلقاء المسلم لأخيه، لافى أدبارالصلوات، فحيث وضعها، الشرع يضعها، فينهى عن ذلك ،و يزجرفاعلهالماأتى به من خلاف السنة الخ''. (ردالمحتار، كتاب الحظروالإباحة، باب الاستبرآء وغيره: ۳۸۱/۶، سعيد)

سے خطیب کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ اور خطیب کے منبر پر چڑھنے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے جس کو خود مؤذن پڑھتا ہے: "أللهم أعز الإسلام والمسلمين، وأذل الشرك والمشركين، برحمتك ياأرحم الراحمين" اس کے بعد خطیب منبر پر رونق افروز ہوکر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے بعد اذان دی جاتی ہے، خطبۂ اولیٰ ختم ہوجانے کے بعد یہ دعا مؤذن بلند آواز سے پڑھتا ہے اور سب آمین کہتے ہیں، دعا یہ ہے: "أللهم اختم لنا بالخير بحرمتك القرآن العظيم، وأكرم الكريم، برحمتك ياأرحم الراحمين، والحمدلله رب العالمين"۔

اس کے بعد خطبہ ثانیہ ہوتا ہے، بعدۂ نماز پڑھی جاتی ہے، نماز کے فوراً بعد سب آدمی مسجد میں سلام ومصافحہ کرنے لگتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

ایک صاحب وہ دعائیں جو اوپر درج کی گئی ہیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت والا سے استدعاء ہے کہ مکمل ومدلل تحریر فرمائیں کہ فقہ شافعی میں حدیث شریف میں ان دعاؤں کا وجود ہے یا نہیں اور ان کا پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خطبہ جمعہ سے متعلق ان دعاؤں کا پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں، جو ثابت مانتے ہیں وہ دلیل دیں۔ فقہ حنفی کی مبسوط کتاب ردالمحتار: ۲۴۴/۵ (۱) میں مصافحہ کے لئے نماز کے بعد وقت مقرر کرنے کو

---

(۱) (قوله: كما أفاده النووي في أذكاره) حيث قال: اعلم أن المصافحة مستحبة عند كل لقاءٍ، وأما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر، فلا أصل له في الشرع على هذا الوجه ولكن لابأس به، فإن أصل المصافحة سنة .... قال الشيخ أبو الحسن البكري: وتقييده بما بعد الصبح والعصر على عادة كانت في زمنه وإلا فعقب الصلوات كلها كذلك اهـ". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۳۸۱/٦، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب في صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميت: ۲۳۵/۲، سعيد)

(وكذا في كتاب الأذكار للنوويؒ، كتاب السلام والاستئذان الخ، فصل في المصافحة: ۳۳۳، ۳۳۴، دارالبيان، بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الاستيذان، باب المصافحة: ۵۵/۱۱، دارالمعرفة)

بدعتِ ممنوعہ اور طریقۂ روافض لکھا ہے جس کا ترک لازم ہے، حافظ ابن حجر شافعی سے نقل کیا ہے کہ:
''انها بدعة مكروهة، لاأصل لها فى الشرع، وينبه فاعلها أولاً، ويعزر ثانياً اه''(۱) ۔ یعنی نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ومکروہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، جو ایسا کرے اس کو اولاً تنبیہ کی جاوے، نہ مانے تو تعزیر کی جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۰ھ۔



(۱) (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۳۸۱/۶، سعيد)

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان

اذان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال[۸۷۷]: اذان میں حضورا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے اور جولوگ انگوٹھے چومنے والی حدیث پیش کرتے ہیں کیا وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے اور موضوع حدیث سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اذان کا جواب دینا سنتِ موکدہ واجب کے قریب ہے(۱)۔اذان میں انگوٹھے چومنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔کتاب الفردوس(۲) میں وہ روایت موجود ہے،لیکن اس کتاب کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس میں موضوع روایت بہت ہیں(۳)۔موضوع روایت وہ ہے جو حضورا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو، بلکہ کسی اَور نے جھوٹ بات حضورا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردی ہو۔کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ(۴) میں بھی یہ روایت موجود ہے،لیکن علامہ شامیؒ نے

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذاسمعتم النداء فقولوامثل مايقول المؤذن" .... هشام عن يحيى نحوه، قال يحيى: و حدثني بعض إخواننا أنه قال: لماقال: "حيّ على الصلوة" قال: لاحول و لاقوة إلابالله ، وقال: هكذاسمعنانبيكم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول". (صحيح البخاري ، كتاب الأذان، باب مايقول إذاسمع المنادى: ۸۶/۱، قديمى)

(۲) "و في كتاب الفردوس: "من قبّل ظفري إبهاميه عندسماع أشهدأن محمداً رسول الله في الأذان، أناقائده و مدخله في صفوف الجنة". (ردالمحتار، باب الأذان: ۳۹۸/۱، سعيد)

(۳) "دریں کتاب اوموضوعات وواھیات تودہ تودہ مندرج". (بستان المحدثین، حافظ شیرویہ کا تذکرہ،ص:۱۶۲،سعید)

(۴) "ثم يقول: "اللهم متعني بالسمع و البصربعدوضع ظفرالإبهامين على العينين .... كذافي كنز العباد، قهستاني، و نحوه في الفتاوى الصوفية .... و ذكرالجراحي و أطال ، ثم قال: لم يصح في =

ردالمحتار میں لکھا ہے کہ فتاوی صوفیہ غیر معتبر کتاب ہے، اس پر فتوی دینا درست نہیں (۱)۔ علامہ ابن عابدین نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وذكر ذلك الجراحي و أطال، ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذاشئ اهـ".

(شامی: ۱/ ۲٦٧)(۲)۔

ترجمه: جراحی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں طویل بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث موجود نہیں جس سے انگوٹھا چومنے کو مسنون یا مستحب قرار دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال[۸۷۸]: "أشهد أن محمداً رسول الله" پر انگوٹھا چومنا اور ہر سنت کے بعد دعا مانگنا، فرض

= المرفوع من كل هذاشيء". (ردالمحتار، باب الأذان: ۱/ ۳۹۸، سعيد)

"مسح العينين بباطن أنملتي السابتيمن بعد تقبيلهما ...... ذكره الديلمي في الفردوس ...... وكذا ماأور وأبو العباس أحمد بن أبي بكر رداد اليماني المتصوف في كتابه "موجبات الرحمة وعزائم مغفرة" بسند فيه مجاهيل ...... ولايصح في المرفوع من كل شئ". (المقاصد الحسنة، حرف الميم، ص: ۴۴۰- ۴۴۱، رقم الحديث: ۱۰۱۹، دارالكتب العلميه)

(۱) فتاوی صوفیہ پر رد کے بارے میں علامہ شامیؒ کی مذکورہ بالا جزئیہ کے علاوہ دوسرا صریح جزئیہ نہیں ملا، البتہ اس کے رد میں علامہ عبدالحی لکنویؒ کی صریح عبارت موجود ہے فرماتے ہیں: "این تفصیل رادربعضِ کتبِ فقه مستحب نوشته است، نه واجب و نه سنت، مثل كنز العبادوخزانة الروايات وجامع الرموز و فتاوى صوفيه وغيره، مگر دراكثرِ كتبِ معتبره متداوله نشانِ آن نيست، و آن كتب كه درآنهاں اين مسئله مذكوراست غيرمعتبراند، چنانچه جامع الرموز و فتاوى صوفيه و كنز العبادوغيره ازين وجه كه دراين كتب رطب و يابس بلاتنقيح مجتمع است، تفصيلِ آن دررساله مَن "النافع الكبيرلمن يطالع الجامع الصغير" موجوداست ، و احاديثيكه دريں باب فقهاء نقل ميكنندآنهابتحقيقِ محدثين نيستند، الخ ".(مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى ، أوائل كتاب الكراهية :۴/ ۳۲۵، امجداكيڈمی)

(۲) (ردالمحتار، باب الأذان : ۱/ ۳۹۸، سعيد)

(وكذافي مجموعة الفتاوى للعلامة اللكنويؒ ، كتاب الكراهية : ۴/ ۳۲۵، امجداكيڈمی لاهور)

نماز کے بعد دونوں کانوں کو ہاتھ لگا کر پھر زمین پر لگانا، پھر کان کی لو پکڑنا (توبہ کا طریقہ سمجھ کر) کیسا ہے، تسبیح پڑھنے کے بعد دعا مانگنے سے پہلے منہ پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"أشهد أن محمد رسول الله" پر انگوٹھے چومنا اور اس کو ثواب سمجھنا شرعاً ثابت نہیں، دعاء ہر نماز فرض سنت نفل کے بعد درست ہے۔ توبہ کا یہ طریقہ جو کہ عوام میں رائج ہے، قابل اتباع نہیں بلکہ قابل ترک ہے۔ تسبیح پڑھنے کے بعد دعاء مانگنے سے پہلے منہ پر ہاتھ پھیرنا ثابت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے بعد انگوٹھا چومنا

سوال[۸۷۹]: بعض لوگ اذان کے بعد انگوٹھا چومتے ہیں، اس کے بارے میں کوئی حدیث ہے؟

محی الدین کلکتہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

علامہ شامی نے تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے کہ اس کے واسطے کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔ ردالمحتار جلد اول، ص:۲۶۷ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

انگوٹھے چومنا اور حیلہ اسقاط

سوال[۸۸۰]: ۱......جو مسلمان اذان کے وقت انگوٹھا نہ چومے وہ کافر ہے یا مسلمان، کیا اس کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

۲......ہمارے ملک میں مردہ پر سے صوم وصلوۃ کے اسقاط کا یہ رواج ہے کہ دو سیر گندم اس پر ایک روپیہ اور قرآن مجید یہ تینوں چیزوں کو ملا کر دو تین آدمی جو کہ ان میں کوئی مسکین نہیں ہوتا ہے، آپس میں ملک وتملیک

---

(۱) "وذكر الجراحي فأطال، ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۹۸، سعيد.)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۹۸، سعيد)

(و كذافي مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، اوائل الكراهية: ۴/۳۲۵، رشيديه)

کرتے ہیں، یہ فقہ میں بھی مروجہ طریقہ ہے یا نہیں اور جو شخص اس مروجہ طریقہ کا قائل نہ ہو اس کو ملامت کرنا اوراس پر دھبہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًو مصلياً:

۱......اذان کے وقت انگوٹھے چومنا کسی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں، لہٰذا اس کو سنت سمجھنا غلط ہے(۱)، البتہ بعض سلف سے آشوبِ چشم کا علاج ہونے کی حیثیت سے منقول ہے (۲)، پھر اس کے ترک پر کفر کا حکم تو کیا ہوتا ترکِ استحباب کا بھی نہیں، کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی کافر کہنا نہایت خطرناک ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے(۳)۔

۲...... یہ طریقہ بدعت و بے اصل ہے، اس سے صوم وصلوۃ وغیرہ میت کے ذمہ سے کچھ ساقط نہیں ہوتا اس سے اجتناب واجب ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر العلوم سہارنپور۔

اذان میں انگوٹھے چومنا

سوال[۱۸۸۱]: اذان میں آنحضرت کے نام پر انگوٹھا چومنا مولانا عبدالشکور صاحب نے ''کنز

---

(۱) ”قدمضى تخريجه من ردالمحتار لابن عابدين و مجموعة الفتاوى لعبدالحى اللكنوىؒ .تحت عنوان ''اذان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سنکر انگوٹھے چومنا'')

”مسح العينين بباطن أنملتى السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المؤذن: أشهد أن محمداً رسول الله ...... ذكره الديلمى فى الفردوس .... وأبوالعباس فى ”موجبات الرحمة وعزائم المغفرة“ بسند فيه مجاهيل ...... ثم روى بسند فيه من لم أعرفه........... ولايصح فى المرفوع من كل هذا شئى“.

(المقاصد الحسنة، ص: ۴۴۰، ۴۴۱، رقم الحديث: ۱۰۱۹، دارالكتب العلميه)

(۲) اس کے بارے میں علامہ عبدالحیؒ نے ''تذکرہ'' سے عدمِ صحت نقل کیا ہے، كماسيأتى من مجموعة الفتاوى له: ۳۲۵/۴، امجداکیڈمی)

(۳) ”عن أبى ذررضى الله تعالىٰ عنه أنه سمع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: ”لايرمى رجل رجلاً بالفسوق و لايرميه بالكفر، إلاارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“. (صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمى)

العمال" سے ثابت کیا ہے کہ پہلے مرتبہ حضرت کے نام پر "صلی اللہ علیك یارسول اللہ" کہے، یہ صیغے حاضر کے ہیں تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر تصور کریں؟ بہارِ شریعت میں بحوالہ ردالمحتار لکھا ہے کہ جب موذن: "اشهدان محمدرسول الله" کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دیکر آنکھوں سے لگائے اور کہے: "قرة عینی بك یارسول اللّٰہ أللھم، متعنی بالسمع و البصر"۔ یہ قول مفتی بہ ہے یا ردالمحتار نے کچھ تنقید کی ہے۔

الجواب حامداًو مصلیاً:

اس حدیث کو بحوالہ" فردوس دیلمی" نقل کر کے تذکرۃ الموضوعات، ص:۳۴ میں لکھا ہے: "لایصح"(۱) اورابوالعباس متصوف کی سند کولکھا ہے:"فیه مجاهیل" (۲)، اس کے بعد بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ یہ آشوب چشم کا مجرب علاج ہے (۳)۔ پس اس کو سنتِ ہدی سمجھ کر بطور عبادت کرنا بے اصل بلکہ بدعت ہے، اس لئے ترک لازم ہے، ہاں اگر کوئی آشوب چشم کے علاج کی غرض سے اسی طرح کرے جس سے دوسروں کو سنت وثواب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے۔ کنز العمال میں ہر طرح کی روایات ہیں، موضوعات بھی ہیں، ردالمحتار (۴) میں اس کو" کنز العباد" کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا درجہ کنز العمال سے بھی

---

(۱) "ذكره الديلمي في الفردوس من حديث أبي بكرالصديق أن لماسمع قول المؤذن : "أشهدأن محمداً رسول الله، قال مثله، و قبل بباطن الأنملتين السبابة، و مسح عينيه ، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من فعل مثل مافعل خليلي، فقدحلت عليه شفاعتي، "و لايصح". (تذكرة الموضوعات لمحمدبن طاهربن على الفتني ، باب الأذان و مسح العينين فيه ونحوه ، ص:۳۴، مطبعة الشرق بمصر)

(۲) "و كذا(أى لايصح) ماأورده أبوالعباس بسندفيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخضرعليه السلام أنه "من قال حين سمع أشهدأن محمدرسول الله: مرحباً بحبيبي و قرة عيني محمدبن عبدالله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، ثم يقبل إبهاميه و يجعلهما على عينيه، لم يعم و لم يرمدأبداً". (تذكرة الموضوعات، ص:۳۴)

(۳) "وحكى البعض: من صلى على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذاسمع ذكره في الأذان، وجمع أصبعيه المسبحة والإبهام، و قبلهماو مسح بهماعينيه، لم يرمدأبداً". (تذكرة الموضوعات، ص:۳۴)

(۴) (ردالمحتار، باب الأذان : ۱/۳۹۸، سعيد)

کمتر اورضعیف ہے، اس میں ایسی روایات ضعیفہ موضوعہ اورمسائل غریبہ ہیں،جن پرفتویٰ ہرگز نہیں دیاجاسکتاہے۔النافع الکبیر(۱) میں اس کتاب کاحال مذکورہے۔فردوس دیلمی کے متعلق بستان المحدثین، ص:۶۱(۲)مصنف کاحال نقل کرتے ہوئے کہاہے کہ:''امادراتقانِ معرفت و علم او قصوریست، درسقیم و صحیح احادیث تمیز نمی کند، و سندِاو دریں کتاب فردوس مو ضوعات و واهیات توده توده مندرج اه''. قہستانی اورفتاوی صوفیہ سے بھی استحباب نقل کیاہے(۳)،خودعلامہ شامی فرماتے ہیں:''القهستاني كجارف سيل و حاطب ليل اه"(٤)۔

ملاعلی قاری نے لکھاہے: "لقدصدق عصام الدين فی حق القهستانی أنه لم يكن من تلامذة شيخ الإسلام الهروی، لامن أعاليهم ولامن أدانيهم، وإنما كان دلال الكتب فی زمانه، ولاكان يعرف بالفقه و غيره بين أقرانه، و يؤيده أنه يجمع فی شرحه هذابين الغثّ والسمين والصحيح و الضعيف من غيرتحقيق و تدقيق، فهو كحاطب الليل الجامع بين الرطب و اليابس فی الليل اهـ"(٥)۔فتاوی صوفیہ کے متعلق عمدة الرعایہ میں برکلی سے نقل کیاہے:''إنهاليست من الكتب

(۱) "و كذاكنز العباد(أی من الكتب الغيرالمعتبرة)، فإنه مملوء من المسائل الواهية والأحاديث الموضوعة، لاعبرة له، لاعندالفقهاء و لاعندالمحدثين ، قال علی القاری فی "طبقات الحنفية " علیّ بن أحمدالغوری له كتاب أجمع فيه مكروهات المذهب سماه"مفيدالمستفيد" و له "كنز العبادفی شرح الأوراد" قال العلامة جمال الدين المرشدی : فيه أحاديث سمجة موضوعة لايحل سماعها"، انتهی".
(النافع الكبيرللكنوی علی الجامع الصغير، ص: ۲۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (بستان المحدثين اردو فارسی ، بحث فردوس الديلمی . عنوان : حافظ شیرویہ کاتذکرہ، ص:۱۶۲ سعيد)

(۳) (ردالمحتار، باب الأذان : ۳۹۸/۱، سعيد)

(۴) (تنقيح الفتاویٰ الحامدية لابن عابدين: ۳۵۶/۲، كتاب الحظر والإباحة، مسئلة لبس الأحمر، المطبعه الميمنيه،مصر)

(۵) (لم أظفر علی طبقات الحنفيه للقاری)
(وقد ذكره اللكنوی فی النافع الكبير علی الجامع الصغيرص:۲۷، إدارة القرآن كراچی)

المعتبرة، فلايجوز العمل بمافيها إلا إذا علم موافقتها للأصول"(۱)۔

نیز علامی شامیؒ نے اس کو بلاتنقید نہیں چھوڑا، ان کتب کا حوالہ نہ دینا بھی تنقید ہے، پھر اخیر میں ہے:

"لم يصح في المرفوع من كل هذاشئ اه" (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم الحرام/۷۰ھ۔

بوقتِ اذان تقبیل ابہامین

سوال[۸۸۲]: مايقول العلماء الفقهية والإعتقادية في مسئلة: رجل سمع الندآء، فلمابلغ المؤذن عندقول: أشهد أن محمداً رسول الله " فقبّل إبهاميه، فوضع على عينيه، و قال من فيه: قر ة عيني بك يارسول الله ، فطعن عليه رجل آخر، فقال : هذافعل حرام ، فيغضبان بينهما، و لايتكلمان بينهما، مَن أصاب الحق و من أخطأ؟

الجواب حامداً و مصلياً:

قال الشامي في ردالمحتار: ۲۷۹/۱: "يستحب أن يقال عندسماع الأولى من الشهادة: صلى الله عليك يارسول الله، و عندالثانية منها: قرة عيني بك يارسول الله ، ثم يقول : ألـلهم متّعني بالسمع والبصر بعدوضع ظفري الإبهامين على العينين، فإنه يكون قائداً له إلى الجنة، كذافي كنز العباد اهـ، قهستاني. ونحوه في الفتاوى الصوفية. و في كتاب الفردوس : من قبّل ظفري إبهاميه عندسماع "أشهدأن محمداً رسول الله " في الأذان ، أناقائده و مدخله في صفوف الجنة ، وتمامه في حواشي البحر للرملي "المقاصد الحسنة للسخاوي، و ذكرذلك الجراحي وأطال ، ثم قال: و لم يصح في المرفوع من كل هذاشيء اهـ "(۳)۔

---

(۱)(مقدمة عمدة الرعاية: ۱۲/۱، سعيد)

(وانظر النافع الكبير للكنوى على الجامع الصغيرص: ۳۰، إدارة القرآن كراچى)

(۲) (ردالمحتار، باب الأذان : ۳۹۸/۱ سعيد)

(۳) (ردالمحتار، باب الأذان : ۳۹۸/۱ سعيد)

قلت: ذکر القاری (۱) والشوکانی (۲) والفتنی (۳) فی الموضوعات هذا حال الرواية. و أما تقبيل إبهامين عند ذلك و وضعهما على العينين، فهو عمل لاستشفائهما عن الرمد، منقول عن بعض السلف، لايزيد على هذا (٤) فمن فعل هذا على وجه القربة والمثوبة، فهو بدعة ينبغي تركها. وأما النداء فإن اعتقد أن الملائكة تبلغه إلى النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم بإذنه تعالیٰ فلابأس، و إن اعتقد أن النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يسمع بغير توسط أحدٍ من كل مكان، فهو غير ثابت، بل هو شعبة من علم الغيب، و هو أمر تفرد به الله تعالیٰ، و كفر الحنفية تصريحاً من اعتقد أن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يعلم الغيب و شريك معه تعالیٰ في علم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ: ﴿قل لايعلم من في السموات والأرض الغيب إلاالله﴾ (٥) ﴿و عنده مفاتح الغيب لايعلمها إلاهو﴾ (٦) كذافي شرح الفقه الأكبر (٧)۔ و أما الكتب التي نقل عنها الشامي أعني "كنز العباد" و "الفتاوى الصوفية"

---

(۱) "مسح العينين بباطن أنملتي السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المؤذن: أشهد أن محمداً رسول الله، مع قوله: أشهد أن محمداً عبده ورسوله، رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمد عليه الصلوٰة والسلام نبياً". ذكره الديلمي في "الفردوس" عن حديث أبي بكر الصديق أن النبي عليه الصلوٰة والسلام قال: "من فعل ذلك، فقد حلّت شفاعتي". (الموضوعات الكبرى: ۲۰۱، رقم الحديث: ۸۲۹، قديمی)

(۲) "من قال حين يسمع أشهد أن محمداً رسول الله مرحباً بحبيبتي وقرة عيني محمد بن عبدالله، ثم يقبّل إبهاميه، ويجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمد أبداً". قال في التذكرة: لايصح". (الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة، ص: ۲۰، رقم الحديث: ۱۹، كتاب الصلاة، السنة المحمدية الطاهرة)

(۳) "ذكره الديلمي في الفردوس من حديث أبي بكر الصديق أنه لماسمع قول المؤذن: "أشهد أن محمداً رسول الله، قال مثله، و قبل باطن الأنملتين السبابة، و مسح عينيه، فقال صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "من فعل مثل مافعل خليلي، فقد حلت عليه شفاعتي". "و لايصح". (تذكرة الموضوعات لمحمد بن طاهر بن علي الفتني، باب الأذان و مسح العينين فيه ونحوه ص: ۳۴، مطبعة الشرق بمصر)

(۴) "وحكي عن البعض من صلى على النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم إذاسمع ذكره في الأذان، وجمع أصبعيه: المسبحة والإبهام، و قبلهما و مسح بهما عينيه، لم يرمد أبداً". (تذكرة الموضوعات للفتني ص: ۳۴)

(۵) (النمل: ۶۵)　　(۶) (الأنعام: ۵۹)

(۷) "و بالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به سبحانه .... ثم اعلم أن الأنبياء عليهم الصلوٰة والسلام لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ماعلّمهم الله تعالیٰ أحياناً، و ذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاده أن =

و"کتاب الفردوس" فکلها لا یعتمد علیها، لکونها جامعة للرطب والیابس، کما صرح به فی النافع الکبیر(۱) و بستان المحدثین (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



= النبی علیه الصلوة والسلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ: ﴿قل لایعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا الله﴾ کذافی المسایرة". (شرح الفقه الأکبر للقاری، ص: ۱۵۱، قدیمی)

(۱) و کذا "کنز العباد" (أی من الکتب الغیر المعتبرة) فإنه مملوءٌ من المسائل الواهیة والأحادیث الموضوعة، لاعبرة له، لاعندالفقهاء و لاعندالمحدثین، قال علی القاری فی "طبقات الحنفیة": علیّ بن أحمد الغوری له کتاب جمع فیه مکروهات المذهب سماه "مفید المستفید" و له کنز العباد فی شرح الأوراد" قال العلامة جمال الدین المرشدی: فیه أحادیث سمجة موضوعة لایحل سماعها، ص: ۲۹.......

و کذا "الفتاویٰ الصوفیة" لفضل الله محمد بن أیوب المنتسب إلی ماجو، تلمیذ صاحب جامع المضمرات شرح القدوری ...... قال البرکلی: الفتاویٰ الصوفیة لیست من الکتب المعتبرة، فلا یجوز العمل بما فیها إلا إذا علم موافقتها للأصول. انتهی". (النافع الکبیر للکنوی علی الجامع الصغیر، ص: ۲۹، ادارة القرآن کراچی)

(۲) "حافظ یحییٰ بن منده درحقِ او گفته که جوانے زیرک وحسنِ خلق درمذهب سنتِ متصلب ست، وازاعتزال دور مردکم گو ودلیردل، اما درا تقانِ معرفت وعلمِ او قصور است، درصحیح وسقیم احادیث تمییز نمی کند، دولهذا دریں کتابِ او موضوعات وواهیات توده توده مندرج". (بستان المحدثین، ص: ۱۶۲، سعید)

میلاد، سیرت کی محافل اور عرس کا بیان

محفل میلاد

سوال[۸۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

میلاد شریف میں قیام بوقتِ ذکرِ ولادت بغرضِ تعظیم نبی علیہ السلام جسداً یا روحاً شرعاً مستحب یا مشروع کس درجہ میں ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو سیئہ ہے یا حسنہ؟ بعض قائلین بالقیام آیت کریمہ پارہ سورۃ فتح ﴿لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ﴾(۱) الخ اور حدیث "قوموا إلیٰ سید کم"(۲) سے استدلال کرتے ہیں۔ بصورت عدم جواز استدلال کا جواب اور بیان تو بہ زمانہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کس طرح ثابت ہے؟ بینوا بالدلیل مع حوالہ کتب توجروا اجراً الجزیل۔ المستفتی: حکمت اللہ غفرلہ، میمن سنگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام کا ذکر مبارک خواہ ذکر ولادت ہو یا عبادات، معاملات، جہاد، شب وروز کے نشست وبرخواست کا ذکر ہو بلاشبہ باعثِ ثواب، موجب خیر وبرکت ہے(۳)، مگر مجلسِ میلاد مروجہ طریق پر بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ہے، بہت قبائح اور منکرات پر مشتمل ہوتی ہے۔ ابن امیر حاج نے مدخل، ج:۲ میں ۳۲/صفحات میں اس کے مفاسد کو شمار کرایا ہے(۴)۔ آپ کا سوال صرف قیام کے متعلق ہے لہذا اسی کے

---

(۱)(الفتح : ۹)

(۲) (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی القیام: ۲/۷۰۸، دار الحدیث ملتان)

(۳) "نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر وحالات کے مندوب ہے"۔ (براہینِ قاطعہ:۴)

(۴) مدخل سے چند اقتباسات: "و من جملة ماأحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من أکبر العبادات و إظهار الشعائر، یفعلونه فی شهر ربیع الأول من المولد، و قد احتوی علی بدع ومحرمات جمة.......... و مضوا فی ذلک علی العوائد الذمیمة فی کونهم یشتغلون فی أکثر الأزمنة التی فضلها الله تعالیٰ =

متعلق جواب تحریر ہے کہ یہ قیام بدعت ہے(۱)، سورۃ فتح کی آیت سے متدل نے جو استدلال کیا ہے قیام پر، بہت بعید بلکہ ابعد ہے کیونکہ اس میں کہیں قیام کا ذکر نہیں ہے اور نہ ولادت کے وقت کی کسی تعظیم کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی حتمی نہیں کہ ضمائر منصوب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں: ''(وتعزروه) وتقووه بتقوية دينه و رسوله (وتوقروه) وتعظموه (وتسبحوه) و تنزهوه أو تصلواله من سبحو (بكرةً وأصيلاً) غدوةً وعشياً۔عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهماصلوة الفجر و صلوة الظهر و صلوة العصر''۔تفسير أبی سعود: ۱۴۸/۷(۲)۔

''(و تعزروه): أی تعتقدوا قوة بحيث لا يحتاج إلیٰ، شريك فتوحدوه و (توقروه): أی تعتقدوا عظمة بحيث لا يشاركه شئ فی صفات، و غاية ذلك أن سبحوه: أی تنزهو عن كمالات الحوادث فضلاً عن النقائص'' اه تفسير الرحمن :۲ /۲۸۳(۳)۔

= وعظمها ببدع ومحرمات''. ''ص:۳'' .... فتعظيم هذا الشهر الشريف إنما يكون بزيادة الأعمال الزاكيات فيه و الصدقات إلی غير ذلک من القربات،فمن عجز عن ذلک، فأقل أحواله أن يجتنب ما يحرم عليه و يكره له تعظيماً لهذا الشهر الشريف، وإن كان ذالک مطلوباً فی غيره إلا أنه فی هذا'' الشهر أكثر احتراماً .... فيترک الحدث فی الدين، و يجتنب مواضع البدع و ما لا ينبغی''. ص:۵-۶ .... بل يزعم بعضهم أنه يتأدب، فيبدأ المولد بقراء ة الكتاب العزيز، وينظرون إلی من هو أكثر معرفةً بالهنوک والطرق المهيجة لطرب النفوس، فيقرأ عشراً، و هذا فيه من المفاسد وجوه. ص:۶ .... ثم العجب كيف خفيت عليهم هذه المكيدة الشيطانية والدسيسة من العين''. ص: ۷ ...... ألا تری أنهم لما ابتدعوا فعل المولد علی ما تقدم تشوقت نفوس النسآء لفعل ذلک،قد تقدم ما فی مولد الرجال من البدع .... فكيف إذا فعله النسآء. ص:۱۲ . (المدخل لابن الحاج المالكی، فصل فی المولد:۲/۳،۵،۶،۷،۲،۱۲، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۱) ''و نظير ذلک فعل كثير عند ذكر مولده صلی اللّٰہ تعالی عليه وسلم ، و وضع أمه له من القيام ،و هو أيضاً بدعة لم يرد فيه شيء الخ ''.(الفتاوی الحديثية لإبن حجر المكی الشافعی ، مطلب فی أن القيام فی أثناء مولده الخ ص:۱۱۲ ، قديمی)

(۲) (تفسير أبی السعود :۱۰۶/۸ ، دارإحياء التراث العربی بيروت)

(۳) (تفسير الرحمن) و بعضه فی (التفسير المظهری : ۵/۹، حافظ كتب خانه كوئٹه)..................=

"(وتعزروه) وتقووه بالنصر و (توقروه) وتعظموه (وتسبحوه) من التسبيح ومن السبحة، والضمائر لله عزو جل، والمراد بتعز ير الله تعالى تعزير دينه و رسوله، ومن فرق الضمائر، فجعل الأولين للبنى صلى الله تعالى عليه وسلم فقد أبعد". إلى آخره. مدارك تنزيل: ۲/۱۴۰(۱)۔ اور ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی تقویت اور آپ کی تعظیم فرمانبرداری اور اتباع سنت میں ہے(۲) جس درجہ کوئی متبع سنت ہوگا اسی قدر حامی دین اور آپ کی تعظیم کرنے والا ہوگا(۳) اور حوادث بدعات سے آپ کی یا آپ کے دین کی تقویت ہوتی ہے نہ تعظیم، بلکہ صریح مخالفت ہے، گویا بدعتی اپنے لئے منصبِ تشریع ومنصب نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ جو شخص یہ کہے یا یہ سمجھے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ ہر زمان ومکان میں موجود رہتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرح حاضر وناظر ہیں اور تمام حرکات وسکنات کو ملاحظہ فرماتے ہیں تو یہ عقیدہ مشرکانہ ہے(۴) اس سے توبہ کر کے تجدید ایمان بھی لازم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اس مجلس میلاد کو منعقد نہیں کیا جاتا تھا حالانکہ وہ تمام امت

= (وكذا في تفسير القرطبي: ۱۶/۱۶۷، ۱۷۷، دار الكتب العلميه بيروت)

وفي فتح البيان في مقاصد القرآن: "و تسبحوه: أي تسبحوا الله عزوجل وهو من التسبيح الذي هو التنزيه من جميع النقائص .... و قيل: الضمائر كلها في الأفعال الثلاثة لله عزوجل، فيكون المعنى تثبون له التوحيد، و تنفون عنه الشركاء". (فتح البيان: ۹/۳۹، بيروت قديمي)

(۱) (تفسير مدارك للنسفي: ۲/۱۵۷، قديمي.)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿قل هذه سبيلي أدعوا إلى الله على بصيرة أنا و من اتبعني وسبحن الله ومأانا من المشركين﴾ (يوسف: ۱۰۸)

(۳) قال تعالى ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنوبكم والله غفور الرحيم، قل أطيعوا الله و الرسول، فإن تولوا، فإن الله لا يحب الكافرين﴾. (آل عمران: ۳۱، ۳۲)

(۴) یہ عقیدہ قرآن کریم کے صریح نصوص کے خلاف ہے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿و ما كنت لديهم إذ يلقون أقلامهم أيهم يكفل مريم، و ما كنت لديهم إذ يختصمون﴾. (آل عمران: ۴۴)

و قال تعالىٰ: ﴿و ما كنت لديهم إذ أجمعوا أمرهم و هم يمكرون﴾ (يوسف: ۱۰۲)

وقال تعالى: ﴿و ما كنت بجانب الطور إذ نادينا﴾. الآية (القصص: ۴۶)

سے زیادہ نبی علیہ الصلوۃ والتسلیم کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔ تعظیم وتوقیر کا حاصل بھی یہی ہے کہ آپ کی سنت کی اتباع کریں اور آپ کے لائے ہوئے پیغام کی اشاعت کے لئے جان ومال، اولاد سب کچھ خدا کے راستہ میں فنا کردیں، وہاں یہ معمول نہ تھا جو کہ آج کل رائج ہے کہ داڑھی چہرے پر نہیں، احکام شرع کی پابندی نہیں، رات بھر مولود پڑھا جس میں موضوع اور غلط روایات سنائیں، کچھ اشعار گائے، محلّہ والوں کو سونے نہیں دیا، مجلس میں حد سے زیادہ روشنی وغیرہ کر کے ایک تماشہ کی شکل بنائی اور آخر شب میں مٹھائی اور کچھ نقد لے کر گھر آکر سوئے تو صبح کو اٹھے نو بجے نیند سے بیدار ہوئے، نماز کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ اگر کسی نے شرکت مجلس سے یا قیام سے انکار کیا یا یہ کہہ دیا کہ ایسی مجلس جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جاوے ناجائز ہے تو اس پر وہابیت اور کفر کے فتویٰ لگانا شروع کردیں (۱)۔

۶۰۴ھ میں سب سے پہلے مولود شریف کے لئے کتاب تصنیف کی گئی، سلطان ابوسعید مظفر کے زمانہ میں شہر اربل میں یہ بدعت جاری ہوئی (۲)۔

"قوموا إلیٰ سید کم" (۳) میں میلاد، نہ ذکرِ میلاد، اس سے قیامِ میلاد پر استدلال کس طرح درست ہے؟ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۵۹ھ

---

(۱) "و من لا یتبع هواهم، یرمونه بالوهابیة و یسخرون به، و ینبذونه بالألقاب، فهداهم الله تعالیٰ طریق الصواب". (البدر الساری إلی فیض الباری لبدر عالم میرتهی : ۱/۱۱۳، خضر راه بکڈپو دیوبند)

(۲) کتاب کا نام "کتاب مستوفی" ہے جس کو ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں "التنویر فی مولد السراج المنیر" سے موسوم کیا ہے، اسکے مصنف کا نام ابوالخطاب عمر بن حسن بن دحیہ کلبی ہے ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے، ۶۰۴ھ میں کتاب مذکور تصنیف کر کے سلطان اربل کو سنا کر ایک ہزار دینار یا اشرفی انعام حاصل کیا، علامہ سیوطیؒ نے "حسن المقصد" میں نقل کیا ہے: "قد صنف الشیخ أبو الخطاب بن دحیة مجلداً فی مولد رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم، سماه التنویر فی مولد البشیر والنذیر، فجازاه علی ذلک بألف دینار ...... الخ". (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: تاریخ میلاد للحافظ الحکیم عبد الشکور المزاربوری، تصنیف سن ۱۹۳۱ء ص: ۲۵، ۲۷)

(۳) (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی القیام : ۲/۷۰۸، دار الحدیث ملتان)

مجلسِ میلاد مروجہ

سوال[۸۸۴]: بعض جگہ میلاد شریف کا طریقہ اس طرح مروج ہے کہ باسم میلاد شریف حضرات علماء کرام بغرض سماع عام لوگوں کو بلایا جاتا ہے، کھانے پینے کا اہتمام بعض تعلق دار وخصوصاً علماء کرام وطلبہ کا ہوتا ہے ورنہ تو اپنے محلّہ والوں کے نزدیک عیب شمار کیا جاتا ہے۔ مجلس ہذا میں شمع مع دیگر خوشبو وغیرہ کا بھی کچھ انتظام کیا جاتا ہے لیکن کہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ ومعجزات مع فضائل ووعظ نصیحت بیان کی جاتی ہیں اور کہیں محض وعظ ونصائح قرآن کریم واحادیث نبویہ بیان ہوتے ہیں۔ بہر حال کوئی خاص مَضمون نہیں مگر اخیر میں جلسہ کے اختتام پر ضرور بالضرور عام لوگ کھڑے ہو کر کوئی ہاتھ چھوڑ کر کوئی بر سینہ، کوئی تحت سرہ دست بستہ ہو کر بآواز بلند مع القیام سلام ودرود پڑھتے ہیں۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس قسم کے میلاد شریف مع القیام وعدم القیام کا شریعت میں کیا فیصلہ ہے؟ عبارت مذکورہ کے مطابق جو قیام کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کسی نصوص قطعی وفقہ حنفی سے ثابت ہے یا قرون ثلثہ میں سے کسی نے اس فعل کو کیا یا ان سے ثابت ہے؟ اگر ناجائز ہے تو یہ ناجائز کس درجہ کا ہے اور ان ناجائز امور کرنے والے لوگوں کو شرعاً کیا کہا جائے گا؟

نیز تارکِ قیام پر سب وشتم وطعنہ زنی کرنا کرانا کیسا ہے؟ اس قسم کے لوگوں کو کیا کہا جائے گا، کیا ان کے متعلق شریعت محمدیہ میں کوئی وعید نہیں؟ بصورتِ جمیع ماذکر کے عدم جواز پر اَور کوئی صورت وہیئت سے میلاد مع القیام کا اس شریعت میں ثبوت معلوم ہوتا ہو تو تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ وہ ذکر ولادت ہو یا ذکر عبادات ومعاملات وغیرہ بلا شبہ مستحسن اور باعث برکت وموجب ثواب ہے، لیکن میلادِ مروج ہیئتِ مخصوصہ کے ساتھ قرون مشہود لہا بالخیر میں کہیں موجود نہ تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین ائمہ مجتہدین اور علماء حقہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کبھی نہیں کیا اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں لہذا بے اصل بدعت اور ناجائز ہے، اس کا ترک واجب ہے۔ یہ مجلس مفاسدہ کثیرہ پر مشتمل ہوتی ہے:

۱- اس مجلس کے انعقاد اور شرکت کو لازم سمجھا جاتا ہے۔

۲-اس کی اہمیت کا اعتقاد فرض عین سے بھی زیادہ ہے حتی کہ اگر کوئی شخص صلوۃ خمسہ کا تارک ہو اس پر کوئی نکیر نہیں کرتے، اس مجلس میں شریک نہ ہونے والے پر سب وشتم کیا جاتا ہے: ''سبـــاب الـمـؤمـن فسوق''(۱)۔

۳-مخصوص تاریخوں کی تعیین کو بلا دلیل شرعی لازم سمجھ رکھا ہے۔

۴-قیام کو فرض عین اعتقاد کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز عمل قیام کے بارے میں یہ ہے:

"(أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه) لم یکن شخص أحب إلیهم من النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، وکانوا إذا رأوه، لم یقوموا لما یعلمون من کراهیته لذالك"۔ الترمذی (۲)۔

"(أبو أمامة) خرج علینا النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم یتوكأ علی عصا، فقمنا إلیه فقال:"لا تقوموا کما تقوم الأعاجم یعظم بعضهم بعضاً"۔ لأبی داؤد(۳)۔

"(معاویة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه) رفعه: "مَن أحب أن یتمثل له الناس قیاماً، فلیتبوأ مقعده من النار". لأبی داؤد والترمذی(٤) یہ تینوں روایتیں جمع الفوائد: ۱٤۳/۲ پر مذکور ہیں(۵)۔

۵-اس قیام کے وقت اکثروں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف رکھتے ہیں اور ہماری تمام نقل وحرکت کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ بسا اوقات ایک وقت ہزاروں جگہ یہ مجلس

---

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله و هو لا یشعر: ۱/۱۲،قدیمی)

(۲) (جامع الترمذی، أبواب الإستیذان، باب ما جاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل: ۱۰۴/۲، سعید)

(۳) (سنن أبی داود، کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلک: ۷۱۰/۲، دار الحدیث ملتان)

(۴) (أبوداؤد المرجع السابق، رقم الحاشیة:۳، وجامع الترمذی أیضاً المرجع السابق، رقم الحاشیة:۲)

(۵) (جمع الفوائد، کتاب الآداب، باب العطاس والتثاؤب والمجالسة و آداب المسجد:۳۵۲/۳، رقم الأحادیث: ۷۷۷۸، ۷۷۷۹، ۷۷۸۰، ادارة القرآن کراچی)

منعقد ہوتی ہے اور ہر مجلس والے یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ ہماری مجلس میں تشریف رکھتے ہیں حالانکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے۔ پس یہ اعتقاد مشرکانہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شریک مانا(۱)۔

۶-عموماً مجلس میلاد میں روایاتِ موضوعہ بیان کی جاتی ہیں، ان کا بیان کرنا اور سننا اور ان کو سچا جاننا حرام ہے: "من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار "(۲)۔

۷-عموماً شرکاء مجلس کی رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے نماز فجر قضاء ہوتی ہے اور اکثر میلاد خواں بے نمازی ہوتے ہیں(۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ذلك من أنباء الغيب نوحيه إليك، و ماكنت لديهم إذ يلقون أقلامهم أيهم يكفل مريم، و ماكنت لديهم إذ يختصمون﴾. (آل عمران: ۴۴)

وقال الله تعالیٰ: ﴿و ما كنت لديهم إذ أجمعو أمرهم، و هم يمكرون﴾. (يوسف: ۱۰۲)

وقال تعالیٰ: ﴿و ماكنت بجانب الغربي إذ قضينا إلى موسى الأمر﴾. (القصص: ۴۴)

و قال الله تعالیٰ: ﴿وماكنت بجانب الطور إذ نادیناه و لكن رحمة من ربك﴾ (القصص: ۴۶)

حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا قرآن کریم کی مذکورہ اور ان جیسی دیگر آیات کریمہ اور قطعیات کے خلاف ہے، مزید وضاحت کے لئے دیکھئے: (روح المعانی: ۱۵۸/۳، دار إحياء التراث العربی)

(وتفسير ابن كثير: ۴۸۴/۱، مكتبه دار السلام رياض)

(وتفيسر ابن جرير الطبری: ۱۸۲/۳. دارالمعرفة بيروت)

(۲) (صحيح البخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: ۲۱/۱، قديمی كتب خانه)

(۳) بلا عذر نمازوں کو ترک کرنے میں بہت بڑی وعیدیں آئی ہیں، حدیث شریف میں ہے:

"عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه............ سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "خمس صلوات افترضهن الله عزوجل، من أحسن و ضوئهن، و صلاهن لوقتهن، وأتم ركوعهن و خشوعهن، كان له على الله عهد أن يغفر له، و من لم يفعل فليس له على الله عهد، إن شآء غفر له و إن شآء عذبه". (أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب المحافظة على الصلوات: ۶۱/۱، دار الحديث ملتان)

۸-قریب کے رہنے والے لوگ بڑی ضیق میں مبتلا رہتے ہیں، ان کو سخت اذیت معلوم ہوتی ہے(۱)۔

۹-روشنی اور خوشبو وغیرہ میں ضرورت سے زیادہ صرفہ ہوتا ہے جو کہ اسراف ہے(۲)۔

غرض یہ کہ بے حد مفاسد اور ممنوعات کا ارتکاب ان مجالس میں ہوتا ہے، لہٰذا ان مجالس کا انعقاد اور ان کی شرکت بدعت سیئہ اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیوبند۔

میلاد کا خاص طریقہ

سوال[۸۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود میلاد شریف لوگ سب جمع ہو کر زور وشور سے بلند آواز کے ساتھ گلے سے گلے ملا کر برائے ایصال ثواب وثواب دارین وبرکت مکان ومحفوظ بلاء ومصائب کے لئے پڑھاتے ہیں اور پڑھتے ہیں اور پڑھنے والے میلاد شریف بیان کرتے کرتے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے وقت تک جب پہونچ جاتے ہیں تب سب لوگ ایک دم کھڑے ہو جاتے ہیں اور زور وشور سے "صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم" پھر "یا نبی سلام علیك، یا رسوُل سلام علیك" بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک کے محفل میلاد شریف میں تشریف لانے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور بوقت سلام قیام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اب ایصال ثواب وغیرہ کی نیت سے پڑھنا اور پڑھانا اور زور وشور سے گلے سے گلے ملا کر پڑھنا اور محفل میلاد شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روح مبارک کے حاضر ہونے کا اعتقاد رکھنا ووقت سلام قیام کرنے کو ضروری سمجھنا اور قیام کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو کونسا اور کیسا گناہ ہے؟ اور رائج میلاد شریف یہ ہے کہ "ما کان محمد" سے لیکر "شیء علیم" تک پھر "إن اللہ و ملائکتہ" سے لیکر "وتسلیماً" تک پڑھتے ہیں۔ بعد میں سب لوگ مل کر زور وشور کے ساتھ درود شریف پڑھتے

---

(۱) "عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ". الحدیث ". (صحیح البخاری، الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون الخ : ۱/۶، قدیمی)

(۲) اور اسراف ممنوع ہے، ارشاد خداوندی ہے : ﴿و لا تسرفوا، إنہ لا یحب المسرفین﴾. (الأعراف : ۳۱)

ہیں، پھر ایک مولوی یا منشی عربی میں تولید بیان کرتے ہیں مثلاً: ’’ابتدا باسم ذاته العلیٰ الخ‘‘ پھر ’’ولما أراد الله بإبراز حقیقة محمد أظهر الخ‘‘ پھر ’’ولما تم من حمله شهد ان علی اشهد الأ قوال الرؤیا‘‘ سے لے کر آخیر تک پڑھتے ہیں اور بوقت سلام قیام کرتے ہیں اور ’’یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک‘‘ بلند آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں اسی طرح ختم کرتے ہیں۔ پھر ایک شعر پڑھتا ہے پھر سب مل کر زور وشور سے ’’یا نبی سلام علیک‘‘ پڑھتے ہیں، اسی طرح ختم کرتے ہیں اردو زبان میں پڑھتے ہیں۔ جیسے ؎

آمنہ سے ہے روایت اور یہ ۔۔۔ مجھ کو پیدا ہوگیا جب دردِ زہ

اس شعر سے لے کر ؎

ہاتھ سے میرا شکم ملنے لگا ۔۔۔ اور کہتا تھا وہ نورانی تھا

پھر ’’اظہر یا سید المرسلین الخ‘‘ تک پڑھ کر...........

اٹھو وقت تعظیم محمد حبیبی، بیان ظہور محمد..........کھڑے ہو جاتے ہیں اور ’’صلی اللہ علی محمد الخ‘‘ اور ’’یا نبی سلام علیک‘‘ بلند آواز سے سب مل کر پڑھتے ہیں پھر ایک شعر پڑھتا ہے ؎

مثل أنت شمس أنت بدر، أنت أنت مصباح الصدور

تک پڑھتا ہے، پھر سب مل کر یا نبی سلام علیک بلند آواز کے ساتھ ختم تک اسی طرح پڑھتے ہیں، بعد میں بیٹھتے ہیں اور درود شریف پڑھتے اور مناجات کرتے ہیں۔ اس طرز وطریقہ کے ساتھ پڑھنا اور پڑھانا کیسا ہے؟ بدلیل شرعی وحوالجات کتب القوی تحریر فرمادیں۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو خواہ عبادات ومعاملات وعادات وغیرہ کا ذکر ہو، بلا التزام تاریخ ومہینہ کے بلاشبہ باعث اجر موجب ثواب ہے(۱) لیکن طریقہ مروجہ پر میلاد شریف کی مجلس منعقد کرنا

---

(۱) ’’نفس ذکر میلادِ فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا، بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل ذکر دیگر سیر وحالات کے مندوب ہے‘‘۔

(براهین قاطعه ص: ۴)

(وكذا في الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثميؒ، ص: ۲۰۲، قديمي)

بے اصل، بدعت سیئہ اور ناجائز ہے۔ علامہ ابن الحاج نے کتاب المدخل (۱) میں بتیس صفحات میں اس مجلس اور

(۱) مدخل سے چند اقتباسات گزر چکے ہیں تحت عنوان: ''محفل میلاد'' اور مزید چند اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں:

"قال ابن الحاج: "فصل في المولد: و من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، و إظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، و قد احتوى على بدع و محرمات جمّة، فمن ذلك استعمالهم المغاني، و معهم آلات الطرب من الطار المصرصر والشبابة .... و مضوا في ذلك إلى العوائد الذميمة في كونهم يشتغلون في أكثر الأزمنة .... ببدع و محرمات .... و قد نقل ابن الصلاحؒ أن الإجماع منعقد على أن آلات الطرب اجتمعت فهي محرمة (ص: ٣) .... فمن كان باكياً فليبك على نفسه .... و يا ليتهم! عملوا المغاني ليس إلا بل يزعم بعضهم أنه يتأدب، فيبدأ المولد بقرأة الكتاب العزيز، و ينظرون إلى من هو أكثر معرفةً بالهنوك .... فهذا فيه من المفاسد وجوه: منها: ما يفعله القارى في قرآء ته على تلك الهيئة المذمومة شرعاً .... و الثاني: أن فيه قلة أدب و قلة احترام لكتاب الله عزوجل، الثالث: أنهم يقطعون قرآء ة كتاب الله تعالىٰ، و يقبلون على شهوات أنفسهم من سماع اللهو بضرب الطار و الشبابة والغناء والتكسير الذى يفعله المغنى .... الرابع: أنهم يظهرون غير ما في بواطنهم، و ذلك بعينه صفة النفاق ...... الخامس: أن بعضهم يقلل من القرآء ة لقوة الباعث على لهوه بما بعدها .... السادس: أن بعض السامعين إذا طوّل القارى القرآء ة يتقلقلون منه لكونه طوّل عليهم، و لم يسكت حتى يشتغلوا بما يحبون من اللهو، (ص: ٦) .... فانظر ......إلى هذا المغنى إذا غنى، له من الهيئة والوقار و حسن الهيئة والسمت .... فإذا دبّ معه الطرب قليلاً حرّك رأسه .... ثم إذا تمكن الطرب منه ذهب حياء ه و وقاره .... فيقوم ويرقص ويعيط و ينادى و يبكى و يتباكى و يتخشع و يدخل و يخرج و يبسط يديه و يرفع رأسه نحو السمآء .... و يخرج الرغوة: أى الزبد من فيه، و ربما مزق بعض ثيابه .... و هذا منكر بيّن؛ لأن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن إضاعة المال .... هذا وجه – والثانى: أنه في الظاهر خرج عن حد العقلاء إذأنه صدر منه ما يصدر من المجانين في غالب أحوالهم، الثالث: أنه ألحق نفسه بالبهائم، إذ التكليف إنما خوطب به العقلاء، و هذا يزعم أنه سلب عقله (ص: ٧) .... ثم انظر .... إلى مخالفة السنة ما أشنعها، ألا ترى أنهم لما ابتدعوا فعل المولد على ما تقدم، تشوقت نفوس النسآء لفعل ذلك، و قد تقدم ما في مولد الرجال من البدع، والمخالفة للسلف الماضين رضى الله عنهم أجمعين، فكيف إذا فعله النساء، لا جرم أنهن لما فعلنه، ظهرت فيه عورات جمة ومفاسد =

قیام کے مفاسد تحریر کئے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ (۱) میں اس کو ناجائز اور ممنوع لکھا ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں نذر مزارات کی حرمت (۲) کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے: ''وأقبح منه النذر بقرأة المولد فی المقابر مع اشتماله علی الغناء و اللعب، و ثواب ذلك إلی حضرة المصطفی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اهـ ''(۳)۔

اور یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں کہیں اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں (۴)، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں اپنے لئے قیام سے صحابہ کرامؓ

= عدیدة، فمنها ما تقدم فی مولد الرجال من أنه یکون بعض النساء ینظر إلی الرجال، فیقع ما یقع من التشویش بین الرجل و أهله بسبب ذلک". (ص: ۱۲) (المدخل : ۲/۳،۶،۷،۱۲)

(۱) "وسئل نفع الله به : عن حکم الموالد والأذکار التی یفعلها کثیر من الناس فی هذا الزمان هل هی سنة أم فضیلة أم بدعة ؟ .... فأجاب بقوله : الموالد والأذکار التی تفعل عندنا أکثرها مشتمل علی خیر کصدقة و ذکر و صلوة وسلام علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومدحه، و علی شرہل شرور لو لم یکن منها إلا رؤیة النساء للرجال الأجانب، و بعضها لیس فیها شر لکنه قلیل نادر، و لا شک أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح، فمن علم وقوع شیء من الشر فیما یفعله من ذلک فهو عاص آثم، وبفرض أنه عمل فی ذلک خیراً، فربما خیره لا یساوی شره .... الخ ".(الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الهیثمیؒ، مطلب الإجتماع للموالد والأذکار ...... مطلوب ما لم یترب علیه شر، و إلا فیمنع منه ، ص: ۲۰۲ قدیمی)

(۲) "أما لو نذر زیتاً لإیقاد قندیل فوق ضریح الشیخ أو فی المنارة کما یفعل النسآء من نذر الزیت لسید عبد القادر، و یوقد فی المنارة جهة المشرق، فهو باطل". (رد المحتار، قبیل باب الاعتکاف، مطلب فی النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام إلخ : ۲/ ۴۳۹، ۴۴۰، سعید)

(۳) (رد المحتار المصدر السابق، ص: ۴۴۰)

(۴) بلکہ یہ عقیدہ قرآن کریم کے صریح نصوص کے خلاف ہونے کی بنا پر باطل ہے: قال الله تعالیٰ: ﴿و ما کنت بجانب الغربی إذ قضینا إلی موسی الأمر، و ما کنت من الشاهدین﴾. (القصص : ۴۴)

قال القرطبی : ﴿ما کنت من الشاهدین﴾: أی الحاضرین ". (تفسیر القرطبی : ۱۳/۱۹۳، دارالکتب العلمیه بیروت) .... =

کو منع فرمایا ہے۔

"عن أبی أمامة رضی الله تعالیٰ عنه قال:"خرج رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم متکئاً علی عصا، فقمنا له، فقال: "لا تقوموا کما تقوموا الأعاجم یعظم بعضهم بعضاً"۔ رواه أبو داؤد (١)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خود معمول یہ تھا کہ قیام نہیں کرتے تھے۔

"عن أنس رضی الله عنه قال:"لم یکن شخص أحب إلیهم من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وکانوا إذا رأوه، لم یقوموا لما یعلمون من کراهیته لذالك"۔ الترمذی (٢) وقال هذا حدیث حسن صحیح اهـ". مشکوۃ شریف، ص:٤٠٣ (٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مولود شریف

سوال[٨٨٦]: معروض ہے کہ مولود شریف کے متعلق ایک فتویٰ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "علامہ ابن امیر الحاج نے کتاب المدخل میں بتیس صفحات میں اس محفل کے شرعی مفاسد تحریر کئے ہیں، ان کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ محفل وعظ میں بلند آواز سے اہل مجلس کے ذکر درود کو کتب فقہ مثل درمختار، شامی، طحطاوی وغیرہ میں ممنوع لکھا ہے"۔ بناءً علیہ بصد نیاز معروض خدمت ہے کہ کتاب المدخل ہمارے یہاں موجود نہیں، از روئے مہربانی اس کی عبارت کو نقل فرما کر ممنون کریں اور درود شریف زور سے پڑھنے کی کراہت کے متعلق شامی وطحطاوی کے کس موقع میں مذکور ہے، نشان تحریر کر کے رہین منت فرماویں۔

محمد عبدالغنی غفرلہ دارالافتاء وسط نظام پور چاٹگام۔

= وقال تعالیٰ: ﴿و ما کنت بجانب الطور إذ نادینا﴾. الایة: (القصص: ٤٦)

(١) (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلک: ٢/٧٠٤، دار الحدیث ملتان)

(٢) (جامع الترمذی، أبواب الإستیذان والأدب، باب ما جاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل: ٢/١٠٤، سعید)

(٣) (مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثانی، ص:٤٠٣، قدیمی)

الجواب حامداً و مصلیاً :

بتیس صفحات (۱) نقل کرنے کی اس وقت فرصت نہیں، میری کتاب مدخل ایک صاحب کے پاس مستعار گئی ہوئی ہے۔ ''وصایا الوزیر علی طریقۃ البشیر والنذیر'' (۲) ''براہین قاطعہ'' (۳)، ''اصلاح رسوم'' (۴)، ''فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر مکی'' (۵) وغیرہ میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہے۔ اس محفل کی ابتداء ۶۰۰ ھ میں شاہ اربل کے دور میں ہے، کذا فی العرف الشذی: ۲۴۰ (۶) اور جب ہی ابن وجیہہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "المورد فی الکلام علی عمل المولد" (۷) پھر اس کے بعد سے اب تک عربی فارسی اردو میں رسائل اور فتاویٰ بکثرت اس مسئلہ پر لکھے گئے ہیں۔ یہ کتابیں روزمرہ کی ضرورت کی ہیں، دارالافتاء اور جمعیۃ علماء میں ان کا موجود ہونا ضروری ہے۔

امداد الفتاوی (۸) میں بھی متعدد جگہ اس کی بحث ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبل باب الاعتکاف

---

(۱) (قد مضت اقتباساتٌ من المدخل تحت عنوان ''محفل میلاد'' ،و عنوان ''میلاد کا خاص طریقہ''، فراجع الموضعین تجد فیھما مایکفی لک.

(۲) (لم أجد ھذہ الرسالة)

(۳) ''براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ''، میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے مختلف عنوانات قائم کر کے اس بدعت کی تردید فرمائی ہے۔

(۴) چنانچہ اصلاح الرسوم میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے باب سوم، فصل اول میں ''مولود شریف'' کے عنوان سے تقریباً دس بارہ صفحات میں اس بدعت قبیحہ کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ (۹۸، ۱۰۹، سعید)

(۵) (قد مضی تخریجه تحت عنوان ''میلاد کا خاص طریقہ'')

(۶) لم أجده فی العرف الشذی و ذکرہ ابن خلکان فی کتابه: "و فیات الأعیان و أبناء أبناء الزمان، ترجمة مظفر الدین صاحب إربل، رقم الترجمة: ۵۴۷، ۴/۱۱۷، ۱۱۹، وکذا: ۱/۲۱۱، ۲۱۲، ترجمة الأسعد ابن مماتی، رقم الترجمة: ۹۱، دار صادر بیروت)

(۷) (لم أجد ھذہ الرسالة أیضاً)

(۸) ''ذکر ولادت شریف نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ہے اگر بدعات اور قبائح سے خالی ہو ....البتہ جیسا ہمارے زمانے میں قیودات وشنائع کے ساتھ مروج ہے، اس طرح بیشک بدعت ہے، اور بوجوہ ذیل ناجائز:=

نذر بقرأة المولد کو اقبح لکھا ہے(۱)۔

"وازعاج الأعضاء برفع الصوت جهل، وإنما هی دعاء له والدعاء يكون بين الجهر والمخافة، كذا اعتمده الباجی فی كنز القضاة اهـ". در مختار۔ "قال فی الهندية: "رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مكروه اهـ" شامی:۱/۵٤۱، فصل فی تاليف الصلوة إلی انتهائها(۲)۔

دوسرے مقام پر اس سے صریح ہے کہ بلند آواز سے درود شریف پڑھنا عند التذکیر گرمئی ہنگامہ کے

= اولاً یہ کہ مولودخواں جاہل ہوتا ہے اور روایتیں اکثر موضوع اور غلط بیان کرتا ہے............ثانیاً: یہ کہ اہتمام اس کا مثل اہتمام ضروریاتِ دین کے بلکہ زیادہ کرتے ہیں، کہیں قالین وفروش، کہیں چوکی ومسند، کہیں شامیانہ، کہیں گلاب پاشی، کہیں شیرینی، کہیں قندیل وفانوس جھاڑ، چمنی، گلاس، کہیں لوبان سلگنا، اور بہت سے امور غیر ضروریہ کو ضروری سمجھتے ہیں اور بغیر ان سامانوں کے مولود کرنے کو خالی پھیکا سمجھتے ہیں ....ثالثاً: یہ کہ تعیین وتقیید روز ولادت کو ضروری سمجھتے ہیں ....غیر مقید کو مقید سمجھنا اور غیر ضروری کو ضروری جاننا بدعات قبیحہ سے ہے ....رابعاً: یہ کہ اکثر اہل محفل اہل بدعت یا فساق و فجار ہوتے ہیں ....خامساً: یہ کہ اکثر اشعار نعت تصنیف جاہلوں کے ہوتے ہیں، کہیں اس میں توغل شان نبوی ہوتا ہے کہیں اور انبیاء اور ملائکہ کی نسبت بے ادبی ہوتی ہے............سادساً: وقت ذکر ولادت کے کھڑے ہوتے ہیں، پھر اس میں بعض کا عقیدہ تو یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تشریف رکھتے ہیں یہ تو بالکل شرک ہے............سابعاً: یہ کہ ان امور پر اصرار کرتے ہیں............اور اصرار معصیت پر سخت معصیت ہے"............ قال ابن المبارک ؒ۔

تعصی الإله وأنت تظهر حبه
هذا لعمری فی الفعال بديع
لو كان حبک صادقاً لأطعته
إن المحب لمن يحب مطيع

(امداد الفتاوی، کتاب البدعات: ۵/۲۴۹، ۲۵۰، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۱) "واقبح منه النذر بقرآءة المولد فی المناير، و مع اشتماله علی الغناء و اللعب .... الخ".
(ردالمحتار، کتاب الصوم، قبیل باب الاعتکاف: ۲/۴۴۰، سعید)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار، باب صفة الصلوة، مطلب فی المواضع التی تكره فيها الصلوة علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۵۱۹، سعید)

لئے مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/۶/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ جمادی الثانیہ/۶۴ھ۔

سالگرہ اور میلاد شریف

سوال[۸۸۷]: ہم نے اپنے بچے کی سالگرہ جب کہ وہ ایک سال کا ہوا خوب دھوم دھام سے منائی، چندلوگوں کو مدعو کیا، پارٹی کے کیک کاٹے، سالگرہ کی مبارکباد دی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعی کراہت تو نہیں؟ یا پھر غیر مسلم طریقہ ہونے کی وجہ سے ممنوع تو نہیں ہے؟ ویسے ہمارے یہاں مولود النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تو مناتے ہیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

سالگرہ (پیدائش سے سال بھر پورا ہونے پر تقریب اور خوشی منانا) یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے، یہ غیروں کا طریقہ ہے اس سے پرہیز چاہئے (۲)۔ مروجہ طریقہ پر میلاد شریف کرنا بھی دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں۔ چھ صدی تک اس کا وجود نہیں تھا، اس کے بعد اربل کے بادشاہ نے اس کو ایجاد کیا ہے (۳)، پھر اس میں بہت سی غلط چیزیں اور بھی شامل ہوگئیں، ان سب غلط چیزوں سے بچ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک

---

(۱) "فقال: وعن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قرائة القرآن والجنازة والزحف والذكير .... الخ". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۶، سعيد)

(۲) اور اس میں جو مال ضائع کیا جاتا ہے اور التزام کیا جاتا ہے وہ شرعاً مذموم اور غیر ثابت ہے: "قال ابن المنير: فيه: إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها؛ لأن التيامن مستحب في كل شيئ: أي من أمور العبادة، لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه، أشار إلى كراهته، والله تعالىٰ أعلم". (فتح الباري، كتاب الأذان، باب الإنفتال والإنصراف على اليمين والشمال: ۳۳۸/۲، دار المعرفة بيروت)

(۳) (وفيات الأعيان وأبناء أبناء الزمان، ترجمة مظفر الدين صاحب إربل، رقم الترجمة: ۵۴۷، ۱۱۷/۴، ۱۱۹، وكذا: ۲۱۱/۱، ۲۱۲، ترجمة الأسعد ابن مماتي، رقم الترجمة: ۹۱، دار صادر بيروت)

مثلاً: حدیث شریف پڑھ کر سنا کر ہو یا بصورت وعظ ہو، نہایت ہی موجب برکت اور سعادت کی چیز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۵ھ۔

بطرز موسیقی میلاد شریف پڑھنا

سوال[۸۸۸]: ہمارے ملک میں یہ رواج جاری ہے کہ محفل میلاد شریف اور وعظ میں درود شریف بوزنِ موسیقی اور قصیدہ نعتیہ ایک شخص پڑھنے کو حکم کرتا ہے اور گلے ملا کر خوب زور وشور سے چلا چلا کر بار بار پڑھتے جاتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ ایسا ہی رواجی طور پر پڑھنا بدعت ہے، عمر کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو جو ایک مجمع میں بیٹھے تھے، حکم کیا کہ تم لوگ درود شریف پڑھو، لہٰذا سب گلے ملا کر زور وشور سے درود پڑھتے رہے، اس سے ثابت ہے کہ ایسا ہی پڑھنا زیادہ مستحسن ومستحب ہے۔ اب جواب طلب یہ امر ہے کہ ایسا درود شریف اور قصیدہ پڑھنا عند الشرع کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ طریقہ بدعت ہے، قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، عمر ثبوت کا دعوی کرتا ہے اس سے دلیل دریافت کی جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس طرح پڑھنا کون سی حدیث میں منقول ہے اور اس حدیث کی سند کیسی ہے: "قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "البینة علی المدعی" (۲)۔ الحدیث۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۶۴ھ۔

---

(۱) (امداد الفتاوی: ۵/۲۴۹، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) (سنن ابن ماجة، کتاب الأحکام، باب البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه، ص: ۱۶۸، قدیمی)

مجلسِ میلاد کے منکرات تفصیلاً اور وعظ پر اجرت

سوال[۸۸۹]: میلاد النبی جو کہ شرعی حیثیت سے جائز ہے اور وعظ ونصیحت کر کے پہلے سے بغیر مقرر کئے ہوئے روپیہ پیسے لینا یعنی اس کی اجرت نام رکھ دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ ہم تمہارے وہاں اتنے بجے سے لے کر اتنے بجے تک وعظ ونصیحت یا میلاد النبی پڑھیں گے، ایسے کام کی اجرت تم سے لیں گے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جواب مدلل مع ادلہ اربعہ یا صرف قرآن وحدیث سے ثابت کریں اور اگر جائز نہیں تو ادلہ اربعہ سے اس کی نفی کریں۔

المستفتی: احسان علی کلکتوی۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ ذکر ولادت ہو خواہ جہاد، صلوۃ، صوم، حج، نکاح، معاملات وغیرہ یقیناً باعث برکت وموجبِ ثواب ہے(۱) لیکن اس زمانہ میں مجالس میلاد بہت سے منکرات و ممنوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شرعاً ممنوع ہیں۔ کتاب المدخل میں ۳۲ صفحات (۲) میں ان مجالس کے منکرات کو تحریر کیا ہے، عربی فارسی اور اردو میں مستقل رسائل اس کی تردید میں موجود ہیں۔ چند خرابیاں یہ ہیں:

۱- روایات جو محفل میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر وبیشتر غیر معتبر اور بعض موضوع ہوتی ہیں جن کا پڑھنا اور سنانا اور ان کا اعتقاد رکھنا ناجائز ہے اور سخت گناہ ہے(۳)۔

---

(۱) ''ذکر ولادت شریف نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ہے اگر بدعات اور قبائح سے خالی ہو، اس سے بہتر کیا ہے : قال الشاعر ۔

وذكرك للمشتاق خير شراب و كل شراب دونه كسراب

(امداد الفتاوی، كتاب البدعات : ۵/ ۲۴۹، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲)(تقدم تخريجه تحت عنوان ''محفل میلاد'' و عنوان: میلاد کا خاص طریقہ'')

(۳) قال النووی فی شرحه علی مسلم : "وأعلم أن هذا الحديث (أی من كذب عليّ الخ) يشتمل على فوائد و جمل من القواعد .... الثانية : تعظيم تحريم الكذب عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وأنه فاحشة عظيمة و موبقة كبيرة .... الثالثه : أنه لا فرق فی تحريم الكذب عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بين ما كان فی الأحكام و ما لا حكم فيه كالترغيب والترهيب والمواعظ وغير ذلک، فكله حرام=

"عن أبی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار"۔ رواہ الشیخان (۱)۔ "من حدّث عنّی حدیثاً و ھو یری أنہ کذب، فھو أحد الکاذبین"۔ رواہ مسلم (۲)۔ "والذی نفس أبی القاسم بیدہ! لا یروی عنی أحد ما لم أقلہ، إلا فھو مقعدہ من النار"۔ رواہ الدار قطنی(۳) " کفیٰ بالمرء إثماً أن یحدث بکل ما سمع"۔ رواہ مسلم (٤)۔

۲-رات کا بڑا حصہ ان مجالس میں گزار کر صبح کو جولوگ نیند سے مغلوب ہوکر سوجاتے ہیں جس سے فریضہ قضاء ہوتا ہے(۵)۔

= من أکبر الکبائر و أقبح القبائح بإجماع المسلمین الذین یعتدبھم فی الإجماع .... الرابعۃ : تحریم الحدیث الموضوع علی من عرف کونہ موضوعاً، أو غلب علی ظنہ و ضعہ، و لم یبیّن حال روایۃ وضعہ، فھو داخل فی ھذا الوعید، مندرج فی جملۃ الکاذبین علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم". (مقدمۃ الکامل علی الصحیح لمسلم، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ۸/۱، قدیمی)

(۱) (أخرجہ البخاری فی العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ۲۱/۱،قدیمی)

(ومسلم فی مقدمتہ علی صحیحہ، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ۷/۱، قدیمی)

(۲)(أخرجہ مسلم فی مقدمتہ علی صحیحہ، باب وجوب الروایۃ عن الثقات و ترک الکذابین و التحذیر من الکذب الخ : ۶/۱، قدیمی)

(۳) (أخرجہ البخاری و لفظہ : "من یقل علیّ مالم أقل، فلیتبوّأ مقعدہ من النار". (کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۱/۱، قدیمی)

(۴) (أخرجہ مسلم فی مقدمتہ علی صحیحہ، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع : ۸/۱، قدیمی)

(۵)اورنماز کوترک کرنا بہت بڑا گناہ ہے: "عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : " بین العبد و بین الکفر ترک الصلوۃ ". (ابن ماجۃ، کتاب إقامۃ الصلوۃ، باب ما جاء فیمن ترک الصلوۃ، ص:۷۵، قدیمی)

۳-قرب وجوار کے لوگ بھی نہیں سو سکتے جس سے ان کو اذیت ہوتی ہے(۱)۔

۴-ان مجالس کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے حتی کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھتا ہو، داڑھی منڈواتا ہو اس پر ملامت نہیں کی جاتی اور جو شخص ان مجالس میں شریک نہ ہو اس پر لعن طعن کیا جاتا ہے، وہابی کہا جاتا ہے بلکہ اخوت، مودت کا تعلق قطع کر کے اس سے دشمنی کی جاتی ہے، طرح طرح سے اس پر سب وشتم کرتے ہیں: ﴿والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر مااکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً وإثماً مبیناً﴾ الآیة(۲) بلکہ دین اسلام سے اس کو خارج مانا جاتا ہے۔

۵-روشنی، خوشبو، مجالس کی آرائش میں حد درجہ کا اسراف کیا جاتا ہے(۳)۔

---

(۱) کسی مسلمان کو اذیت دینا حرام ہے اور بسا اوقات جائز عمل بھی ایذا رسانی کے اندیشہ کی بنا پر مکروہ ہوجایا کرتا ہے جیسے جہراً ذکر اور تلاوت سے اگر مریض، سونے والے کی نیند یا نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو تو مکروہ ہے کما تقدم۔ اور کثرت سے احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، ارشاد ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده: ۱/۶، قدیمی)

دوسری جگہ ارشاد ہے: "و من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يؤذ جاره، و من كان يؤمن بالله و اليوم الآخر، فليقل خيراً أو ليصمت". (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی حق الجوار: ۲/۷۰۱، مکتبه دار الحدیث ملتان)

وقال العلامة الآلوسی تحت آية: ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا﴾. الآية: "وأخرج غير واحد عن قتادة قال: إياكم وأذى المؤمن، فإن الله تعالىٰ يحوطه و يغضب له". (روح المعانی: ۸۸/۲۲، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۲) (الأحزاب: ۵۸)

قال العلامة الألوسی تحت الآية المذكورة: ("والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات) يفعلون بهم ما يتأذون به من قول أو فعل الخ". (روح المعانی: ۸۸/۲۲، دار احياء التراث)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿و لا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ (الانعام: ۱۴۱)

وقال العلامة الآلوسی تحتها: "(ولا تسرفوا) ...... و قال الزهری: المعنى لا تنفقوا فی معصية الله تعالىٰ، و يروى نحوه عن مجاهد، فقد أخرج ابن أبی حاتم عنه أنه قال: لو كان أبو قبيس ذهباً، فأنفقه رجل فی طاعة الله تعالىٰ، لم يكن مسرفاً، و لو أنفق درهماً فی معصية الله تعالىٰ كان مسرفاً". (روح =

۶- قیام کوضروری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاء مجلس کی نظروں میں حقیر و ذلیل بلکہ مبغوض ہوتا ہے، طرح طرح سے اس پر سب وشتم کرتے ہیں حتی کہ اس ترک قیام کا درجہ ترک صلوۃ بلکہ ترک اسلام سے بھی بڑا ہوتا ہے حالانکہ اس قیام پر شرعی کوئی دلیل نہیں، قیام کے وقت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مجالس میں تشریف لاتے ہیں اور اہل مجلس کی ہر بات کو خداوند تعالیٰ کی طرح حاضر وناظر ہو کر بلاواسطہ ملاحظہ فرمارہے ہیں(۱)۔

۷- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں اس قدر مبالغہ کیا جاتا ہے کہ حدِ بشریت سے خارج مان کر خدائے وحدہ لاشریک لہ کے ساتھ صفات خاصہ میں شریک کردیا جاتا ہے(۲)۔

۸- بسا اوقات ان مجالس میں عورتیں شریک ہوتی ہیں ان کا مردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا ہے(۳)۔

= المعانی : ۳۸/۸، دار احیاء التراث)

(۱) (تقدم ذکر بطلان هذه العقیدة تحت عنوان: ''محفل میلاد'')

(۲) و قد قال اللہ تعالیٰ : ﴿قل إنما أنا بشر مثلکم، یوحی إلیّ﴾. الآیة (الکهف : ۱۱۰)

''والمقصور علیه فی الأول (أنا) والمقصور البشریة مثل المخاطبین''.(روح المعانی : ۱۶/۵۳، دارإحیاء التراث العربی)

''(هل کنت إلا بشراً رسولاً) و کونه بشراً توطئة لذلک، رداً لماء انکروه من جواز کون الرسول بشراً، و لا دلالة علی أن الرسل علیهم السلام من قبل کانوا کذالک، و لهذا قال الزمخشری : هل کنت إلا رسولاً کسائر الرسل بشراً مثلهم . ... ولم ینکر أحد بشریته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم''.(روح المعانی : ۱۵/۱۷۰، ۱۷۱)

وقال فی آیة سور ة فصلت : ''لست ملکاً و لا جنیاً، و یمکنکم التلقی منه .... أی لست من جنس مغایر لکم حتی یکون بینی و بینکم حجاب''. (روح المعانی : ۲۴/۹۷، دار إحیاء التراث العربی)

(۳) عورتوں کی ایسی مجالس میں شرکت مذموم ہے کیونکہ عورت کو پردہ کہا گیا ہے، گھر سے نکلنے پر اس کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے: ''و عنه (أی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه) عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: ''المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشیطان''. رواه الترمذی'' (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة و بیان العورات، الفصل الثانی، ص: ۲۶۹، قدیمی) ...... =

۹-تواریخ کی تعیین اپنی طرف سے کی جاتی ہے کہ ان میں مجلس کا انعقاد ضروری ہے(۱) والـــی ذلك من المفاسد۔

غور کا مقام ہے کہ ولادت صرف ایک مرتبہ ہوئی، اس کا اہتمام تو اس قدر اور نماز و روزہ، حج، زکوۃ، صدقہ، جہاد، نکاح وغیرہ جن پر مدت دراز تک مداومت رہی، ان کے لئے علیحدہ علیحدہ مجالس کیوں نہیں کی جاتی؟ دس مفاسد جن کا ذکر اوپر ہوا ان کی ممانعت پر نصوصِ قرآنیہ، حدیثہ، عباراتِ فقہیہ بکثرت موجود ہیں۔ جب ان مجالس کی یہ کیفیت اور شرعی حیثیت یہ ہے تو ان کے عدم جواز میں کوئی تأمل نہیں۔ پر ایسے میلاد پر اجرت لینا بھی ناجائز ہے، وعظ اگر منکرات شرعیہ (۲) سے خالی ہو تو اس پر متاخرین فقہاء نے اجرت کی اجازت دی ہے، كذا فی در مختار: ۳۸/۵ (۳) اس کے لئے اگر باقاعدہ مقرر کیا جائے کہ ہر روز یا ہر ہفتہ اتنی دیر وعظ کہنا ہوگا اور یہ تنخواہ ہوگی تو متاخرین کے نزدیک گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۰/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/شوال/۶۱ھ۔

= "و تمنع المرءة الشابة من كشف الوجه بين رجال، لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة كمسه وإن أمن الشهوة الخ ". (الدر المختار، باب شروط الصلاة : ۱/۴۰۶، سعيد)

(۱) "قال ابن المنير : فيه إن المندوبات تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها؛ لأن التيامن مستحب في كل شئ: أي من أمور العبادة، لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه، أشار إلى كراهته". والله تعالىٰ اعلم". (فتح الباری، كتاب الأذان، باب الانفتال و الانصراف عن اليمين والشمال : ۳۳۸/۲، ددار المعرفه بيروت)

(۲) منکرات شرعیہ سے خالی ہونا یہ ہے کہ مثلاً وہ تذکیر اور عبرت کے لئے ہو، کسی عہدے، مال یا لوگوں کے ہاں مقام حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ قال في الدر المختار :"التذكير على المنابر للوعظ والإتعاظ سنة الأنبياء والمرسلين، و لرياسة و مال وقبول عامةٍ من ضلالة اليهود والنصارى". (كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ذكر الفروع : ۴۲۱/۶، سعيد)

(۳) قال العلامة الشامي في كتاب الإجارة : "قال في الهداية : و بعض مشايخنا استحسنوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم .... و زاد بعضهم الأذان والإقامة والوعظ ". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار الخ : ۵۵/۶، سعيد)

عیدمیلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سوال[۸۹۰] : بارہ ربیع الأول کوعیدمیلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنا، منڈپ سجانا(۱)، چراغاں کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

کسی چیز کودین، ثواب، قربت سمجھ کرکرنااس وقت درست ہوگا جب کہ ادلۂ شرعیہ سے اس کا ثبوت ہو، ادلۂ شرعیہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس مجتہد، جس چیز کااس طرح ثبوت نہ ہواس کودین، ثواب، قربت سمجھ کرکرنابدعت وضلالت وممنوع ہوگا(۲)۔

قال علیہ السلام: "من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد". متفق علیه"(۳)۔

---

(۱)شامیانہ(فیروزاللغات:۱۲۹۲)

(۲) " (البدعة) ما أحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، و جعل دیناً قویماً و صراطاً مستقیماً ". (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعید)

وقال العلامة المناوی فی فیض القدیر تحت حدیث : " من أحدث فی أمرنا هذا الخ ": أی أنشأ واخترع و أتی بأمر حدیث من قبل نفسه .... (ما لیس منه) أی رأیاً لیس له فی الکتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد): أی مردود علی فاعله لبطلانه ".(۱۱/۵۵۹۴، رقم الحدیث : ۸۳۳۳، مکتبه نزار مصطفی)

"و قال صاحب جامع الأصول: الابتداع من المخلوقین إن کان فی خلاف ما أمر اللہ تعالیٰ به و رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، فهو فی حیز الذم و الإنکار...... الخ". (روح المعانی تحت قوله : و رهبانیة ابتدعوها: ۲۷/۱۹۲، دار احیاء التراث العربی)

"معناه : من اخترع فی الدین ما لا یشهد له أصل من أصوله، فلا یلتفت إلیه". (فتح الباری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود : ۵/۳۰۲)

(۳)(رواہ البخاری فی الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود : ۱/۳۷۱، قدیمی)

(ومسلم فی الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۲/۷۷، قدیمی)

مشکوۃ المصابیح ص:۲۷ (۱) "و إیاکم و محدثات الأمور، فإن کل محدثة بدعة، و کل بدعة ضلالة"، رواه أحمد (۲) وأبو داود (۳) والترمذی (٤) وابن ماجه (٥) مشکوة ص: ۳۰ (٦)۔

اس بنیادی چیز کو سمجھنے کے بعد اپنے سوالات کا جواب نمبروار لیجئے:

یہ چیز ادلۂ اربعہ میں سے کسی دلیل سے ثابت نہیں، قرون مشہود لہا بالخیر میں اس کا وجود نہیں تھا۔ چھ صدی تک یہ طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا اس کے بعد ایجاد ہوا، سب سے پہلے ایک بادشاہ نے یہ مجلس منعقد کی پھر اس کی حرص میں دوسرے لوگوں نے مجلسیں منعقد کیں، تاریخ ابن خلکان (۷) میں اس کی تفصیل مذکور ہے، اسی وقت

---

(۱) (مشکوة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی)

(۲) (مسند أحمد : ۱۲۶/۴، رقم الحدیث : ۱۶۶۹۴، عن العرباض رضی اللہ تعالیٰ عنه)

(۳)(أبوداؤد، کتاب السنة، آخر باب فی لزوم السنة : ۶۳۵/۲، مکتبه دار الحدیث ملتان)

(۴) (جامع الترمذی، أبواب العلم، باب الأخذ بالسنة واجتناب البدعة : ۹۶/۲، سعید)

(۵)(ابن ماجة فی مقدمته، باب اجتناب البدع والجدل، ص :۶، قدیمی)

(۶) (مشکوٰة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۲۹، ۳۰، قدیمی)

(۷) "وأما احتفاله بمولد النبی ﷺ : فإن الوصف یقصر عن الإحاطة به، لکن نذکر طرفاً منه و هو أن أهل البلاد کانوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فیه، فکان فی کل سَنَة یصل إلیه من البلاد القریبة .... خلق کثیر من الفقهاء و الصوفیة والوعاظ والقراء والشعراء، و لا یزالون یتواصلون من المحرم إلی أوائل شهر ربیع الأول .... فکان مظفر الدین (ملک إربل) ینزل کل یوم بعد صلوة العصر و یقف علی قبة قبة إلی آخرها، و یسمع غناء هم، و یتفرج علی خیالاتهم، و ما یفعلونه فی القبات .... هکذا یعمل کل یوم إلی لیلة المولد .... فإذا کان صبیحة یوم المولد أنزل الخلع من القلعة إلی الخانقاه علی أیدی الصوفیة .... فإذا فرغوا من الموسم تجهز کل إنسان للعود إلی بلده، فیدفع لکل شخص شیئاً من النفقة، و قد ذکرت فی ترجمة الحافظ أبی الخطاب ابن دحیة فی حرف وصوله إلی إربل و عمله لکتاب "التنویر فی مولد السراج المنیر" لما رأی من اهتمام مظفر الدین به". (وفیات الأعیان و أبناء أبناء الزمان لابن خلکان، ترجمة مظفر الدین صاحب إربل :۱۱۷/۴، ۱۱۹، رقم الترجمة :۵۴۷، دار صادر بیروت)

(وذکر شیئاً منه فی ترجمة الأسعد ابن مماتی : ۲۱۱/۱، ۲۱۲، رقم الترجمة : ۹۱، دارصادر بیروت)

سے علمائے حق نے اس پر نکیر کیا ہے۔ علامہ ابن الحاج نے المدخل (۱) کی دوسری جلد میں بتیس صفحات میں اس کی تردید کی ہے اور اس کے رد میں دلائل قائم کئے ہیں، مستقل رسالے بھی اس مسئلہ پر موجود ہیں۔ ''الجنة لأهل السنة'' (۲) میں بھی اس پر تفصیلی رد ہے۔ فی نفسہ ذکر مبارک جو کہ بدعات سے خالی ہو عین سعادت ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

کیا مجلس میلاد شریف تمام ارکان کا بدل ہے؟

سوال [۱۸۹۱]: بکر صوم وصلوۃ ودیگر امور شرعیہ کا پاس ولحاظ نہیں رکھتا، اس کا عقیدہ ہے کہ سال میں میلاد شریف مع قیام وسلام کا انعقاد سال کے جملہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جانے کا سبب ہے اور سال میں گھر میں خیر وبرکت کا سبب ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس کا حکم (ماقبل سوال کے جواب میں) گزر چکا ہے، پھر اس کو یہ سمجھنا کہ اس سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور فرائض ساقط ہو جاتے ہیں، یہ تو سخت قسم کی ضلالت ہے اور کھلی گمراہی ہے۔ اسلام کی بنیادیں جن چیزوں پر ہیں ان کو پورا اور مستحکم کرنا سب کے ذمہ ضروری ہے، ایک رکن کا بدل دوسرا رکن نہیں ہو سکتا مثلاً: ایک شخص نماز کی پابندی کرتا ہے تو روزہ اس سے ساقط نہیں ہوگا، نماز کی طرف سے بھی روزہ بدل نہیں ہو سکتا۔ تو

---

(۱) (قد مضت اقتباساته تخريجاً تحت عنوان ''محفل میلاد'')

(۲) یہ رسالہ حضرت مولانا محمد عبدالغنی خان رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر مدرس مدرسہ عین العلوم شاہ جہان پور یوپی) کا ہے جس کے باب ثالث میں ص: ۱۶۸، ۱۶۹، حضرت نے دلائل کی روشنی میں محفل میلاد مروجہ کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ (المکتبۃ البنوریۃ کراچی نے رسالہ مذکورہ کی طباعت کی ہے)

(۳) ''و سئل نفع الله بعلومه: عن الموالد والأذكار التي يفعلها كثير من الناس في هذا الزمان هل هي سنة أم فضيلة أم بدعة؟ .... فأجاب بقوله: الموالد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير، كصدقة، و ذكر و صلاة و سلام على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و مدحه'' الخ (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثمي: ۲۰۲، قديمي)

پھر ایک بدعت واجب الترک چیز کیسے تمام ارکانِ اسلام کا بدل ہوجائے گی؟ غرض میلاد شریف کی محفل منعقد کرلینے کوصوم وصلوۃ کا بدل قرار دینا اعتقادی مفسدہ اور شیطانی زبردست حملہ ہے جس سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے۔

"عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "بنی الإسلام علی خمس: شهادة أن لا إله إلا اللّٰه و أن محمدا رسول اللّٰه، وإقام الصلوة، وإيتاء الزكوة، والحج، و صوم رمضان"۔ متفق علیه (۱) مشكوة شريف (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

گیارہویں اور میلاد کی ابتداء

سوال [۸۹۲]: آج کل مسلمانوں میں ایک طبقہ ربیع الأول کی مخصوص تاریخوں میں میلاد النبی، گیارہویں شریف کی محفلیں بڑی دھوم دھام سے کرتا ہے، کھانا کھلانا، قصائد خوانی، مٹھائی تقسیم کرنا اور بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھنا وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ ان کا کہنا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے، اسکا کرنا اجروثواب اور باعث برکت ہے۔

۱......کیا اس کا حکم کبھی اللہ کے رسول نے دیا ہے؟

۲......کیا خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کیا ہے؟

۳......کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کیا ہے؟

---

(۱) (أخرجه البخاری فی الإيمان، باب قول النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم: "بنی الإسلام علی خمس: ۱/۶، قديمی)

(ومسلم فی الإيمان، باب بيان أركان الاسلام و دعائمه العظام: ۱/۳۲، قديمی)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول ص: ۱۲، قديمی)

"الأول: يفهم من ظاهر الحديث أن الشخص لا يكون مسلماً عند ترك شیء منها، لكن الإجماع منعقد علی أن العبد لا يكفر بترك شیء منها، وقتل تارك الصلوة عند الشافعی وأحمد، إنما هو حداً لا كفراً، وإن كان روی عن أحمد و بعض المالكية كفراً .... الثانی: أن هذه الأشياء الخمسة من الفروض الأعيان لا تسقط بإقامة البعض عن الباقين". (عمدة القاری، كتاب الإيمان، باب دعاء كم إيمانكم: ۱/۱۲۰، ادارة الطباعة المنيرية بيروت)

۴......کیا تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

۵......کیا تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

۶......کیا ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے کیا ہے؟

۷......کیا محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فداہ أبی و أمی) کا ذکر مبارک خواہ ولادت شریفہ کا ذکر ہو یا عبادات، معاملات، معاشرات وغیرہ کا ذکر ہو بلا شبہ موجب قرب اور ذریعۂ سعادت ہے(۱)۔ نیز بزرگان دین کا ذکر بھی موجب نزول رحمت ہے لیکن جو صورت سوال میں درج ہے اور جو کچھ اس کو مقام دیا گیا ہے وہ ثابت نہیں اور بہت سے شرعی مفاسد وقبائح پر مشتمل ہے بعض مفاسد اعتقادی ہیں، بعض عملی ہیں، بعض اخلاقی ہیں۔ علامہ ابن الحاج نے المدخل (۲) میں ان کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

۱......بالکل نہیں۔

۲......کبھی نہیں کیا۔

۳......کبھی نہیں کیا۔

۴......کبھی نہیں کیا۔

۵......کبھی نہیں کیا۔

۶......کبھی نہیں کیا۔

۷......کبھی نہیں کیا۔

حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز اس وقت تک دنیا میں تشریف ہی نہیں لائے تھے، آپ کی پیدائش مبارک بعد میں ہوئی، پھر یہ ان سے معتقدین حضرات ان کی گیارہویں کہاں کرتے۔

---

(۱)(تقدم تخریجه من امداد الفتاوی کتاب البدعات : ۵/۲۴۹، مکتبه دار العلوم کراچی)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان ''میلاد کا خاص طریقہ'')

میلاد شریف کی محفل سب سے پہلے اربل کے بادشاہ نے ۶۰۰ ھ کے بعد کی ہے، اس کی حرص میں اَور لوگوں نے کی حتی کہ پھیلتی چلی گئی، اسی وقت سے علماء نے اس پر رد کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۵ ھ۔

قیام میلاد کو روکنا

سوال[۸۹۳]: میلاد شریف میں قیام کرنا جائز ہے یا ناجائز یا بدعت، اگر بدعت ہے تو اگر روکنے میں حرج عظیم کا اندیشہ ہو مثلاً: اگر قیام سے بیک وقت روکا جائے تو لوگ فرض نماز بھی چھوڑ بیٹھیں گے اور مسجد میں جانا چھوڑ دیں گے، پارٹی بندی کا خطرہ ہے تو اس صورت میں قیام سے رک جانا یا روکنا اولیٰ ہے یا نہیں؟ روکا جائے یا خود بھی کرتا رہے اور آہستہ آہستہ ان کا دل اپنی طرف کر کے روکنے کا خیال رکھے، ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ شرعی دلیل سے ثابت نہیں، بے اصل اور بدعت ہے (۱) اگر روکنے سے فرض نماز بھی ترک کر دیں گے تو خاموشی اختیار کرلے مگر خود شریک نہ ہو، یہ کہنا کہ خود شرکت کر کے آہستہ آہستہ روک دے گا یہ غلط ہے، شرکت کرنے والا روک ہی نہیں سکتا بلکہ خود مبتلا ہو جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۸۸ ھ۔

قیام میلاد کا تفصیلی حکم

سوال[۸۹۴]: میلاد شریف میں قیام کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے اور میلاد مروجہ کا پڑھنا پڑھوانا اور اس کے اندر ایسی احتیاط برتی جائے کہ کوئی کام غیر شرعی نہ ہو، روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور قیام کیا جائے،

---

(۱) "و نظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، و وضع أمه له من القیام، وهو أیضاً بدعة لم یرد فیه شیء الخ". (الفتاوی الحدیثیه لابن حجر الهیثمی المکی: ۱۱۲، قدیمی)

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے فتنوں سے دور رہنے کو سراہا ہے: "عن أبی سعید رضی الله تعالیٰ عنه أنه سمعه یقول: سمعت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "یأتی علی الناس زمان، خیر مال المسلم الغنم، یتبع بها شغف الجبال و مواقع القطر، یفر بدینه من الفتن". (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العزلة راحة من خلاط السوء: ۲/۹۶۱، قدیمی)

حرام ہے یا ناجائز ہے یا بدعت ضلالت ہے؟ میلاد شریف کا کرنے والا خصوصاً بارہ ربیع الأول کو خاص اہتمام سے کرنے والا کس قسم کا گناہگار ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک، خواہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر ہو، خواہ آپ کی عبادات: نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے معاملات: خرید وفروخت، قرض ورہن وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کی معاشرت: سونے جاگنے، چلنے، پھرنے، بیٹھنے، وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے لباس: کرتہ، لنگی، چادر، عمامہ، جبہ وغیرہ کا ذکر ہو۔ خواہ آپ کے جانوروں: اونٹ، گھوڑا، بکری، خچر وغیرہ کا ذکر ہو۔ غرض جو چیز بھی آپ سے متعلق ہو اس کا ذکر کرنا اور اس سے نصیحت لینا بغیر کسی غیر ثابت پابندی کے اور قید کے بلا شبہ موجب برکت ہے، باعث اجر ہے، ذریعۂ قربت ہے، تقاضائے ایمان ہے(۱)۔

مروجہ طریقہ پر جو مجلس میلاد منعقد کی جاتی ہے اس کا ثبوت قرآن پاک، حدیث شریف وفقہ میں کہیں نہیں، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ مجلس منعقد کی، نہ صحابہ کرام نے، نہ ائمہ مجتہدین نے اور نہ فقہاء

---

(۱) ''مجلس مولود خیر وبرکت ہے درصورتیکہ ان قیودات مذکورہ سے خالی ہو''، فقط خلیل احمد ''بلا قید وقتِ معین وبلا قیام وبغیر روایت موضوع مجلس خیر وبرکت ہے''............ **هكذا سمعت من أبي مولانا الحاج المحدث السهارنفوري المولوي أحمد علي برد الله مضجعه ...... محمد خليل الرحمن". (فتاوى رشيديه، كتاب البدعات ص: ۴۰۹)**

(وكذا في الفتاوى الحديثية لابن حجر المكي، مطلب: الاجتماع للموالد والأذكار وصلاة التراويح الخ، ص: ۲۰۲، قديمى)

(وامداد الفتاوى، كتاب البدعات: ۲۴۹/۵، مكتبه دار العلوم كراچى)

(و براهين قاطعه، ص: ۴)

و في مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى: '' ذکر مولود شریف یعنی وقائع ولادت ومعجزات بیان کردن خواہ ملک ہند باشد یا سند............ جائز است، کسے اہل اسلام رادریں کلام نیست......الخ''۔ **(كتاب الكراهية: ۳۳۵/۴، امجد اکیڈمی)**

محدثین نے (۱)۔ چھ صدی تک یہ مجلس کہیں نہیں ہوئی، اس کے بعد سے شروع ہوئی۔ سلطان اربل نے سب سے پہلے یہ مجلس کی اور بہت پیسہ روپیہ خرچ کیا ہے جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں ہے(۲) اسی وقت سے علماء حق نے اس کی تردید کی اور کرتے چلے آرہے ہیں۔

جو کام ان مجالس میں کئے جاتے ہیں ان میں سے صرف دو کو سامنے رکھ کر آپ نے سوال کیا ہے، ممکن ہے آپ کے ہاں مجالس میں یہی دو کام ہوتے ہوں جن کی وجہ سے آپ نے سوال کیا ہے اور کوئی کام ایسا نہ ہوتا ہو جس کے دریافت کرنے کی ضرورت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسری چیزیں کچھ اور ہوتی ہوں مگر آپ ان کو درست سمجھتے ہوں اور وہ شریعت کی نظر میں غلط ہوں، جو کچھ بھی ہوں میں بھی دو چیزیں سامنے رکھ کر جواب تحریر کرتا ہوں۔ دوسری چیزیں جن کا عام مجالس میں رواج ہے اس جگہ ذکر نہیں کروں گا۔

پہلی چیز قیام ہے: اس کے متعلق تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ قیام کس مقصد کے لئے کیا جاتا ہے یعنی اس قیام سے کس کی تعظیم مقصود ہے؟ اس میں چار احتمال ہیں: ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہوں، اس لئے آپ کو دیکھ کر ایمان وادب کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی فوراً کھڑا ہو جائے (جیسا کہ کثرت سے ان مجالس والوں کا عقیدہ ہے)۔

دوسرا احتمال: یہ ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ کی تعظیم مقصود ہو یعنی یہ عقیدہ ہو کہ آپ اس وقت پیدا ہو رہے ہیں اور اس مجلس میں آپ کی ولادت شریفہ ہو رہی ہے (جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے کہ پس پردہ کسی عورت کے ہاتھ میں بچہ ہوتا ہے اور عین ذکر ولادت کے وقت وہ عورت اس بچہ کے چٹکی لیتی ہے، جس سے وہ بچہ

---

(۱) ''چونکہ ذکر مولد مثل پند ونصائح است و وعظ و پند ونصائح درزمان صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین جاری مانده، در کدام زمانہ التزام آن نہ بوده، واکنون چونکہ آنرا التزام کرده اند وسوختن لوبان وغیره، ودرپیش مولودخوان نہادن رارکن ذکر قرار داده اند، بناءً علیہ ایں التزام مالا یلزم خالی از کراہت نیست''۔(مجموعة الفتاوی، کتاب الکراهية : ۳۳۵/۴، امجد اکیڈمی لاهور)

(۲)(وفيات الأعيان و أبناء أبناء الزمان لابن خلكان، ترجمة مظفر الدين صاحب إربل :۱۱۷/۴، ۱۱۹، رقم الترجمة :۵۴۷، دار صادر بيروت)

(وكذا في ترجمة الأسعد ابن مماتي من وفيات الأعيان: ۲۱۱/۱، ۲۱۲، رقم الترجمة : ۹۱، دارصادر بيروت)

رو پڑتا ہے، اس کی آواز کو سن کر سب مجمع درود وسلام پڑھتا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے اور امسال یہاں کانپور میں ایک مجلس میلاد میں جھولنا بھی موجود تھا، جس میں ایک بچہ کو لٹا کر جھلایا جا رہا تھا اور اس پر درود وسلام پڑھا جا رہا تھا۔ (استغفر اللہ العظیم)۔

تیسرا احتمال: یہ ہے کہ ذکر ولادت کی تعظیم مقصود ہو۔

چوتھا احتمال: یہ ہے کہ صرف ذکر رسول کی تعظیم مقصود ہو۔

احتمالات اربعہ کا شرعی حکم

احتمال اول: حضور اقدس ﷺ کا تشریف لانا مجالس میلاد شریف یہ عقیدہ بلا دلیل ہے۔ قرآن پاک (۱) حدیث شریف، کلام (۲)، اصول فقہ کسی چیز سے بھی ثابت نہیں ہے لہذا یہ عقیدہ بالکل غلط

---

(۱) یہ عقیدہ ان اصول مذکورہ کے خلاف ہے، قرآن کریم وحدیث وغیرہ میں اس عقیدہ کی نفی کی گئی ہے، قال الله تعالیٰ: ﴿و ماكنت لديهم إذ يلقون أقلامهم أيهم يكفل مريم، و ما كنت لديهم إذ يختصمون﴾. (آل عمران: ۴۴)، اس آیت کریمہ میں دو مرتبہ اس عقیدے کی نفی ہے۔ وقال تعالیٰ: ﴿و ما كنت لديهم إذ أجمعوا أمرهم، و هم يمكرون﴾. (يوسف: ۱۰۲)

وقال تعالیٰ: ﴿و ما كنت بجانب الغربي إذ قضينا إلى موسى الأمر﴾. (القصص: ۴۴)

وقال تعالیٰ: ﴿و ما كنت بجانب الطور إذ نادينا و لكن رحمة من ربك﴾. (القصص: ۴۶)

و راجع التفاسير كلها تحت هذه الآيات، تجد فيها مايبطل هذه العقيدة المخترعة بطلاناً بيّناً.

(۲) وفي شرح العقائد: "والمحدث للعالم هو الله تعالىٰ، (ص: ۲۵)......" الحي القادر العليم السميع البصير الشائي المريد، (ص: ۳۰) ...... و له صفات..... أزلية قائمة بذاته ضرورة أنه لا معنى لصفة الشيء إلا ما يقوم به". (ص: ۳۶، ۳۷) ...... قال: واجب الوجود لذاته هو الله تعالىٰ و صفاته يعني أنها واجبة لذات الواجب تعالى و تقدس، (ص: ۳۸) ...... و قد أرسل الله تعالىٰ رسلاً من البشر إلى البشر (ص: ۹۸ المطبع اليوسفي) مذکورہ بالا عبارات میں " الحي، السميع" اور "البصير" کے ضمن میں یہ ثابت ہوئی کہ حاضر و ناظر ہونا صفتِ خاصہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور یہ تخصیص "و له صفات الخ" سے واضح ہے اور "و قد أرسل الخ" سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محض بشریت کی طرف اشارہ ہے اور بشر کے لئے بعد موت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا محال ہے، لہذا علمِ کلام سے بجائے ثبوت کے نفی ہو رہی ہے۔

اور باطل ہے اس سے توبہ لازم ہے، ایسی چیز کا ثبوت آنکھوں سے دیکھ کر ہوسکتا ہے، یا دلیل شرعی سے ہوسکتا ہے۔ حاضرین مجلس آنکھوں سے یہ دیکھ نہیں رہے ہیں، دلیل شرعی قائم نہیں، پھر ثبوت کی ضرورت ہے۔

یہ بحث جداگانہ ہے کہ تشریف لاسکتے ہیں یا نہیں اس کا یہ موقع نہیں، جب کہ ان مجالس میلاد میں تشریف لانا ثابت نہیں تو پھر تشریف آوری کی خاطر قیام کرنا غلط ہوا، اگر بالفرض تشریف لاتے بھی تو کیا قیام کرنا درست ہوتا، اس کے لئے احادیث کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں وہ یہ ہیں:

”عن أبی أمامة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم متکأً علی عصا، فقمنا له فقال: ”لا تقوموا کما یقوم الأعاجم یعظم بعضها بعضاً“۔ رواہ أبو داؤد (۱) مشکوۃ شریف، ص: ۴۰۳ (۲)۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاٹھی ٹیکتے ہوئے تشریف لائے تو ہم لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کی خاطر تعظیماً قیام کیا، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ”میرے لئے قیام مت کرو جیسا کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے قیام کرتے ہیں“ یہ حدیث امام ابوداؤد سے روایت کی ہے“ اس حدیث پاک میں صاف قیام کو منع کیا گیا ہے۔

تنبیہ: اس حدیث شریف کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قیام کی ممانعت اس طرح پر ہو کہ آپ تشریف فرما رہیں یعنی بیٹھے رہیں اور لوگ تعظیماً کھڑے رہیں، کیونکہ وہاں یہ طریقہ تو کبھی تھا ہی نہیں، آپ کی مجلس کا یہ حال ہوتا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس طرح مؤدب بیٹھتے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوں کہ ذرا حرکت کریں تو وہ اڑ جائیں (۳)۔

---

(۱)(سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلک: ۷۱۰/۲، مکتبه دار الحدیث ملتان)

(۲)(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثانی، ص: ۴۰۳، قدیمی)

(۳) ”عن البراء بن عازب رضی اللہ عنه قال: ”خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی جنازة فانتهینا إلی القبر، فجلس وجلسنا، کأن علی رؤوسنا الطیر“. (ابن ماجة، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الجلوس فی المقابر ص: ۱۱۱، قدیمی)

وفی إنجاح الحاجة علی حاشیة ابن ماجة: ”کأن علی رؤوسهم الطیر“ قال الطیبی: ” هو کنایة=

بلکہ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ جس مجلس میں صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوں اس مجلس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشریف لائیں تو آپ کی تشریف آوری کی خاطر صحابہ تعظیماً قیام نہ کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ قیام نہیں کیا کرتے تھے:

" عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: لم یکن شخص أحب إلیهم من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، و کانوا إذا راؤہ لم یقوموا لما یعلمون من کراهیة لذلك"۔ رواہ الترمذی، وقال هذا حدیث حسن صحیح"(۱)۔ مشکوۃ شریف، ص:۴۰۳ (۲)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بھی محبوب نہیں تھا لیکن جب صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے، کیونکہ جانتے تھے کہ یہ قیام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ناپسند و ناگوار ہے۔ یہ حدیث شریف امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

اس حدیث پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کام محبوب کو ناپسند و ناگوار ہو وہ ہرگز نہ کیا جائے، خواہ اس کا دلی تقاضا کتنا ہی مجبور کیوں نہ کرتا ہو، مگر اپنے دلی تقاضے کے مقابلے میں ہمیشہ محبوب کی خاطر کا لحاظ رکھنا ہمیشہ محبّ کے ذمہ لازم ہے اور یہی دراصل تقاضائے محبت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس قسم کے بے شمار واقعات ملیں گے کہ انہوں نے اپنی دلی خواہش اور جذبۂ محبت کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش اور منشأ پر قربان کر دیا۔ اس کی ایک مثال اس جگہ پیش کرتا ہوں:

" عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنه لما بعثه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه

= عن إطراقهم رؤوسهم وسکوتهم .... و هذه کانت صفة مجلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم إذا تکلم، أطرق جلساء ہ کأنها علی رؤوسهم الطیر ...... الخ". (ص: ۱۱۱)

(ورواہ النسائی فی الجنائز، باب الوقوف للجنائز : ۱/۲۸۲، قدیمی)

(۱) (جامع الترمذی، أبواب الإستیذان والأدب، باب ما جاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل : ۲/۱۰۴، سعید)

(۲) (کتاب الآداب، باب القیام الفصل الثانی، ص: ۴۰۳، قدیمی)

وسلم إلى اليمن، خرج معه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوصيه ومعاذ راكب و رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يمشي تحت راحلته"۔ الحديث رواه احمد (۱) مشکوۃ شریف ص:٤٤٥ (۲)۔

ترجمہ: جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو آپ خود ان کو نصیحت کرتے ہوئے ساتھ ساتھ پیدل چل دیئے تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے۔ یہ حدیث شریف امام احمد نے روایت کی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر کتنا بوجھ ہوا ہوگا کہ وہ تو سوار ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رخصت کرنے کے لئے پیدل ساتھ ساتھ تشریف لئے جارہے ہوں لیکن اپنی خواہش کو قربان کر کے ہر بوجھ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاطر برداشت کیا۔

"عن معاوية رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سره أن يتمثّل له الرجال قياماً، فليتبوأ مقعده من النار"۔ رواه الترمذی (۳) ابو داؤد (٤) مشکوۃ شریف، ص:٤٠٣ (٥)۔

ترجمہ: جس شخص کا دل اس بات سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کے لئے قیام کیا کریں، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ حدیث امام ترمذی وابوداود نے روایت کی ہے۔

---

(۱) والحديث بتمامه بعد قوله: "يمشي تحت راحلته": "فلما فرغ قال: "يا معاذ! إنك عسى أن تلقاني بعد عامي هذا أو لعلك أن تمر بمسجدي هذا أو قبري"، فبكى معاذ جعشاً لفراق رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ثم التفت فأقبل بوجهه نحو المدينة، فقال: "إن أولى الناس بي المتقون من كانوا و حيث كانوا". (مسند الإمام أحمد: ٢٣٥/٥، رقم الحديث: ٢٢٥٤٧، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) (مشكوٰة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الثالث، ص:٤٤٥، قديمي)

(۳) (جامع الترمذي، أبواب الإستيذان والأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل: ١٠٤/٢، سعيد)

(٤) (سنن أبي داؤد، كتاب الآداب، باب الرجل يقوم لرجل يعظمه بذلك: ٧١٠/٢، مكتبه دار الحديث ملتان)

(٥) (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب القيام، الفصل الثاني، ص:٤٠٣، قديمي)

یہ حدیث اس لئے ذکر کی ہے کہ لوگ اپنے لئے بھی قیام کو پسند نہ کریں۔

احتمال دوم:

ولادت شریفہ کی تعظیم کے لئے قیام کرنا اور یہ سمجھنا کہ اسی مجلس میں آپ کی ولادت ہورہی ہے، یہ تصور اس قدر بے ہودہ اور باطل ہے جس کی حد نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس مجلس سے پہلے پیدائش نہیں ہوئی تھی تو قرآن پاک کس پر نازل ہوا؟ حدیثوں کا مجموعہ کس کی حدیثیں ہیں؟ ۲۳/ سالہ مبارک زمانہ وحی کی زندگی، غزوات، اصول وارکان اسلام، چودہ سو سالہ کارنامے یہ کیسے ہیں؟ اور کیا ہر گھر میں جہاں میلاد ہوتا ہے وہیں ولادت ہوتی ہے۔ (نعوذ باللہ) یہ تصور تو کوئی مسلمان بلکہ تھوڑی سمجھ والا غیر مسلم بھی نہیں کرسکتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ اہل مجلس حضرات جوش محبت وعقیدت میں ولادت شریفہ کی نقل کرتے ہوں کہ کسی عورت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے مشابہ قرار دے کر جو بچہ اس کی گود میں ہے اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبیہ قرار دیتے ہوئے اور اس بچہ کے رونے کی آواز کو سن کر اس وقت کا تصور کرتے ہوں جس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی تھی اور اسی تصور کے ماتحت قیام کرتے ہوں یہ تصور اور تشبیہ بھی اس قدر خطرناک ہے کہ الامان والحفیظ اور بالکل ایسا ہی طریقہ ہے جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت وعقیدت کا دعویٰ کرنے والا ایک طبقہ محرم کے مہینہ میں اختیار کرتا ہے۔ علم نکالتا ہے، میسر آجائے تو اونٹوں کی قطار بھی لیجاتا ہے جیسا کہ کانپور میں دستور ہے، اور دُلدُل بھی نکالتا ہے چوکی اور مہندی بھی ہوتی ہے اور قبر کی بھی شبیہ بنائی جاتی ہے اور ماتم بھی مرثیوں کے ساتھ ہوتا ہے، کوئی شمر بھی ہوتا ہے، کسی کو حسین بھی بنایا جاتا ہے اور سب ماجرا تفصیل وار اسی تفصیل کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جس طرح پیش آیا تھا۔

یہ بھی سب عقیدت اور محبت ہی کا مظاہرہ ہے کہ پورے واقعہ کی نقل کی جاتی ہیں، دوسری غیر مسلم قومیں بھی اپنے بزرگوں کے کارنامے اسی طرح نقل کرتی ہیں بلکہ بزرگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لیتی ہیں اور ان کے سامنے ڈنڈوت (۱) کر لینے کو اور ان کی پیدائش اور جنگ وغیرہ کی نقل کرنے اور جلوس نکالنے کو اپنے ساری دین کا خلاصہ اور عطر سمجھتی ہیں۔

---

(۱) ڈنڈوت: سجدہ، جبہ سائی، ماتھا ٹیکنا، آداب، تسلیم، بندگی۔ (فیروز اللغات: ۶۸۱)

آپ تنہائی میں دماغ کو افکار وتعصب سے خالی کر کے سوچیں کہ یہ طریقہ مسلمانوں نے کن لوگوں سے لیا ہے اور ایسا عقیدہ اوران کے لئے یہ عمل کہاں تک عقل اور شریعت کے مطابق ہوسکتا ہے؟ کیا شریعت اس کی اجازت دے سکتی ہے اور عقل اس کو برداشت کرسکتی ہے؟ اگر آج کسی کے والد بزرگوار کی نقل اس طرح اتاری جائے تو کوئی غیرت مند آدمی اس کو برداشت نہیں کرسکتا۔

تیسرا احتمال:

ذکر ولادت شریف کی تعظیم کی خاطر قیام کرنا تو اس کے لئے بھی کوئی ثبوت نہیں کہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر جب کیا جائے تو بحالت قیام کیا جائے، یا سننے والے قیام کریں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ''میں دوشنبہ کو پیدا ہوا ہوں'' (۱)، لیکن پیدائش کا تذکرہ فرماتے ہوئے نہ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے۔

محدثین نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں سند کے ساتھ لکھا ہے، ان کتابوں کو برابر اہل علم حضرات پڑھتے ہیں، کہیں ثابت نہیں کہ کسی راوی نے اس کو یا اس جیسی کسی حدیث کو روایت کرتے وقت قیام کیا ہو یا کسی محدث مثلاً: امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، وامام نسائی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھتے یا پڑھتے وقت یا پڑھاتے وقت قیام کیا ہو۔ پس اس مقصد کے ماتحت قیام بھی بلا دلیل ہے۔

چوتھا احتمال:

یہ ہے کہ محض ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام ہو سو یہ بھی بلا دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہفتہ میں ایک مرتبہ ہمیشہ ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے اور حدیثیں سنایا کرتے تھے (۲)، مگر کہیں قیام منقول نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(۱) ''وعنه (أي أبي قتادة رضي الله تعالىٰ عنه) قال: سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن صوم الإثنين، فقال: "فيه ولدت، و فيه أنزل عليّ''. رواه مسلم''. (مشكوة المصابيح، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، الفصل الأول، ص: ۱۷۹، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر الخ: ۱/۳۶۷، قديمي)

(۲) ''عن أبي وائل قال: كان عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه يذكّر الناس في كل خميس، فقال له رجل: يا =

ہر جمعہ کو منبر نبوی کے پاس کھڑے ہوکر احادیث سنایا کرتے اور روضہ مبارک کی طرف اشارہ کرکے کہتے تھے کہ اس قبر والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا (۱) مگر کبھی حاضرین کو قیام کے لئے نہیں کہا۔ خلفاء راشدین: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کبھی حاضرین کو قیام کا حکم نہیں دیا اور کیسے حکم دیتے اور حاضرین کیسے قیام کرتے جب کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اس بات کا حکم نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے کہ منبر پر تشریف لاکر فرمایا "اجلسوا" (بیٹھ جاؤ) اس حکم کو سن کر جو صحابہ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے، حتی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے، مسجد کے باہر دروازہ کے قریب تھے وہ یہ حکم سن کر وہیں بیٹھ گئے، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ

= أبا عبد الرحمن لوددت أنک ذکرتنا کل یوم، قال : أما أنه یمنعنی من ذلک أنی أکره أن أملکم، وإنی أتخولکم بالموعظة کما کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یتخولنا بها مخافة السامة علینا".

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أیاماً معلومة : ۱/۱۶، قدیمی)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث تو نہیں ملی، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بھی ان الفاظ میں ہے:

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه أنه کان معتکفاً فی مسجد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فأتاه رجل فسلم علیه ثم جلس، فقال له ابن عباس! یا فلان ! أراک مکتئباً حزیناً، قال: نعم یا ابن عم رسول الله! لفلان علیّ حق، ولا و حرمة صاحب هذا القبر ما أقدر علیه، قال ابن عباس : أفلا أکلمه فیک؟ قال: إن أحببت، قال: فانتعل ابن عباس، ثم خرج من المسجد، قال له الرجل : أنسیت ما کنت فیه ؟ قال: لا، و لکننی سمعت صاحب هذا القبر صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والعهد به قریب فدمعت عیناه، وهو یقول: "من مشی فی حاجة أخیه و بلغ فیها، کان خیراً له من إعتکاف عشر سنین، و من اعتکف یوماً ابتغاء وجه الله، جعل الله بینه و بین النار ثلث خنادق أبعد مما بین الخافقین". رواه الطبرانی فی الأوسط، والبیهقی واللفظ له، والحاکم مختصراً و قال: صحیح الاسناد، و کذا فی الترغیب، وقال السیوطی فی الدر :صححه الحاکم و ضعفه البیهقی".(بحواله فضائل اعمال للشیخ مولانا محمد زکریاؒ، فضائل رمضان، فصل ثالث، ص:۲۵۳، ۲۵۴، کتب خانه فیضی لاهور)

علیہ وسلم کی ان پر نظر پڑی فرمایا آگے آجاؤ(۱)۔

ایمان کے بعد سب سے بڑی چیز نماز ہے، اس کے متعدد ارکان میں مختلف چیزیں پڑھی جاتی ہیں، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز اور درود شریف قیام کی حالت میں نہیں پڑھا جاتا، نہ رکوع سجدہ کی حالت میں پڑھا جاتا ہے بلکہ بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری شریف میں اس کا اہتمام فرمایا ہے کہ ہر حدیث لکھتے وقت اول غسل کیا، مسواک کی، دو رکعت نماز نفل پڑھی تب ایک حدیث لکھی (۲) اس ادب و احترام کے ساتھ یہ کتاب سولہ سال میں مکمل ہوئی (۳) مگر یہ ثابت نہیں کہ کسی حدیث کو خواہ وہ ذکر ولادت شریف سے متعلق ہو یا کسی اَور چیز سے متعلق ہو کھڑے ہو کر لکھا ہو۔ جس وقت اپنی کتاب کا املاء کراتے تھے تو بعض اوقات ایک لاکھ یا اس سے زیادہ مجمع موجود ہوتا مگر سب بیٹھے رہتے تھے، کوئی بحالت قیام نہیں لکھتا تھا اور بھی کسی محدث سے قیام ثابت نہیں۔ حالانکہ یہ سب حضرات ذکر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم کرتے تھے (۴)۔

---

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما استوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعة قال: "اجلسوا، فسمع ذلک ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فجلس علی باب المسجد، فرآہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: "تعال یا عبد اللہ بن مسعود". (أبو داؤد، أبواب الجمعة، باب الإمام یکلم الرجل فی خطبتہ: ۱/۱۵۶، مکتبہ دار الحدیث)

(۲) "قال أبو القاسم الکشمیضی: سمعت الفربری یقول: سمعت إسمعیل البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یقول: "ما وضعت فی کتاب الصحیح حدیثاً إلا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین .... الخ". (مقدمہ فتح الباری، ذکر فضائل الجامع الصحیح: ۶۷۵، قدیمی)

(۳) "حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعض واقعات سے اخذ کر کے فرمایا ہے کہ ۲۱۷ھ میں اس کی ابتدا ہوئی اور ۲۳۳ھ میں اختتام ہوا............ اور یہ متعین ہے کہ کتاب سولہ سال میں مکمل ہوئی ہے"۔ (سیر أعلام النبلاء: ۱۲/۴۰۵، بحوالہ کشف الباری لشیخ الحدیث مولانا و مرشدنا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم: ۱/۱۵۶، مکتبہ فاروقیہ کراچی)

(۴) اس تعظیم وتوقیر کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ حدیث لکھتے وقت جہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک آئے، ان حضرات نے اہتمام کے ساتھ وہاں درود لکھا ہے، حتی کہ بے شمار ایسے مواضع ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں، جہاں پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی صراحۃً نہ بھی ہو بلکہ ضمیر ہو وہاں بھی درود لکھا ہے لیکن قیام کا ذکر تک نہیں۔

نیز اس مقصد کے لئے شروع ہی سے قیام کیوں نہیں کیا جاتا جب کہ مجلس ہی ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

(یہاں تک تو قیام سے متعلق گزارش تھی)

آپ کے خط میں دوسری چیز ۱۲/ ربیع الأول کی تخصیص واہتمام کا سوال ہے، اس کے متعلق عرض ہے کہ مروجہ نفس میلاد شریف کی حیثیت جب سامنے آگئی کہ اس کا کہیں شرعی ثبوت نہیں تو ۱۲/ ربیع الأول کی تخصیص واہتمام کا مسئلہ خود بخود حل ہوگیا، اگر مروجہ مجلس میلاد شریف کا ثبوت ہوتا پھر اس کی تخصیص ۱۲/ ربیع الأول کے ساتھ کی جاتی تو اس تخصیص کو منع کیا جاتا (۱) فقہاء نے لکھا ہے کہ جو چیز فی نفسہ مستحب ہو اور لوگ اس پر اصرار کرنے لگیں تو وہ چیز مکروہ ہو جاتی ہے۔

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة اهـ". سعاية: ۲/ ۲٦٥ (۲)۔

اسی طرح طیبی شرح مشکوۃ میں ہے:

"من أصر على المندوب، وجعله عزماً و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟ و جاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتىٰ عزائمه اهـ". (سعاية: ۲/ ۲٦۳) (۳)۔

جب کہ اصرار سے مستحب چیزیں بھی مکروہ ہو جاتی ہیں تو بدعت پر اصرار کا کیا حال ہوگا؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے محفل میلاد شریف پڑھنے کے متعلق جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو، فرمایا ہے:

"میرے مخدوم! فقیر کے دل میں آتا ہے کہ اس دروازے کو بالکل نہ کھولیں کیونکہ بوالہوس نہیں

---

(۱) "قال ابن المنير: فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها؛ لأن التيامن مستحب في كل شيء: أي من أمور العبادة، لكن لما خشي ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أن يعتقدوا وجوبه، أشار إلى كراهته والله تعالىٰ أعلم". (فتح الباري، كتاب الأذان، باب الانفتال والانصراف من اليمين و الشمال: ۲/ ۳۳۸، دار المعرفة بيروت)

(۲) (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرآءة: ۲/ ۲٦٥، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (السعاية، باب صفة الصلوة: ۲/ ۲٦۳، سهيل اكيڈمی)

رکتے، اگر تھوڑا بھی جائز رکھیں تو بہت تک پہونچ جائے گا‘‘۔ (مکتوب:۲۷۳، دفتر سوم)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ جامع العلوم کانپور۔

قیام میلاد کی شرعی حیثیت

سوال[۸۹۵]: مجلس میلاد کیا نوعیت رکھتی ہے؟ اور اس کی کس حد تک تعظیم کرنا چاہیے، کیا وقت ذکر پیدائش بطور تعظیم قیام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بعض علماء فرماتے ہیں وقت ذکر پیدائش قیام کرنے کے لئے شرعاً کچھ اصلیت نہیں بلکہ ناجائز و بدعت ہے، مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں مستحب ہے اور دو حدیث پیش کرتے ہیں۔

”عن أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله عليه و سلم إذا جاءه أمر سرور يسربه، خرّ ساجداً لشكر الله تعالى“. رواه أبو داؤد(۲) والترمذي (۳) مشكوة المصابيح ص:۱۳۱(٤)۔

”عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لَيضع لحسان منبراً في المسجد، يقوم عليه قائماً يفاخر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه

---

(۱) فارسی عبارت یہ ہے: ”دیگر در باب مولودخوانی اندراج یافتہ بود در نفسِ قرآن خواندن بصوتِ حسن، و در قصائد نعت ومنقبت خواندن چہ مضائقہ است، ممنوع تحریف وتغییر حروفِ قرآن است،.......... مخدوما! بخاطر فقیر میر سد تاسدّ این باب مطلق نکنند، بوالہوسان ممنوع نمے گردند، اگر اندک تجویز کردند، منجر بہ بسیار خواہد شد، ”قلیلہ یفضی إلی کثیرہ“، قول مشہور است، والسلام“ مکتوبات امام ربانی، ص:۱۵۷، سعید)

(۲) (أبو داود ، كتاب الجهاد ، باب في سجود الشكر : ۲/۳۸۳، مكتبه دار الحديث ملتان.)

(۳)(جامع الترمذي، أبواب السير، باب ماجاء في السجود : ۱/۲۸۷، سعيد)

(۴) (مشكوة المصابيح ،كتاب الصلوة، باب في سجود الشكر، ص: ۱۳۱، قديمي)

سوال میں مذکور الفاظ اور مشکوۃ شریف کے الفاظ میں تھوڑا سا تغیر ہے، سوال کے الفاظ تو ظاہر ہیں اور مشکوۃ المصابیح میں یہ ہیں: ”إذا جاءه أمر سروراً أويسر به“ شک کے ساتھ اور ابوداؤد میں ”سروراً“ منصوب نہیں بلکہ مضاف الیہ ہے ”أمر“ کے لئے۔ دوسری عبارت ”خر ساجداً شاكراً لله تعالى“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وسلم أو ينافح، و يقول رسول الله صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم: "إن الله يؤيد حسان بروح القدس مانافح أو فاخر عن رسول الله صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم"، ص: ٤١٥"(١)۔

پہلی حدیث سے مراد لیتے ہیں کہ خوشی کے کام میں سجدہ کرنا اور بعد اس کے کھڑا ہونا ثابت ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فخر وغیرہ کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے، ہم ذکر میلاد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پیدائش بیان کرتے ہوئے کھڑے ہوجاتے ہیں اس سے حدیث کی تابعداری ہوتی ہے، حدیث شریف سے جس چیز کا ثبوت ہو وہ بدعت سئیہ نہیں ہوسکتا بلکہ بدعت حسنہ ہے۔ دوسری حدیث سے ظاہر سمجھا جاتا ہے خبر خوش سے شکر کا سجدہ کرنا اور اس کے بعد کھڑے ہونا۔ اب مسلمانوں کے نزدیک جناب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر سے زیادہ خوش خبری اَور کیا ہوسکتی ہے، اب اگر کوئی اس موقعہ پر سجدہ کرے اور اس کے بعد کھڑا ہوجائے تو یہ کوئی خرابی کی بات نہیں بلکہ مستحب ہے۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ دونوں فریق میں سے کس کی دلیل مانی جائے؟ اور دونوں حدیثوں سے کس نظم سے مستحب ثابت ہوتا ہے اور مستحب ثابت ہونے کے لئے کیا قواعد اور اصول ہونا ضروری ہیں؟ مطابق مذہب حنفی کے اور دونوں حدیثوں کے اندر کیا نظم ہے؟ مستحب کے پیش نظر رقم فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب وهو الموفق للصواب:

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ آپ کی نماز وغیرہ عبادات کا ذکر ہو، خواہ بیع شراء وغیرہ معاملات کا ذکر ہو، خواہ ولادت وغیرہ دیگر احوال کا ذکر ہو بلاشبہ باعث برکت، موجب ثواب ہے(۲)۔

---

(١) (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ٤١٠، قديمى)

موجودہ نسخہ میں "يضع" بغیر لام کے ہے، اسی طرح مرقاۃ المفاتیح میں بھی ہے۔ (مرقاة المفاتيح: ٥٥٥/٨، رشيديه كوئٹه)

(۲) اس بات کی تائید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شمائل بیان کرنے سے ہوتی ہے کہ بعض اوقات کوئی راوی کسی صحابی سے عرض کرتا ہے کہ ہمارے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیجئے تو وہ صحابی حتی المقدور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس، حلیہ، نشست و برخاست، اخلاق اور معاملہ بیان کرتا ہے لیکن قیام کسی سے بھی ثابت نہیں۔

"عن الحسن بن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال: سألت خالی هند بن أبی هالة: و كان وصافاً عن=

لیکن میلا دمروجہ شرعاً بے اصل، بدعت و نا جائز ہے،اس کے مفاسد وقبائح کتاب المدخل، ج:۲ میں :۳۲ صفحات میں لکھے ہیں (۱)۔عربی فارسی اردو میں مستقل رسائل اس کے عدم جواز کے متعلق علمائے حق نے تصنیف فرمائے ہیں۔ چند خرابیاں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

۱-روایات جو محفل میلا د میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر غیر معتبر اور بعض موضوع ہوتی ہیں، جن کا پڑھنا اور سننا اوران پر اعتقاد رکھنا نا جائز اور سخت گناہ ہے (۲)۔

۲-رات کا بڑا حصہ اس محفل میں گزار کر اخیر شب میں نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جاتی ہے (۳)۔

= حلية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وأنا أشتهي أن يصف إلي شيئاً أتعلق به، فقال : كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فخماً مفخّماً، يتلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر، أطول من المربوع وأقصر من المشذب، عظيم الهامة، رجل الشعر: إن انفرقت عقيقته فرق وإلا فلايجاوز شعره شحمة أذنيه، إذا هو وفرة، أزهر اللون، واسع الجبين،أزج الحواجب، سوابغ من غير قرن بينهما". إلى آخر ما قال.
(شمائل الترمذی، باب ما جاء في خلق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۲، سعيد)

(۱) (تقدم بعض عبارات المدخل تحت عنوان : "محفل میلاد")

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : "من كذب عليّ متعمداً ، فليتبوأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم ، مقدمة : باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ۱/۷، قديمي)

"واعلم أن هذا الحديث يشتمل على فوائد وجمل من القواعد .... الثانية : تعظيم تحريم الكذب عليه صلى الله تعالى عليه وسلم، وأنه فاحشة عظيمة و موبقة كبيرة اهـ". (شرح النووي على صحيح مسلم ، مقدمته: ۱/۸، قديمي)

(۳) اور یہ بہت بڑا گناہ ہے، کیونکہ ترک جماعت پر بہت سخت وعید سنائی گئی ہے:"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ : " إن أثقل صلوة على المنافقين صلوة العشاء و صلوة الفجر، و لو يعلمون مافيها، لأتوهما و لو حبواً، و لقد هممت أن آمر بالصلوة فتقام، ثم آمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم أنطلق معي برجال، معهم حزم من حطب إلى قوم لا يشهدون الصلوة، فأحرق عليهم بيوتهم بالنار". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۳۲، باب فضل صلوة الجماعة و بيان التشديد في التخلف عنها و أنها فرض كفاية ، قديمي)

۳-قرب وجوار کے لوگ بھی نہیں سو سکتے ہیں (۱)۔

۴-اس محفل کی شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے چنانچہ شریک نہ ہونے والے پر لعن طعن کیا جاتا ہے، اگر کوئی نماز میں شریک نہ ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں کی جاتی تو معلوم ہوا کہ اس محفل کی اہمیت نماز سے بھی زیادہ ہے (۲)۔

۵-روشنی اور خوشبو وغیرہ ضرورت سے زیادہ کی جاتی ہے جو اسراف ہے (۳)۔

۶-قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاء کی نظروں میں مبغوض ہوتا ہے، طرح طرح سے اس پر سب وشتم کرتے ہیں حتی کہ اس ترک قیام کا درجہ ترک صلوۃ بلکہ اسلام سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں (۴)۔

۷-قیام کے وقت اعتقاد کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لائے ہیں اور ہماری ہر بات کو خدا تعالیٰ کی طرح بلا واسطہ حاضر وناظر ہو کر ملاحظہ فرما رہے ہیں (۵)۔

۸-آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں مبالغہ کرتے کرتے آپ کے درجہ کو انسانیت سے نکال کر خدائے وحدہ لاشریک کے درجہ میں کر دیا جاتا ہے (۶)۔

---

(۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده: ۱/۶، قديمي)

(۲) "قال ابن المنير: فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها؛ لأن التيامن مستحب في كل شيء: أي من أمور العبادة، لكن لما خشي ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته، والله تعالىٰ اعلم". (فتح الباري، كتاب الأذان، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال: ۳۳۸/۲، دار المعرفة بيروت.)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾. (الانعام: ۱۴۱)

(۴) (انظر الحاشية رقمها: ۲)

(۵) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "قیام میلاد مفصل")

(۶) "مطرف قال: قال أبي: انطلقت في وفد بني عامر إلى النبي ﷺ فقلنا: أنت سيدنا، فقال: "السيد الله"، قلنا: أفضلنا". (الحديث) و لرزين عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه: "إني لا أريد أن ترفعوني =

۹- بسااوقات میلاد میں عورتیں شرکت کرتی ہیں اوران کا مردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا ہے(۱) الی غیر ذلك من المفاسد۔ بعض امور گناہ کبیرہ ہیں اور بعض شرک ہیں۔

دونوں حدیثوں سے استحباب قیام پر استدلال کرنا نہایت تعجب خیز ہے، پہلی حدیث میں قیام کا ذکر تک نہیں بلکہ سجدہ کا ذکر ہے، اگر کہا جائے کہ بعد سجدہ آپ قیام بھی فرماتے تھے تو گو حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں، تاہم علی سبیل التسلیم کہا جا سکتا ہے کہ اصل مقصود سجدہ ہے اور قیام سجدہ کے تابع ہے، قیام اصل مقصود ہی نہیں، اگر قیام اصل مقصود ہوتا تو کم از کم حدیث شریف میں اس کا ذکر ضرور ہوتا، گو تبعاً ہی کہیں۔ نیز کیا اہل محفل اس خوشخبری کے وقت سجدہ کرتے ہیں اور پھر قیام کرتے ہیں؟ جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یا اصل مقصود (سجدہ) کو چھوڑ کر صرف تابع (قیام) پر اکتفا کرتے ہیں، اگر ایسا ہے تو کس قدر قلبِ موضوع ہے۔

بڑی غلطی مستدل سے یہ ہوئی کہ وہ خوشخبری کے معنی نہیں سمجھا، خوشخبری عرف میں کہتے ہیں اس اچھی چیز کو جس سے بشر میں خوشی کی وجہ سے تغیر پیدا ہو(۲) اور یہ پہلی مرتبہ خبر دینے میں ہوتا ہے، اہل محفل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا علم پہلے سے ہے، اس محفل میں ان کو اول مرتبہ علم نہیں کرایا گیا بلکہ ولادت کا علم پہلے سے ان کو حاصل تھا، اسی کا دوبارہ تذکرہ کیا گیا، لہٰذا ان کے حق میں یہ بشارت نہیں ہوئی بلکہ خبر ہوئی۔

"من قال: كل عبد بشرني بولادة فلانة، فهو حر، فبشره ثلاثه متفرقين، عتق الأول؛ لأن بشارة اسم لخبر يغير بشرة الوجه، و يشترط كونه سارا بالعرف، و هذا إنما

= فوق منزلتي التي أنزلنيها الله تعالىٰ، أنا محمد بن عبد الله، عبده و رسوله". (جمع الفوائد، باب الثناء والشكر والمدح والرفق: ۳/۳۶۸، ادارة القرآن كراچی)

(۱) (قد مضى تخريجه تحت عنوان " مجلس میلاد کے منکرات تفصیلاً اور وعظ پر اجرت)

(۲) "و بشر يبشر إذا فرح قال: و معنى يبشرك و يبشرك من البشارة، قال: و أصل هذا كله: أن بشرة الإنسان تنبسط عند السرور، و من هذا قولهم: فلان يلقاني ببشر: أي بوجه منبسط". (لسان العرب: ۴/۶۲، دار صادر بيروت)

وفيه أيضاً: "قال ابن سيدة: طلبوا منها البشرى على إخبارهم إياها بمجيء إبنها". (۲/۶۱)

يتحقق بالأول اهـ". هدايه (۱)۔

"وأصله ماروى أنه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم مر بابن مسعود رضى اللّٰه تعالىٰ عنه و هو يقرأ القران، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم: "من أحب أن يقرأ القرآن غضاً طرياً كما أنزل، فليقرأه بقرأة ابن أم عبد رضى اللّٰه تعالىٰ عنه". فابتدر إليه أبو بكر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه و عمر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه بالبشارة، فسبق أبو بكر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه عمر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه، فكان ابن مسعود رضى اللّٰه تعالىٰ عنه يقول متى ذكر: "بشرنى أبوبكر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه وأخبرنى عمر رضى اللّٰه تعالىٰ عنه" ولوكان مكان البشارة إخبار بأن قال: إن أخبرنى و الباقى بحاله عتق الكل اهـ". فتح القدير: ٤/٧٩(۲)۔

لہذا قیام میلاد پر استدلال اس حدیث شریف سے کسی طرح درست نہیں، اگر اس حدیث شریف کی شرح لمعات (۳) میں دیکھیے تو وہاں تفصیل سے ائمہ کے نزدیک اس کے مختلف مطالب لکھے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سجدہ سے مراد نماز ہے کہ آپ شکریہ میں نماز پڑھا کرتے تھے (۴)، نماز پر سجدہ کا اطلاق کثرت سے

---

(۱) (الهداية، كتاب الإيمان، باب اليمين فى العتق والطلاق: ۲/۴۹۸، مكتبه شركت علميه)

(۲) (فتح القدير، كتاب الأيمان، باب اليمين فى العتق والطلاق: ۵/۱۶۵، مكتبه مصطفى البابى)

(۳) "قد اختلف العلماء فى السجدة المنفردة خارج الصلوة، هل هى جائزة و مسنونة و عبادة موجبة للتقرب إلى اللّٰه تعالىٰ عملاً؟ فقال بعضهم: بدعة و حرام، ولا أصل لها فى الشرع .... وتفصيل الكلام أن السجدة خارج الصلوة على عدة أقسام: أحدها: سجدة السهو، و هو فى حكم سجدة الصلوة، و ثانيها: سجدة التلاوة و لا خلاف فيها، و ثالثها: سجدة المناجات بعد الصلوة وظاهر كلام الأكثرين أنها مكروهة، و رابعها: سجدة الشكر على حصول نعمة و اندفاع بلية، وفيها اختلاف، فعند الشافعى و أحمد رحمهما اللّٰه سنة، و هو قول محمد رحمه اللّٰه، والأحاديث والآثار فى ذلك كثيرة. و عند أبى حنيفة و مالك رحمهما اللّٰه ليس بسنة بل هي مكروهة". (لمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب فى سجود الشكر: ۵/۲۴۳، مكتبة المعارف العلمية)

(۴) "قال التوربشتى: ذهب جمع من العلماء إلى ظاهر الحديث، فرأوا السجود مشروعاً فى باب شكر النعمة، وخالفهم آخرون فقالوا: المراد بالسجود الصلاة، و حجتهم فى هذا التأويل ما ورد فى =

ثابت ہے(۱)۔ اگر بالفرض قیام کا استحباب ثابت بھی ہوتا تو چونکہ اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کیا جاتا ہے لہٰذا ترک ضروری ہے۔

"من أصر علی مندوب وجعله عزماً و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علی بدعة ومنكر؟وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه إن الله يحب أن توتی رخصه كمايحب أن توتی عزائمه"۔ انتهی عن الطيبي". حاشية المشكوٰة(۲)، سعایہ:۲/۲٦۳ (۳) "الإصرار علی المندوب يبلغه إلی حد الكراهة اهـ". سعایہ:۲/۲٦۵ (٤)۔

= الحديث أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لماأتي برأس أبي جهل خرّساجداً. و قد روى عبد الله بن أبي أوفى: رأيته صلى الله تعالى عليه وسلم صلى بالضحى ركعتين حين بشر بالفتح، أوبرأس أبي جهل، و نضر الله وجه أبي حنيفة، وقد بلغنا عنه، أنه قال: و قد ألقى عليه هذه المسألة : "لو ألزم العبد السجود عند كل نعمة متجددة عظيمة الموقع عند صاحبها، لكان عليه أن لا يغفل عن السجود طرفة عين ؛ لأنه لا يخلو عنها أدنى ساعة، فإن من أعظم نعمة عند العباد نعمة الحياة، وذلك يتجدد عليه بتجدد الأنفاس، أوكلاماً هذا معناه". (المرقاة شرح المشكوة ، كتاب الصلوة، باب في سجود الشكر: ۳/۲۰۲، مكتبه رشيديه)

(۱) قال العلامة الآلوسي رضي الله تعالىٰ عنه تحت قوله تعالیٰ :﴿وعهدنا إلى إبراهيم وإسماعيل أن طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود﴾: "و هم المصلون جمع راكع وساجد، وخص الركوع والسجود بالذكرمن جميع أحوال المصلي، لأنهما أقرب أحواله إليه تعالىٰ، وهما الركنان الأعظمان ، و كثير مايكنى عن الصلوة بهما ......الخ ".(روح المعاني : ۱/۳۸۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲)(مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة ، باب الدعاء في التشهد ، الفصل الأول : ۳/۳۱، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(۳)(السعاية على شرح الوقاية، باب صفة الصلوة ، قُبيل فصل في القرأة: ۲/۲٦۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) (السعاية على شرح الوقاية للكنوی،باب صفة الصلوة ، قبيل فصل في القرأة: ۲/۲٦۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

"إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة اهـ".
شامی: ۱/۱/٦٧١(۱)۔

حدیث سے (بزعم خود) ثابت کرکے یہ کہنا کہ یہ بدعت حسنہ ہے مستدل کے کمالِ عقل وفہم پر دال ہے، دوسری حدیث میں میلاد کا ذکر کہاں ہے اور "یقوم" کا فاعل کون ہے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا جمیع حاضرین؟ اور پھر اس سے صرف میلاد خواں کے قیام پر استدلال ہے یا جمیع حاضرین کے قیام پر؟ نیز یہ قیام مستحب ہے یا واجب ہے؟ اور جس کا بھی قیام حدیث میں مذکور ہے وہ شروع مجلس سے یا کسی خاص وقت میں اور آپ کے یہاں بھی شروع سے قیام ہوتا ہے یا کسی خاص وقت میں؟ غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ حدیث شریف کے انطباق کی کیا صورت ہے۔ اگر لفظ "یقوم" یا "قائماً" کے لفظ سے استدلال مقصود ہے تو قرآن شریف میں "قوموا" اور "قائمین" اور "قائما" (۲) کے صیغے مختلف مواقع پر وارد ہوئے ہیں، ان سے استدلال کرلیا جاتا۔

اب میں بتاتا ہوں کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے قیام کی صراحتاً ممانعت فرمائی ہے تو جب ذات اقدس کے لئے ممانعت ہے تو ذکرِ ولادت کا درجہ یقیناً ذات اقدس سے کم ہے: " (أبو أمامه رضى الله تعالىٰ عنه) خرج علينا النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يتوكأ على عصا، فقمنا إليه فقال: "لاتقوموا كما يقوم الأعاجم يعظم بعضهم بعضاً"۔ لأبى داؤد (۳)

(۱) (رد المحتار على الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة و بدعة، كان ترك السنة أولى: ۱/٦۴۲، سعيد)

(۲) أنظر الآيات الأتية، فإن كان فى سعة أحد أن يستدل على قيام المولود من لفظ "قيام" أو "يقوم" لاستدل بأحد من هذه الأيات، و هى آية آل عمران: ۱۸، ۱۱۳، ۱۹۱، وآية التوبة: ۱۰۸، وآية يونس: ۱۲. وآية الحج: ۲٦)

(۳) (سنن أبى داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك: ۲/۷۱۰، مكتبه دار الحديث ملتان.)

ترجمہ: حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس لاٹھی پر سہارا لگاتے ہوئے تشریف لائے ہم کھڑے ہوگئے، ارشاد فرمایا: "جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اس طرح کھڑے نہ ہوا کرو"۔

جمع الفوائد: ۲/۱٤۳ (۱)-

صحابہ کرام کا یہ عمل تھا: " (أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه): لم یکن شخص أحب إلیهم من النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم، وکانوا إذا رأوه لم یقوموا لمایعلمون من کراهیته لذلك". للترمذی(۲) جمع الفوائد: ۲/۱٤۳ (۳)-

اگر کوئی شخص اپنی تعظیم کے لئے قیام کو پسند کرے اس کا حکم یہ ہے: "(معاویه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه) رفعه: "من أحب أن یتمثل له الناس قیاماً فلیتبوأ مقعده من النار". لأبی داؤد(٤) والترمذی (٥) جمع الفوائد: ۲/۱٤۳ (٦)-

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے کو بھی منع فرمایا ہے، اس مضمون کی

---

(۱) (جمع الفوائد، باب العطاس والتثاؤب والمجالسة وآداب المجلس: ۳/۳۵۲، رقم الحدیث: ۷۷۸۰، ادارة القرآن کراچی)

(۲) (جامع الترمذی أبواب الإستیذان والأدب، باب ما جاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل ۲/۱۰۴، سعید)

ترجمہ: کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سے ناگواری وناپسندیدگی کو جانتے تھے۔

(۳) (جمع الفوائد، باب العطاس و التثاوب والمجالسة اھ: ۳/۳۵۲، رقم الحدیث: ۷۷۸۰، إدارةالقرآن)

(۴) (کتاب الأدب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلک: ۲/۷۱۰، مکتبه دار الحدیث ملتان)

ترجمہ: جو اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا پسند کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۵) (جامع الترمذی، أبواب الاستیذان والأدب، باب ما جاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل: ۲/۱۰۴، سعید)

(٦) (المصدر المتقدم لجمع الفوائد)

روایات جمع الفوائد:۲/۱۵۰(۱) میں مذکور ہیں۔فقط واللہ سبحانہ تبارک وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ۷/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف،۲۱/ رجب/ ۵۸ھ۔

قیام میلاد کا حکم

سوال[۸۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ کے بارے میں:

مسئلہ: قیام میلاد بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ اگر بدعت سیئہ کہتے ہیں تو اس صورت میں تعامل، توارث اور اجماع کے خلاف لازم آئے گا کیونکہ قیام میلاد کے اوپر اجماع ہو چکا ہے جیسا کہ تفسیر روح البیان ۴/۳۸(۲) میں ہے:" وقد اجتمع عند الإمام تقی الدین السبکی جمع کثیر من علماء عصرہ، فأنشد منشد قول الصر صری: قلیل المدح الخ، فعند ذلك قام الإمام السبکی وجمیع من بالمجلس (إلیٰ) و یکفی ذلك فی الاقتداء. و قال ابن حجر الهیثمی: إن البدعة الحسنة متفق علی مذهبها". مولود برزنجی، ص:۲۹(۳)۔

"قد استحسن القیام عند ذکر مولده الشریف أئمة ذوروایة و روية". إشباع الکلام، ص:٦٠(٤)۔

"قد اجتمعت الأمة المحمدية من أهل السنة و الجماعة علیٰ استحسان القیام المذکور". مجموعه فتاوی:۳/ ۱۳۰(۵)۔ سیرت دحلان:۱/۵۱(٦) میں بھی ایسا ہی ہے۔

---

(۱) "مطرف قال: قال أبی :" إنطلقت فی وفد بنی عامر إلی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فقلنا: أنت سیدنا فقال: "السید الله"، قلنا: أفضلنا". الحدیث .... لرزین عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه : "إنی لاأرید أن ترفعونی فوق منزلتی التی أنزلنیها الله تعالیٰ ،أنا محمد بن عبد الله ، عبده ورسوله". (جمع الفوائد، باب الثناء والشکر والمدح والرفق : ۳/ ۳٦۸، ادارة القرآن کراچی)

(۲،۳،۴) (لم أجد هذه الکتب)

(۵) مجموعۃ الفتاوی سے اگر علامہ عبد الحی لکھنویؒ کے فتاوی مراد ہیں تو ان میں قیام میلاد کو بے اصل قرار دیا گیا ہے، (مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب الحظر والاباحۃ:۳/ ۲۵۸،سعید)

(وأیضاً مجموعة الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی : ۴/ ۳۳۵، امجد اکیڈمی لاهور)

(٦) (لم أظفر علی هذا الکتاب)

اس کے علاوہ امام غزالی "احیاء العلوم" میں لکھتے ہیں: "الأدب الخامس: موافقة القوم في القيام إذا قام أحد منهم في وجد صادق من غير رياء و تكلف، وقام باختيار من غير إظهار و جد، وقام له الجماعة، فلابد من الموافقة، فذلك من أدب الصحبة" (۱)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر قیام بدعت سئیہ ہے تو مذکورہ بالا دلائل کے دندان شکن جوابات کیا ہیں؟ بہر حال اگر بدعت سئیہ ہو تو مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی، یا حرام ہے؟ ان میں سے جس کو بھی اختیار کریں مدلل ومفصل وحوالہ کے ساتھ جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ والسلام۔

عتیق الرحمٰن ۲۴، پرگنوی، ۲۲/ رجب/ ۱۳۹۱ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ مروجہ مجلسِ میلاد نہ قرآن کریم سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ خلفائے راشدین و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے، نہ تابعین وائمہ مجتہدین: (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ وغیرہم) وغیرہ سے ثابت ہے، نہ محدثین: (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداودؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، وغیرہم رحمہم اللہ) سے ثابت ہے، نہ اولیاء کاملین: (حضرت عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ بہاء الدین نقشبندی، شیخ عارف شہاب الدین سہروردی وغیرہم) سے ثابت ہے۔

چھ صدی اس امت پر اس طرح گزر گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں تھا، سب سے پہلے بادشاہ اربل نے شاہانہ انتظام سے اس کو منعقد کیا اور اس پر بہت روپیہ خرچ کیا، پھر اس کی حرص واتباع میں وزراء امراء نے اپنے اپنے انتظام سے مجالس منعقد کیں، تفصیل تاریخ ابن خلکان میں ہے (۲)۔

اسی وقت سے علمائے حق نے اس کی تردید بھی لکھی ہے، چنانچہ کتاب المدخل (۳) میں علامہ ابن

---

(۱) (احياء علوم الدين للغزالي، كتاب آداب السماع والوجد، المقام الثالث من السماع، الأدب الخامس: ۳۰۵/۲، دار المعرفة بيروت)

(۲) (وفيات الأعيان وأبناء أبناء الزمان لأبن خلكان، ترجمة مظفر الدين صاحِب إربل، رقم الترجمة: ۵۴۷: ۱۱۷/۴، ۱۱۹، دار صادر بيروت)

(۳) (قد مضى بعض اقتباساته تحت عنوان "محفل میلاد" و عنوان "میلاد کا خاص طریقہ")

الحاجؒ نے بتیس صفحات میں اس کے قبائح ومفاسد دلائل شرعیہ کی روشنی میں لکھے ہیں۔ ۱۳۷ھ میں اسکی تصنیف سے فراغت حاصل ہوئی، پھر جہاں یہ مجلس پہنچتی گئی، وہاں کے علماء تردید فرماتے گئے، چنانچہ عربی، فارسی، اردو، ہرزبان میں اس کی تردید موجود ہے اور آج تک تردید کی جارہی ہے، کیا اسی کا نام اجماع ہے، غالباً مدعی کو اجماع کی تعریف بھی معلوم نہیں ہے "جمع کثیر من علماء عصره"، ایک مجلس میں اکٹھے ہوگئے اور بس اجماع ہوگیا؟ غور طلب یہ ہے کہ اس دور میں جتنے علما موجود تھے کیا ان میں سے کثیر تعداد ایک جگہ (سبکیؒ کے مکان) پر جمع ہوئی تھی؟ اس کثیر کی مقدار تعداد کیا تھی، تین چار کو بھی کثیر کہا جائے گا یا جمع کثرت کی حد تک پہنچا کر دس گیارہ تک مبالغہ کیا جائے گا؟ کیا ان کی تعداد کی شرکت مفید اجماع ہے؟

ہاں یہ ممکن ہے کہ ان حاضرین میں سے کسی نے مخالفت نہ کی ہو لیکن ان کے علاوہ جتنے علماء اس وقت کے تھے، کیا انہوں نے بھی مخالفت نہیں کی؟ یا اس گھریلو اجماع کے ساتھ موافقت کی ہے؟ نیز ان شریک نہ ہونے والوں کی تعداد شریک ہونے والوں کے مقابلے میں کثیر تھی یا قلیل؟ اگر شریک نہ ہونے والے قلیل تھے اور شریک ہونے والے کثیر تو اس مکان کی وسعت کس قدر ہوگی؟ جہاں اتنی بڑی تعداد سما گئی؟ اور صرف اس بستی کے علماء جمع ہوئے تھے یا تمام اطراف واکناف کے جمع ہوئے تھے (یا کئے گئے تھے؟) اگر نہ شریک نہ ہونے کی تعداد کثیر تھی جیسا کہ متبادر ہے کہ ایک مکان میں ایک وقت میں اتنی بڑی تعداد نہیں آسکتی ہے تو جمع کثیر کا اطلاق نہ شریک ہونے والوں پر زیادہ مناسب واقرب الی الفقہ ہے، لہٰذا استدلال برعکس ہوجائے گا۔

"الإجماع في اللغة الاتفاق، و في الشريعة: إتفاق مجتهدين صالحين من أمة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم في عصر واحد على أمر قولي أو فعلي اه"۔

"والمراد بالمجتهدين جميع المجتهدين الكا ئنين في عصر من الأعصار، واحترز به عن اتفاق المقلدين. و احترز بقول "صالحين" عن اتفاق مجتهدين ذوي هوى بدعة و فاسقين. و بقوله: "أمة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم" عن اتفاق مجتهدي الشرائع السابقه اهـ".

"الإجماع نوعان: عزيمة و هو التكلم منهم بما يوجب الاتفاق: أي اتفاق الكل على الحكم بأن يقولوا: أجمعنا على هذا، إن كان ذلك الشروع من باب القول أو شروعهم في الفعل إن كان من بابه: أي كان ذلك الشيء من باب الفعل كما إذا شرع أهل الاجتهاد جميعاً في المقاربة أو المزارعة أو الشركة كان ذلك إجماعاً على شرعيتها. ورخصة: وهو أن يتكلم أو

يـفـعـل البعض دون البعض: أى يتفق بعضهم علىٰ قول أوفعل و سكت الباقون منهم، ولا يردون عـليهـم بـعد مضى مدة التأمل، و هى ثلثة أيام من مجلس العلم اهـ. قوله : "وهى ثلثة أيام"؛ لأن هـذا الـقدر هوالمشروع فى إظهار العذر عند أكثر الحنفية، ثم لا تقدر مدة التأمل شيء بل لا بد مـن مـرور أوقـات بـعـلـم عـاد ة أنه لو كان هنا مخالف لأظهر الخلاف اهـ". نور الأنوار و قمر الأقمار، ص:۲۱۹(۱)۔

کیا بتایا جاسکتا ہے کہ سبکیؒ کے مکان پر محفل میلا دشریف میں قیام کرنے والے حضرات کون کون تھے اور اجتہاد میں وہ کس درجہ پر فائز تھے؟ یعنی مجتہدین کے جو طبقے ''شرح عقود رسم المفتی'' میں مذکور ہیں(۲) یہ حضرات کس طبقہ کے تھے،جن کے قیام کواجماع قرار دے دیا گیا؟ یہ سب گفتگواس وقت ہے کہ سوال کی نقل کردہ عبارات کوصحیح تسلیم کرلیا جائے اور یہ کہا جائے کہ نقل میں خیانت نہیں کی گئی، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مدعی نے نقل میں دیانت سے کام نہیں لیا جیسا کہ علامہ ابن حجر ہیثمی کی عبارت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے،ان کی عبارت یہ ہے کہ:

"و نـظيـر ذلك فـعـل كثيـر عند ذكر مولده صلى الله تعالى عليه وسلم ووضع أمه له من

---

(۱) (نور الأنوار، باب الإجماع، ص: ۲۱۹ ، سعيد)

(۲) "لا بـد لـلـمـفتـى المقلد أن يعلم حال من يفتى بقوله .... فنقول : إن الفقهاء على سبع طبقات : الأولىٰ : طبقة الـمـجتهـديـن فـى الشـرع كالأئمة الأربعة و من سلك مسلكهم .... الثانية : طبقة الـمـجتهـديـن فـى الـمـذهب كأبى يوسف و محمد و سائر أصحاب أبى حنيفة القادرين على استخراج الأحـكـام عـن الأدلة الـمـذكـور ة عـلـى حسـب القواعد .... الثالثة: طبقة المجتهدين فى المسائل .... كـالـخـصـاف وأبى جعفر الطحاوى وأبى الحسن الكرخى و شمس الأئمة الحلوانى، و شمس الأئـمة الســرخســى و فـخـر الإسـلام البـزدوى وفخر الدين قاضى خان و غيرهم .... الرابعة : طبقة أصحاب التخريج من المقلدين كالرازى .... الخامسة : طبقة أصحاب الترجيح من المقلدين كأبى الـحسـن الـقـدورى وصـاحـب الـهـداية .... والسـادسة : طبـقة المقلدين القادرين على التمييز بين الأقـوىٰ والـقـوى والـضـعيف الخ .... كصاحب الكنز وصاحب الوقاية و صاحب المجمع .... السابعة : طبقة المقلدين الذين لايقدرون على ما ذكر ولا يفرقون بين الغث والثمين .... فالويل لمن قلّدهم كل الويل ، انتهى". (شرح عقود رسم المفتى، ص: ۲۸، ۳۴، مير محمد كتب خانه)

القیام، و هو أیضاً بدعة، لم یرد فیه شئی". فتاوی حدیثیه، ص:۵۷(۱)۔

ایک دوسرے قیام پر رد کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیام میلاد پر بھی رد فرمایا ہے(۲)۔اس کی اجازت نہیں دی،اس کی اجازت کو ان کی طرف منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے،علاوہ ازیں حنفیہ پر غیر کا قول بلا دلیل کیسے حجت ہوگا؟

''احیاء العلوم'' میں کیا مجلس میلاد کے قیام سے متعلق یہ عبارت ہے،جس کو مدعی نے پیش کیا ہے،جب نفس مجلس میلاد شریف کا ہی مروجہ طریق پر ثبوت نہیں تو پھر قیام کیسے ثابت ہوگا؟

حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محفل میلاد میں تشریف لانا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، یہ عقیدہ بلا دلیل ہے (۳) بلا دلیل شرعی کے حضرت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا نہایت خطرناک ہے،اس کی سزا جہنم ہے(۴) اپنی ظاہری حیات طیبہ کے قیام کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، وہ یہ ہے:

"عن أبی أمامة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم متکئاً علی عصا، فقمنا له، فقال:"لاتقوموا کما یقوم الأعاجم یعظم بعضها بعضاً" رواہ أبوداؤد

---

(۱) (الفتاویٰ الحدیثیة، مطلب فی أن القیام فی أثناء مولده الشریف بدعة لا ینبغی فعلها، ص:۱۱۲،قدیمی)

(۲) "الموالد والأذکار التی تفعل عندنا أکثر ها مشتمل علی خیر، .... و علی شر بل شرور، لو لم یکن منها إلارؤیة النسآء للرجال الأجانب، وبعضها لیس فیها شر، لکنها قلیل نادر، ولا شک أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح، فمن علم وقوع شیء من الشر فیما یفعله من ذلک فهو عاص آثم". (الفتاوی الحدیثیة، مطلب الاجتماع للموالد والأذکار .... مطلوب ما لم یترتب علیه شر و إلا فیمنع منه، ص:۲۰۲، قدیمی)

(۳) (قد مضی تخریجه تحت عنوان: "محفل میلاد")

(۴) "عن أبی هریرة –رضی اللہ تعالیٰ عنه– قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم: "من کذب علی متعمداً، فلیتبوأ مقعده من النار". (الصحیح لمسلم، مقدمة، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم: ۱/۷، قدیمی)

فی سننه (١) مشكوة المصابيح، ص: ٤٠٣ (٢)۔

جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں جس قدر عظمت ومحبت تھی وہ کسی کونصیب نہیں، ان کا طرز عمل تھا کہ وہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھتے تھے، قیام نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ قیام ناگوار خاطر تھا اسی وجہ سے قیام کی ممانعت فرمادی تھی:

”عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لم یکن شخص أحب إلیهم من رسول صلی اللہ تعالی علیه وسلم، و کانوا إذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك“. رواه الترمذی، و قال: هذا حديث حسن صحيح اهـ“(٣). مشكوة المصابيح ،ص: ٤٠٣ (٤)۔

براہین قاطعہ، الجنۃ لاہل السنۃ، فتاوی میلاد وقیام وغیرہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ایک بہت مختصر کتابچہ ”غلط فہمیوں کا ازالہ“ دارالعلوم دیوبند صدر مہتمم حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے کچھ عرصہ ہوا طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے اس میں بھی یہ بحث موجود ہے، بلاثبوت کسی چیز کو دین اور تقرب سمجھنا ہی بدعت ہے اور یہاں تو قیام کے خلاف پر دلیل موجود ہے، جس چیز کو صاف صاف منع فرمایا گیا: ”لاتقوموا“ اس کو دین تصور کرنا تو تحریف ہے جس میں بدعت حسنہ ہونے کا شائبہ تک بھی نہیں۔

نہی کا تحریم کے لئے ہونا اصل ہے، بغیر قرینہ صارفہ کے اصل سے عدول کا حق نہیں: ”النهی كالأمر فی كونه من الخاص؛ لأنه لفظ وضع بمعنی معلوم و هو التحريم اهـ“. (نور الأنوار ص: ٦١ (٥)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(١) (سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك: ٢/٧١٠، مكتبه دار الحديث ملتان)

(٢) (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب القيام ،الفصل الثانی، ص: ٤٠٣، قديمی)

(٣) (جامع الترمذی، أبواب الاستيذان والأدب، باب ماجاء فی قيام الرجل للرجل: ٢/١٠٤، سعيد)

(٤) (مشكوٰة المصابيح، كتاب الأدب، باب القيام ،الفصل الثانی، ص: ٤٠٣، قديمی)

(٥) (نور الأنوار، مبحث النهی كالأمر فی كونه من الخاص، ص: ٦١، سعيد)

محرم، ربیع الاول، ربیع الثانی وغیرہ میں وعظ کا خصوصی اہتمام

سوال[۸۹۷]: یہاں پر اکثر مساجد میں محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک اور ربیع الاول کی پہلی سے بارہویں تاریخ تک اور ربیع الثانی کی پہلی تاریخ سے گیارہویں تک اور ستائیسویں رجب کی اور پندرہویں شعبان کی اور ستائیسویں رمضان کی اور نویں ذی الحجہ کی......سال بھر میں ان ایام میں رات کو بعد عشاء وعظ ہوتا ہے، ان کے علاوہ نہ کسی کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ وعظ کہلائے اور نہ کسی واعظ کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ خود کہے اور ایام مذکورہ بالا میں کمی بیشی نہیں ہوتی، مثلاً: یہ کہ محرم میں بجائے دس روز کے بارہ روز یا آٹھ روز کرلیں، یہ نہیں ہوتا، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تعین بدعت ہے یا کہ نہیں، اگر ہے تو حسنہ ہے یا سئیہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایام مذکورہ کی تعین دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں اور نہ اس کا وجود خیر القرون میں تھا، لہٰذا اگر ان ایام میں وعظ کو ضروری سمجھا جاتا ہے یعنی اگر کوئی وعظ میں شریک نہ ہو تو اس کو ملامت کی جاتی ہے اور وعظ کہنے اور سننے کے ثواب کو انہیں ایام کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت سئیہ ہے: "وشر الأمور محدثاتها"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم، ۷/۳/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفر لہ۔

سیرت کانفرنس کے جلسے

سوال[۸۹۸]: ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں سیرت کانفرنس اور سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عنوان سے اجلاس ہوتے ہیں، دیوبندی حضرات بھی ایسے ہی اجلاس بلاتے ہیں، لیکن بریلوی سے اتنا مختلف کہ ان کے یہاں قیام ومیلاد بھی ہوتا ہے لیکن دیوبندی حضرات محض اپنے علماء کو بلا کر تقریریں سنتے ہیں اور سیرت طیبہ سے نیز ارشادات نبوی سے قرآن وحدیث کی روشنی میں مستفید ہوتے ہیں، چنانچہ ہمارے علماء ومشائخ اساتذہ دیوبند، سہارن پور وغیرہ کے شرکت فرماتے ہیں اور یہ اجلاس سال کے دوسرے ایام اور شہر میں

---

(۱)(مشکوة المصابیح، باب الإعتصام بالکتاب والسنة، ص:۲۷، قدیمی)

بھی منعقد ہوتے ہیں، لیکن ربیع الاول میں اس کا زور زیادہ ہوجاتا ہے اس میں بارہ ربیع الاول کی قید تو نہیں، اول وآخر میں بھی اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ ذہن میں خلجان ہے کہ آیا اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ ازراہ کرم واضح فرمائیں عنایت ہوگی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

سیرت پاک کا بیان کرنا اور لوگوں تک پہنچانا جس کے ذریعہ زندگی مطابقِ سنت بنے اور دین کی پابندی کا شوق پیدا ہو درست اور موجب اجر اور مفید ہے، جبکہ اس میں التزام مالا یلزم نہ ہو اور کوئی عمل خلاف شرع نہ ہو(۱) مثلاً: زمان: مہینے، تاریخ، دن اور مکان اور خاص ہیئت اور مستحب و واجب کا درجہ دینا کہ نہ شریک ہونے والوں پر ملامت ہو وغیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ۔

ربیع الاول کا جلوس

سوال[۸۹۹]: یوپی کے کئی شہروں میں بماہ ربیع الاول جلوسِ محمدی نکلتا ہے، اس کے نکالنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟ کانپور وغیرہ میں دیکھا گیا ہے کہ علماء کرام بھی اس میں شرکت فرماتے ہیں، اگر اس کے جواز کی کوئی صورت ہو تو تحریر فرماویں۔

صورتِ مسئولہ میں زید کا قول مندرجہ ذیل ہے: ''اگر وہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو تو شرعی قباحت نہیں

---

(۱) ''المو الد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير، كصدقة و ذكر و صلاة وسلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و مدحه، و على شرّ بل شرور، لو لم يكن منها إلا رؤية النسآء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فيها شرّ، لكنه قليل نادر .... والقسم الثاني (أي الذي ليس فيه شر) سنة تشمله الأحاديث الواردة في الأذكار المخصوصة والعامة، كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ''لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة، و غشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، و ذكرهم الله تعالىٰ فيمن عنده''. رواه مسلم .... وفي الحديثين أوضح دليل على فضل الاجتماع على الخير والجلوس له الخ ''. (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثمي، مطلب: الاجتماع للموالد والأذكار .... مطلوب مالم يترتب عليه شر، و إلا فيمنع منه، ص: ۲۰۲. ۲۰۳، قديمي)

اور ایسے امور جو قباحت شرعیہ سے خالی نہ ہوں اگر دینی رجحان کے پیدا کرنے میں تعاون معلوم ہو تو ان کا اختیار کرنا اولیٰ اور باعث اجر ہے"۔ بکر کا قول ہے کہ "یہ ناجائز اور بدعت ہے اور دلیل میں کہتا ہے کہ: "کل بدعة ضلالة، و کل ضلالة فی النار" ان دونوں میں کس کا قول درست ہے؟

المستفتی: محمد حنیف معرفت مسعود الحسن مسجد عالم شہید چوک، بازار بہرائچ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا جلوس نکالنا فی نفسہ ثابت نہیں، قرونِ مشہود لہا بالخیر میں اس کا کہیں وجود نہیں، کتب فقہ اور کلام ائمہ میں کہیں پتہ نہیں (۱) اور اس کی اتنی اہمیت ہوتی ہے کہ اس میں جھنڈے ہوتے ہیں، نعرے ہوتے ہیں اور نعرے بھی وہ جو موہم شرک ہیں، بعض جگہ ننگے سر اور ننگے پیر چلتے ہیں، اخیر شب میں پھولوں کا ہار لے کر جاتے ہیں، کچھ دیر کے لئے بالکل خاموش باادب یہ تصور لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ابھی حضرت رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش ہو رہی ہے اور یہ ہار اُن کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ہیں، پھر ایک دم صلوۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

بعض بدعات کی ابتداء اچھی نیت سے ہوتی ہے اور فی نفسہ ان میں کوئی خرابی بھی نہیں ہوتی تھی، مگر پھر ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں، مثلاً: تاریخ کا التزام، دن کا التزام، ہیت کا التزام۔ بعض بدعات کی ظاہری صورت دیکھنے میں اچھی اور نیک معلوم ہوتی تھی لیکن حقیقتاً ان میں اعتقادی یا عملی مخفی خرابیاں تھیں، غرض ان بدعات کی

---

(۱) آئمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مستدلات بھی قرآن، حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار ہیں، انہی اصول سے وہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں، ان کے اندر اگر ان کو کسی مسئلہ کی طرف اشارہ بھی ملے تو یہ حضرات اس مسئلہ کی صراحت کر کے ذکر کرتے ہیں لیکن مذکورہ جلوس اور اس قسم کی دوسری بدعات جو مروج ہیں کے بارے میں ان حضرات کو نہ صراحۃً نہ دلالۃً اور نہ اشارۃً واقتضاءً کچھ ملا ہے کہ اس کے جواز کا حکم دیں، بلکہ اس قسم کی بدعات کے تو ان اصول میں عدمِ موجودگی کی بنا پر یہ حضرات تردید کرتے چلے آرہے ہیں:

حدیث: "من أحدث فی أمرنا هذا الخ" کے تحت علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "أی أنشأ واخترع وأتی بأمر حدیث من قِبَل نفسه .... (ما لیس منه): أی رأیاً لیس له فی الکتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد): أی مردود علی فاعله لبطلانه". (فیض القدیر: ۱۱/۵۵۹۴، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

وجہ سے بہت بڑی جماعت کے ذہنوں میں دینی اور بے دینی میں ایسا خلط ہوگیا کہ اللہ کی پناہ: "من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهورد" (۱) ان سب مفاسد کا قلع قمع ہے۔

ایسے جلوس میں دینی رجحانات تو کیا پیدا ہوتے، فرائض وسنن ترک ہوتے ہیں، فجر کی جماعت ہوتے ہوئے بھی اہل جلوس کو شرکت جماعت کی توفیق کم ہی ہوتی ہے، جس طرح دوسری پارٹیاں اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اپنی تشہیر واقتداء کے لئے بغیر مذہب کی ہدایت کے اپنا عمل تجویز کرتی ہیں، یہی حال اس جلوس کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۹ھ۔

بارہ ربیع الاول کو مدح صحابہ کا جلوس

سوال [۹۰۰]: مثلاً محمود آباد، پینتے پور، فتح پور، کانپور وغیرہ میں ۸/ یا ۱۲/ ربیع الاول میں چار یاری جھنڈا خوب اہتمام سے شاندار جلوس کی صورت میں نکالتے ہیں، اس جلوس میں سب مل جل کر مدح صحابہ یا اسی قسم کے اشعار خوب راگنی لہجہ سے پڑھتے ہیں، سب گلی کوچوں سے گذرتے ہیں، عورتوں کو سناتے ہیں، جگہ جگہ شربت کا انتظام ہوتا ہے، جو اس میں شریک نہیں ہوتے اس کو خوب لعن طعن کرتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں، اس جھنڈے کے بانی مبانی حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتاتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس جھنڈے میں شرکت کرنا کسی طرح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو شریک ہونے والے نہ شریک ہونے والے کو برا بھلا کہتے ہیں، اس پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر ہے کہ اس کا جواب پاٹا نالہ دارالمبلغین لکھنو سے حاصل کریں، وہاں سے بتلا دیا جائے گا کہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح سے اس کی بنیاد قائم کی تھی یا اس میں کچھ تغیر ہوگیا ہے اور اس کی پشت پر کیا دلائل ہیں یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، کس دلیل سے یہ ثابت ہے؟ پھر جو کچھ وہاں سے جواب ملے، مہربانی فرما کر میرے پاس بھیج دیں، وہاں استفتاء کا جواب دیا جاتا

---

(۱) (رواه البخاری فی الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود: ۱/۳۷۱، قدیمی)

(ومسلم فی الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قدیمی)

ہے اوراس کی اصل حقیقت سے وہاں کے حضرات پوری طرح واقف ہیں۔فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارلعلوم دیوبند

۱۰/محرم اور۱۲/ ربیع الاول کو کاروبار بند کرنا

سوال[۹۰۱]: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ۱۰/محرم اور۱۲/ ربیع الاول کو کاروبار بند کردینا چاہیے، کچھ لوگ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں،سوال یہ ہے کہ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

شریعت کی طرف سے ان دونوں دنوں میں کاروبار بند کرنے کا حکم نہیں،اس کو شرعی حکم سمجھنا غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارلعلوم دیوبند،۱۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارلعلوم دیوبند،۱۳/۱/۹۰ھ۔

وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہڑتال

سوال[۹۰۲]: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات پر مدینہ شریف یادیگر بلادِ اسلامیہ میں ہڑتال ہوئی تھی یانہیں؟

الجواب حامدا ومصلیاً:

اظہارِ افسوس کے لئے ہڑتال کا یہ طریقہ اس زمانہ میں نہیں تھا، نہ مدینہ طیبہ میں نہ دیگر بلاد اسلامی میں(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارلعلوم دیوبند،۱۳/۳/۸۹ھ۔

---

(۱)قال الشاطبی: "ومنها التزام الكيفيات والهيئات المعينة .... والتزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فی الشريعة الخ". (الاعتصام للشاطبی، الباب الأول فی تعريف البدع الخ، ص: ۲۵، ۲۶، دار المعرفة بيروت)

"البدعة اسم من الابتداع، سواء كانت محمودةً، أم مذمومةً، ثم غلب استعمالها فيما هو نقص فی الدين أو زيادة" (القاموس الفقهی، ص: ۳۲، ادارة القرآن) .... =

حضرت غوث اعظم کی مجلس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری

سوال[۹۰۳]: ''الفتح الربانی'' کتاب میں سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے مواعظ حسنہ ہیں لیکن دیباچہ میں حضرت مولانا عاشق الٰہی مرحوم لکھتے ہیں: ''ان کی مجلس وعظ میں صلحاء و ملائکہ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبات کی روحانی شرکت ہوتی ہے اور کبھی کبھی روح پرفتوح سید ولد آدم علیہ افضل الصلوۃ والسلام کا نزول اجلال بھی تربیت و تائید کی غرض سے ہوا کرتا تھا''۔ ایسا ہی مضمون بریلوی علماء کی کتاب ''حدائق بخشش، ص: ۷'' پر یہ شعر تحریر ہے ؎

ولی کیا رسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث

ان دونوں عبارتوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

دونوں میں فرق بالکل صاف وظاہر ہے، حضرت مولانا عاشق الٰہی کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ یہ تشریف آوری تائید و تربیت کے لئے ہے(۱)، حدائق بخشش کا حاصل یہ ہے کہ تشریف آوری استفادہ کے لئے ہے۔ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم عالیہ وحی الٰہی سے حاصل ہیں اور اولین وآخرین سب کے مجموعہ کے علوم بھی ذاتِ مقدسہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہیں، تو پھر استفادہ کے لئے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں آنے کا مطلب تو یہ ہوگا جو علوم اس مجلس میں حاصل ہوتے ہیں وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہیں تھے، یہ تنقیص ہے ذاتِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، اور فوقیت ہے حضرت قطب

= ''کل محدث بدعة، و کل بدعة ضلالة، و کل ضلالة فی النار''. (مشکوٰة کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، قدیمی)

''عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ''من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد'' متفق علیه''. (مشکوٰة، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۲۷، قدیمی)

(۱) راجع: (الفتاویٰ الحدیثیة، مطلب: یمکن الاجتماع بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الآن یقظةً، ص: ۳۹۱، قدیمی)

جیلانی قدس سرہ کی، اس کو کب حضرت جیلانی نور اللہ مرقدہ برداشت کر سکتے ہیں، نہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فداہ روحی و روح أبی و أمی) کا کوئی ادنیٰ خادم برداشت کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۹۲ھ۔

دس محرم کو مسجد میں مجلس

سوال [۹۰۴]: یہ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے، ۱۰/محرم کو مجلس یادگار امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما مسجد میں کر سکتے ہیں؟ جس میں شیعہ وسنی دونوں صاحبان پڑھیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ثواب پہونچانے کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا مسجد میں اور خارج مسجد درست ہے اور باعث ثواب ہے (۱) لیکن خاص کر محرم کے موقع پر بطور یادگار مجلسیں کرنا درست نہیں، نہ مسجد میں نہ باہر، اس لئے ایسی مجلسیں مسجد میں نہ کی جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۴ھ۔

عرس

سوال [۹۰۵]: آج کل جس طرح بزرگوں کا عرس ہوتا ہے اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بدعت اور ممنوع ہے:

"فيجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السَّنَة من موته، ويسمونه حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، و يعدّون ذلك قربةً، و هي بدعة ضلالة؛ لأن التصدق لم يختص بيوم دون

---

(۱) "فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلوة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقةً، أو قرآءةً للقرآن، أو الأذكار، أو غير ذلك من أنواع البر، و يصل ذلك إلى الميت و ينفعه". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قديمي كتب خانه)

يوم، و لا تصح إلا على الفقراء والمحتاجين، و قد زاد بعضهم في جهله و هم المشايخ الذين ليس لهم إلا جمع حطام الدنيا؛ لأنهم يجمعون بعض أحوال الميت في كتاب و يسمونه مناقب، ثم إذا حضر الناس المدعوون، جيء برجل حسن الصوت فهو يأخذ تلك النسخة في يده و يقرأها قرأةً مثل قرأة المولود، و قد ورد النهي عن مثل هذا صراحةً، ثم يختمون القرآن و يُمَدّ لهم سماط، و ليس هذا إلا بدعة ضلالة لم يفعلها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و لا أصحابه من بعده و لا أتباعهم من بعدهم بل لم يوجد لذلك أثر إلى القرن الثامن كما يظهر من تتبع القوم، و هذه خصوصيات المشايخ، فإنهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء الله و بذكره تنزل الرحمة، و لو سلم أنه من أولياء الله، فهل ذكر الولي بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة؟ حاشا؛ فإن الرحمة لا تنزل إلا باتباع السنة السّنية، فإن البدع فهي تنزل الغضب والنقمة -عافانا الله و إياكم من غضبه و سخطه- و لو كان هذه الخرافات نزل بها الرحمات لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام، و لكن ليس غرض هؤلاء المتصوفة إلا طلب الشهرة والافتخار بآبائهم وأجدادهم أنهم كانوا على هذه المراتب، وأن لهم كرامات عظيمة و كذا و كذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل في سلكهم، و متى دخل في طريقهم أفقروه فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. و هذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، و ما عرفت له أصلاً، فإن العرس إنما يكون في الزواج، و مع ذلك فهذه الأحوال والأعراس لا تكاد تخلو من إرتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولىٰ في ذلك -قاتلهم الله- فإنهم يطوفون بقبر الولي الذين يعتقدون فيه ويظنون أنه هو المتصرف في الكون، وأن الإنسان إذا تمسك بهذه، فلا حاجة له بالصلوة و الصيام، وأكثر ما غلوا في ذلك أتباع سيدنا عبد القادر الجيلاني رحمه الله تعالىٰ ونفعنا ببركاته، فإنه -معاذ الله- أنّى يرضىٰ بتلك الكفريات التي يعتقدونها". (تبليغ الحق)، ص: ۸۹۷ (۱)-

---

(۱) **عربی عبارات کا ترجمہ:** "ان طریقوں سے بچنا لازم ہے جو کہ لوگ کسی کے مرنے کی سالانہ تاریخ میں کیا کرتے ہیں جس میں چھوٹے بڑے سب کو دعوت دیتے ہیں اور اس کو ثواب کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بدعت اور گمراہی ہے، وجہ=

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے مائہ مسائل میں سوال نمبر:۱۵ کے جواب میں ساڑے پانچ صفحات میں اس پر اصولی بحث فرما کر اس کو منع قرار دیا ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

= یہ ہے کہ ایصال ثواب کسی خاص دن کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہ بات بھی ہے کہ صدقہ کے مستحق صرف محتاج اور غریب لوگ ہیں (اور یہ لوگ ایصال ثواب کے نام پر مالداروں کو بھی کھلاتے ہیں)اور بعض جاہل مشائخ جن کا مقصد دنیا طلبی کے سوا کچھ بھی نہیں وہ ایسا کرتے ہیں کہ فوت شدہ کے حالات لکھ لیتے ہیں جس کو وہ مناقب کہتے ہیں اور جب لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ایک خوش گلو (خوش آواز) آدمی ان کو میلاد کی طرح پڑھتا ہے حالانکہ یہ صراحۃً منع ہے، پھر یہ لوگ قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور ان کے لئے دسترخوان پھیلا دیا جاتا ہے یہ سب بدعت اور ضلالت ہے، اس کو نہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بلکہ آٹھویں صدی ہجری تک بھی اس کا کوئی نشان نہیں ملتا جیسا کہ علما کی کتابوں سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

یہ ان مشائخ کی خصوصیات ہیں، ان کا خیال ہے کہ یہ فوت شدہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہے اور اس کے ذکر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے حالانکہ اگر وہ بزرگ بھی ہو تو کیا اس غلط طریقہ کی آمیزش سے رحمت کا نزول ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں۔نزول رحمت صرف اتباع سنت سے ہوا کرتا ہے اور بدعت سے خدا کا غضب اور عذاب آیا کرتا ہے (اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے محفوظ رکھے) اگر ان تمام خرافات اور واہی تباہی باتوں سے رحمت نازل ہوتی تو ائمہ اکرام اور اکابر بزرگان اس کو کبھی نہ چھوڑتے، ان بدعت پرست پیروں کی غرض صرف شہرت طلبی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنا ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ ہمارے باپ دادا اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اور ان سے بڑی بڑی کرامات ظاہر ہوئیں تاکہ سننے والا ان کا معتقد ہو کر ان کے سلسلہ میں داخل ہو جائے اور یہ لوٹ کھسوٹ کر اس مرید کو فاقہ مست بنا دیں اور وہ مرید دنیا وآخرت دونوں اعتبار سے خسارہ میں پڑ جائے۔

اس (سالانہ جشن) کو اہل ہند عرس کہتے ہیں جو بالکل بے بنیاد چیز ہے، عرس تو شادی بیاہ میں ہوا کرتا ہے (نہ کہ موت کے موقعہ پر) بایں ہمہ اس عرس کے ساتھ مکروہ چھوڑ کر سینکڑوں حرام چیزیں شامل ہو گئی ہیں اور اہل ہند کو اس ابتداع اور حرام کی آمیزش میں کمال حاصل ہے ایسوں کا خدا ناس کرے، اہل ہند جو مبتدع ہیں وہ بزرگوں کی قبروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ اور گمان یہ ہے کہ یہ بزرگ عالم میں تصرف کرتے ہیں اور جب کسی کا یہ حال ہو جائے تو وہ نماز اور روزہ کی کیا ضرورت سمجھے گا، جاہل معتقدوں نے سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں بہت زیادہ غلو کر رکھا ہے اور کفریات میں مبتلا ہو گئے ہیں، سید عبدالقادر جیلانی (اگر زندہ ہوتے) تو کیا ان کفریات کی اجازت دے سکتے تھے''؟ (تبلیغ الحق، ص:۸۹۷)۔

(۱) (مائۃ مسائل، ص: ۲۸-۳۴)

عرس وغیرہ

سوال[۹۰۶]: بزرگان دین کے عرسوں میں شامل ہوکر وہاں کچھ کھانا پکا کر اور اس کو فی سبیل اللہ بغیر کسی خرافات کے تقسیم کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثواب بزرگان دین کی ارواح کو پہونچانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مزارات پر جا کر کھانا پکوانا یا کھانا لے کر وہاں جانا اور تقسیم کرنا بدعت اور ناجائز ہے، ایصال ثواب کے لئے تاریخ مقرر کر کے اس کو شرعی حیثیت دینا درست نہیں (۱)، عرس کرنا بدعت ہے۔ بلا کسی غیر ثابت پابندی کے جب دل چاہے ایصال ثواب کرنا، خواہ غریبوں کو کھانا، غلہ، کپڑا، نقد کو کسی بھی ضرورت کی چیز دے کر یا قرآن پاک، تسبیح، نماز پڑھ کر ہو یا حج کر کے ہو غرض ہر نیک کام کر کے شرعاً درست اور باعث اجر وثواب ہے (۲) قبروں پر کبھی کبھی جا کر دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرنا اور اسلاف کو یاد کرنا بھی ثواب ہے (۳) لیکن مزارات پر

---

(۱) "أصل صلوة النافلةسنةمرغب فيها و مع ذلک فقد كره المحققون تخصيص وقت بها دون وقت، و منهم من أطلق تحريم مثل ذلک كصلا ة الرغائب التى لا أصل لها الخ". (فتح البارى، كتاب الاستيذان، باب المصافحة : ۱۱/۵۵، دار المعرفة بيروت)

(۲) "والأصل فى هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها الخ". (الهداية، باب الحج عن الغير : ۱/۲۹۶، مكتبه شركت علميه)

وفى البحر الرائق : "والأصل فيه .... أو قراء ة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرةً أو غير ذلک عند أصحابنا للكتاب والسنة". (باب الحج عن الغير :۳/۱۰۵، رشيديه)

(۳) "والسنة زيارتها قائماً، والدعاء عندها قائماً كماكان يفعل رسول الله صلى الله‌تعالى عليه وسلم فى الخروج إلى البقيع .... فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلوةً كان أو حجاً أو عمرةً أو قراء ةً للقرآن أو الأذكار أو غير ذلک من أنواع البر، و يصل ذلک إلى الميت و ينفعه، قاله الزيلعى فى باب الحج عن الغير". (مراقى الفلاح ، كتاب الصلوة، فصل فى زيارة القبور، ص: ۶۲۰-۶۲۲، قديمى)

پھول، چادر چڑھانا(۱) سجدہ کرنا(۲) طواف کرنا(۳) قبروں کو چومنا(۴) چراغ جلانا(۵)، ان کی ارواح سے رزق یا اولاد وغیرہ مانگنا(۶)، ان کی نذر ماننا(۷) قوالی کرنا(۸) یہ سب شرعاً ناجائز ہے ان سے بچنا لازم ہے، بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ شرک کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں(۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، یکم/ شعبان/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۸/ ۸۷ھ۔

---

(۱) "ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول و نحو هما على القبور ليس بشيء". (عمدة القارى، كتاب الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من البول، الأسئلة والأجوبة: ۱۲۱/۳، ادارة الطباعة المنيرية، بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لو كنت آمر أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء و ما لكل واحدة من الحقوق، الفصل الثاني، ص: ۲۸۱، قديمى)

و قال الملا على القارى تحته: "فإن السجدة لا تحل لغير الله". (مرقاة المفاتيح: ۴۰۲/۶، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(۳) "بوسہ دینا قبر اولیاء کرام و دیگر صلحاء عظام کو، اور طواف کرنا گرد قبر کے، سجدہ کرنا تعظیماً، یہ سب عادات نصاریٰ وطریقہ پرستش کفار کا ہے، ہرگز ہرگز جائز نہیں، حرام ہے کما قال حجة الإسلام الغزالى رحمه الله تعالىٰ فى إحياء العلوم: "والمستحب فى زيارة القبور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلاً لوجه الميت، و أن يسلم، و لا يمسح القبر و لا يمسه و لا يقبله، فإن ذلك من عادات النصارىٰ" اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مناسک میں باب زیارت مزار پرانوار .... کے آداب میں تحریر فرماتے ہیں: "لا يطوف: أى و لا يدور حول البقعة الشريفة؛ لأن الطواف من مختصات الكعبة المنيفة، فيحرم حول قبور الأنبياء والأولياء .... وأما السجدة فلا شك أنها حرام .... الخ". (فتاوى دار العلوم ديوبند المعروفة بعزيز الفتاوى، كتاب السنة والبدعة، ص: ۸۸)

(ولمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور: ۳۷۹/۴، مكتبة المعارف العلمية لاهور)

(۴) (راجع رقم الحاشية: ۳) .... =

....

(۵)(راجع رقم الحاشية: ۳)

(۶) تمام اشیاء: رزق، اولاد دینا، مدد کرنا وغیرہ امور پر قادر اور تمام کائنات میں تصرف کرنے والی ذات حقیقۃً صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، کسی دوسرے کے لئے یہ صفات اصالۃً ثابت کرنا شرک فی الصفات ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إياک نعبد و إياک نستعين﴾

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿ أدعونی أستجب لكم﴾. (الغافر : ٦٠)

اور حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ ہے: "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: كنت خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً فقال: "يا غلام ! احفظ الله يحفظك ، احفظ الله تجده تجاهك، و إذا سألت فاسئل الله ، و إذا استعنت فاستعن بالله، واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء، لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك، ولو اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك، رفعت الأقلام و جفت الصحف". رواه أحمد والترمذی".

(مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق ، باب التوكل والصبر ، الفصل الثانی، ص: ۴۵۳، قديمی)

(۷) " واعلم أن النذر الذی يقع للأموات من أكثر العوام، وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم ، فهو بالإجماع باطل و حرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام،وقد ابتلى الناس بذلك". (الدر المختار)

و فی رد المحتار :"(باطل وحرام) لوجوه : منها أنه نذر لمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة، والعبادة لا تكون لمخلوق .... و منها أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالىٰ و اعتقاده ذلك كفر". (رد المحتار ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده ، مطلب فی النذر الذی يقع للأموات الخ : ۲/۴۳۹، سعيد)

(۸) "فانظر -رحمنا الله- وإياك إلى هذا المغنّی إذا غنی، تجد له من الهيبة والوقار و حسن الهيئة والسمت، و يقتدی به أهل الإشارات والعبارات والعلوم والخيرات، يسكت له و ينصت، فإذا دبّ معه الطرب قليلاً حرّك رأسه كما يفعله أهل الخمرة سواء بسواء كماتقدم، ثم إذا تمكن الطرب منه، ذهب حياءه ووقاره كماسبق فی الخمرة سواء بسواء، فيقوم و يرقص ويعيط و ينادی .... ويبسط يديه و يرفع رأسه نحو السمآء ...... و يخرج الرعوة: أی الزبد من فيه ...... و ربما مزّق بعض ثيابه و عبث بلحيته، =

بدعات متعلقہ قبور عرس وغیرہ

سوال[۹۰۷]: ۱......زید کہتا ہے کہ قبر کو سجدہ جائز ہے، نذر لغیر اللہ جائز ہے، قبر کا چڑھاوا جائز ہے، سماع موجودہ زمانہ کے مطابق جائز ہے، پیرومرشد کو سجدہ جائز ہے، قرآن، حدیث اور فقہ حنفی کی رو سے ان کا جواب ارشاد فرمائیں۔ اگر یہ چیزیں ہر تینوں کی رو سے ناجائز ہیں تو زید مسلمان ہے یا نہیں اور احناف جماعت میں شامل ہے یا نہیں؟ اور وہ لوگوں میں اپنے آپ کو حنفی ظاہر کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو عوام میں اعلان کردینا ضروری ہے یا نہیں؟

۲......ختم موجودہ رسم کے مطابق بدعت ہے یا سنت، اگر بدعت ہے تو بدعت حسنہ ہے یا سیئہ؟ اگر سیئہ ہے تو جو شخص سنت کہے اور ان میں جھگڑا کرے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ روبرو اشیاء رکھ کر آیات پڑھنا سنت ہے، تارک سنت گنہگار ہے، منکر سنت کافر ہے، بحوالہ علامہ علی قاری فتویٰ آذرجندی مطبع مصر، فتاویٰ بزازیہ، حوالہ صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

۳......عرسوں پر جانا یا مزارات پر جانا زمانۂ جدید کے مطابق جیسا کہ لوگ پیران کلیر اور مجدد علیہ الرحمہ کے عرسوں پر جاتے ہیں یہ بدعت ہے یا نہیں، اگر بدعت ہے تو کون سی بدعت ہے، جو شخص اس طریق کو سنت کہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتا ہے یا نہیں؟

۴......بکر ان سب چیزوں کو ناجائز اور خلاف شریعت کہتا ہے، بکر اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے یا نہیں؟ اور اس کا دعویٰ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے یا نہیں؟ جو شخص اسے کافر اور بے دین کہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بہتان مندرجہ ذیل باتوں کا ہے:

۱: ختم پڑھنا کفر ہے اور پڑھنے والا کافر ہے۔ ۲: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور علیہ السلام کا نام مبارک ملانا کفر ہے۔ ۳: بزرگانِ دین کے مزارات پر جانا کفر ہے جیسا کہ الف ثانی کے یا اجمیر۔ ۴: بیعت تقلید وجوب

= و هذا منكر بيّن؛ لأن النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم نهی عن إضاعة المال، و لا شک أن تمزیق الثیاب من ذلک". (المدخل، فصل فی المولد: ۲/۷)

(۹) مثلاً: سجدہ کرنا، طواف کرنا، اولیاء سے رزق وغیرہ مانگنا، ان کی نذر ماننا۔

شخص پر پکڑنا کفر ہے۔ یہ الفاظ مبینہ اس فتوی سے نقل کئے گئے ہیں۔

۵: پیر کیسا پکڑنا چاہئے، اور جو پیر خلاف شرع کام کرتے ہوں ان کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟ بکر حنفی المذہب اور علماء دیوبندی عقیدہ کا معتقد ہے اور زید رضا خانی۔ بینوا وتوجروا۔

احقر عباداللہ محمد طاہر ضلع لدھیانہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبر کو سجدہ اگر بغرض تحیہ محض ہو تو حرام ہے، اگر بہ نیت عبادت ہو تو شرک وکفر ہے، غیر اللہ کے لئے نذر ماننا شرک ہے، قبر کا چڑھاوا حرام ہے، سماع مروج حرام ہے، پیر ومرشد کو سجدہ بقصد تحیۃ حرام ہے بہ نیت عبادت شرک وکفر ہے، جو شخص ان چیزوں کو جائز کہتا ہے اس سے جواز کی دلیل دریافت کی جائے، عدم جواز ان عبارات سے مستفاد ہے:

"قال صلی اللہ علیہ وسلم: "لعنة اللّٰہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور أنبیائھم مساجد اھ". طحطاوی، ص: ۱۹۶(۱)۔

"وکذا ما یفعلونه من تقبیل الأرض بین یدی العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضی به آثمان؛ لأنه یشبه عبادة الوثن، وھل یکفر؟ إن علیٰ وجه العبادة والتعظیم کفر، وإن علی وجه التحیة لا، وصار آثماً مرتکباً لکبیر ة، وفی الملتقط: التواضع لغیر اللّٰہ حرام اھ". در مختار: ۳۷۸/۵ (۲)۔

---

(۱)(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی المکروھات، ص: ۳۵۶، قدیمی)

(والحدیث أخرجه مسلم فی کتاب المساجد، باب النھی عن بناء المسجد علی القبور الخ: ۲۰۱/۱، قدیمی)

(۲)(الدر المختار، کتاب الکراھیة، باب الإستبراء وغیرہ: ۳۸۳/۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراھیة، الباب الثامن والعشرون فی ملاقاة الملوک والتواضع لھم الخ: ۳۶۸/۵، ۳۶۹، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراھیة، قبیل فصل فی البیع: ۳۶۴/۸، رشیدیه)

”إعلم أن النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام، وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا إلی ضرائح الأولیاء الکرام تقرباً إلیھم، فھو باطل وحرام، قال فی البحر: لوجوہ: منھا أنہ نذر لمخلوق ولا یجوز؛ لأنہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون لمخلوق، ومنھا: أن المنذور لہ میت والمیت لا یملک، ومنھا: أنہ إن ظن أن المیت یتصرف فی الأمور دون اللہ تعالیٰ، کفرا اھ“. طحطاوی :۳۷۸(۱)۔

”وأما الرقص والتصفیق والصریخ وضرب الأوتار والصنج والبوق الذی یفعلہ بعض من یدعی التصوف، فإنہ حرام بالإجماع؛ لأنھا زی الکفار اھ“ طحطاوی،ص: ۱۷۴ (۲)۔

جوشخص امور مذکورہ کو جائز کہتا ہے وہ ضال ومضل ہے،اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرے(۳)۔

۲......موجودہ رسم کے مطابق ختم بدعت اور مکروہ ہے کسی حدیث سے ثابت نہیں۔علامہ علی قاریؒ نے کوئی کتاب فتاویٰ برجندی تصنیف نہیں کی۔فتاویٰ بزازیہ میں ختم کو مکروہ لکھا ہے:

”ویکرہ إتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعیاد، ونقل الطعام إلی القبر فی المواسم، وإتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القراٰن، وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءۃ سورۃ الأنعام أو الإخلاص، فالحاصل أن إتخاذ الطعام عند قراءۃ القراٰن لأجل الأکل یکرہ اھ“.

---

(۱)(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، باب ما یلزم الوفاء بہ، ص: ۶۹۳، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصوم، قبیل باب الإعتکاف: ۲/۴۳۹، سعید)

(والبحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النظر: ۲/۵۲۰، ۵۲۱)

(۲)(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الصلوۃ، قبیل باب مایفسد الصلوۃ،ص: ۳۱۹، قدیمی)

(وکذا فی الدر المنتقی فی شرح الملتقی المعروف بسکب الأنھر، کتاب الکراھیۃ، فصل فی المتفرقات: ۴/۲۱۹، غفاریہ کوئٹہ)

(والدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، قبیل فصل فی اللبس: ۶/۳۴۸، سعید)

(۳) کیونکہ مبتدع اور فاسق ہے اور ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے: لِمَا فی الدر المختار، باب الإمامۃ من کتاب الصلوۃ: ”ویکرہ إمامۃ عبد ...... وفاسق وأعمی ...... ومبتدع“. (۱/۵۵۹،۵۶۰، سعید)

فتاویٰ بزازیہ۔مصریة: ۱/۹۱(۱)۔

۳: زیارت قبور مطابق سنت درست ہے(۲) لیکن عرس کرنا اور عرس میں جانا درست نہیں:

"وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وما عرفت به أصلاً، فإن العرس إنما يكون في الزواج ومع ذلك، فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو عن ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولىٰ -قاتلهم الله-، فإنهم يطوفون بقبر الولي الذي يعتقدون ويظنون أنه هو المتصرف في الكون". تبليغ الحق، ص:۸۔

۴: بکر کا قول صحیح اور موافق شرع ہے، جو شخص اس کو کافر کہتا ہے اس کا ایمان خود خطرناک حالت پر ہے، کیونکہ مسلم کو بلا وجہ شرعی کافر کہنا کفر ہے(۳)۔ كذا في البحر (٤)۔

اس نزاع کو دفع کرنے کی صورت یہ ہے کہ براہ راست بکر سے امور مذکورہ کی تحقیق کر لی جائے، اگر وہ انکار کرے اور اپنی براءت کرے تو اس کی طرف سے دل صاف کر لیا جائے، کسی پر بہتان باندھنا کبیرہ گناہ ہے اور بہتان باندھنے والے کا باوجود علم کے ساتھ دینا بھی حرام ہے۔

۵: خلاف شرع کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں، قال عليه الصلاة والسلام: "لا طاعة

---

(۱)(الفتاوى البزازية على هامش الهندية، قبيل الفصل السادس من كتاب الصلوة: ۴/۸۱، رشيديه)
(وكذا في رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، سعيد)

(۲) "والمستحب في زيارة القبور أن يقف مستدبر القبلة مستقبلاً وجه الميت، وأن يسلم، ولا يمسح القبر ولا يقبّله، ولا يمسه، فإن ذلك من عادة النصارىٰ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، قديمي)

(۳)"عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أيما امرئ قال لأخيه: كافر! فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر: ۱/۵۷، قديمي)

(۴)"ويكفر ...... بقوله لمسلم: يا كافر عند البعض ...... والمختار للفتوى أن يكفر إن اعتقده كافراً، لا إن أراد شتمه". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۷، رشيديه)

لمخلوق فی معصیة الخالق۔" الحدیث(۱) پیر اگر خلاف شرع مسلک رکھتا ہو تو اس سے بیعت ناجائز ہے، اگر بیعت کرلی ہو تو فسخ کرکے کسی متبع شرع پیر سے بیعت کی جاوے جس پر اہل علم دیندار اعتماد رکھتے ہوں اور بیعت کے لائق سمجھتے ہوں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ ۶/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ جمادی الثانیہ/ ۶۴ھ۔

عرس کرنا اور زیارت قبور کے لئے سفر

سوال[۹۰۸]: عرس کرنا یا لوگوں کو یوم متعین کرکے قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے بلانا جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح بزرگوں کے مزارات پر زیارت کے مقصد سے سفر کرنا آیا جائز ہے، اگر جواب نفی میں ہے تو آپ اس روایت کا کیا جواب دیں گے کہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کو اپنی زیارت، بیت الحرام کی زیارت، بیت المقدس کی زیارت کیلئے مخصوص کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

عرس کرنا یا دن متعین کرکے لوگوں کو قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے مدعو کرنا قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں (۲)، حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے "مائہ مسائل" میں بدعت ممنوعہ

---

(۱) والحدیث بتمامه: "عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، وإنما الطاعة فی المعروف". متفق علیه". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الإمارة، الفصل الأول، ص: ۳۱۹، قدیمی)

(۲) بعض کام فی نفسہ عبادت اور سنت ہوا کرتے ہیں لیکن اس کے لئے کوئی ہیئت، عدد یا طریقہ متعین کرنے سے وہ رسم و بدعات میں داخل ہوجاتے ہیں:

"و قد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع أن المصافحة سنة، و ما ذاک إلا لکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع، فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بأنها سنة فیه، و لذا منعوا عن الاجتماع لصلوة الرغائب التی أحدثها بعض المبتدعین ؛ لأنها لم تؤثر علی هذه الکیفیة فی تلک اللیالی المخصوصة وإن کانت الصلوة خیر موضوع". (ردالمحتار، =

فرمایا ہے(۱)۔ ''تبلیغ الحق'' میں بھی شدت سے منع فرمایا گیا ہے ''فتاوی عزیزی'' (۲) میں بھی شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس پر کلام کیا ہے۔ علامہ شامی نے بھی اس پر نکیر کی ہے(۳)۔

زیارت قبور کی ترغیب حدیث میں آئی ہے(۴)، یہ قید نہیں کہ اپنے شہر ہی کی قبر کی زیارت کی جائے اسکے لئے سفر کرنے کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کی ہے اوران کی قبر مدینہ طیبہ سے مسافت سفر پر ہے(۵)۔ حدیث پاک

= کتاب الصلوة، باب صلوة الجنائز: ۲/۲۳۵، سعید)

(۱) (مائة مسائل، سوال پانز دهم، ص: ۲۸-۳۴)

(۲) ''زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے اور تعیین وقت کی سلف میں نہ تھی یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے، صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے، جیسے مصافحہ بعد عصر کے ہے، کہ ملک توران میں مروج ہے۔ عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جاوے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہیں اور اس وقت ان کے حق میں دعا کی جائے، تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن دعاء کرنے کے لئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا بھی اسی طرح کی بدعت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا''۔ (فتاوی عزیزی (اردو)، باب التصوف، ص:۱۵۱)

(۳) (راجع، ص: ۲۳۴، الحاشية رقم: ۲)

(۴) "و عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی اللہ تعالی علیه وسلم قال: "کنت نهیتکم عن زیارة القبور، فزوروها، فإنها تزهد فی الدنیا وتذکر الآخرة" (مشکوة المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ص: ۱۵۴، قدیمی)

(۵) "عن عبد الله بن أبی ملیکة قال: توفی عبدالرحمن بن أبی بکر بالحبشی، قال: فحمل إلی مکة فدفن فیها، فلماقدمت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، أتت قبر عبد الرحمٰن ابن أبی بکر رضی الله تعالیٰ عنه، فقالت:

و کنا کندمانی جزیمة حقبة — من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کأنی و مالکاً — بطول اجتماع لم نبت لیلة معا

ثم قالت: والله لو حضرتک مادفنت إلا حیث مت، و لو شهدتک ما زرتک". (جامع الترمذی، أبواب الجنائز، باب ما جاء فی الزیارة للقبور للنسآء: ۱/۲۰۳، سعید)

و أما قوله: ''اوران کی قبر مدینہ طیبہ سے مسافتِ سفر پر ہے''، "فظاهر من الروایة المذکورة".

میں مساجد کی نیت سے سفر کرنے کو منع کیا گیا ہے کہ ایک مسجد کو دوسری مسجد پر فضیلت دے کر سفر مت کرو، صرف تین مساجد ہیں جن کو دیگر مساجد پر فوقیت حاصل ہے، ان کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے سفر کی اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ولادت، وفات پر خوشی اور غم، عرس اور قوالی وغیرہ

سوال[۹۰۹]: بارہویں ربیع الاول یا سال کے کسی اور دن کے اندر متعین کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی اور پیر مرشد کی ولادت یا وفات یا اور کسی اہم واقعہ کے تحت اگر عرس کیا جائے یا انفراداً اگر اس خاص دن کے اندر خوشی یا رنج کیا جائے اور مسلمانوں سے چندہ کر کے عرس کے اخراجات کئے جائیں اور لوگوں کی دعوتیں کی جائیں، قرآن شریف یا غزل وقوالی پڑھنے والوں کو ہدیے پیش کئے جائیں۔ تو چند امور

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد : المسجد الحرام، ومسجد الرسول، و مسجد الأقصى". (صحيح البخاري ، كتاب التهجد ، باب فضل الصلوة في مسجد مكة والمدينة: ۱/۱۵۸ ، قديمي)

قال العلامة الكشميري رحمه الله تعالىٰ: "و قال الشيخ ابن الهمام رحمه الله تعالىٰ: إن زيارة قبره صلى الله تعالى عليه وسلم مستحبة و قريب من الواجب، و لعله قال: قريباً من الواجب نظراً إلى النزاع (أى الذى وقع بين ابن تيميه وسراج الدين الهندى) و هو الحق عندى ، فإن آلاف الألوف من السلف كانوا يشدون رحالهم لزيارة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و يزعمونها من أعظم القربات، و تجريدُنِيّاتهم أنها كانت للمسجد دون الروضة المباركة باطل، بل كانوا ينوون زيارة قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قطعاً.

وأحسن الأجوبة عندى أن الحديث لم يرد في مسئلة القبور لما في المسند لأحمد رحمه الله تعالىٰ: "لاتشد الرحال إلى مسجد ليصلى فيه إلا إلى ثلاثة مساجد". فدل على أن نهى شد الرحال يقتصر على المساجد فقط، ولا تعلق له مسألة زيارة القبور، فجرُّه إلى المقابر مع كونه في المساجد ليس بسديد". (فيض البارى، كتاب التهجد ، باب فضل الصلوة في مسجد مكة: ۲/۴۳۳، مكتبه خضر راه بكڈپو ديوبند)

(و كذا في فتح البارى ، كتاب فضل الصلاة في مكة والمدينة ، باب فضل الصلوة في مسجد مكة والمدينة: ۳/۶۳، ۶۴، ۶۵ ، دار المعرفة بيروت)

دریافت طلب ہیں:

۱......سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا کسی اور پیر مرشد کی ولادت یا وفات پر کتنے دن تک اظہار رنج وخوشی جائز ہے؟ اگر مطلق جائز ہے تو عرس کی شکل میں جائز ہے یا انفراداً اور اس کی قید کیا ہے؟

۲......تقریب عرس کے لئے چندہ مانگنا یا دینا کیسا ہے؟

۳......اس چندہ سے دعوت کھانا یا قرآن شریف یا غزل وقوالی پڑھ کر ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟

۴......اس تقریب میں شریک ہونا کیسا ہے؟

۵......مسلمان پر سب وشتم، طعن وتشنیع کن امور کے فعل وترک پر جائز ہے، نیز تارک عرس پر جائز ہے یا کہ نہیں؟ جواب میں تفصیل فرمائی جائے۔ بینوا بالدلیل توجروا بأجر الجزیل۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

"قلت: و على هذافيجب أن يحذر ممايعملون على رأس السنة عن موته ويسمّونه حولًا، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعدّون ذلك قربةً و هى بدعة ضلالة؛ لأن التصدق لم يختص بيوم دون يوم، و لا يصح إلا على الفقراء والمحتاجين، و قد زاد بعضهم فى جهله و هم المشايخ الذين ليس لهم إلا جمع حطام الدنيا بأنهم يجمعون، بعض أحوال الميت فى كتاب و يسمونه مناقب، ثم إذا حضر الناس المدعوون جيء برجل حسن الصوت، فهو يأخذ تلك النسخة فى يده و يقرأها قرأةً مثل المولد، و قد ورد النهى عن مثل هذا صراحةً، ثم يختمون القرآن ، ويمد لهم سماط، و ليس هذا إلا بدعة ضلالة لم يفعلهما رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أصحابه من بعده و لا أتباعهم من بعدهم، بل لم يوجد لذلك أثر إلى القرن الثامن كما يظهر على من تتبع كتب القوم.

و هذه خصوصيات المشايخ، فإنهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء الله وبذكره تنزل الرحمة، و لوسلّم أنه من أولياء الله فهل ذكر الولى بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة؟ حاشا، فإن الرحمة لاتنزل إلا باتباع السنة السَّنِية، وأما البدع فهى تنزل الغضب والنقمة، عافانى الله و إياكم من غضبه و سخطه۔ ولوكان هذه الخرافات تنزل به الرحمات لما غفل عنها أكابر

المتقدمين من الأئمة الأعلام، و لكن ليس غرض هولاء المتصوفة إلا طلب الشهرة والافتخار بآبائهم وأجدادهم أنهم كانوا على هذه المراتب وأن لهم كرامات عظيمة و كذا و كذا، حتى أن السامع يعتقد فيهم فيدخل فى سلكهم، و متى دخل فى طريقتهم أفقروه، فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة.

وهذا الحول يسمونه أهل الهندعرساً، وما عرفت له أصلاً، فإن العرس إنما يكون فى الزواج، و مع ذلك فهذه الأحوال والأعراس لا تكاد تخلو عن إرتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فإن أهل الهند لهم اليد الطولىٰ فى ذلك – قاتلهم اللّٰه–، فإنهم يطوفون بقبر الولى الذى يعتقدون فيه، ويظنون أنه هو المتصرف فى الكون، وأن الإنسان إذا تمسك بهذا فلاحاجة بالصلوٰة والصيام، وأكثرما غلوا فى ذلك أتباع سيدنا عبدالقادر الجيلانى رحمه اللّٰه تعالىٰ و نفعنا ببر كاته، فإنه –معاذ اللّٰه– أنّى يرضى بتلك الكفريات التى يعتقدونها اهـ" تبليغ الحق،ص: ۸۹۷(۱).

ا......قلبی رنج وخوشی غیراختیاری ہےاس کی کوئی شرعی حدنہیں، البتہ کسی کی وفات پرسوگ منانا،ترک زینت کرنا، ماتمی لباس پہننا مردکوقطعاً جائزنہیں۔عورت کوشوہر کی وفات پرترک زینت کرنے کی مدت تااختتام عدت ہے، اس کے بعدنہیں،شوہر کےعلاوہ کسی اورکی وفات پرترک زینت تین روزتک مباح ہےاس کے بعد ناجائزاوراس تین دن میں بھی شوہرکومنع کرنے کاحق حاصل ہے:

"و يباح الحداد على قرابةٍ ثلاثة أيام فقط، و للزوج منعها؛ لأن الزينة حقه اهـ". در مختار(۲)۔

ماتمی سیاہ لباس پہننا تین روزتک شوہر کےغم میں جائز ہےاس سےزائدناجائز ہےاورکسی کی وفات پر مطلقاممنوع ہے:

قال العلامة الحصكفى رحمه اللّٰه: "و لا تعذر فى لبس السواد و هى آثمة إلا الزوجة فى حق زوجها فتعذر إلى ثلاثة، قال فى البحر: و ظاهره منعها من السواد تأسفاً على موت زوجها

(۱)(لم أجد هذا الكتاب)

(۲) (الدر المختار، كتاب الطلاق ، باب العدة ، فصل فى الحداد : ۵۳۳/۳، سعيد)

فوق الثلاثة اهـ". درمختار: ٤/٩٥٦ (١)۔

مولود بطریقِ مروج ممنوع ہے۔ کذا فی المدخل (٢)۔

٢......ناجائز ہے۔

٣......ناجائز ہے۔

٤......ممنوع ہے: "فما ظنك به عند الغناء الذی یسمونه وجداً و محبةً، فإنه مکروه لا أصل له فی الدین. زاد فی الجواهر: و ما یفعله متصوفة زماننا حرام لا یجوز القصد و الجلوس إلیه اهـ". سکب الأنهر: ٤/٥٥١ (٣)۔

٥......ہر مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے (٤) البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسب حیثیت ضروری ہے، مجالس مذکورہ میں شرکت ناجائز ہے (٥)۔ اس عدم شرکت کیوجہ سے سب وشتم کسی طرح جائز

---

(١) (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد: ٣/٥٣٣، سعید)

(٢) قال ابن أمیر الحاج فی المدخل: "فصل فی المولد: "و من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من أکبر العبادات، و إظهار الشرائع ما یفعلونه فی شهر ربیع الأول من المولد. وقد احتوی علی بدع و محرّماتٍ جمة: فمن ذلک استعمالهم المغانّی و معهم آلات الطرب من الطار المصرصِر والشبابة وغیر ذلک مما جعلوه آلةً للسماع، و مضوا فی ذلک إلی العوائد الذمیمة .... الخ". (٢/٣)

(٣) (الدر المنتقی فی شرح الملتقی المعروف بسکب الأنهر، کتاب الکراهیة، فصل فی المتفرقات: ٤/٢١٩، غفاریه کوئٹه)

(٤) "حدثنی عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال: "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله و هولا یشعر: ١/١٢، قدیمی)

(٥) حدیث شریف میں ہے: "إیاک و کل أمر یعتذر منه". (طبرانی فی الأوسط، عن ابن عمر، رقم الحدیث: ٤٤٢٤)

وقال العلامة المناوی تحته: "وفیه جمع لماذکره بعض سلفنا الصوفیة: أنه لا ینبغی دخول موضع التهم، و من ملک نفسه خاف من مواضع التهم أکثر من خوفه من وجود الألم، فإن دخولها =

نہیں، سخت گناہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۴/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

اذان گاچھی صاحب کا عرس

سوال[۹۱۰]: ماقولکم رحمکم اللہ تعالی: فرقہ اذان گاچھی کی بابت جن کا مرکز کلکتہ، مانک تلہ ۴/۷ باغماری روڈ فقیری حجرہ میں بنام حقانی انجمن واقع ہے، دستور العمل حسب ذیل ہے:

۱...... پنجگانہ نماز کے قبل یا بعد یا کسی اور وقت میں وظیفہ سورۃ فاتحہ، اخلاص، معوذتین، حقانی دورد۔

۲...... بعد وظیفہ مناجات الٰہی کل عالم، ہمارے پیر روشن ضمیر اور مجھ پر رحمت زیادہ کر۔

۳...... جب مجھ پر رحمت زیادہ کر کہے اپنے چہرہ کا تصور کرے اگر تصور میں نہ آوے تو آئینہ دیکھے اپنا چہرہ دل میں جمالیوے۔

= یوجب سقم القلب، کمایوجب الأغذیة الفاسدة سقم البدن، فإیاک والدخول علی الظَلَمة، و قد رأی العارف أبوهاشم عالماً خارجاً من بیت القاضی، فقال له: تعوذ بالله من علم لا ینفع". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۵/۲۴۳۲، مکتبه نزار مصطفی الباز)

و قال تحت حدیث: "إیاک و قرین السوء الخ". (فإنک به تعرف): أی تشتهر بمااشتهر من السوء .... ومن ثَمّ قالوا: الإنسان موسوم بسیما من یقارن، ومنسوب إلیه أفاعیل من صاحب، و قال علی کرم الله تعالیٰ وجهه: الصاحب مناسب، ما شيء أدل علی شيء ولا الدخان علی النار من الصاحب علی الصاحب، و قال بعض الحکماء: اعرف أخاک بأخیه قبلک، وقال آخر: یظن بالمرء لا یظن بقرینه، قال عدی:

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینه   فکل قرین بالمقارن یقتدی

فمقصود الحدیث التحرز من أخلاء السوء، و تجانب صحبة أهل الریب، لیکون موفور العِرض سلیم العیب، فلایُلام بلائمة غیره". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۵/۲۴۳۳، ۲۴۳۴، مکتبه نزار مصطفی الباز)

۴......عرس قل اس میں بہت سے مریداں اور دوسرے لوگ جمع ہو کر سور تہائے مذکورہ اور چند ادعیہ ماثورہ ایک آدمی کھڑا ہو کر پڑھتا ہے، باقی حاضران مجلس اس کے ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں، اس کے بعد سلف صالحین کے مرثیہ کے ۲۶/شعر ایک آدمی پڑھتا ہے، بدیں عنوان "حضرتِ آدم بنی نیچے زمین کے چل بسے" الخ وغیرہ وغیرہ، بعد مرثیہ خوانی کے سب دعاء کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو ایک آدمی مبارک بادی کے ۱۷ اشعار مثلث بعنوان ذیل پڑھتا ہے ؎

الٰہی عرس کل شاخا جلیسوں کو مبارک ہو جلیسوں کو مبارک ہو جلیسوں کو مبارک ہو

بعد اس کے مناجات کرتے ہیں ؎

الٰہی رحمت زیادہ کر کل عالم پر، الٰہی رحمت زیادہ کر ہمارے پیر روشن ضمیر پر، الٰہی رحمت زیادہ کر ان لوگوں پر جو اس مجلس سے علاقہ رکھتے ہیں خاص کر حاضر باش خادمان آستانہ بوس پر۔

۵......رسولی انمول رتن مبارک: یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاقہ کشی کے وقت جو پتھر شکم مبارک پر باندھے تھے اس کا ایک ٹکڑا اور ابوجہل کے ہاتھ میں جو سنگریزوں نے کلمہ شہادت پڑھے تھے، اس کا ایک ٹکڑا اذان گاچھی صاحب کو مرشدوں کے ہاتھوں ہاتھ وصیۃً امانۃً باطنی طریقہ سے ملا وہ اس کو سمیٹ کر ایک بڑے قالب میں جما کر حقانی انجمن کو حوالہ کیا، ہر بنگلہ مہینہ کے پہلا جمعہ کے بعد جو اتوار ہے اسی اتوار کے دن عاشورہ آخری چہار شنبہ، فاتحہ دوازدہم، ۲۷/رجب، شب برات، عید الفطر، بقرعید کے دنوں میں لوگوں کو دکھاتا ہے، لوگ کلمۂ شہادت، درود شریف پڑھتے ہوئے اس کی زیارت کرتے ہیں اور توقیر و تعظیم کے ساتھ بوسہ دیتے ہیں، فیض حاصل کرتے ہیں۔

۶......اسی پتھر کے قالب پر کتنے لونگ رکھتے ہیں، مذکورہ الصدر دنوں میں اسی کو بنام لونگ مبارک لوگوں کو نیاز دیتے ہیں، بدیں عقیدہ کہ اگر فقط مبارک نہ کہیں اس کا فیض کم ہوگا، اس کے سونگھنے سے ہر قسم کی بلائیں، مصیبتیں، بیماریاں دفع ہوتی ہیں۔

۷......ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے بہت سے مرشدوں میں سے مرقومۃ الذیل حضرات بھی ہیں: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، گنج مراد آبادی، حضرت حاجی دین محمد صاحب، عارفی صادقی الحسینی معلم حرم شریف، حضرت سید محمد غازی (سوادی)، حضرت سید خدا بخش صاحب، حضرت شاہ منصور

احمد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ وغیرہ۔

اب بصد نیاز عرض ہے کہ اس فرقہ کے مرید ہونا، عرس قل میں شریک ہونا، پتھر کی تعظیم وتوقیر کے ساتھ زیارت کرنی، بوسہ دینا، لونگ مبارک سے استفادہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مسئلہ بادلائل تحریر فرما کر بندگان خدا کو سیدھی راہ بتا کر گمراہی سے بچاویں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نفس ایصال ثواب بلا التزام تاریخ وہیئت وغیرہ جب توفیق ہو قرآن کریم، تسبیح، درود شریف، نوافل پڑھ کر، روزہ رکھ کر غرباء کو صدقہ دے کر درست اور باعث نفع ہے (۱) لیکن مذکورہ بالا طریقہ پر عرس کرنا خلاف شرع، بدعت اور ناجائز ہے اس لئے اس کا ترک کرنا ضروری ہے:

"وقد زاد بعضهم في جهله وهم المشايخ الذين ليس لهم إلا جمع حطام الدنيا بأنهم يجمعون بعض أحوال الميت في كتاب و يسمونه مناقب، ثم إذا حضر الناس المدعوون، جيئ برجل حسن الصوت فهو يأخذ تلك النسخة في يده، ويقرأ ها قرأةً مثل قراة المولد، و قدوردالنهي عن مثل هذا صراحةً،ثم يختمون القران كمايظهر على من تتبع كتب القوم، و هذه خصوصية المشايخ ،فإنهم يعتقدون أن هذارجل من أولياء الله و بذكره تتنزل الرحمة ،ولو سلم أنه من أولياء الله فهل ذكر الولي بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة؟ فإن الرحمة لاتتنزل إلا باتباع السنة السَّنية، و أما البدع فهي تنزل الغضب والنقمة —عافاناالله وإياكم من غضبه و سخطه— ولوكان هذه الخرافات تنزل بها الرحمات،لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام اهـ". تبليغ الحق، ص: ۸۰۷ (۲)۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاةً كان أو صوماً أو حجاً أو صدقةً أو قرآءةً للقرآن أو الأذكار أوغير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه، قاله الزيلعي في باب الحج عن الغير". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۳، قديمي)

(۲) (لم أظفر على هذا الكتاب)

پتھر اور سنگریزوں کی اگر ان کے پاس کوئی سند معتبر ہے تو وہ پیش کریں، بلاسند کسی چیز کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جائز نہیں (۱) اور اس طرح سے ان کی زیارت بھی بے اصل ہے۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/شوال/ ۶۷ھ۔

عرس، قوالی، طبلہ، سارنگی بجانا

سوال[۱۱۹۱]: عرس کرنا، قوالی، طبلہ، سارنگی بجانا علماء دیوبند اور دیگر علماء احناف کے نزدیک یہ افعال ہوتے ہوں، وگمراہی اور ایسے مقامات پر شریک مجلس ہونا جہاں یہ افعال ہوتے ہوں عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی امام مذکورہ افعال کو برا نہ سمجھے اور لوگوں کو شرکت سے نہ روکے تو اس کی امامت میں اقتداء درست ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ عرس اور قوالی کرنا، طبلہ اور سارنگی بجانا اور اس کا سننا اور ایسی محفلوں میں شریک ہونا سب ناجائز اور بدعت ہے، علامہ شامی نے تنقیح الفتاوی الحامدیہ (۲) میں اس کو منع لکھا ہے، فقہ حنفیہ کی معتبر اور مشہور کتاب

---

(۱) "عبدان بن عثمان يقول : سمعت عبد الله بن المبارک يقول: الإسناد من الدين، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء". (مقدمة الصحيح لمسلم ، باب بيان الإسناد من الدين الخ : ۱۲/۱ ، قديمی)

(۲) "سئل العلامةالجد عبد الرحمن أفندی العمادی عن السماع بماصورته فيما إذا سمع من الآلات المطربة .... فأجاب المولى المذكور .... قلت: والحق الذی هوأحق أن يتبع وأحرى أن يدان به ويسمع، أن ذلک كله من سيئات البدع، حيث لم ينقل فعله من السلف الصالحين، و لم يقل بحله أحد من أئمة الدين المجتهدين رضی الله تعالىٰ عنهم أجمعين. قال الأستاذ السهروردی فی عوارف المعارف: و ناهيک به من كتاب،و قد تكلم على السماع فی خمسة أبواب منه بماهو أحق التحقيق و لبّ اللباب، وإن أنصف المصنف و تفكر فی إجماع أهل الزمان: "وقعود المغنی بدفّه والمشبب بشبابته، و تصور فی نفسه، هل وقع مثل هذا الجلوس والهيئة بحضرة رسول الله صلی اللهتعالی عليه وسلم وأصحابه؟ و هل استحضروا قوّالاً و قعدوا مجتمعين لاستماعه ؟ لا شک بأن ينكر ذلک من حال رسول الله صلی اللهتعالی عليه وسلم و أصحابه رضی الله تعالىٰ عنهم، و لو كان فی ذلک فضيلة تطلب، ما أهملوها، فمن يسير بأنه فضيلة تطلب ويجتمع لها، لم يحظ بذوق معرفة أحوال رسول الله صلى =

سکب الانہر شرح ملتقی الأبحر:۲/۵۵۱ میں ہے:" لاأصل لہ فی الدین، زاد فی الجواهر: ومايفعله متصوفة زماننا حرام، لا يجوز القصد والجلوس إليه، ومن قبلهم لم يفعله كذلك"(١). فتاوی بزازیہ میں اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے(۲)۔ مزید تفصیل ماہنامہ "نظام" تصوف نمبر کانپور اگست ۶۳ء میں ہے۔

جو امام ان امور کو برا نہیں سمجھتا ہے اور اسی وجہ سے دوسروں کو نہیں روکتا وہ غلطی پر ہے، اس مسئلہ کو خوب نرمی اور محبت سے شرعی دلائل کی روشنی میں سمجھایا جائے اگر وہ نہ مانے تو اس سے بہتر متبع سنت امام تلاش کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اصلاح کی نیت سے عرس میں شرکت

سوال[۹۱۲]: اعراس وغیرہ میں شرکت بغرض وعظ وتقریر کرنے یا علمائے واردین کے مواعظ سننے، شرکت کرنا درست ہے؟ چونکہ مقصود شرکت سے صلح واصلاح ہے جیسا کہ دیگر جلسوں میں کی جاتی ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اصلاحی مواعظ کی خاطر بھی اعراس میں نہ جائیں بلکہ دوسری جگہ یہ سلسلہ کیا جائے اور نرمی وشفقت سے تفہیم کی جائے، اعراس میں تقریر کرنے سے اعراس میں شرکت ہوگی اور جو شخص کسی منکر میں خود شریک ہو اس کی تقریر سے فائدہ نہیں ہوتا(۳)۔

= اللہ تعالی علیه وسلم وأصحابه والتابعين". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الحظر والإباحة، مطلب في سماع الآلات المطربة: ۲/۳۵۴، ۳۵۵، الميمنية مصر)

(١) (الدر المنتقى في شرح الملتقى المعروف بسكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۱۹، مكتبه غفاريه)

(۲) "إستماع صوت الملاهي كالضرب بالقضيب ونحوه حرام". (البزازية على هامش الهندية، كتاب الكراهية، الثالث فيما يتعلق بالمناهي: ۶/۳۵۹، رشيديه)

(۳) اس میں اہل بدعت کے ساتھ تشبہ بھی ہے جو کہ ممنوع ہے۔ "والتشبه بأهل البدع منهي عنه، فتجب مخالفتهم". (رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۳، سعيد)

کہا اس کا ہرگز نہ مانے گی دنیا جو اپنی نصیحت پہ عامل نہ ہوگا

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۹۴ھ۔

مدرسہ چلانے کے لئے مجلس میلاد میں شرکت

سوال[۹۱۳۹]: زید نے ایک مدرسہ ایسی جگہ قائم کیا جہاں اہل بدعت ہیں مگر خود بدعات سے گریز کرتا ہے، مگر اس مصلحت کے پیش نظر کہ اگر بدعت میں شرکت نہ کی تو یہ لوگ مدرسہ میں بچے نہیں بھیجیں گے ان کی بدعات میں شرکت کرلے تو کیسا ہے؟ بالفرض تبلیغ کی نیت سے ان کے میلاد میں شرکت کرے تو زید کا یہ فعل کیسا ہے؟ اور ایسی صورت میں زید کیا کرے؟ بعض لوگ حاجی صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے مصالح کے پیش نظر قیام کرنے کی اجازت دی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے لئے مصالح مدرسہ کی خاطر ان مجالس بدعت میں شرکت کرنا جائز نہیں، یہ ایسا ہوگیا جیسا کہ باجے بجاکر لوگوں کو جمع کیا جائے اور پھر انھیں نماز کی طرف دعوت دی جائے، اس کی اجازت نہیں(۱)، ہمارے علم میں نہیں کہ حاجی صاحب نے کسی مدرسہ کو چلانے کے لئے قیام کی اجازت دی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

مجذوب کی قبر پر عرس

سوال[۹۱۴۰]: ہمارے علاقہ میں ایک مجذوب صاحب تھے، ان کی ایک خاندان نے ۲۵/۳۰/

---

(۱) و قال (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم): "الاسلام یعلو و لایعلی". (صحیح البخاری: ۱/۱۸۰، باب إذا أسلم الصبیّ فمات هل یصلی علیه الخ، قدیمی)

"عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنه .... قالوا: یا رسول اللہ! و هل یأتی الخیر بالشر؟ قال: "لا یأتی الخیر إلا بالخیر .... الخ". (الصحیح لمسلم: ۱/۳۳۶، کتاب الزکاة، باب التحذیر من الاغترار بزینة الدنیا و ما یبسط عنها، قدیمی)

(و صحیح البخاری: ۲/۹۵۱، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها، قدیمی)

سال تک خدمت کی، اب ان کا انتقال ہوگیا ہے، بعد مردن کچھ خودغرض لوگوں نے مزار بنا کر آمدنی شروع کردی ہے اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ خدمت کی ہے ان کو محروم کردیا ہے، اب قدیم خدام پریشان ہیں اور جدید کمیٹی قابض بن کر عرس کرارہی ہے، ان حالات میں خودساختہ کمیٹی کو مزار کی تولیت حاصل ہے یا نہیں، یا قدیم مخلصین کو حاصل ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

مجذوب صاحب کی خدمت جس نے بھی ثواب آخرت کی غرض سے کی ہے اور کسی دنیاوی مفاد کی خاطر نہیں کی، اب ان کی وفات کے بعد ان کی قبر کو آمدنی کا ذریعہ بنانا اپنے ثواب کو برباد کرنا ہے، اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ کسی نے بڑی محنت سے کھیتی کی، جب غلہ پختہ ہوگیا تو اس میں آگ لگادی، وہ سب ضائع ہوگیا، لہذا قدیم خدام وجدید کمیٹی کوئی بھی اس کا ارادہ نہ کرے، البتہ مرحوم کو ثواب پہونچانے کا ہر ایک کو حق ہے، اس سے کوئی بھی کسی کو منع نہیں کرسکتا، لہذا جس کو بھی ان سے تعلق ہے وہ نفل نماز پڑھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرکے، نفل روزہ رکھ کر، نفلی صدقہ غریبوں کو دے کر (خواہ کھانا ہو یا کپڑا ہو یا نقد ہو یا کچھ اور سامان ہو) کسی مسجد میں صف بچھا کر، پانی کا انتظام کرکے، کسی دینی مدرسہ میں کتب حدیث وفقہ، تفسیر قرآن کریم وقف کرکے، غرض کوئی بھی نیک کام کرکے ثواب پہونچائے اور پہونچادیا کرے (۱)۔ مروجہ طریقے پر چہلم، عرس وغیرہ کی اجازت نہیں، گدی نشینی اور قبر کی آمدنی حاصل کرنے کا کوئی بھی ارادہ نہ کرے، نہ دیرینہ خدام اور نہ جدید کمیٹی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۱۳۹۵ھ۔

قوالی اور عرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف

سوال [۹۱۵] : زید یہ بھی کہتا ہے کہ علماء دیوبند نے قوالی وسماع کو بھی منع فرمایا کہ ان مذکورہ اولیاء

---

(۱) "فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاةً كان أو صوماً، أو حجاً، أو صدقةً، أو قرآئةً للقرآن، أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، و يصل ذلك إلى الميت و ينفعه". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب أحكام الجنائز، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، قديمي كتب خانه)

کرام وغیرہ نے سماع کیسے سنا اور عرس کیوں کیا؟ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں سماع وعرس کو جائز قرار دیا ہے۔فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

حدیث پاک میں جس چیز کو منع کیا گیا ہے بزرگان دین نے ہمیشہ اس سے پرہیز کیا ہے، پھر ایسی چیز کو اگر کسی نے بزرگان دین کی طرف منسوب کیا ہے تو یا تو وہ نسبت صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت کر کے اپنے لئے جواز کی راہ نکالی گئی ہے اور بکثرت یہی ہوتا ہے جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے، یا پھر بعض مجبوری کے احوال ایسے پیش آئے جس سے وہ معذور ہو گئے اور ان پر شرعاً گرفت نہیں، مثلاً: کوئی بزرگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں کسی عذر کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تو غیر معذور کو ان کی اتباع کرنا اور ان کے عمل سے استدلال کرنا صحیح نہیں، عمل تو کیا جائے گا شرعی احکام پر، ان بزرگوں پر اعتراض نہ کیا جائے۔ ''السنۃ الجلیلہ'' میں بزرگان دین کے اس قسم کے اعمال کی تحقیق وتفصیل موجود ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کس کتاب میں جائز لکھا ہے(۱) اس کو نقل کیجئے تب اس کے متعلق کچھ تحریر کیا جائے گا۔ ان کی بعض کتابوں میں شیعوں نے گڑبڑ بھی کی ہے مثلاً تراویح کا انکار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

قوالی اور پختہ قبر وغیرہ

سوال[۹۱۶]: قبروں کو چونے، گچ سے پختہ قبے تعمیر کرنا، روشنی کرنا، عرس کرنا، قوالی گانا وغیرہ کیسا ہے؟

(۱) شاید اس سے مراد فتاوی عزیزی، باب التصوف، ص:۱۵۱، عنوان: ''زیارۃ قبور یا عرس کے لئے تعیین تاریخ کی قباحت'' کے تحت یہ عبارت ہو: قولہ : ''عرس کا دن اگر اس غرض سے مقرر کیا جاوے کہ جس بزرگ کا عرس ہو وہ یاد رہیں اور اس وقت ان کے حق میں دعاء کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں'' انتہی۔ لیکن اس عبارت سے عرس مروج کے جواز پر استدلال کرنا بے معنی اور بے جا ہے بلکہ اس عبارت کا محمل یہ ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ اگر بغرض دعا اور یاد کے اتفاقاً اس طرح کی مجلس کی جائے، تو گنجائش ہے اور اس بات کی تائید اس کے بعد والی عبارت: ''لیکن دعاء کرنے کے لئے خاص اسی دن کا التزام کر لینا یہ بھی اسی طرح کی بدعت ہے، جس کا ذکر اوپر ہوا''۔ یعنی: قولہ: ''زیارت قبور کے لئے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے''............ ''تعیین وقت کی سلف میں نہیں تھی یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے، صرف خصوصیت وقت کی بدعت ہے'' سے ہوتی ہے کہ بالکل صراحۃ انہوں نے عرس مروج کی تردید کی ہے اور اس کو بدعت فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ سب چیزیں ناجائز اور معصیت ہیں۔

"لما روی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن تجصیص القبور و أن یکتب علیھا وأن یبنی علیہ رواہ مسلم اھـ"(۱)۔ شامی: ۱/۶۰۱(۲)۔

"أما الغناء المعتاد الذی یحرك الساکن و یھیج الکامن الذی فیہ وصف محاسن الصبیان والنساء ونحوھا من الأمور المحرمة، فلا یختلف فی تحریمہ اھـ". تنقیح الفتاوی الحامدیة، ص: ۳۵۹(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۰ھ۔

مجلس شہادت

سوال[۹۱۷]: ۱......اگر زید ایام محرم میں یا غیر ایام محرم میں اپنے گھر سے سادگی کے ساتھ بیٹھ کر اور آٹھ سات آدمی اَور بلا کر معتبر اور مستند شہادت کی صحیح روایات پڑھے اور جس میں نوحہ و مرثیہ وغیرہ نہ ہوں اور اشعار جو کہ خلاف شرع ہیں نہ ہوں تو ایسی مجلس کا قائم کرنا درست ہے یا نہیں؟

۲......ایام محرم میں جو عوام میں مجلس شہادت پڑھی جاتی ہے اس میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

۳......حضرت مولانا مفتی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی اپنی تصنیف سوانح عمری پیرانِ پیر رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ رسالہ پیشوا دہلی میں گیارہویں شریف کو بحث کے بعد جائز فرماتے ہیں کہ حضرت پیران پیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چہلم کی فاتحہ ہر ماہ دیا کرتے تھے اس لئے آپ کے معتقدین نے بھی اس کو باعث برکت سمجھ کر رواج دے دیا اور بلکہ ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہوا تو کچھ صحابہ نے چھوارے دودھ میں بھگو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے مل

---

(۱) (کتاب الجنائز، فصل فی النھی عن تجصیص القبور والقعود الخ: ۱/۳۱۲، قدیمی)

(۲) (کتاب الصلوة، باب صلاة الجنائز: ۲/۲۳۷، سعید)

(۳) (تنقیح الفتاوی الحامدیة، کتاب الحظر والإباحة، مطلب من البدع المنکرة إیقاد القنادیل الکثیرة: ۲/۳۵۹، مصر)

کر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگی تھی اور ایصال ثواب کیا تھا اس لئے اب بھی ہاتھ اٹھا کر اور کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ آیا یہ حدیث آپ نے کسی کتاب میں صحیح روایت سے دیکھی ہے؟ اس کو مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... ایام محرم میں ناجائز ہے غیر ایام محرم میں اگر حصول برکت مقصود ہو تو اولاً دیگر اکابر صحابہ شیخین و ختنین کا ذکر کیا جاوے پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحیح صحیح تذکرہ کیا جائے اور اظہار حزن وغم کے لئے مجلس منعقد کرنا بالکل ناجائز ہے خواہ محرم میں خواہ پھر کبھی (۱)۔

۲...... یہ روافض کا شعار اور ناجائز ہے اس میں شرکت ممنوع ہے (۲)۔

۳...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال حد بلوغ سے پہلے بہت ہی بچپن میں (ایام رضاعت میں) ہوا، ان کو ایصال ثواب کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں (۳)۔ جو شخص اس ایصال ثواب کا اعتقاد رکھتا ہے وہ غلطی پر ہے اس کو توبہ لازم ہے۔ حضرت پیران پیر کا عمل مجھے معلوم نہیں۔ ہر ماہ چہلم کی فاتحہ کا کیا مطلب ہے، کیا چہلم ہر ماہ میں آتا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) غم وحزن کے اظہار کی اجازت صرف تین دن تک ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ موقع غم کا ہو، یہاں تو سرے سے موقع ہی نہیں ہے، بلکہ یہ مروجہ مجلسیں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلے میں ہوتی ہیں، اور شہادت بہت بلند اور اعلیٰ مقام ہے، اس پر نوحہ کرنا اور رونا پیٹنا غیر شرعی حرکت ہے: "و لا بأس .... بتعزية أهله .... و بالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة أيام .... وتكره بعدها". (الدر المختار، باب صلوة الجنازة: ۲/۲۳۹، سعيد)

(۲) "عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، مكتبه دار الحديث ملتان)

(۳) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالىٰ عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كذب على متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب الخ: ۱/۷، قديمی)

قال النووی: "واعلم أن هذا الحديث يشتمل على فوائد .... والثانية تعظيم تحريم الكذب عليه الصلوة والسلام، و أنه فاحشة عظيمة و موبقة كبيرة الخ". (شرح مسلم للنووی: ۱/۸، قديمی)

جلسہ میں غزل ونعت پڑھنا

سوال[۹۱۸]: ہمارے ملک میں جلسہ میں تقریر سے پہلے غزل، قوالی، نعت وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نعت پڑھنے کی اجازت ہے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے(۱)۔ قوالی کی اجازت نہیں، فتاوی بزازیہ میں اس کو ناجائز لکھا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "مر عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہ بحسان وهو ينشد فی المسجد. فلحظ إليه .... قال: كنت انشد وفيه من هو خير منک". (مسند أحمد بن حنبل حديث بن ثابت رضی اللّٰہ تعالی: ۲۹۲/۶، دار إحياء التراث)

"عن عائشة رضی اللّٰہ تعالی عنها قالت: كان النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم يضع لحسان منبراً فی المسجد يقوم عليه قائماً يفاخر عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم". (جامع الترمذی، كتاب الأدب، باب ماجاء فی إنشاد الشعر، ۱۱۱/۲، سعيد)

"عن أنس رضی اللّٰہ تعالی عنه أن النبی صلی اللّٰہ علی وسلم دخل مكة فی عمرة القضاء وعبد اللّٰہ ابن رواحة بين يديه يمشی، وهو يقول خلوا بنی الكفار عن سبيله، اليوم نضر بكم عن علی تنزيله، ضرباً يذيل الهام عن مقيله، ويذهل الخليل عن خليله. فقال له عمر: ياابن رواحة! بين يد ی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم وفی حرم اللّٰہ تقول الشعر؟ فقال رسو ل اللّٰہ صلی اللّٰہ عليه وسلم: "خل عنه ياعمر! فهی أسرع فيهم من نضح النبل". (جامع الترمذی، أبواب الأدب، باب مأجاء فی إنشاء الشعر: ۱۱۲/۲، سعيد)

(۲) "استماع صوت الملاهی كالضرب بالقصب ونحوه حرام". (بزازية علی هامش الهنديه، كتاب الكراهية، الفصل الثالث، فيما يتعلق بالاهی: ۲۵۹/۶)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: (الدر المختار مع رد المحتار الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۴۹/۶، سعيد)

(وأيضاً حاشية الطحطاوی علی المراقی، كتاب الصلاة، فصل فی صفة الأذكار، ص: ۳۱۹، قديمی كتب خانه)

جس جلسہ کیوجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے اس میں شرکت

سوال[۹۱۹]: جلسہ مروجہ کہ رات کے اخیر حصہ دو تین بجے تک علی العموم ہوتا ہے، جس سے نماز صبح فوت ہو جائے کا گمان غالب ہوتا ہے اس میں تعاون کرنا اور شرکت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فجر فوت ہونے کا مظنہ ہو تو جلسہ میں شرکت نہ کی جائے، اگر فوت نہ ہو تو شرکت کی جائے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی اللہ عنہ دار العلوم دیو بند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

خلفائے اربعہ کے ایام ولادت کی تعطیل

سوال[۹۲۰]: فیض عام انٹر کالج میں حسب ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یوم ولادت کی تعطیل ہونا طے پائی ہے، لہٰذا ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یوم ولادت عربی مہینوں کی تاریخ اور عیسوی مہینوں کی تاریخ تحریر فرمادیں:

۱:حضرت ابوبکر صدیق۔۲:حضرت عمر فاروق۔

۳:حضرت عثمان غنی۔ ۴:حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بندہ خاں کھجور والی مسجد کوٹلہ گھنٹہ میرٹھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها قالت: ما نام رسول اللہ صلی علیه وسلم قبل العشاء ولا لعمر بعدها".

(ابن ماجة، أبواب الصلوة، باب النهی عن النوم قبل العشاء وعن الحديث بعدها، ص: ۵۱، قديمی)

(صحيح البخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب مايكره من السمر بعد العشاء: ۸۴/۱، قديمی)

قال الحافظ: "السمر بعد ها قد يؤدی إلی النوم عن الصحيح أو عن وقتها المختار أو عن قيام الليل .وإذا تقرر أن علة النهی ذلک، فقد يفرق فارق بين الليالی الطوال والقصار يمكن أن تحمل الكراهية علی الإطلاق حسماً للمادة؛ لأن الشئ اذا شرح لكونه مظنةقد يستمر فيصير مئنة وللہ تعالی اعلم". (فتح الباری، كتاب مواقيت الصلاة، باب مايكره من السمر بعد العشاء: ۹۳/۲، قديمی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھے:(إنجاح الحاجة علی هامش سنن ابن ماجه: ۵۱، قديمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یوم ولادت کی عربی تواریخ جو کہ عیسوی تواریخ کے ساتھ متعین وموافق ہو مجھے نہیں ملیں۔ان ایام میں تعطیل کرنا بھی کوئی شرعی حکم یا مصلحت نہیں اور نہ اس امت کے اکابر کی تواریخ ولادت کا اگر تتبع کیا جائے اور ان ایام میں تعطیل کی جائے تو پھر سارا سال تعطیل ہی میں گذرے گا، تعلیم کا کوئی دن بھی نہیں ملے گا (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند،۲۲/ ۷/ ۹۴ھ۔



(۱) "ومنها وضع الحدود، والتزام الكيفيات، والهيئات المعيّنة كالذكر بهيئة الاجتماع على صوت واحد، واتخاذ يوم ولادة النبى صلى الله عليه وسلم، وأشباه ذلك. ومنها التزام العبادات المعنية فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة". (الاعتصام للشاطبیؒ، الباب الأول فى تعريف البدع، ص:۲۵، ۲۶، دار المعرفة بيروت)

تفصیل کیلئے دیکھے:(كفايت المفتى: ۱/ ۲۴۱، دار الإشاعت)

مخصوص ایام کی مروج بدعات کا بیان

اعمالِ شب براءت

سوال[۱۹۲۱]: ۱......شب براءت میں کون کون سے کام مسنون اور کون کون سے کام ممنوع ہیں؟

۲......کیا شب براءت کے دن حلوہ بنانا اور اس پر حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام مروجہ فاتحہ دلانا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو کیوں؟ دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے مدلل فرمائیں۔ نیز کرنے سے اگر گناہ ہے تو کونسا گناہ ہے، مکروہ یا حرام؟

۳......کیا شب براءت کی رات کو مساجد میں چند آدمی جمع ہوکر اطمینان وسکون کے ساتھ تلاوت، ذکر مذاکرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......رات میں نفلی عبادت کرنا(۱)، پھر دن میں روزہ رکھنا(۲)، موقع مل جائے تو چپکے سے قبرستان جاکر مُردوں کے لئے دعائے خیر کرنا(۳)، یہ کام تو کرنے کے ہیں، باقی آتشبازی چلانا، نفل کی جماعت کرنا، قبرستان میں جمع ہوکر تقریب کی صورت بنانا، حلوہ کا التزام کرنا وغیرہ اور جو جو غیر ثابت امور رائج ہوں وہ سب

(۱)"وعن جابر رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "إن في الليل لساعةً لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله فيها خيراً من أمر الدنيا والآخرة، إلا أعطاه إياه، وذلك كل ليلة". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب التحريض على قيام الليل، ص: ۱۰۹، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: أوصاني خليلي صلى الله عليه وسلم بثلٰث: صيام ثلثة أيام من كل شهر". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب صيام البيض الخ: ۱/۲۶۶، قديمي)

(۳)"عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم، يخرج من آخر الليل إلى البقيع، فيقول: "السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وأتاكم ما توعدون، غداً مؤجلون، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون، أللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، ص: ۱۵۴، قديمي)

ترک کرنے کے ہیں۔

۲...... یہ حلوہ اور اس پر اصرار والتزام اور مروجہ فاتحہ اور مخصوص طور پر حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام کی اس رات میں فاتحہ کا التزام کسی دلیل سے ثابت نہیں، اگر یہ چیزیں ثواب ہوتیں تو ضرور کتاب وسنت، اجماع، قیاس مجتہدین سے ثابت ہوتیں، جب ثابت نہیں تو پھر ان کو ثواب اور دین کا کام سمجھنا بدعت وقابلِ رد ہے: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد اهـ". متفق عليه(۱)۔

۳......جمع ہونا غلط ہے، اپنے اپنے مقام پر تلاوت ونوافل میں مشغول رہیں تو بہتر ہے۔(كذا في المراقي)(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۹۰ھ۔

شبِ براءت کی بعض نمازیں

سوال[۹۲۲]: ۱......بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ شب براءت میں عبادت کی نیت سے غسل کرے، دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص تین بار پڑھے، اور مغرب کے وقت ہی سے عبادت میں مشغول ہو جائے تا کہ نامۂ اعمال کی ابتداء اچھے کاموں سے ہو، بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، ص:۲۷، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/ ۳۷۱، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، ورد محدثات الأمور، ۲/ ۷۷، قديمي)

(۲) "ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي المتقدم ذكرها في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز: منهم: عطاء وابن أبي مليكة وفقهاء أهل المدينة، وأصحاب مالك وغيرهم، وقالوا: ذلك كله بدعة". (كتاب الصلوٰة، فصل في تحية المسجد وصلوٰة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

شبِ براءت میں غروب آفتاب کے بعد چالیس دفعہ لاحول الخ کا ورد

سوال[۹۲۳]: ۲......بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد چالیس بار "لا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم" پڑھیں۔ یہ کیسا ہے؟

مخصوص طرز پر آٹھ رکعت

سوال[۹۲۴]: ۳......آٹھ رکعت نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قدر ایک بار اور سورۂ اخلاص ۲۵ بار پڑھنا کیسا ہے؟

مخصوص طرز پر چار رکعت

سوال[۹۲۵]: ۴......چار رکعت نفل ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس بار پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......غسل، تحیۃ الوضوتو اچھی چیز ہے، تمام شب شام ہی سے عبادت میں مشغول رہنا بھی خوش قسمتی ہے مگر اس کا اہتمام والتزام ثابت نہیں، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی، سورہ اخلاص تین بار پڑھنا ثابت نہیں، غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا اور اس کو لازم سمجھ لینا دین میں مداخلت ہے، اس کی اجازت نہیں، ہر چیز کو اس کی اصل پر رکھنا چاہئے (۱)۔

۲......"لاحول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم" بہت اعلیٰ ذکر ہے جو جنت وعرش کے مخصوص خزانہ سے عطا ہوا ہے (۲)، اس کی کثرت کرنا بہت مفید ہے کسی وقت بھی پڑھا جائے نافع ہے، غروب آفتاب سے

---

(۱) "قال ابن المنير: فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها؛ لأن التيامن مستحب في كل شئ: أي من أمور العبادة، لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه، أشار إلى كراهته، والله تعالىٰ أعلم" .(فتح الباري، كتاب الأذان، باب الإنفتال والإنصراف عن اليمين والشمال: ۳۳۸/۲، دار المعرفة، بيروت)

(۲) "عن أبي موسى الأشعري قال: أخذ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في عقبة ...... ثم قال: "يا أبا موسى، أو يا عبد الله! ألا أدلك على كلمة من كنز الجنة"؟ قلت: بلى، قال: "لاحول ولا قوة إلا بالله". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب لاحول ولا قوة إلا بالله: ۹۴۸/۲، ۹۴۹، قديمي)

چالیس مرتبہ کی قید احادیثِ صحیحہ سے ثابت نہیں (۱)۔

۳......یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں، ممکن ہے کہ اسلاف میں سے کسی نے ایسا کیا ہو۔

۴......اس کا بھی یہی حال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۱/۸/۹۱ھ۔

بچہ کا دودھ بخشوانا، شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا

سوال [۹۲۶]: ۱......اگر شیر خوار (دودھ پیتے) بچہ کا انتقال ہو گیا تو اکثر لوگ ماں سے دودھ بخشواتے ہیں، یہ بخشوانا کیسا ہے؟

سوال [۹۲۷]: ۲......شبِ براءت کی فضیلت میں عام طور پر اس روز فقراء کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے، بعض لوگ مغرب کے پہلے دن ہی دن میں اور بعض لوگ مغرب کے بعد رات میں کھانا تقسیم کرتے ہیں، نیت سب کی شب براءت کی ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو ثواب یکساں ملا یا بعد مغرب یا مغرب کے پہلے دینے میں کچھ ثواب میں کمی بیشی ہوگی؟

شبِ براءت کو عرفہ بنانا

[۹۲۸]: ۳......اگر کسی شخص کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ ایک روز قبل شب براءت کے عرفہ کرتا ہے، اس کا ثواب شرعاً کیا ہے؟ تینوں امور کا جواب مع استدلال چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

نوٹ: جو لوگ عرفہ کرتے ہیں یا شب براءت کے روز مغرب کے پہلے دن ہی دن میں کھانا دیتے ہیں وہ محض اس خیال سے کہ اس روز کھانے کی زیادتی کی وجہ سے فقراء کھانے کے بے قدری نہ کریں بلکہ عزت کے ساتھ اس کو کھا پی جائیں، اس لئے ایک روز قبل عرفہ کے نام سے اور شب براءت کو دن کو کھانا دیدیتے ہیں۔

---

(۱) قال العلامة المناوی رحمه الله تعالیٰ تحت حدیث: "من أحدث فی أمرنا هذا": أی أنشأ واخترع وأتی بأمر حدیث من قِبَل نفسه ...... (ما لیس منه): أی رأیاً لیس له فی الکتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد): أی مردود علی فاعله لبطلانه". (فیض القدیر: ۱۱/۵۵۹۴، حدیث رقم: ۸۳۳۳، مکتبة نزار مصطفی الباز ریاض)

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... هذا من اغلاط العوام۔

۲.....کھانا تقسیم کرنے کے متعلق اس شب میں خاص طور پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گذری، البتہ اس شب کی جو فضیلت وارد ہوئی ہے وہ غروب شمس سے طلوع فجر تک ہے: "شعبان بين رجب وشهر رمضان، يغفل الناس عنه، يرفع فيه أعمال العباد، فأحِبّ أن لا يرفع عملي إلا وأنا صائم". رواه البيهقي في شعب الإيمان عن أسامة اه" (۱)۔

"عن علي رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: "إذا كان ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا نهارها، فإن الله يتنزل فيها لغروب الشمس إلى السماء الدنيا فيقول: ألا من مستغفر فأغفر له، ألا من مسترزق فأرزقه، ألا من مبتلى فأعافيه ،ألا كذا، ألا كذا، حتى يطلع الفجر". رواه ابن ماجه(۲)، والبيهقي" (۳)۔

"قال العبد الضعيف: نزول الله تعالىٰ إلى السماء الدنيا يكون في كل ليلة، ولكن يختص ذلك بالثلث الآخر، وفي ليلة النصف من شعبان يكون من غروب الشمس إلى الفجر، ولا ينحصر ذلك في الثلث الأخير، وهذا من فضل هذه الليلة اه". ما ثبت بالسنة۔

۳.....عرفہ تو ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو ہوتا ہے شعبان میں نہیں ہوتا، انتقال کے بعد شب براءت سے

---

(۱)(شعب الإيمان للبيهقي، باب في الصيام، صوم شعبان: ۳/۳۷۷، رقم الحديث: ۳۸۲۰، دار الكتب العلمية)

(۲) (سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوة والسنة فيها، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، ص: ۹۹ ،قديمي)

"الحديث ضعيف بابن أبي سبرة أبي بكر بن عبد الله بن محمد ابن أبي سبرة، قال أحمد وابن معين: يضع الحديث، وقال ابن حبان: كان ممن يروي الموضوعات عن الثقات، لا يجوز الإحتجاج به". (التقريب ،رقم: ٧٦٤٣)

(۳)(شعب الإيمان، باب في الصيام ما جاء في ليلة النصف من شعبان: ۳/۳۷۸، ۳۷۹، رقم الحديث: ۳۸۲۲، دار الكتب العلمية)

ایک روز قبل عرفہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیسے عرفہ کرتا ہے، نوٹ کا جواب اوپر آچکا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/شوال/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا، ۱۶/شوال/ ۶۷ھ۔

شبِ براءت میں قبروں پر روشنی اور اگربتی

سوال [۹۲۹]: شب برات میں قبروں پر روشنی کرنا اور اگربتی جلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

رسم جہالت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

متبرک راتوں میں چراغاں کرنا

سوال [۹۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بارہ ربیع الاول کی شب میں چراغاں کرنا کیسا ہے؟ کیا چراغاں کرنا بارہ ربیع الاول میں قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ حنفی سے ثابت ہے؟ مدلل ومفصل جواب مرحمت فرما کر مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ کی رہنمائی فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: قمر الزماں، موی انگری، سائب نائب سکریٹری، انجمن حیاۃ المسلمین، کانپور۔

الجواب وهو الموفق للصواب، مبسملاً وحامداً ومصلياً ومسلماً:

افضل الرسل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور توقیر، آپ سے محبت وعقیدت اصل الایمان ہے، جس بدنصیب کے قلب میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت محبت نہیں (۲)، وہ درحقیقت ایمان ہی سے ناآشنا ہے، اس کے باوجود قرآن کریم میں اللہ پاک نے (۳)، حدیث شریف میں رسول مقبول صلی اللہ

---

(۱) سيأتي تخريجه تحت عنوان: "متبرک راتوں میں چراغاں"

(۲) "عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الإيمان: ۱/۷، قديمي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم﴾ (الأحزاب: ۶)

علیہ وسلم نے جہاں ہم کو یہ بتایا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت رکھنا ایمان کی جڑ ہے تو ہم کو محبت اور عقیدت کا طریقہ بھی بتلایا ہے (۱) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کر کے دکھلا دیا ہے (۲)۔

بارہ ربیع الاول کو چراغاں کرنا اگر خیر و برکت کی چیز ہوتی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان فرما دیتے اور صحابہ کرام دل کھول کر چراغاں کرتے، لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغاں نہیں کیا اور نہ اس کا حکم فرمایا، نہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چراغاں کیا، ائمہ مجتہدین نے بھی چراغاں نہیں کیا، اولیائے کرام: مثلاً خواجہ معین الدین چشتی، اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ، غوث اعظم عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمہم اللہ وغیرہم ان میں سے کسی بزرگ نے بھی چراغاں نہیں کیا اور نہ اس کی اجازت دی، اگر چراغاں کرنا واقعی ثواب اور ذریعہ خیر و برکت ہوتا تو یہ سب حضرات جو ہم سے زیادہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھنے

---

(۱) قال الملا علی القاری تحت حدیث: "لایؤمن أحدکم حتی أکون أحبّ إلیه اهـ". "قال القاضی: ومن محبته نصر سنته والذب عن شریعته، وتمنی إدراکه فی حیاته لیبذل نفسه وماله دونه". (المرقاة: ۱/۱۴۵)، وقال تحت حدیث: "من کان الله ورسوله أحب إلیه مما سواهما": یعم ذوی العقول وغیرهم من المال والجاه وسائر الشهوات والمرادات" (ص: ۱۴۷) وقال تحت قوله علیه السلام: "من رضی بالله رباً وبالإسلام دیناً وبمحمد رسولاً": "(وبمحمد رسولاً) والمقصود من الرضا الإنقیاد الظاهری والباطنی ...... وأن یعمل بجمیع شرائع الإسلام بامتثال الأوامر واجتناب الزواجر، وأن یتبع الحبیب حق متابعته فی سنته وآدابه وأخلاقه ومعاشرته، والزهد فی الدنیا، والتوجه الکلی إلی العقبی".

(مرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، الفصل الأول: ۱/۱۵۰، رشیدیه)

(۲) "وممن ارتقی إلی غایة هذه المرتبة ونهایة هذه المزیة سیدنا عمر رضی الله تعالیٰ عنه، فإنه لما سمع هذا الحدیث: "(أی لا یؤمن أحدکم ...... الخ) أخبر بالصدق حتی وصل ببرکة صدقه إلی کمال ذلک، فقال بمقتضی الأمر الطبعی: "لأنت یا رسول الله! أحب إلیّ من کل شیئ إلا من نفسی، فقال: "لا، والذی نفسی بیده! حتی أکون أحب إلیک من نفسک"، فقال عمر: فإنک الآن والله! أحب إلی من نفسی، فقال: "الآن یا عمر! تمّ إیمانک". (المرقاة شرح مشکوة المصابیح، المرجع السابق: ۱/۱۴۵)

والے تھے ضرور بالضرور چراغاں کرتے۔

خیر القرون میں چراغاں کا نہ ہونا، اولیائے کرام ائمہ مجتہدین، فقہاء اسلام، محدثین عظام رحمہ اللہ تعالیٰ کا چراغاں نہ کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس رات میں چراغاں کرنا ثواب کی چیز نہیں، لہٰذا اس عمل کو ذریعۂ قرب وثواب سمجھنا بدعت اور معصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے صاف طور پر اپنی کتابوں میں متبرک راتوں میں چراغاں کرنے کو بدعت وحرام اور آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت قرار دیا ہے۔ سائل ومجیب چونکہ حنفی ہیں اس لئے کتبِ فقۂ حنفی سے چند حوالے پیش کرنے پر قناعت کرتا ہوں:

۱- "قنية" اس کتاب کے مصنف نجم الدین ابوالرجاء مختار ابن محمود بن محمد الزاہدی الغزنی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کی وفات ۶۵۸ھ میں ہوئی۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر:۱۰۷ میں ہے:

"قال: كتبت في السرج أن إسراج السرج الكثيرة في السكك والأسواق بدعة، وكذا في المساجد، ويضمن القيم".

مطلب: گلیوں اور بازاروں میں کثرت سے چراغ جلانا بدعت ہے، مساجد کا بھی یہی حکم ہے اور متولی (اگر مال وقف سے چراغاں کرے) تو اس کو ضمان (تاوان) ادا کرنا پڑے گا۔

۲- "تنقيح الفتاوىٰ الحامدية" اس کے مصنف الشیخ السید محمد امین الشہیر بابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کی وفات ۱۲۵۲ھ میں ہوئی، ان کو تمام ارباب فتاویٰ جانتے اور پہچانتے ہیں، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی ان کو بہت بڑا فقیہ مانتے ہیں اور ان کی کتابوں سے مسائل اخذ کرتے ہیں، "تنقيح الفتاوىٰ الحامدية" سے بھی "اعلیٰ حضرت" نے مسائل اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب کی جلد نمبر:۲، صفحہ نمبر:۳۵۹ میں ہے:

"من البدع المنكرة ما يفعل في كثير من البلدان من إيقاد القناديل الكثيرة العظيمة والسرف في ليال معروفة من السنة كليلة النصف من شعبان، فيحصل بذلك مفاسد كثيرة: منها مضاهاة المجوس في الإعتناء بالنار في الإكثار منها، ومنها: إضاعة المال في غير وجهه، ومنها ما يترتب على ذلك من المفاسد من إجتماع الصبيان وأهل البطالة ولعبهم ورفع أصواتهم وامتهانهم المساجد وانتهاك حرمتها وحصول أوساخ فيها وغير ذلك من المفاسد التي صيانة

المسجد عنها لازمة، وفي شرح المهذب للإمام النووي رحمه الله تعالىٰ: وصرح أئمتنا الأعلام رضي الله عنهم بأنه لا يجوز أن يزاد على سراج مسجد سواء كان في شهر رمضان أو غيره؛ لأن فيه إسرافاً كما في الذخيرة وغيرها"۔ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ: ٢/٣٥٩)(١)۔

مطلب: اکثر شہروں میں جورواج ہوگیا ہے کہ سال کی متبرک مخصوص راتوں میں چراغاں کیا جاتا ہے اور اس میں مال کثیر خرچ کیا جاتا ہے یہ بدعت اور ناجائز ہے، کیونکہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً: آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے اور بلا وجہ شرعی مال کو ضائع کرنا ہے اور بچے اور بے ہودہ لوگ مساجد میں جمع ہوکر شور وشغب کرتے ہیں جس سے مساجد کی بے حرمتی ہوتی ہے حالانکہ مساجد کا احترام لازم ہے۔" شرح المہذب" میں امام نووی نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے اکابر واجب الاقتداء اماموں نے تحریر فرمایا ہے کہ مسجد میں جو چراغ بقدر ضرورت جلایا جاتا ہے اس سے زائد جلانا جائز نہیں خواہ رمضان شریف میں جلائے جائیں یا غیر رمضان (عرفہ) عید، شعبان، ربیع الاول، میں اس لئے کہ یہ فضول خرچی ہے جیسا کہ" ذخیرہ" وغیرہ میں ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عبارت میں دو کتابوں کے نام لئے ہیں جہاں سے انھوں نے یہ مسئلہ لیا ہے: پہلی کتاب شرح المہذب ہے جو شارح مسلم شریف امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے، امام موصوف کی وفات ٦٧٧ھ میں ہوئی، یہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے منقح ہیں، بہت اونچی شخصیت کے فقیہ ہیں۔

دوسری کتاب" ذخیرہ" ہے، اس کے مصنف محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن صدر کبیر برہان الدین صاحبِ محیطِ برہانی ہیں، یہ بڑے امام، مجتہد، متواضع، عالم، کامل شخص تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔

٣-"غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر"، اس کتاب کے مصنف سید احمد الحنفی الحموی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، آپ بڑے فقیہ اور اصولی تھے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جگہ

---

(١) (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، فوائد ومسائل شتى من الحظر والإباحة، مطلب: من البدع المنكرة إيقاد القناديل الكثيرة: ٢/٣٥٩، المطبعة الميمنية مصر)

جگہ اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں، اس کتاب کے صفحہ نمبر:۳۸۳(۱) میں بھی عبارت مذکورہ موجود ہیں۔
اوراس کے بعد لکھا ہے:

"ومن المفاسد ما يجعل فی الجوامع من إيقاد القناديل وتركها إلى أن تطلع الشمس وترتفع، وهو من فعل اليهود فی كنائسهم، وأكثر ما يفعل ذلك فی العيد، وهو حرام"(۲)۔

مطلب: اور جو خرابیاں مسلمانوں میں پھیلتی جارہی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے اور تمام رات چراغ روشن رہتے ہیں، حالانکہ یہ یہود کا شعار وطریقہ ہے جو کہ وہ اپنے گرجوں میں کرتے ہیں اور مسلمان زیادہ تر شب عید (عید الفطر) عید الاضحیٰ (عید میلاد) میں کرتے ہیں حالانکہ یہ حرام ہے۔

۴-"نفع المفتی والسائل"، اس کتاب کے مصف حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ فرنگی محلی ہیں، یہ بہت جلیل القدر صاحبِ بصیرت عالم تھے، اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کتابوں سے بعض جگہ حوالہ دیئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر:۱۳۸ میں ہے:

"الاستفسار: إسراج السرج الكثيرة الزائد عن الحاجة ليلة البرائة أو ليلة القدر فی الأسواق، والمساجد كما تعارف فی أمصارنا هل يجوز؟

"الإستبشار" هو بدعة كذا فی خزانة الروايات عن القنية"(۳).

---

(۱)(غمز عيون البصائر، القول فی أحكام المسجد: ۱۹۲/۳، تحت رقم: ۲۱۳۷، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية)

(۲)(غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر، المصدر السابق)

(۳) (نفع المفتی وسائل، كتاب الحظر والإباحة، المتفرقات، من مجموعة رسائل عبد الحی المجلد الرابع، ص: ۱۹۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

وفی الفتاوی العالمكيرية: "سئل أبوبكر عمن أوصى بثلث ماله لأعمال البر: هل يجوز أن يسرج فی المسجد؟ قال: يجوز، قال: ولا يجوز على سراج المسجد سواء كان فی شهر رمضان أو غيره، قال: ولا يزين به المسجد، كذا فی المحيط". (كتاب الوقف، الفصل الثانی الوقف على المسجد الخ: ۴۶۱/۲، رشيديه)

مطلب: سوال: کیا بازاروں اور مساجد میں ضرورت سے زائد چراغ جلانا شبِ براءت اور لیلۃ القدر میں جیسا کہ ہماری بستیوں میں رواج ہو گیا ہے جائز ہے؟

جواب: یہ بدعت ہے ایسا ہی خزانۃ الروایات میں قنیہ سے نقل کیا گیا ہے۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ متبرک راتوں میں چراغاں کرنا بدعت اور حرام ہے، مسلمانان اہل السنۃ والجماعت کو اس سے اجتناب چاہئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

شبِ براءت اور شبِ قدر میں مسجدوں کو سجانا

سوال [۱۹۳۱]: شبِ برات اور شبِ قدر میں مسجد کو پھول پتی سے سجانا کیسا ہے؟ جبکہ سجانے کی نیت ان تیوہاروں کی وجہ سے خوشی منانا ہے نہ کہ بدعت کرنا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

شب قدر شب برات کے لئے شریعت نے عبادت، نوافل، تلاوت، ذکر، تسبیح، دعاء استغفار کی ترغیب دی ہے، پھول وغیرہ سے سجانے کی ترغیب نہیں دی۔ تیوہار ہندوانہ لفظ ہے اور یہ سجانا بھی ان کا ہی طریقہ ہے اس سے بچنا چاہئے: لأن "من تشبه بقوم فهو منهم". الحدیث (ابوداؤد شریف) (۱)۔ البتہ مسجد میں خوشبو کی ترغیب آئی ہے تاکہ نمازیوں کو اذیت نہ پہونچے بلکہ راحت پہونچے (۲)۔ ان مخصوص متبرک راتوں میں مسجد میں جمع ہو کر اجتماعی حیثیت سے جاگنا مکروہ و ممنوع ہے۔ کذا فی مراقی الفلاح (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مكتبه دار الحديث ملتان)

(۲) "عن أنس بن مالك قال: رأى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نخامةً في قبلة المسجد، فغضب حتى أحمر وجهه، فقامت امرء ة من الأنصار، فحكتها وجعلت مكانها خلوقاً، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما أحسن هذا". (سنن النسائي، كتاب المساجد، باب تخليق المساجد: ۱۱۹/۱، قديمي)

(۳) (كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلوٰة الضحىٰ، ص: ۴۰۲، قديمي)

(وقد تقدم تخريجه تحت عنوان: "اعمال شب براءت")

دس محرم کو مٹھائی مسجد میں لاکر گھر میں تقسیم کرنا

سوال[۹۳۲]: بعض ملکوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ دس محرم میں مٹھائی وغیرہ کھانے کی چیزیں مسجد میں لاکر یا گھر میں تقسیم کی جاتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز اور قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، اس کو شرعی چیز سمجھنا غلط ہے، البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں محرم کو روزہ رکھنا بہت ثواب ہے(۱) اور اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر لینا باعث برکت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیو بند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

شبِ براءت اور اس کے اعمال

سوال[۹۳۳]: ۱......شب برات میں عبادت کرنا کس نص سے ثابت ہے؟

۲......عشاء کی نماز کے بعد مزار پر جانا جو معروف ہے، کس نص سے ثابت ہے؟ اگر نہیں ہے تو یہ فعل بدعت ہے یا نہیں؟ اور صحیح مسنون طریقہ کیا ہے؟

۳......بعد نماز فجر مزار پر شعبان کی پندرہ تاریخ کو جانا کس نص سے ثابت ہے؟ اگر منع ہے تو منع کہاں لکھا ہے؟

۴......شعبان کی پندرہویں کا روزہ اور اس کی فضیلت کس نص سے ثابت ہے؟

۵......مقابر مسلمین پر فاتحہ پڑھنے کا طریقۂ مسنون کس نص سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......شب براءت میں بلا کسی قید وخصوصیت کے مطلق نماز کا ثبوت ہے، ہر شخص اپنے طور پر عبادت

---

(۱) (تقدم تخریجه من شعب الإیمان للبیهقی تحت عنوان: ''شب براءت میں کھانا تقسیم کرنا'')

(۲) ''من وسع علی عیاله فی یوم عاشوراء، وسع الله علیه فی سنته کلها''. (الجامع الصغیر للسیوطی: ۶۰۴۵/۱۱، رقم الحدیث: ۹۰۷۵، ورمزله بالصحة)

کرے جس میں نمائش یا کسی رسم اور ہیئت مخصوصہ کی پابندی نہ ہو تو مستحسن ہے: "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إذا کانت لیلة النصف من شعبان، فقوموا لیلها، وصوموا یومها، فإن اللہ تعالیٰ ینزل فیها لغروب الشمس إلی السماء الدنیا، فیقول: ألا من مستغفر فأغفر له، ألا من مسترزق فأرزقه، ألا مبتلی فأعافیه، ألا کذا، ألا کذا، حتی یطلع الفجر"۔ رواه ابن ماجه" (۱)، مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۱۵ (۲)، اور اگر اس میں رسوم اور ہیئت مخصوصہ کی پابندی ہوگی تو بدعت ہے۔

۲......شب برات میں بعد العشاء کسی بھی وقت مزار پر جانا کافی ہے: "ومما ثبت من فعله صلی اللہ علیه وسلم أنه أتی المقبرة لیلة النصف من شعبان یستغفر للمؤمنین والمؤمنات والشهداء"۔

"عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: دخل عليّ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فوضع عنه ثوبیه، ثم لم ینم أن قام فلبسهما، فأخذتنی غیرة شدیدة ظننت أنه یأتی بعض صویحباتی، فخرجت أتبعه فأدرکته بالبقیع الغرقد یستغفر للمؤمنین والمؤمنات والشهداء". (ماثبت بالسنة، ص: ۱۱۸)(۳)۔

۳...... پندرہویں شعبان کو مزار پر جانا منع نہیں، لیکن پندرہویں شعبان کی وجہ سے مسنون بھی نہیں، البتہ اسی تاریخ میں جمعہ، پیر، جمعرات یا سنیچر آ جائے تو اس میں افضل ہے، مگر یہ فضیلت پندرہویں شعبان کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان دنوں کی وجہ سے ہوگی: "وتزار فی کل أسبوع کما فی مختارات النوازل، قال فی شرح لباب المناسك: إلا أن الأفضل یوم الجمعة والسبت والأثنین والخمیس"۔ شامی: ۸۴۳/۱ (۴)۔

---

(۱) (کتاب إقامة الصلوٰة، ما جاء فی قیام شهر رمضان، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، ص: ۹۹، قدیمی)

(۲) (مشکوة المصابیح، باب قیام شهر رمضان من کتاب الصلوٰة، الفصل الثالث، ص: ۱۱۵، قدیمی)

(۳) (الحدیث أخرجه مسلم فی الجنائز، فصل فی التسلیم علی أهل القبور مفصلاً: ۳۱۳/۱، قدیمی)

(۴)(ردالمحتار، باب صلوٰة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور: ۲۴۲/۲، سعید)

۴......شعبان کی پندرہویں کو روزہ رکھنے کا حکم حدیث میں موجود ہے:"عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "إذا کانت لیلة النصف من شعبان، فقوموا لیلها وصوموا نهارها الخ". مشکوٰۃ شریف، ص: ۱۱۵ (۱)۔

۵......جب قبرستان میں داخل ہو تو پڑھے:"السلام علیکم دار قوم مومنین، وإنا إن شاء اللّٰہ بکم لاحقون"(۲) اور سورہ یٰسین پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو بخش دے: "من دخل المقابر فقرأ سورة یٰسین، خفف اللّٰہ عنهم یومئذ، وکان له بعدد من فیها حسنات"۔ شامی : ۱/ ۸۴۴(۳)۔

جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورہ یٰسین پڑھے تو اس روز اللہ تعالیٰ ان قبرستان والوں پر آسانی کردے گا اور پڑھنے والے کو اتنی مقدار میں نیکیاں ملیں گی جتنے آدمی اس میں ہیں۔

اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اس کا ثواب بخش دے، حدیث میں ہے: "من قرأ الإخلاص أحد عشر مرةً، ثم وهب أجرها للأموات، أعطي من الأجر بعدد الأموات"۔ در مختار علی هامش الشامی: ۱/ ۸۴۴(۴)، یعنی جو شخص گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کا بخش دے تو اس کو بھی مردوں کے برابر ثواب ملے گا اور متوفی کے قدموں کی طرف سے جاوے سر کی طرف سے نہیں اور اس طرح کھڑا رہے کہ اس کی نظروں کے سامنے ہو: "أنه یأتی الزائر من قِبَل رِجل المتوفی لا من قبل

---

(۱)(ابن ماجه، کتاب إقامة الصلوة، ماجاء فی قیام شهر رمضان، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان،ص : ۹۹، قدیمی)

(و مشکوة المصابیح، کتاب الصلوٰة، باب قیام شهر رمضان الفصل الثالث، ص:۱۱۵، قدیمی)

(۲) (الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز، فصل فی التسلیم علی أهل القبور: ۱/۳۱۳، قدیمی)

(ورد المحتار، باب صلاة الجنازة، مطلب فی زیارة القبور: ۲/۲۴۲، سعید)

(۳) (رد المحتار، باب صلوٰة الجنازة، قبیل مطلب فی القراء ة للمیت الخ: ۲/۲۴۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الجنائز، قبیل باب صلوٰة الشهید: ۲/۳۴۳، رشیدیه)

(۴)(الدر المختار، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۴۲، ۲۴۳، سعید)

رأسه؛ لأنه أتعب البصر لميت بخلاف الأول، لأنه يكون مقابل بصره، لكن هذا إذا أمكنه". شامی: ۱/ ۸٤۳ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۱۳/ ۸/ ۸۸ھ۔

شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت

سوال[۹۳۴]: شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کر کے پڑھی جاسکتی ہے، اس مقصد سے کہ جو بے نمازی ہیں کم از کم اس بابرکت رات میں شریک ہو کر ثواب کے مستحق ہو جائیں، اگر تہجد کی جماعت کی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ وممنوع ہے، بے نمازیوں کو تبلیغ وتاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں، ترک فرض کو برداشت کیا جائے اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے نہ دانشمندی کی بات ہے، نہ شرع کی طرف سے اجازت ہے، اس رات میں عبادت کے لئے جمع ہونا بھی منع ہے، کذا فی المراقی الفلاح(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۲۵/ ۵/ ۹۱ھ۔

شبِ برات کی رسمیں

سوال[۹۳۵]: شب برات کو حلوہ پکانا اور گھروں کی صفائی کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ اس شب گھروں اور قبرستان کو چراغاں کرنا، عود اور اگربتی سے معطر کرنا باسنا، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے جب کہ ایک طبقہ ان کاموں کو سنت سمجھ کر کرتا ہے اور گھروں کی صفائی اس عقیدے کی بناء پر کرتا ہے کہ بزرگوں کی روحیں زیارت کو آتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امور مسئولہ کو سنت کہنا بے دلیل ہے (۳) اور بزرگوں کی ارواح کے آنے پر کوئی قوی دلیل نہیں جو

---

(۱)(رد المحتار، باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی زيارة القبور: ۲/ ۲٤۲، سعيد)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "اعمال شب براءت")

(۳)"إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لعن زائرات القبور، والمتخذين عليها المساجد والسرج" =

روایات بیان کی جاتی ہیں وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شبِ براءت کا حلوہ

سوال[۹۳۶] : ۱......حلوہ بنانا فی نفسہ مباح ہے جس پر خاص وعام سب متفق ہیں،لیکن شب برات ۱۴/شعبان المعظم کوحلوہ تیار کرنا اسی دن کی خصوصیات پر جو کہ ضروریات کی بناء پر تیار کیا جاتا ہے قولاً یا عملاً جیسا کہ مشاہدہ ہے،جس کے بارے میں ''اصلاح الرسوم'' مصنفہ حضرت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہ (چھوٹی تختی) ص:۱۳۸،۱۳۹، پر جو کچھ لکھا ہے،اس کے مطالعہ سے اتنا مفہوم ہوتا ہے کہ شب برات کے روز عوام الناس کے مفاسدِ کثیرہ میں ابتلائے عام کے پیش نظر حلوہ تیار کرنا گناہ ہے جس کی اس روز شرعی نقطۂ نظر سے بالکل اجازت نہیں دی گئی ہے۔

۲......ایک مولوی نے اس قسم کے الفاظ اپنے میزبان کے یہاں چند عامی آدمیوں کے روبرو کہے کہ شب برات کے روز ایک مباح چیز کو (یعنی حلوہ کو) علماء نے خواہ مخواہ ناجائز کر رکھا ہے۔تو اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ شب برات کے روز حلوہ بنانا جائز ہے یا ناجائز،اگر جائز ہو تو پھر ایک امر جائز کی اشاعت کیوں نہ عام کردی جائے جس سے لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے اور ہم سب لوگ بھی جو اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور ایک جائز امر کو آج تک ناجائز سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہیں،اس کے گناہ پر مطلع ہو کر تائب ہو جائیں۔اور اگر ناجائز ہے جیسا کہ ''اصلاح الرسوم'' میں مرقوم ہے تو کسی کا ایسے الفاظ کہنا اعلان اور اشاعت کیساتھ اگر گناہ کبیرہ ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟ بصورتِ مکروہ کیا ایسا شخص فاسق ہے؟ ہر شی کا جواب مفصل ومکمل بحوالہ کتاب رقم فرما کر عنداللہ ماجور ومشکور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز شرعاً ضروری نہ ہو اس کو ضروری سمجھنا اور امر مباح کے ساتھ واجب یا سنت جیسا معاملہ کرنا درست نہیں،اس سے وہ چیز مکروہ ہو جاتی ہے:

''کل مباح یؤدی إلیٰ زعم الجهال سنیة أمرأو وجوبه، فهو مکروه کتعیین السورة

= لأصحاب السنن''. (جمع الفوائد، کتاب الجنائز، التعزیة وأحوال القبور وزیارتها: ۱/۳۷۲، رقم:۲۶۵۳، إدارة القرآن)

للصلوٰۃ وتعیین القراء ۃ موقت"۔ کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ(۱)، بلکہ امر مستحب پر بھی اصرار کی اجازت نہیں "الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حدالکراهة"۔ (سباحة الفکر)(۲)۔

ان تصریحات کی وجہ سے شب براءت کے حلوہ کو منع کیا جاتا ہے جو صاحب اس کے منع کو خواہ مخواہ کہتے ہیں غالباً ان کے ذہن میں مذکورہ تصریحات نہیں ورنہ وہ خواہ مخواہ ایسی بات نہ کہتے ۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۹۰ھ۔

لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں چراغاں کرنا

سوال[۹۳۷]: شب براءت اور لیلۃ القدر میں ضرورت سے زائد روشنی کی جاتی ہے، اور اس کے لئے چندہ کرتے ہیں، یہ حرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور چندہ دینے والوں کو ثواب ہوگا یا نہیں؟ اگر مسجد یا بیت المال سے خرچہ ہو تو متولی کو گناہ ہوگا یا سب نمازیوں کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں ساری رات روشنی کرنا اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ یعنی چراغاں کرنا

---

(۱) (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مسائل وفوائد شتی من الحظر والإباحة، مطلب: کل مباح یؤدی إلی زعم الجهال الخ: ۲/۳۶۷، المکتبة المیمنیة مصر)

(۲) لم أجده بهذا اللفظ فی سباحة الفکر، لکن فیها عبارة تدل علی هذا المعنی و هی: "فکم من مباح یصیر بالإلتزام من غیر لزوم ، و التخصیص من غیر مخصص، مکروهاً، کما صرح به علی القاری فی شرح مشکوٰة المصابیح ...... الخ"۔ (سباحة الفکر فی الجهر بالذکر، الباب الأول ، تحت الثانی والأربعون، ص: ۳۴، مجموعة رسائل اللکنوی رحمه الله تعالیٰ: ۳/۴۹۰، إدارة القرآن)

(والمرقاة شرح مشکوٰة المصابیح للقاری ، کتاب الصلوٰة ، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، تحت رقم الحدیث: ۹۳۶، رشیدیه)

"بل العبارة مذکورة بااللفظ المذکور فی السعایة، شرح شرح الوقایة"۔ (کتاب الصلوٰة ، باب صفة الصلوٰة ، قبیل فصل فی القرآءة : ۲/۲۶۵، سهیل اکیڈمی)

ثابت نہیں، شرعاً ناجائز، حرام ہے، جیسا کہ "الحموی شرح الاشباہ والنظائر" (۱) اور "تنقیح فتاویٰ الحامدیہ" (۲) میں بصراحت مذکور ہے، مسجد کے وقف کے مال سے جو ایسا کرے گا اس کے ذمہ ضمان لازم ہوگا، اگر متولی ایسا کرتا ہے تو نمازیوں کو لازم ہے کہ اس کو فہمائش کریں، روکیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۹۳ھ۔

متبرک راتوں میں بیداری کے لئے اجتماع

سوال [۹۳۸]: کیا شب براءت اور شب قدر کی تلاش واہتمام میں مساجد میں شب بیداری کر سکتے ہیں؟ حسب ذیل حدیث کی روشنی میں جواب دیجئے: "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "رب صائم لیس له من صیامه إلا الجوع، ورب قائم لیس له من قیامه إلا السهر" (۳) نیز اس حدیث کی مختصر تشریح بھی فرما دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شب براءت اور شب قدر کی تلاش اور عبادت کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ اور بدعت ہے، مراقی الفلاح میں اس کی تصریح موجود ہے (۴)۔ حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھے اور اللہ کے یہاں ثواب

---

(۱) (الحموی المسمی "بغمز عیون البصائر" لسید أحمد الحموی: القول فی أحکام المساجد: ۱۹۲/۳، رقم: ۴۱۳۷، إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة)

(وتقدم تخریجه تحت عنوان: ''متبرک راتوں میں چراغاں'')

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''متبرک راتوں میں چراغاں'')

(۳) "وعنه (أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه) قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "کم من صائم لیس له من صیامه إلا الظمأ، وکم من قائم لیس له من قیامه إلا السهر". (مشکوة المصابیح، کتاب الصوم، باب تنزیه الصوم، الفصل الثانی، ص: ۱۷۷، قدیمی)

(۴) "ویکره الإجتماع علی إحیاء لیلة من هذه اللیالی المتقدم ذکرها فی المساجد وغیرها؛ لأنه لم یفعله النبی صلی الله علیه وسلم ولا أصحابه، فأنکره أکثر العلماء من أهل الحجاز، منهم: عطاء وابن =

کی نیت نہ کرے یا جھوٹ، غیبت، بہتان وغیرہ گناہوں سے نہ بچے تو اس کو ثواب نہیں ملے گا، بلکہ اس کو بھوک پیاس کے علاوہ روزہ کے فضائل وثمرات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا اسی طرح جو شخص رات بھر نماز پڑھے، مگر ثواب کی نیت نہ ہو یا گناہوں سے نہ بچتا ہو تو اس کو بیداری کے تکان کے علاوہ کوئی ثمرہ اور ثواب حاصل نہ ہوگا، یہی حال ہر عبادت کا ہے، یہ تشریح مشکوٰۃ شریف کی شرح میں مذکور ہے(۱)۔

تنبیہ: اس حدیث شریف میں مشکوٰۃ شریف میں "إلا الظمأ" (۲) مذکور ہے، "إلا الجوع" نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

متبرک راتوں میں عبادت کے لئے جمع ہونا

سوال[۹۳۹]: ہم لوگ اپنے محلے کی مسجد میں شب معراج کی تقریب کے سلسلے میں شب بیداری یعنی تلاوت قرآن، صلوٰۃ النفل، اوراد ووظائف میں مشغول رہتے ہیں اور شب گذارتے ہیں اور جمعہ کو روزہ رکھتے ہیں، زید کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث سے رجب کی ستائس تاریخ کو شب بیداری کرنا اور بطور تقریب کے ماننا ثابت نہیں ہے اور یہ بدعت کے مترادف ہے، اس بارے میں زید کا قول کیسا ہے؟

= مليكة وفقهاء أهل المدينة، وأصحاب مالك وغيرهم، وقالوا: ذلك كله بدعة". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوٰة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

(۱) "قال الطيبي: فإن الصائم إذا لم يكن محتسباً أو لم يكن مجتنباً عن الفواحش من الزور والبهتان و الغيبة ونحوها من المناهي، فلا حاصل له إلا الجوع والعطش و إن سقط القضاء وكذلك الصلوة في الدار المغصوبة، و أدائها بغير جماعة بلاعذر، فإنها تسقط القضاء، و لا يترتب عليها الثواب اهـ، قال ابن الملك: و كذا جميع العبادات إذا لم تكن خالصةً". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصوم، باب تنزيه الصوم، قبيل الفصل الثالث: ۴/۵۱۰، ۵۱۱، رقم الحديث: ۲۰۱۴، رشيديه)

(۲) (راجع، ص: ۲۷۰، رقم الحاشية: ۳)

(۳) "الجوع" کا لفظ ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے، جیسے مرقاۃ میں ہے: قال ميرك: و رواه ابن ماجة و لفظه: "ربّ صائم ليس له من صيامه إلا الجوع". الحديث ...... و رواه البيهقي و لفظه: ...... "و ربّ صائم حظه من الصيام الجوع والعطش". (المرقاة، المصدر السابق)

الجواب حامداً و مصلیاً:

زید کا قول صحیح ہے، اس طرح اس شب میں مسجد وغیرہ میں جمع ہونا اور اجتماعی ہیئت سے نوافل وتلاوت میں مشغول رہنا ثابت نہیں بلکہ مکروہ اور بدعت ہے: "ویکره الإجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء، وقالوا: ذلك كله بدعة اه". مراقي الفلاح، ص: ۲۴۱(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/ ۷/ ۸۷ھ۔

عاشورۂ محرم کے خصوصی اعمال

سوال[۹۴۰]: یوم عاشورہ میں مندرجہ ذیل باتیں سنت ہیں یا نہیں؟

۱-خوف خدا سے رونا۔ ۲-جنازہ کی نماز پڑھنا۔ ۳-سورہ اخلاص کثرت سے پڑھنا۔

۴-والدین کی قبور کی زیارت کرنا اور کچھ آیتیں پڑھ کر ان کو اور تمام مردوں کو ثواب پہونچانا۔

۵-شہدائے کربلا کی روحوں کو ثواب پہونچانا جیسے حلیم یا کھچڑا نوح علیہ السلام کی سنت ہے یا نہیں؟

۶-غسل کرنا۔ ۷-سرمہ لگانا۔ ۸-کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا۔

۹-نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، قرآن پاک کی دس آیتیں پڑھنا۔

۱۰-دس مسلمانوں سے مصافحہ کرنا۔ ۱۱-دو دشمنوں میں صلح کرانا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

خوف خدا سے ہمیشہ رونا چاہئے (۲)، جنازہ جب موجود ہو اس کی نماز فرض کفایہ ہے (۳)، سورۂ

---

(۱) (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في تحية المسجد وصلوة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

(۲) "عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما من عبد مؤمن يخرج من عينيه دموع وإن كان مثل رأس الذباب من خشية الله، ثم يصيب شيئاً من حر وجهه إلا حرمه الله على النار". (سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء، ص: ۳۰۹، قديمي)

(۳) "والصلاة عليه فرض كفاية بالإجماع". (الدر المختار، باب صلوٰة الجنازة: ۲/۲۰۷، سعيد)

اخلاص ہر روز پڑھنا چاہیئے (۱)، والدین کی قبر کی بلکہ عامۂ مومنین کی قبور کی زیارت ہر ہفتہ مستحب ہے (۲)، ایصال ثواب بھی مستحب ہے (۳)، ان چیزوں کو عاشورہ کے دن خاص کر دینا بلا دلیل ہے (۴)، اس دن کھانے میں کچھ وسعت کر دینا برکت کا باعث ہے (۵)، روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، مگر ایک دن پہلے ملالے یا بعد میں۔ بقیہ مذکورہ چیزیں اس دن صحیح روایات سے ثابت نہیں، جو چیز مستحب ہے وہ بغیر عاشورہ کے بھی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۸ھ۔

صلوٰۃ العاشورہ

سوال [۱۴۹۱]: بعض عالم بزرگ روز عاشورہ چار رکعت نماز مع قراءت جماعت سے پڑھتے ہیں

---

(۱) "عن أبي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه أن رجلاً سمع رجلاً يقرأ: ﴿قل هو الله أحد﴾ يردّدها، فلما أصبح، جاء إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فذكر ذلک له، وكأن الرجل يتقالّها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "والذي نفسي بيده! إنها لتعدل ثلث القرآن". (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿قل هو الله أحد﴾ : ۷۵۰/۲، قديمي)

(۲) "وتزار في كل أسبوع كما في مختارات النوازل". (رد المحتار، باب صلوٰة الجنازة، مطلب في زيارة القبور: ۲۴۲/۲، سعيد)

(۳) "إن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها". (رد المحتار، باب صلوٰة الجنازة، مطلب في القرآة للميت الخ: ۲۴۳/۲، سعيد)

(۴) قال العلامة اللكنوي رحمه الله تعالىٰ "إذا كان فيه..........أو لو حظت فيه خصوصيات غير مشروعة، أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص بغير مخصص .... مكروهاً، كما صرّح به علي القاري في شرح مشكوٰة المصابيح والحصفكي في الدر المختار الخ". (سباحة الفكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر الخ، تحت: الثاني والأربعون، ص: ۳۴، مجموعة رسائل عبد الحیٔ اللكنوي رحمه الله تعالىٰ: ۴۹۰/۳، ادارة القرآن)

(۵) "من وسّع على عياله في يوم عاشوراء، وسّع الله عليه في سنته كلها". (الجامع الصغير للسيوطي: ۲۰۴۵/۱۰۱، رقم الحديث: ۹۰۷۵، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

اور بڑی لمبی جماعت ہوتی ہے، کیا روز عاشورہ جماعت سے نماز ادا کرنا شرعاً ثابت ہے یا بدعت؟ اور اس کو ترک کرنا یا اس میں شامل ہونا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً یہ نماز ثابت نہیں، یہ بدعت ہے اس کو ترک کرنا لازم ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ۷/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

یوم عاشورا کی خصوصیات

سوال[۹۴۲]: مظاہر حق، جلد دوم، ص: ۱۴۲، باب الصدقہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''یوم عاشوراء میں روزہ رکھے اور کشادگی کرے اپنے کنبے اور اہل وعیال پر خرچ کرنے میں تو اللہ تعالیٰ کشادگی کرے گا اس پر باقی سال کشادگی رہے گی'' فرمایا سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے: میں نے تحقیق کیا اور ایسا ہی پایا اور بعض نے ضعیف کہا ہے، جیسے بیہقی نے (۲)۔

اس کے علاوہ ''مرقع کلیمی'' میں جو دس افعال لکھے ہیں وہ بدعت ہیں یا نہیں؟

۱-عزیزوں سے ملنا۔۲-قبروں کی زیارت کرنا۔۳-مسلمانوں سے مصافحہ ومعانقہ کرنا۔۴-عطر وخوشبو لگانا۔۵-بالخصوص میٹھا لقمہ کھانا۔۶-یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا۔۷-صلح کرانا آپس میں۔۸-والدین کے لئے بستر بچھانا۔۹-خط بنوانا، لباس بدلنا وغسل کرنا۔۱۰-سرمہ لگانا وغیرہ۔

---

(۱)(تقدم تخریجہ من مراقي الفلاح تحت عنوان: ''اعمال شب براءت'')

(۲)''وعن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ''من وسّع علی عیاله یوم عاشوراء، وسع الله علیه سائر سنته''. قال سفیان: إنا قد جرّبناه، فوجدناه کذلک، رواه رزین، ورواه البیهقي في شعب الإیمان عنه، وعن أبي هریرة وأبي سعید، وجابر رضي الله تعالیٰ عنهم، وضعفه''. (مظاهر حق، کتاب الزکاة، باب أفضل الصدقة: ۲/ ۱۴۲، ادارهٔ اشاعت دینیات لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً:

یوم عاشورا میں روزہ اور خرچ کی کشادگی کی فضیلت دیگر کتب میں بھی ہے (۱) اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے، باقی جملہ امور مذکورہ کی خصوصیت اس روز کے ساتھ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

صلوۃ الرغائب

سوال [۹۴۳]: صوبہ گجرات کے بعض اضلاع میں مسلمانان کرام شب برأت میں خصوصاً بعد عشاء دو رکعت نفل جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور یہ عمل بالالتزام ہر سال ان کی جانب سے انجام پذیر ہوتا ہے۔ کیا ایسی نماز نفل کی جماعت کا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس جماعت کا کوئی ثبوت نہیں، نہ حدیث میں، نہ فقہ حنفی میں بلکہ حنفیہ کی معتبر کتب میں اس کو مکروہ لکھا ہے: "ومن المندوبات إحياء ليلتي العيدين والنصف من شعبان والعشر الأخير من رمضان والأول من ذي الحجة، ويكون بكل عبادة تعم الليل أو أكثره اهـ". در مختار (۳)۔

"ويكره الإجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد، قال في الحاوي القدسي: و لا يصلي تطوع بجماعة، و ما روي من الصلوات في الأوقات الشريفة، تصلي فرادىٰ، و من ههنا يعلم كراهية الاجتماع على صلوة الرغائب التي تفعل في رجب أول ليلة جمعة منه، وأنها بدعة، و ما يحتاله

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "عاشورہ محرم کے خصوصی اعمال")

(۲) صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ: "اور حدیث سرمہ لگانے کی، دن عاشورے کے جو بعضوں نے نقل کی ہے، کچھ اصل اس کی نہیں، اور اس طرح اور دس افعال جو دن عاشورے کے نقل کئے ہیں، ان کی بھی کچھ اصل نہیں، سوائے روزے کے اور وسعت کرنی کھانے کی کہ یہ ثابت ہے حدیث سے"۔ (مظاهر حق، كتاب الزكاة، باب أفضل الصدقة: ۱۴۲/۲، ادارۂ اشاعت دينيات لاهور)

(۳) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۹، سعيد)

أهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والكراهة فباطل اهـ". بحر عن المحلی". طحطاوی: ۲۸۸/۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محرم کی بدعتِ شنیعہ

سوال[۹۴۴]: محرم میں تعزیہ میں قرآن پاک لگانا اور اس کو گلی گلی گھمانا، جس کو پاک، ناپاک، ہندو، مسلمان سب ہی چومتے ہیں کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سخت معصیت ہے اور قرآن پاک کی بے حرمتی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محرم کی رسوم

سوال[۹۴۵]: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمی پر رسم تعزیہ داری، سیاہ پوش ہونا، ننگے سر ہونا، سر میں خاک ڈالنا، سر کو پیٹنا، اور سر کو تیل وغیرہ سے خشک رکھنا، ماتم کرنا، واویلا کرنا، نوحہ کرنا، مرثیے گانا جس میں بزرگان دین کی توہین ہوتی ہو، چلا چلا کر رونا، علم نکالنا، بچوں کو قیدی فقیر بنانا، تعزیہ گاہ میں تلاوت کلام پاک کرنا اور منتیں ماننا، دُلدُل کو گائے کا دودھ اور جلیبی کھلانا، ڈھول اور تاشے بجانا، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت یقیناً ایک دردناک حادثہ ہے اور خاندانِ نبوت سے عقیدت ومودت کا تعلق رکھنے والوں کے لئے روح فرسا واقعہ ہے، سب کو اس سے عبرت حاصل کرنا لازم ہے کہ حق پر کس طرح قائم رہنا چاہئے، کسی جابر طاقت کے سامنے جھکنے سے جام شہادت نوش کرنے کا مقام بہت

---

(۱) وقال الحلبی : "إن كلاً من صلاة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب، و صلاة البرأة ليلة النصف من شعبان، و صلاة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة". (الحلبی الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲)قال الله تعالىٰ: ﴿لا يمسه إلا المطهرون، تنزيل من رب العالمين، أفبهذا الحديث أنتم مدهنون﴾. (الواقعة: ۷۹، ۸۰، ۸۱)

بلند ہے(۱) لیکن یہ انتہائی بدقسمتی اور حرمان نصیبی ہے کہ جرأت اور حق گوئی کا سبق حاصل کرنے کی جگہ پر ان جاہلانہ اور زنانہ مراسم نے قبضہ کرلیا ہے اور اب ان ہی کے ذریعہ حق وفاداری ادا کیا جاتا ہے۔ اور مذکورہ سوال میں بعض چیزیں مکروہ ہیں، بعض بدعتِ سیئہ ہیں، بعض حرام ہیں، بعض درجۂ شرک تک پہنچی ہوئی ہیں، اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ان کا کوئی ربط نہیں ہے، یہ روافض کا شعار ہے(۲)، ان کی صحبت کا اثر بے علم یا بے عمل اہل سنت والجماعت میں بھی پھیل گیا ہے، ان کا بند کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

محرم کا شربت

سوال[۹۴۶]: محرم کے دنوں میں جو لوگ سبیل شربت لگاتے یا کھلاتے پلاتے ہیں، وہ جائز ہے یا نہیں؟ اس میں چندہ دینا جائز ہے یا حرام؟

---

(۱)"عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أفضل الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائر" أو "أمیر جائر".

قال العلامة فخر الحسن الکنکوهی فی التعلیق المحمود علی هامش أبی داؤد تحت الحدیث المذکور: "قال الخطابی: إنما صار ذلک أفضل الجهاد؛ لأن من جاهد العدوّ، وکان متردداً بین رجاء وخوف: لا یدری هل یَغلب أو یُغلب، ومن قال للسلطان حقاً، وأمره بالمعروف أو نهاه عن المنکر، فهو مقهور فی یده، وتعرض للتلف، وأهرق نفسه للهلاک، فصار ذلک أفضل أنواع الجهاد من أجل غلبة الخوف، والله تعالیٰ اعلم". (هامش سنن أبی داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی: ۵۹۷/۲، مکتبه دار الحدیث ملتان)

(۲)"عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مکتبة دار الحدیث ملتان)

قال الملا علی القاری تحت هذه الحدیث المذکور: "قال الطیبی: هذا عام فی الخُلق والخَلق والشعار، ولما کان الشعار أظهر فی الشبه، ذکر فی هذا الباب، قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غیر". (المرقاة شرح مشکوة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی: ۱۵۵/۸، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ پابندی بھی غلط اور غیر ثابت ہے، اگر سردی کا موسم ہو تب بھی شربت ہی پلایا جائے۔ایک غلط عقیدہ کو بھی اس میں دخل ہے، وہ یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ پیاسے شہید کئے گئے، اور یہ شربت ان کے پاس پہونچ کران کی پیاس بجھائے گا۔اس عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے، یہ شربت وہاں نہیں پہونچتا، نہ ان کو اس شربت کی ضرورت ہے، اللہ پاک نے ان کے لئے جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں عطا کررکھی ہیں جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

صفر کے آخری چہارشنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا

سوال[۹۴۷]: یہاں مرادآباد میں ماہ صفر کے آخری چہارشنبہ کو کارخانہ داراِن ظروف کی طرف سے کاریگروں کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، بلا مبالغہ یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ ہے، کیونکہ صدہا کاریگر ہیں اور ہر ایک کو اندازاً کم وبیش پاؤ پاؤ بھر مٹھائی ملتی ہے، ان کے علاوہ دیگر کثیر متعلقین کو بھی کھلانی پڑتی ہے۔مشہور یہ روایت کر رکھی ہے کہ اس دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ صحت کیا تھا، مگر از روئے تحقیق بات برعکس ثابت ہوئی کہ اس دن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات میں غیر معمولی شدت تھی، جس سے خوش ہوکر دشمنانِ اسلام یعنی یہودیوں نے خوشی منائی تھی(۲)۔احقر نے اس کا ذکر ایک کارخانہ دار سے کیا تو معلوم ہوا

---

(۱)"عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:"الحسن والحسین سیدا شباب أهل الجنة". (مقدمة سنن ابن ماجه، فضل علی بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه، ص: ۱۲، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۶۲ - ۸۲، رقم الحدیث: ۱۱۲۰۰، ۱۱۳۶۸، دارإحیاء التراث، بیروت)

(والمقاصد الحسنة، ص: ۲۲۰، رقم الحدیث: ۴۰۵، دارالکتب العلمیه، بیروت)

(ومشکوٰة المصابیح، ص: ۵۷۱، باب مناقب أهل البیت، قدیمی)

(۲)(فتاوی رشیدیہ، ص:۱۶۹، نقل مکتوب نمبر:۸، قبیل کتاب التفسیر، عنوان: آخری چارشنبہ کی اصل، سعید)

کہ جاہل کاریگروں کی ہوا پرستی اورلذت پروری اتنی شدید ہے کہ کتنا ہی ان کو سمجھایا جائے وہ ہرگز نہیں مانتے اور چونکہ کارخانوں کی کامیابی کا دارومدار کاریگروں ہی پر ہے تو اگر کوئی کارخانہ دار ہمت کر کے شیرینی تقسیم نہ کرے تو جاہل کاریگر اس کے کارخانہ کو سخت نقصان پہونچائیں گے، کام کرنا چھوڑ دیں گے۔

(الف) حقیقت کی رو سے مذکورہ تقسیم شیرینی کا شمار افعالِ کفریہ، اسلام دشمنی سے ہونا تو عقلاً ظاہر ہے تو بلا عذر شرعی اس کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے یا نہیں؟ اگر چہ وہ مذکورہ حقیقت سے ناواقف ہی کیوں نہ ہو؟

(ب) جاہل کاریگروں کی ایذاء رسانی سے حفاظت کے لئے کیا کارخانہ داروں کو فعلِ مذکور میں معذور مانا جاسکتا ہے؟

(ج) ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ سے متعلق جو صحیح روایات اوپر مذکور ہوئیں وہ کس کتاب میں ہیں؟

(د) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں شدت کی خبر پا کر یہودیوں نے کس طرح خوشی منائی تھی؟

احمد حسین کھڑاؤں فروش دریبہ کلاں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو خوشی کی تقریب منانا، مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً بے دلیل ہے، اس تاریخ میں غسل صحت ثابت نہیں، البتہ شدت مرض کی روایت ''مدارج النبوۃ'' میں ہے(۱)۔

یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت اور شقاوت کا تقاضا ہے۔

(الف) مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا نہ شدتِ مرض کی خوشی میں ہے، نہ یہود کی موافقت کی خاطر ہے، نہ ان کو اس روایت کی خبر ہے، نہ یہ فی نفسہٖ کفر وشرک ہے، اس لئے ان حالات میں کفر وشرک کا حکم نہ ہوگا(۲)، ہاں یہ کہا جائیگا کہ یہ غلط طریقہ ہے، اس سے بچنا لازم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس روز غسل

---

(۱) (مدارج النبوۃ: ۲/۷۰۴، ۷۰۷، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(۲) "وينبغي للعالم إذا رفع إليه هذا أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام .... وفي الفتاوى الصغرى: الكفر شئ عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لايكفر ...... وفي الخلاصة وغيرها: إذا =

صحت ثابت نہیں، کوئی غلط بات منسوب کرنا سخت معصیت ہے(۱)، بغیر نیت موافقت بھی یہود کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے (۲)۔

(ب) نہایت نرمی وشفقت سے کارخانہ دار اپنے کاریگروں کو بہت پہلے سے تبلیغ وفہمائش کرتا رہے اور اصل حقیقت اس کے ذہن میں اتار دے، ان کا مٹھائی کا مطالبہ کسی دوسری تاریخ میں حسنِ اسلوب سے پورا کردے، مثلاً: رمضان، عید، بقرعید وغیرہ کے موقعہ پر دیدیا کرے جس سے ان کے ذہن میں یہ نہ آئے کہ یہ بخل کی وجہ سے انکار کرتا ہے، بہر حال کارخانہ دار بڑی حد تک معذور ہے۔

(ج) مدارج النبوۃ میں ہے (۳)۔

(د) یہود نے کس طرح خوشی منائی اس کی تفصیل نہیں معلوم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۱۹ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۱۲/۱۹ھ

رجب کا روزہ، کنڈہ

سوال[۹۴۸]: ماہ رجب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کنڈہ ہوتا ہے، اس کی بھی شریعت میں کوئی اصلیت ہے یا نہیں؟ اور ۷/ رجب ۱۳/ و ۲۷/ کو روزہ رکھتے ہیں اور بہت ثواب سمجھتے ہیں آیا۔ حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور ماہ رجب کی شرعی فضیلت کیا ہے؟ مختصر تھوڑی تحریر فرمائیں۔

= كان فى المسألة وجوه توجب التكفير، ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، مكتب رشيديه)

(۱) "قال أنس رضى الله تعالىٰ عنه: إنه ليمنعنى أن أحدثكم حديثاً كثيراً، إن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "من تعمد على كذباً، فليتبوأ مقعده من النار". (صحيح البخارى كتاب العلم، باب إثم من كذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲۱/۱، قديمى)

(۲) "عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن أبى داؤد، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مكتبة دار الحديث ملتان)

(۳) (مدارج النبوة: ۶۹۹/۲ – ۷۰۸، مدينه پبلشنگ كمپنى كراچى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ماہ رجب میں تواریخ مذکورہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت پر بعض روایات وارد ہوئی ہیں لیکن وہ روایات محدثین کے نزدیک درجۂ صحت کو نہیں پہونچی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ما ثبت بالسنة'' میں ذکر کیا ہے، بعض بہت ضعیف ہیں اور بعض موضوع ہیں۔ ایصال ثواب جس کو چاہے جب چاہے بلا کسی التزام تاریخ ومہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ بہت بہتر ہے لیکن کنڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۲/ رجب کے کونڈوں کی حقیقت

سوال[۹۴۹]: ۲۲/ رجب کو بعض جگہ کونڈا کرنے کا بڑا رواج ہے اس میں جو جو رسمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کونڈے کی اصلیت کیا ہے، کیا مسلمانان اہل سنت کو یہ رسم کرنی چاہئے؟ امید کہ شریعت کے مطابق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرما کر مسلمانان اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

محمد حمید اللہ نعمانی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸/ رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی، پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات ہے (دیکھو تاریخ طبرانی ذکر وفات معاویہ)(۱)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت امام جعفر صادق کی طرف

(۱) "وحدثني عمر قال: حدثنا علي قال: بايع أهل الشام معاوية رضي الله عنه بالخلافة في سنة: ۳۷، في ذي القعدة ...... وسلم له الأمر سنة: ۴۱، لخمس بقين من شهر ربيع الأول، فبايع الناس جميعاً معاوية رضي الله عنه، فقيل: عام الجماعة، ومات بدمشق سنة: ۶۰ھ، يوم الخميس لثمان بقين من رجب". =

منسوب کیا گیا، ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔

جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی، اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطور حصہ علانیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جا کر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں، جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لہٰذا برادران اہل سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہیئے، نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

رجب کی روٹی

سوال [۹۵۰]: رجب المرجب کا جب مہینہ آتا ہے تو لوگ جمعہ کے دن کچھ میٹھی روٹی پکواتے ہیں اور اکتالیس بار سورہ ملک پڑھواتے ہیں اس کو تبارک کہتے ہیں، اور سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ روٹی میت کی جانب سے فدیہ یا صدقہ یا خیرات کی جارہی ہے، پھر بھی پڑھنے والے اس روٹی کو حاصل کرنے کے لئے سبقت کرتے ہیں اور جگہ جگہ سے روٹی باندھ کر لے آتے ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب خانہ مسجد میں بھیج دیتا ہے اور سب پر تقسیم کر دیتا ہے، اس کو بھی تبرک سمجھ کر کھا جاتے ہیں، چاہے وہ صاحب نصاب ہو یا کوئی دوسرا، ہر شخص اس کو کھاتا ہے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں ایصال ثواب کی یہ صورت نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے، نہ صحابہ کرام سے، نہ فقہاء ومجتہدین کی کتب سے بلکہ من گھڑت ہے، ایسی چیز کو شریعت میں بدعت کہتے ہیں (۱)۔ اس

= (تاریخ ابن جریر الطبری، سنة ستین، وفاة معاویة بن أبی سفیان: ۲۳۹/۴، مؤسسة الأعلمی للمطبوعات بیروت)

(۱) (البدعة) "ماأحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً". (رد المحتار، باب الإمامة، =

کا ترک کرنا واجب ہے، قرآن کریم یا اس کی کوئی سورت پڑھ کر اجرت لینا جائز نہیں، پڑھنے والے کے حق میں ممانعت کی یہ مستقل وجہ موجود ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معتمد کتب سے اس کو نقل کیا ہے، ردالمحتار میں بھی (۱)، شرح عقود رسم المفتی میں بھی (۲)، شفاء العلیل میں بھی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

شب معراج کے اعمال مروجہ

سوال[۹۵۱]: (الف) یہاں افریقہ میں یہ التزام ورواج ہے کہ شب معراج میں عشاء کے وقت خصوصی اعلان ودعوت کے ساتھ لوگوں کو جمع کر کے وعظ، شیرینی اور نماز نوافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ آیا شریعت میں اس قسم کا التزام واہتمام کہیں مشروع ہے اور اس التزام کا نہ ماننے والا گنہگار ہوگا؟

(ب) اس شب میں علاوہ فرض وقت کے آیا کوئی دوسری عبادت فرض، واجب، سنت یا نفل مشروع ہے؟

(ج) یہاں بیشتر مقامات ایسے ہیں جہاں مساجد نہیں ہیں وہاں نمازی اپنے گھروں میں فرداً فرداً یا نماز باجماعت ادا کرلیا کرتے ہیں، صرف جمعہ اور عیدین کے لئے ایک خاص جگہ تجویز کرلی جاتی ہے جہاں سب مل کر خطبہ ونماز ادا کر لیتے ہیں۔ سوا ایسے مقام پر جہاں مسجد بھی نہ ہو اور لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہوں وہاں ایک خاص جگہ تجویز کر کے شب معراج میں اعلان عام اور دعوت ناموں کے ذریعے لوگوں کو جمع کر کے اس مخصوص مقام

= مطلب فی أقسام البدعة: ۱/۵۶۰، سعید)

(۱) "وقد أطنب فی رده صاحب تبیین المحارم مستنداً إلى النقول الصريحة: فمن جملة كلامه: قال تاج الشريعة فی شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لایستحق الثواب لا للمیت ولا للقارئ وقال العینی فی شرح الهداية: ویمنع القاری للدنیا، والآخذ والمعطی آثمان". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: مطلب فی الإستیجار علی الطاعات: ۶/۵۶، سعید)

(۲)(شرح عقود رسم المفتي، بعد ذكر طبقات الكتب المعتبرة وغيرها، ص: ۳۶، ۳۷، ۳۸، میر محمد کتب خانه)

(۳) (شفاء العلیل وبل الخلیل اھ، رسالة من مجموعة رسائل ابن عابدین،: ۱/۱۵۲–۲۰۷، سهیل اکیڈمی، لاهور)

پر وعظ، شیرینی اور نوافل کا التزام واہتمام کرنا کیسے مشروع ہے؟ جو شخص ان مراسم کو روکے اسے برا بھلا اور کافر وفاسق کہنا کیسا ہے؟ اور اس قسم کے غیر مشروع اور رسمی امور کو دین کے اہم امور میں شمار کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی احمد گل بھائی (جنوبی افریقہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

(الف) یہ التزام واہتمام بے دلیل، بدعت، خلاف شرع ہے، جو اس التزام کو نہ مانے وہ گنہگار نہیں بلکہ اس کو روکنے والا ماجور ہے (۱)۔

(ب) اس شب میں خصوصیت سے کوئی نماز علاوہ روزانہ کی نماز کے مسنون ومشروع نہیں۔

(ج) نفس وعظ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے جمع کرنا شرعاً درست ہے اور اس شب کو اس کے لئے مخصوص کرنا بے دلیل ہے، اسی طرح شیرینی کا اہتمام بے اصل ہے اور التزام مالا یلزم ہے (۲)۔ اس شب کے لئے نوافل خصوصی کا اہتمام کہیں ثابت نہیں نہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، نہ تابعین عظام رحمہم اللہ نے کیا۔ علامہ حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے غنیۃ المستملی، ص: ۴۱۱ میں (۳)، علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحر رائق شرح کنز

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدری رضی الله تعالىٰ عنه، عن رسول الله صلی الله تعالىٰ علیه وسلم قال: "من رأی منكم منكراً، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان" رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ص ۴۳٦، قديمی)

وفي المرقاة: "ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً، ندب".

(كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸٦۲، مكتبه حقانيه)

(۲) قال اللكنوی رحمه الله تعالىٰ: "فكم من مباح يصير بالإلتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص...... مكروهاً الخ". (سبحاحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول، تحت: الثاني والأربعون، ص: ۳۴، مجموعة رسائل اللكنوی رحمه الله تعالىٰ: ۳/ ۴۹۰، ادارة القرآن)

(۳) "واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه على ماتقدم ماعدا التراويح وصلوٰة الكسوف والإستسقاء، فعلم أن كلاً من صلوٰة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب، وصلوٰة البراءة ليلة النصف من شعبان، وصلوٰة القدر لليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة ...... ولا ينبغي أن =

الدقائق:۲/۵٦ میں (۱)، علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح، ص:۲۲ میں (۲)، اس رواج پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے متعلق جو فضائل نقل کرتے ہیں ان کو رد کیا ہے، اس رواج کے روکنے والے کو کافر کہنا تو انتہائی جسارت ہے، کسی مسلمان کو بلا دلیل شرعی کافر کہنے سے کہنے والے پر کفر آتا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/محرم/ ٦۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٦/محرم/ ٦۸ھ۔

ایک مخصوص مشرکانہ رسم

سوال [۹۵۲]: ایسی حرکت بعض رسم کے اندر کی جاتی ہے کہ سات ماہ کی حاملہ عورت کو سہرہ سرخ کپڑوں سے آراستہ کر کے اس کے سامنے کونڈے میں چاول اُبال کر رکھتے ہیں، چراغ روشن کرتے ہیں اور عورت کو کعبہ کی طرف منہ کر کے چوکی پر بٹھا کر گود میں پھل وغیرہ رکھ دیتے ہیں، احباب دوستوں کی دعوت کرتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

= يتكلف لإلتزام ما لم يكن في الصدر الأول كل هذا التكلف لإقامة أمر مكروه، وهو أداء النفل بالجماعة على سبيل التداعي". (غنية المستملي (المعروف بحلبي كبير)، ص: ۴۳۲، ۴۳۳، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۱) "ويكره الإجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد، قال في الحاوي القدسي: ولا يصلي تطوعُ بجماعة غير التراويح ...... ومن هنا يعلم كراهة الإجتماع على صلوٰة الرغائب التي تفعل في رجب في أول ليلة منه، وإنها بدعة". (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۳، رشيديه)

(۲) (مراقي الفلاح، كتاب الصلوٰة، فصل في تحية المسجد وصلوٰة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

(۳) "عن أبي ذر رضي الله عنه أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ردت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ رسم اسلامی طریقہ نہیں (۱) اس میں بعض چیزیں مشرکانہ ہیں، مثلاً: اس وقت خاص طور پر (ضرورت ہو یا نہ ہو) چراغ روشن کرنا جیسا کہ مشرکوں کا طریقہ ہے، وہ اپنے دھرم میں معتقدانہ چراغ روشن کرتے ہیں اور اس کی تعظیم بجالاتے ہیں اور دیگر مذکورہ اشیاء کی جاتی ہیں، ایسی رسم سے توبہ واستغفار لازم ہے اس کو بالکل ترک کردیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۹ھ۔

رسم پر عمل

سوال [۹۵۳]: "رسوم کی بنا عرف پر ہے، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب ہے یا سنت یا مستحب ہیں، لہذا جب تک کسی رسم کے متعلق یہ نہ معلوم ہو جائے کہ از روئے شرع ممنوع ہے اسے حرام نہیں کہا جاسکتا، کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے"۔ بہار شریعت، ج: ۷۔ سائل: محمد قاسم عرف میاں صاحب۔

الجواب حامداً و مصلياً:

رسم پر کوئی ثواب موعود نہیں، نہ ترک پر عقاب کی وعید بشرطیکہ وہ کفار وفساق کے ساتھ مخصوص نہ ہو، پھر اس کے ساتھ ایسا التزام کرنا جیسا کہ فرائض اور واجبات کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کے ترک سے ایسا بچنا جیسا کہ ترکِ فرائض و واجبات سے بچنا لازم ہے (گو اعتقاداً نہ سہی عملاً ہی سہی) تجاوز عن الحدود ہے یا نہیں، تارکِ فرض پر نکیر نہیں کی جاتی تارکِ رسم پر طعن وتشنیع کی نوبت آتی ہے۔

جن اعمال پر ثواب کا وعدہ ہے اور وہ مندوب ہیں ان پر اصرار کرنا بھی حدِ کراہت تک پہونچا دیتا ہے: "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة "(۲) جب مندوب کا یہ حال ہے تو محضِ مباح کا التزام اور اصرار کیسے درست ہوگا: "کم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم مكروها" اهـ". سباحة الفكر (۳)۔

---

(۱) (كذا في "بهشتي زيور، حصه ششم، "بچہ پیدا ہونے کی رسموں کا بیان" ص: ۸، امداديه ملتان)

(۲) (أيضاً السعاية على شرح الوقاية، باب صفة الصلوة، قُبيل فصل في القرآءة: ۲/۲۶۵، امجد اکیڈمی)

(۳) (سباحة الكفر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر، تحت: الحديث الثاني والأربعون، ص: ۳۴، مجموعة رسائل عبدالحيء: ۳/۴۹۰، إدارة القرآن)

طیبی شرح مشکوۃ میں تصریح ہے کہ جو شخص عزیمت کا حد درجہ پابند ہو اور کسی رخصت پر عمل نہ کرے "فقد أصاب الإضلال من الشیطان"(۱)۔ تنقیح فتاویٰ حامدیہ میں ہے کہ جس مباح مندوب پر عمل کرنے سے عوام کو اس کے وجوب کا اعتقاد ہوتا ہو اس کا ترک واجب ہو جاتا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بچہ کو چالیسویں دن مسجد میں لانے کی رسم

سوال[۹۵۴]: بچہ چالیس دن کا ہو جانے کے بعد بعض لوگ اسے مسجد میں لا کر لٹاتے ہیں اور پھر کچھ شیرینی تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ رسم بے اصل، لغو اور قابل ترک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

چالیس روزہ بچہ کو مسجد میں بھیج کر سجدہ کرانا

سوال[۹۵۵]: عورتوں کا بڑا غسل بعد ولادتِ بچہ، چالیسواں دن لڑکے کو غسل دے کر سب سے پہلے بچہ کو مسجد میں بھیجتے ہیں معہ شیرینی وغیرہ کے کہ بچہ کو سجدہ کرا کے لاؤ اللہ کے گھر میں۔ عام طور پر ہر شخص ۴۰/ دن بعد بچہ کو مسجد میں لے جاتا ہے سجدہ کی رسم کی نیت سے، حالانکہ ظاہر ہے کہ ایسا بچہ سجدہ کیا کر سکتا ہے؟ پس ایسا کرنا چاہیے یا نہیں، کیا زمانہ سابقہ میں یہ طریقہ تھا؟

---

(۱) (مرقاۃ المفاتیح للقاریؒ، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳/ ۳۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۲) "کل مباح یؤدی إلی زعم الجهال سنیة أمر أو وجوبه، فهو مکروه". (تنقیح الفتاویٰ مسائل وفوائد شتی من الحظر والإباحة، مطلب: کل مباح یؤدی الی زعم الجهال اهـ: ۲/ ۳۶۷، المطبعة المیمنیة)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس رسم کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، یہ قابل ترک ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔ صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۳/ ذیقعدہ ۶۱ھ

حج کو جانے والے کو نعروں کے ساتھ رخصت کرنا

سوال[۹۵۶]: جب کوئی حج کو جاتا ہے تو عوام اس کے نام کے اور بھی دیگر کے نام مثلاً: مسٹر جناح کے نعرے زندہ باد بولنا، حاجی زندہ باد وغیرہ اسٹیشن وغیرہ پر بلند آواز سے روانگی کراتے وقت، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ ایک نمائش ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

---

(۱) انسان کی عمر کے دو بڑے حصے ہیں: قبل البلوغ اور بعد البلوغ۔ بعد البلوغ ہر صحیح العقل شخص احکامِ شرع کا مکلف ہوتا ہے۔ قبل البلوغ کا دور بھی دو حصوں میں منقسم ہے: ایک وہ دور ہے کہ اس میں بندہ سیانہ ہوتا ہے، اچھے برے کی تمیز کرتا ہے، اسی وقت والدین کو حکم ہے کہ اپنی اولاد کو احکامِ شرع نماز وغیرہ کی تلقین وترغیب دیں۔

لیکن ایک دور اس سے قبل ہے، جو پیدائش کے بعد سے اس وقت تک ہے جب کہ بندہ اچھے برے میں تمیز کرے، اس دور میں نہ تو والدین کو بچے کو تلقین کا حکم ہے اور نہ وہ اس کا متحمل ہے، بلکہ اس کو تلقین کرنا لغو ہے۔ اسی طرح جب کہ وہ عند اللہ مرفوع القلم ہے تو اس سے اس عمر میں سجدہ کرانے کا کیا مطلب ہے، بطورِ فال و نیک شگونی بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ بندہ کی فرمانبرداری اور اطاعت اس کے والدین کی تربیت پر موقوف ہے۔ (فضل مولیٰ بن القاضی)

(۲) عموماً اس میں دکھاوا اور ریاکاری مقصود ہوتی ہے جو کہ سخت وعید کو دعوت دینا ہے:

"عن أبی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من یسمّع یسمع اللہ بہ، و من یرآئی یرآئی اللہ بہ". (سنن ابن ماجة، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعة، ص: ۳۱۰، قدیمی)

کیا کسی مسجد میں ۴/ سال مغرب کی نماز پڑھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے؟

سوال[۹۵۷]: شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ندی کے اندر ہوتی ہے۔ خطیب، جامع مسجد مغرب کی نماز پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کرتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے؟ اور کیا وہاں اس مسجد میں ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز ادا کرنے سے فریضۂ حج ادا ہو جائے گا؟ اور کیا اس شخص کو حاجی کہا جا سکتا ہے؟ افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریح گاہ بن گئی ہے، ہندو مسلم، مرد و زن، وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے۔ تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مرد وعورت کا بے خطر اس میں داخل ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ طریقہ بے اصل ہے(۱) اس کی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے۔ تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔ ۱: مسجد حرام۔ ۲: مسجد نبوی۔ ۳: مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اَور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے: "لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد" (۲)۔ الحدیث۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) یہ بدعت مردود غیر مقبول ہے:

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد ". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۱/۱، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة –رضي الله تعالىٰ عنه– عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، و مسجد الرسول، و مسجد الأقصى ". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب فضل الصلوة في مسجد مكة والمدينة: ۱۵۸/۱، قديمي)

بسم اللہ خوانی کی تقریب

سوال[۹۵۸]: ۱...... یہاں پر بسم اللہ خوانی کا رواج ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا شمار بدعت میں ہوگا یا نہیں؟ جب کہ اس کو جزو دین نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک رواج اور موقع خوشی ہے کہ بچے کی تعلیم کا اب آغاز ہو رہا ہے تو ایسے موقع پر دعوت وغیرہ کی جاتی ہے، تو ایسی دعوت قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ خوانی کے لئے عمر کی تعیین

سوال[۹۵۹]: ۲...... بعض لوگ بسم اللہ خوانی کے لئے بچہ کی عمر کی تعیین کر کے یعنی (چار سال چار مہینے چار دن) بسم اللہ خوانی کرتے ہیں، آیا یہ درست ہے یا نہیں؟ اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... کسی بزرگ وصالح شخص سے بسم اللہ کرادی جائے اور کچھ غرباء واحباب کو کھلا پلا دیا جائے تاکہ بچے کی تعلیم میں برکت ہو تو درست ہے، مگر تکلفات وریاء وفخر سے بچنا لازم ہے۔

۲...... اس کا التزام غلط ہے(۱)۔ اس عمر سے پہلے بھی بسم اللہ درست ہے، اگر بچہ ذہین وہونہار ہو تو اس عمر کے انتظار میں اس کا وقت ضائع نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۴/۴/۱۶ھ۔

بچوں کی روزہ کشائی

سوال[۹۶۰]: رمضان میں اکثر چھوٹے بچے کو روزہ رکھوا کر روزہ کشائی کرواتے ہیں اور اپنے گھروں پر بہت اہتمام کرتے ہیں، ایسی جگہ روزہ کھولنے جانا چاہئے یا نہیں؟ کیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ

---

(۱) قال فی ''بہشتی زیور'': ان رسموں میں سے ایک ''بسم اللہ'' کی رسم ہے.......... اسم میں یہ خرابیاں ہیں: چار برس، چار مہینے، چار دن کا ہونا، اپنی طرف سے مقرر کرلیا ہے، جو محض بے اصل اور لغو ہے، پھر اس کی اتنی پابندی کہ چاہے جو کچھ ہو، اس کے خلاف نہ ہونے پائے اور اَن پڑھ لوگ تو اس کو شریعت ہی کی بات سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے عقیدہ میں خرابی اور شریعت کے حکم میں ایک پچّر لگانا لازم آتا ہے'' الی آخر ما ذکرہ من المفاسد۔ (حصہ ششم، مکتب یعنی بسم اللہ کی رسموں کا بیان، ص: ۱۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

میں بھی ایسا رواج تھا روزہ کشائی کا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

روزہ میں مشقت زیادہ ہوتی ہے۔ بچے کا دل بڑھانے کے لئے، نیز شکریہ کے طور پر اگر نسبۃً افطاری میں کچھ زیادتی کر لی جائے تو بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے، دور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اس کا پتہ نہیں چلتا، زیادہ اہتمام جس میں ریا اور نمود یا فخر ہو یا وسعت سے زیادہ قرض وغیرہ لے کر اہتمام کرنا خلاف شرع اور ناجائز ہے، ایسی حالت میں شرکت بھی منع ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ ۷/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۴/ شعبان/ ۶۱ھ۔

بچہ کا دودھ بخشوانا

سوال[۹۶۱]: اگر شیر خوار بچہ کا انتقال ہو گیا تو اکثر لوگ ماں سے دودھ بخشواتے ہیں، یہ بخشوانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

هذا من أغلاط العوام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

دودھ بخشنا

سوال[۹۶۲]: ادھر کہیں کہیں یہ رواج ہے کہ کمسن دودھ پیتے بچے کی وفات پر ماں مرحوم بچے کو

---

(۱) چونکہ مسلمان کی زندگی کا ہر پہلو رضائے خداوند کریم کا عکاس ہوتا ہے، بایں وجہ ہر لغو کام سے بچتا رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کام سرزد نہ ہو جائے، لہذا ریا چونکہ ایک مذموم غیر ممدوح فعل ہے، اس سے بھی بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا بہت اہم اور عبادت ہے۔

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من يسمّع يسمّع الله به، و من يرائي يرائي الله به"". (سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۱۰، قديمي)

دودھ بخشتی ہے، اس کی اصل کیا ہے اور شرعی حقیقت کس قدر ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ دودھ بخشنا شرعاً بے اصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محراب مسجد میں ایک مخصوص طغریٰ اور اس کا استلام

سوال[۹۶۳]: ۱......مکہ مسجد حیدرآباد میں مندرجہ ذیل کتبہ نصب ہے، اس طغریٰ کے سلسلہ میں چند باتیں وضاحت طلب ہیں۔

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا إله إلا الله محمد رسول الله۔ أللهم صل علی محمد و علی ال

محمد و بارك وسلم ،أعلی سیدنا غوثنا أعظم محمد محی الدین

عبد القادر رحمه الله تعالیٰ یاشیخ عبد القادر شیئاً لله.

سوال[۹۶۴]: ۲......اس طغریٰ پر ایک پردہ پڑا رہتا ہے، نماز جمعہ کے بعد بہت سے لوگ بالالتزام پردہ کے نیچے دونوں ہاتھ پھیر کر چہرہ پر عقیدت واحترام کے انداز میں ملتے ہیں، لوگوں کا یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

طغریٰ کے سامنے امام کا کھڑا ہونا

سوال[۹۶۵]: ۳......اگر امام اس طغری کے روبرو کھڑا ہو تو نماز میں کسی قسم کا حرج تو نہیں ہے؟

محراب سے طغریٰ کو ہٹانا

سوال[۹۶۶]: ۴......طغرے کی مجموعی حیثیت ونوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایئے کہ اس کو محراب سے الگ کر دینا چاہئے یا نہیں؟

سوال[۹۶۷]: ۵......جو امام اس طغری کو حسب حال رکھنے کے حق میں ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ یا دوسری مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا؟

دراصل سوال تو ایک ہی ہے مگر الگ الگ شقیں نکال کر لوگوں کے لئے موضوع بحث بنی ہوئی ہیں، علماء

ومشائخ،عوام وخواص کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث ہے۔گذارش ہے کہ ہرشق کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں تاکہ مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بن سکے۔فقط۔

نعمت اللہ جنگ لائن، عابد روڈ، حیدر آباد۔

الجواب حامداً و مصلياً:

ا...... ایسے طرز پر کوئی چیز لکھنا یا تحریر لٹکانا کہ نمازی کا دھیان ادھر جائے مکروہ ہے جیسے نقش ونگار سے روکا جاتا ہے(۱)۔

۲...... یہ استلام اور پھراس کا بھی التزام بر بنائے عقیدت واحترام موجب فساد عقائد اور خلافِ طریقۂ سیدالأنام علیہ الصلوۃ والسلام ہے(۲)۔

۳...... نماز سب کی ہوجائے گی، خاص کر جب کہ اس پر پردہ پڑا ہوا ہے،نظر کے سامنے نہیں، نہ اس کی پرستش مقصود ہے نہ اس کا ایہام ہے۔

۴...... بالکل فوراً الگ کردیا جائے،مگر ایسے طریقہ پر کہ فتنہ نہ ہو،نرمی سے مسئلہ بتا کر فہمائش کردی

---

(۱) "و لا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره؛ لأنه يلهي المصلي، و يكره التكلف بدقائق النقوش و نحوها خصوصاً في جدران القبلة، قاله الحلبي، وفي حظر المجتبى: وقيل: يكره في المحراب دون السقف والمؤخر، انتهى. و ظاهره أن المراد بالمحراب جدار القبلة". (الدر المختار، أو اخر باب مايفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۱/۶۵۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، قبيل باب الوتر والنوافل: ۲/۶۴، ۶۵، رشيديه)

(۲) استلام کاحکم صرف طواف کے موقع پر حجراسوداور رکنین کا ہے، مذکورہ استیلام کی نہ شریعت مطہرہ میں کوئی نظیر ہے نہ اس کی اجازت ہے، بلکہ اس جیسی بدعات محرمہ غیر مرضیہ کی شدید مذمت آئی ہے:

"عن جابر بن عبد الله قال: كان رسولّ الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته: ...."إن أصدق الحديث كتاب الله، و أحسن الهدى هدى محمد، و شر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة، و كل ضلالة في النار". الحديث (سنن النسائي، كتاب العيدين، كيف الخطبة: ۱/۲۳۴،قديمي)

جائے (۱)۔

۵......امام صاحب کی خدمت میں ادب سے درخواست کی جائے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ اس کو علیحدہ کر دیں، یہ حکم شرعی ہے اس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے، نماز ان کے پیچھے ترک کر کے مسجد کو ویران نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۵ھ۔



(۱) "و شرطها (أى الأمر بالمعروف والنهى عنه) أن لا يؤدى إلى الفتنة كما علم من الحديث، و أن يظن قبوله، فإن ظن أن لا يقبل، فيستحسن إظهاراً لشعار الإسلام". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ٥٦٢/٨، رقم الحديث: ٥١٣٧، رشيديه)

دفع مصائب کے لئے بعض اعمال کا بیان

دفع مصائب کے لئے ختمِ بخاری شریف اور سوالا کھ کا ختم

سوال[۹۶۸]: ۱......دارالعلوم دیوبند میں جوختم شریف ہوتا ہے خواہ کسی کی وفات پر ہو یا دفع مصائب کے لئے، اور خواہ کلمہ طیبہ پڑھا جائے یا آیۃ الکرسی مگر پڑھنے کی تعداد سوالاکھ متعین ہے، اس پر کیا دلیل شرعی ہے؟ ایک عالم اس کو بدعت کہتے ہیں جو شریک دارالعلوم دیوبند رہ چکے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نفس ایصال ثواب میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تعداد متعین کرنا بدعت ہے۔ اس کے بارے میں تفصیل سے تحریر فرمائیں حالانکہ اپنے مشائخ کی شرکت کو شہادت میں پیش کیا گیا مگر قرآن وحدیث سے ثبوت مانگتے ہیں۔

۲......بخاری شریف پڑھ کر دعا مانگنے پر کیا دلیل ہے، ورنہ یہ بھی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......دفع مصائب کے لئے جوختم پڑھا جاتا ہے وہ بطور علاج ہے، اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے منافی ومعارض یعنی شرعاً ممنوع ومذموم نہ ہو، جیسا کہ غیر شرعی رقیہ ممنوع ہے، ایسے ہی ختم میں جو تعداد متعین ہے وہ ایسی نہیں جیسی رکعت نماز کی تعداد یا اشواط طواف کی تعداد ہے کہ اس کے لئے صراحۃً ثبوت ضروری ہے بلکہ وہ ایسی تعداد ہے جیسے حکیم نسخہ میں لکھتے ہیں، عناب ۵ دانہ، بادام ۷ دانہ کہ یہ تجربات سے ثابت ہیں، اس کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت طلب کرنا بے محل ہے، جب اس ختم کی شان معالجہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہوجاتا ہے۔ تعداد کا تجربہ سے متعین کردینا خلاف شرع نہیں، علاج کے لئے سات کنویں کا پانی سات مشکوں میں منگانا تو خود حدیث شریف سے بھی ثابت ہے(۱)۔

---

(۱) "قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها: .... فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد مادخل بیتها، =

۲......اس کی نوعیت بھی تقریباً وہی ہے:" قرأ كثير من المشائخ والعلماء والثقات صحيح البخارى لحصول المرادات وكفاية المهمات وقضاء الحاجات ودفع البليات وكشف الكربات وصحة الأمراض وشفاء المريض عند المضائق والشدائد، فحصل مرادهم، وفازوا لمقاصدهم، ووجدوه كالترياق مجرباً. وقد بلغ هذا المعنى عند علماء الحديث مرتبة الشهرة والاستفاضة اه". مقدمة لامع، ص:۲۳ (۱)۔اس سے ظاہر ہے کہ یہ طریقۂ علاج ہے نہ کہ تعبداً، پھر اس کو بدعت کی حد میں لانا بدعت ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۹/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۶/۸۷ھ۔

مصیبت کو دفع کرنے کے لئے صدقہ

سوال[۹۶۹]: کسی مصیبت کے آنے پر صدقہ کیا جاتا ہے، مثلاً: ہمارے یہاں کا دستور ہے کہ اگر بارش نہیں ہوتی ہے تو اپنے گاؤں سے، خاندان سے پیسہ، گڑ، چاول وغیرہ مانگ مانگ کر جمع کرتے ہیں، پھر اس کو پکاتے ہیں، اور گاؤں کے سب ہی بچوں کو بلا امتیاز غریب وامیر کھلاتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں، لہذا یہ کھانا یا ان بچوں کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے، زیادہ تر اس سے اپنے گاؤں کی ناموری اور مفاخرت کی نیت ہوتی ہے(۲)

=واشتد به وجعه: "أهريقوا عليّ من سبع قرب لم تحلل أوكيتهن، لعلى أعهد إلى الناس". (صحيح البخارى، كتاب الطب، باب بلا ترجمه بعد باب اللدود: ۲/۸۵۱، قديمى)

(۱)(مقدمة لامع الدرارى شرح صحيح البخارى، الفصل الثانى فى الكتاب، وفيه أيضاً فوائد، الفائدة الثانية: ۱/۲۳، المكتبة اليحيوية مظاهر علوم سهارنپور)

(۲)"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "المتباريان لا يجابان، ولا يوكل طعامهما".

قال الإمام أحمد: يعنى المتعارضين بالضيافة فخراً ورياءً". (مشكوٰة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث، ص: ۲۷۹، قديمى).. =

اورصدقہ تو غریبوں کا حق ہے،غریبوں کی حاجتیں مخفی طریقہ پر پوری کی جائیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

رفع وباء کے لئے اذان

سوال[۹۷۰]: وبائے بیماری ووبائے بارش کے موقعوں پر گاؤں کے چاروں طرف صحیح اذان کہنے والے دس پانچ آدمی مل کر اگر ایک مرتبہ اذان دیں تو اس کی اجازت ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو سنن میں سے ہے یا بدعت حسنہ میں سے ہے؟

الجواب حامدا ومصلياً:

یہ کوئی شرعی چیز نہیں، لہٰذا ایسے وقت اذان کہنا سنت نہیں اور غیر سنت کو سنت سمجھنا ناجائز ہے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= قال الملا علی القاری تحت هذا الحديث: "(المتباريان): أى المتفاخران فى الضيافة (لا يجابان): أى لا أوّلهما ولا آخرهما، لفساد غرضهما، وسوء قصدهما ...... (بالضيافة فخرا ورياءً): أى لا إحساناً إبتداءً ولا مكافأة إنتهاءً". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث: ٦/٣٧٦، ٣٧٧، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إن تبدوا الصدقات فنعما هى، وإن تخفوها وتؤتوها الفقرآء، فهو خيرلكم، ويكفّر عنكم من سيئآتكم، والله بما تعملون خبير﴾. (البقرة: ۲۷۱)

قال العلامة الآلوسى رحمه الله تعالىٰ: "عن أبى أمامة أن أباذر رضى الله تعالىٰ عنه قال: يا رسول الله! أىّ الصدقة أفضل؟ قال: "صدقة السر إلى فقير، أو جهد من مقل، ثم قرأ الأية". (روح المعانى: ٣/٤٤، دار إحياء التراث العربى)

قال الحافظ رحمه الله تعالىٰ فى فتح البارى: "المراد خير الصدقة ما أغنيتَ به مَن أعطيتَه عن المسألة". (كتاب الزكاة، باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى: ٣/٣٧٨، قديمى)

(۲) فقہاء کرام رحمہم اللہ نے جہاں جہاں نماز کے علاوہ اذان کو جائز لکھا ہے، وہاں پر مذکورہ اور اس قسم کی دیگر کاموں میں اذان کا ذکر نہیں ہے، بلکہ ظاہر عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جیسے کاموں کے لئے اذان دینا غیر مشروع ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمختار کے =

دفع وبا و بلا کے لئے اذان

سوال[۹۷۱]: ۱...... یہاں بخار، ملیریا وغیرہ کی عام شکایت ہے، مسجد یا غیر مسجد میں کسی بلا، یا بیماری کے دفع کرنے کے لئے چند آدمی مل کر یا علیحدہ علیحدہ اذانیں دیں تو شرعاً جائز ہے؟

۲......اس قسم کی اذان کیا وقت نماز یا غیر وقت میں کہی جائے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱، ۲......بلا کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت بلکہ مستحب ہے(۱) اور بخار کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت نہیں ہے، شرعاً دفع بلا کے لئے اذان اس طرح کہی جائے کہ اذان نماز کا اشتباہ نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۵/۱۰/۶۱ھ۔

جنات کے دفعیہ کیلئے خنزیر کی بھینٹ (۲) چڑھانا

سوال[۹۷۲]: ہندہ پر بعقیدہ عوام آسیب کا خلل ہے وہ وقتاً فوقتاً کھیلتی رہتی ہے، ہندہ اور اس کے گھر کے لوگوں نے مسلم عاملین کو دکھا کر ہندو اوجھا (۳) کو دکھلایا، اس نے اپنے طریقہ کار اور عقیدہ کے مطابق

=قول: "ولا يسن لغيرها كعيد" کے تحت لکھا ہے: "أي ووتر وجنازة وكسوف واستسقاء وتراويح الخ"۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جب ان مقامات میں اذان غیر مشروع ہے تو دوسرے مقامات مثل مذکورہ مواضع میں بھی غیر مشروع ہے اور غیر مشروع کو عبادت یا مشروع اور سنت سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔

(۱) "و يسن أيضاً (أي الأذان) عن الهم و سوء الخلق لخبر الديلمي عن عليّ رضي الله تعالىٰ عنه: رأني النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حزيناً، فقال: "يا ابن أبي طالب! إني أراك حزيناً، فمُر بعض أهلك يؤذن في أذنك، فإنه درأ لهم". قال: فجرّبته فوجدته كذلك". و قال كل من رواته إلى عليّ: إنه جرّبه، فوجده كذلك، و روى الديلمي عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من ساء خُلقه مُن إنسان أو دابة، فأذّنوا في أذنه". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الأذان، قبيل الفصل الأول: ۲/۳۳۰، ۳۳۱، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان اهـ: ۱/۳۸۵، سعيد)

(۲) "نذر دینا"۔ (فیروز اللغات، ص:۲۴۳، فیروز سنز)

(۳) "جھاڑ پھونک کرنے والے برہمنوں کی ایک ذات"۔ (فیروز اللغات، ص:۱۳۶، فیروز سنز)

اس کی دیکھ بھال کی، لیکن ہندہ اچھی نہیں ہوئی۔ اوجھا کے گھر آتے جاتے ہندہ نے دیکھا کہ دوسرے اس طرح کے مریض کے لئے ہندو عامل خنزیر کی بھینٹ چڑھاتا ہے اور وہ اچھے ہو رہے ہیں، لہٰذا یہ بات ہندہ اور اس کے گھر والوں کے ذہن میں بیٹھ گئی۔

ایک روز ہندہ نے کھیلتے ہوئے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ہم پر تم لوگ خنزیر کا بھینٹ چڑھاؤ تو چھوڑیں گے ورنہ نہیں چھوڑ دیں گے، خنزیر بھی ایک روز کا تخلیق شدہ ہو، چنانچہ ہندہ کے گھر کے لوگوں نے چار خنزیر کے بچے جو ایک روز کے تخلیق شدہ تھے چالیس روپیہ پر خرید کر لائے اور ان کا گلا دبا کر بھینٹ چڑھائے، یہ مشیتِ ایزدی تھی کہ ہندہ آج تک ٹھیک نہیں ہوئی۔ جب ہندہ کے برادری کے لوگوں نے یہ واقعہ سنا تو ہندہ اور اس کے گھر والوں کو برادری سے نکال دیا اور سوشل بائیکاٹ کر دیا۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ برادری کے لوگوں کا ہندہ اور اس کے گھر والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا از روئے شرع کہاں تک صحیح ہے؟ کیا ہندہ اور اس کے گھر کے لوگ اس فعل کی وجہ سے خارج از ایمان تو نہیں ہو گئے، اگر ہو گئے تو ایمان اور برادری میں انھیں کس طرح واپس لایا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ بھینٹ چڑھانا سخت غلطی ہوئی، خنزیر کی بیع وشراء بھی باطل ہے(۱) اور معصیت ہے، ان لوگوں کو توبہ اور استغفار لازم ہے، غیر اللہ کے نام کی نذر کو "بحر" میں شرک لکھا ہے(۲)، اس لئے احتیاط کا بھی تقاضا یہ ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان بھی کرلیں اور اپنی غلطی کا اقرار ندامت کے ساتھ کریں، پھر ان کا بائیکاٹ ختم کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) "وشعر الخنزير لنجاسة عينه، فيبطل بيعه". الدر المختار (لنجاسة عينه): أى عين الخنزير: أى بجميع أجزاء ه". (رد المحتار، باب البيع الفاسد: ۵/ ۷۱، سعيد)

(۲) "وأما النذر الذى ينذره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان غائب أو مريض ...... فهذا النذر باطل بالإجماع، لوجوه: منها أنه نذر مخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز؛ لأنه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق، ...... ومنها: إن ظن أن الميت يتصرف فى الأمور دون الله تعالىٰ، واعتقاده ذلك كفر". (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل فى النذر: ۲/ ۵۲۰، رشيديه)

دفع بلا کے لئے بھینٹ

سوال[۹۷۳]: ہمارے گاؤں میں مارکنڈا دریا جو کہ گاؤں سے دوچار قدم کے فاصلہ پر آگیا جس سے گاؤں کو بہت خطرہ ہے، لہٰذا ہمارے گاؤں میں ایک پیر جی ریڑی تاجپورہ کے آئے ہوئے تھے، انھوں نے مارکنڈہ میں دور جاکر کوئی پچاس قدم کے فاصلہ پر مارکنڈہ میں دعاء خیر کی اور یہ فرمایا کہ اس جگہ ایک بکرا صدقہ ذبح کیا جائے اور اسی جگہ وہ پکایا جائے۔ آیا بکرا اس جگہ ذبح کرنا مارکنڈہ میں درست ہے یا نہیں؟ اور پیر جی صاحب بے علم بھی ہیں، کچھ تعلیم نہیں، لیکن مرید پیر جی کے بہت ہیں۔ اس مسئلہ کا مفصل جواب دیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

دفع بلا کے لئے صدقہ کرنا بہتر اور نافع ہے(۱)۔ اصل علاج اپنے گناہوں سے توبہ کرنا (۲) اور خدا اور مخلوقِ خدا کے حقوق کو ادا کرنا اور احکام شرعی کی پابندی کرنا ہے۔ خاص طور سے اسی جگہ پر جانور ذبح کرنے کی شرعاً کوئی اصل موجود نہیں، یہ ایک ٹوٹکا ہے جو بے علم اور کچے عقیدہ کے آدمی کرتے ہیں کہ دریا کی بھینٹ دیدی

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إن الصدقة لتطفئ غضب الرب، وتدفع میتة السوء". (جامع الترمذی، کتاب الزکوٰة، باب فضل الصدقة: ۱۴۴/۱، سعید)

قال العلامة المناوی تحت هذا الحدیث: "یمکن حمل إطفاء الغضب علی المنع من إنزال المکروه فی الدنیا، وخامة العاقبة فی العقبی ...... کأنه نفی الغضب وأراد الحیاة الطیبة فی الدنیا والجزاء الحسن فی العقبی". (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۳۷۱۲/۷، مکتبه نزار مصطفی الباز ریاض)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأن استغفروا ربکم ثم توبوا إلیه، یمتعکم متاعاً حسناً إلی أجل مسمی، ویؤت کل ذی فضل فضله﴾. الآیة (هود:۳)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالیٰ تحتها: "والمعنی کما قیل: یعشکم فی أمنٍ وراحة ...... قال الزجاج: المراد یبقیکم ولا یستأصلکم بالعذاب کما استأصل أهل القری الذین کفروا، والخطاب لجمیع الأمة بقطع النظر عن کل فرد فرد". (روح المعانی: ۲۰۷/۱۱، ۲۰۸، دار إحیاء التراث العربی)

جائے تو در یا نقصان نہیں پہونچاتا (۱)۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ۷/ ۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف ۲۰/ رجب/ ۶۴ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

دفع مشکلات کے لئے پرندوں کو دانہ ڈالنا

سوال [۹۷۴]: ایک صاحب بغرض ثواب یا اپنی مشکلات کے دفع ہونے یا اپنے کسی مقصد کی برآری کے لئے پرندوں (چڑیوں) کو اناج چننے کے لئے ڈالتے ہیں، چند حضرات اسے بدعت بتاتے ہیں، ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

چڑیوں کو دانہ ڈالنا اور نیت کرنا کہ اللہ تعالیٰ میری مشکلات دور فرمائے، گناہ نہیں، مگر ضرورت مند انسان صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں، ایک پیاسے کتے کو کسی نے پانی پلادیا تھا تو اس کی بخشش ہوگئی تھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

دفع بلا کے لئے چیلوں کو گوشت ڈالنا

سوال [۹۷۵]: زید کار دِبلا یا پریشان کن خواب دیکھنے کے بعد بطورِ صدقہ چیلوں کو گوشت دینا شرعاً کیسا ہے؟

---

(۱) یہ نذر لغیر اللہ ہونے کی بناء پر حرام ہے۔ كما تقدم تخريجه تحت عنوان: ''جنات کے دفعیہ کے لئے خنزیر کی بھینٹ چڑھانا'' فراجعه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمي)

(۲) ''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: '' أن رجلاً رأى كلباً يأكل الثرى من العطش، فأخذ الرجل خفه، فجعل يغرف له به حتى أرواه، فشكر الله له، فأدخله الجنة''.

(صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب إذا شرب الكلب في الإناء: ۱/ ۲۹، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ردِ بلا کے لئے صدقہ کا مستحق انسان ہے، اگر کوئی انسان مستحقِ صدقہ نہ ملے تب جانور مستحق ہیں، انسان مستحق کے ہوتے ہوئے چیلوں کو دینا گویا ضائع کرنا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

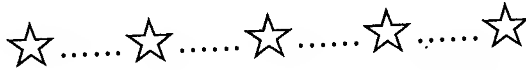
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

دفع وباء کے لئے تعزیہ کی نذر

سوال[۹۷۶]: احقر نماز پنجوقتہ کا پابند ہے، تہجد اور اشراق بھی ادا کرتا ہے، احقر کی بستی میں ہیضہ کی بیماری چل رہی تھی، بستی کے مسلمانوں نے ہیضہ کے دفعیہ کے لئے تعزیہ مانا، اس کے لئے عام بستی میں چندہ کیا، سبھی لوگ چندہ میں شریک ہوئے، مگر میں اور میرے چند رفقاء چندہ میں شریک نہیں اور جلوس میں شرکت نہیں کی۔ اس بناء پر بستی کے لوگوں نے احقر اور احقر کے رفقاء سے قطع تعلق کر لیا، اور حقہ پانی بند کر دیا اور کہا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور وہابی شیطان ہیں اور یہ بھی کہا کہ جو نماز زیادہ پڑھتا ہے وہ کافر و وہابی شیطان ہوتا ہے۔ اور (حالانکہ) نماز کا تو ایک سجدہ بھی اگر خدا قبول کر لے تو کافی ہے۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو لوگ تعزیہ نہ بنائیں اور اس سے مرادیں نہ مانگیں اور اس کے جلوس میں شریک نہ ہوں تو کیا وہ واقعی کافر اور شیطان ہیں؟ میرا چندہ میں شرکت نہ کرنا جائز تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے بالکل ٹھیک کیا، ایمان کا تقاضہ یہی ہے، اللہ پاک آپ کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرے، جو کچھ وہ لوگ کفریات کرتے اور بکتے ہیں (۱) ان سے ہرگز متأثر نہ ہوں، حق تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔



---

(۱) "عن أبی ذر رضی اللہ عنہ أنہ سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولا یرمیہ بالکفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبہ کذلک". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینھی عن السباب و اللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

کتاب العلم

ما يتعلق بطلب العلم

(طلب علم کا بیان)

علم ضروری کیا ہے؟

سوال[۹۷۷]: جس علم کو حاصل کرنے کی حدیث شریف میں تاکید فرمائی اس کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس علم کی تعریف یہ لکھی ہے: "والمراد بالعلم: العلم الشرعی الذی يفيد معرفة ما يجب على المكلف من أمر دينه فی عباداته و معاملاته، والعلم بالله و صفاته و ما يجب له من القيام بأمره و تنزيهه عن النقائص. و مدار ذلك على التفسير والحديث والفقه" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۲۷/۱۲/۵۶ھ

کیا علم دین سیکھنے کے لئے عربی سیکھنا ضروری ہے؟

سوال[۹۷۸]: زید کہتا ہے کہ علمِ فقہ اور عربی ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے اور قرآن پاک اور اُردو مسائل کی کتب پڑھنے والا علم دین سے ناواقف ہے۔ بکر کہتا ہے کہ علم دین ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم دین یہ ہے

(۱) (فتح الباری، کتاب العلم، باب فضل العلم: ۱/۱۴۱ رقم الحديث: ۵۹، دار الفكر بيروت)

"قال العلامی فی فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد فی إقامة دينه و إخلاص عمله لله تعالىٰ و معاشرة عباده، و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علمَ الدين والهداية تَعلّمُ علم الوضوء والغسل". (مقدمة ردالمحتار، قبيل مطلب فی فرض الكفاية اهـ: ۱/۴۲، سعيد)

کہ قرآن پاک اور پانچ رکن جو بنیاد اسلام کہلاتے ہیں، ان کے مسائل جاننا ہی فرض ہیں نہ کہ فارسی عربی پڑھنا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نفسِ علم دین کے سیکھنے کی فرضیت پر اتفاق ہوگیا، بحث صرف زبان کی رہ گئی کہ کس زبان میں سیکھے۔ تدریس میں شریعت نے کسی خاص زبان کی خصوصیت نہیں رکھی، بلکہ جس زبان سے یہ مقصد حاصل ہو سکے اور سہولت سے سمجھ میں آ جائے اس میں سیکھ لیا جائے، لیکن نماز میں قرآن کریم کو عربی ہی میں پڑھنا چاہئے، یہ نہیں کہ اردو میں ترجمہ پڑھ لے۔ اور اس قدر قرآن کریم حفظ کرنا فرض عین ہے جس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی (۱) اور بغیر عربی پڑھے قرآن اور حدیث شریف کا پورا انکشاف بھی نہیں ہوتا، حدیث شریف میں عربی زبان کی فضیلت بھی وارد ہے، محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہے (۲)۔ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بستان العارفین میں ایک مستقل باب اس امر کے لئے منعقد کیا ہے (۳) لہٰذا عربی نہ سیکھنا ایک بڑی نعمت سے محرومی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۶۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "طلب العلم فریضة علی کل مسلم". الخ. و قال الملا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ: "(طلب العلم): أی الشرعی (فریضة): أی مفروض فرض عین (علی کل مسلم) ......قال الشراح: المراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته و نبوة رسوله و كيفية الصلاة، فإن تعلمه فرض عين". (مرقاة المفاتيح: ۱/۴۷۷، كتاب العلم، رشيديه)

(كذا فی فتح الباری: ۱/۱۴۱ كتاب العلم، دار الفكر، بيروت)

(و كذا فی رد المحتار: ۱/۴۲، مطلب فرض العين أفضل من فرض الكفاية، سعيد)

(۲) قوله عليه الصلاة والسلام: "أحِبّوا العرب لثلاث: لأنی عربی، والقرآن عربی، و كلام أهل الجنة عربی". (المستدرك للحاكم: ۴/۸۷، فضل كافة العرب، دارالفكر بيروت)

(ومجمع الزوائد: ۱۰/۵۲، باب ماجاء فی فضل العرب، دار الفكر بيروت)

(وفيض القدير: ۱/۳۳۹، رقم الحديث: ۲۲۵، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة) .... =

علم باطن کیا ہے؟

سوال[۹۷۹]: علم باطن کیا ہے اور علمِ باطن کیا بے نمازی کو بھی ہوسکتا ہے؟

علمِ باطن جب ہی نافع ہے جب کہ ظاہر شریعت پر بھی عمل ہو، جو شخص فرض نماز کو ترک کرتا ہے اس کو علم باطن سے کوئی نفع نہیں پہونچ سکتا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۵ھ۔

کثرتِ عبادت بہتر ہے یا تحصیل علمِ شریعت؟

سوال[۹۸۰]: کثرتِ عبادت بہتر ہے یا تحصیل علمِ شریعت؟ اور کیا کثرت عبادت سے کرامت اور تحصیل علمِ شریعت سے کامل ہدایت جاری ہوتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

عباداتِ نافلہ کی کثرت موجبِ رفع درجات ہے، تحصیل علم شریعت میں جدوجہد کی کثرت کا فائدہ متعدی ہے جو کہ اعلیٰ ہے، اخلاص بہر حال ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۱/۶/۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲ھ۔

= (وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۱۹، سعيد)

(۳) (كتاب البستان لأبي الليث السمرقندي، ص: ۶۸، الباب السادس والعشرون، باب تفضيل لسان العربية على غيرها، مطبع فاروقي دهلي)

(۱) "فمن اعتقد في بعض البله أو المولعين .... مع تركه لمتابعة الرسول في أقواله وأفعاله وأحواله .... أنه من أولياء الله .... فهو ضالّ مبتدع، مخطئ في اعتقاده، .... ولايقال: يمكن أن يكون هذا متعباً في الباطن وإن كان تاركاً للإتباع في الظاهر، فإن هذا خطأ أيضاً، بل الواجب متابعة الرسول صلى الله عليه وسلم ظاهراً وباطناً الخ". (مهذب شرح العقيدة الطحاوية، تحت قول الماتن: ولا تصدق .... من يدعي شيأ يخالف الكتاب والسنة، ص: ۴۲۳، ۴۲۶، مكتبه الغرباء الجامعة الستاريه، كراچی)

(۲) "طلب العلم والفقه إذا صحت النية أفضل من جميع أعمال البر، و كذا الاشتغال بزيادة العلم إذا =

والدین کا علم دین حاصل کرنے سے روکنا

سوال[۹۸۱]: زید تحصیل علوم دینیات کررہا ہے اوراس کا رجحان دیوبندی کی طرف ہے اوراس کے باپ اورعزیز واقارب اس کو روکتے ہیں، ایسی حالات میں اگر زید اپنے باپ اورعزیز قریب کے حکم کی تعمیل کرتا ہے تو یہ فعل زید کا بہتر ہے یا نہیں؟ فقط والسلام راقم: راہ حق کا ایک طالب علم ایک مسلمان، مورخہ ۵/نومبر/۱۹۳۶ء۔

الجواب حامداً و مصلياً :

بقدرِ ضرورت تو تحصیل علم ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے (۱) اگر والدین اس سے روکتے ہیں تب

= صحت النية؛ لأنه أعم نفعاً، لكن بشرط أن لا يدخل النقصان فى فرائضه". (الفتاوى البزازية: ٣٧٨/٦، كتاب الاستحسان، نوع، رشيديه)

"و قال ابن وهب: " كنت عند مالك بن أنس فجاءت صلاة الظهر أو العصر، و أنا أقرء عليه، وأنظر فى العلم بين يديه، فجمعت كتبى، وقمت لأركع ، فقال لى مالك: ما هذا ؟ قلت: أقوم للصلاة، قال : إن هذا لعجب، فما الذى قمت إليه بأفضل من الذى كنت فيه إذا صحت النية". (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر: ١٢٢/١، رقم :١١٦)

و قال الشافعي : "طلب العلم أفضل من الصلاة النافلة". (جامع بيان العلم و فضله : ١٢٣/١ ، رقم :١١٨)

"و روى عنه بلفظ آخر: "ليس بعد أداء الفرائض شيء أفضل من طلب العلم، قيل له : ولا الجهاد فى سبيل الله ؟ قال: "و لا الجهاد فى سبيل الله". (تعليقات جامع بيان العلم و فضله : ١٢٣/١)

(١) "عن أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "طلب العلم فريضة على كل مسلم". (سنن إبن ماجه، ص: ٢٠ ، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، مير محمد كتب خانه كراچى)

قال ابن عابدين: "قال العلامى فى فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد فى إقامة دينه و إخلاص عمله لله تعالىٰ و معاشرة عباده، و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علمُ الدين والهداية تعلّمُ علم الوضوء والغسل". (ردالمحتار: ٤٢/١ ،قبيل مطلب فى فرض الكفاية و فرض العين،سعيد)

(و فتح البارى، كتاب العلم، باب فضل العلم : ١٤١/١ رقم: ٥٩، دار الفكر بيروت)

تو والدین کی اطاعت زید کے ذمہ واجب نہیں بلکہ ناجائز ہے۔سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں (۱) اور تبحرِ جمیع علوم میں فرض کفایہ ہے،اس سے اگر روکتے ہیں تو زید کو ان کی اطاعت ضروری ہے اور بستی میں ایک عالم ہونا بھی لازم ہے،اگر کوئی اَور عالم وہاں موجود ہے تب بھی زید کے ذمہ تکمیل ضروری نہیں،اگر اور عالم نہیں صرف زید ہی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور والدین زید کی خدمت وغیرہ کے اس قدر محتاج نہیں کہ بلا زید کے گزر دشوار ہو۔ نیز زید اس قدر کم عمر اور نا سمجھ نہیں کہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو زید والدین کی حکم کی تعمیل نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔اور اگر اس وجہ سے روکتے ہیں کہ زید فرقہ بریلویہ سے نکل کر فرقہ دیوبندیہ میں جاملے گا تو یہ ان کی سخت غلطی ہے،اس سے ان کو خود ہی رکنا چاہئے اور اس تعمیلِ حکم نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا بلکہ ماجور ہوگا ، کیونکہ راہِ حق معلوم کرے گا،خود گمراہی سے بچے گا اور کیا عجب ہے کہ اللہ جل شانہ اس کے ذریعہ دوسرے لوگوں اور اس کے والدین واعزہ کو بھی گمراہی سے بچالیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،   صحیح:عبد اللطیف،یکم/ رمضان/ ۵۵ھ۔

والدین کی مرضی کے خلاف علم دین کے لئے سفر کرنا

سوال[۹۸۲]: مسمی محمد مکرم علم دین حاصل کرنے کے لئے پردیس میں جاتا ہے اور اس کے والدین چاہتے ہیں کہ محمد مکرم ہم کو چھوڑ کر پردیس میں نہ رہے، بلکہ وہ ہمارے پاس رہ کر کچھ کمانے کی کوشش کرے تاکہ ہم لوگ آخری وقت میں سہولت کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں،لیکن محمد مکرم بالکل نہیں چاہتا ہے کہ وہ حصول علم کو چھوڑ کر دنیاوی کام میں لگ کر اپنی زندگی برباد کرے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ صرف اس کے والدین نہیں ساری دنیا ناراض اور سب ان سے جدائی حاصل کرلیں جب بھی وہ حصول علم دین میں ذرا سستی نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ علم دین حاصل کرنا والدین کے حکم کی نافرمانی کرکے کیسا ہے جائز ہے کہ ناجائز؟

(۱) "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارک و تعالیٰ". (مسند الإمام أحمد :۶۷/۵ ، رقم الحديث :۲۰۱۳۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

الجواب حامداً و مصلیاً :

بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا فرض عین ہے، لیکن تکمیل نصاب فرض عین نہیں ہے(۱)۔ اگر والدین حاجت مند ہیں، کما نہیں سکتے تو ان کی خدمت حسبِ وسعت لڑکے پر لازم ہے، مکان پر رہ کر آہستہ آہستہ کچھ علم بھی حاصل کرتا رہے اور ان کی خدمت بھی کرتا رہے، ان کو ناراض نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۶/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیو بند، ۶/۶/۹۰ھ۔

’’علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین‘‘ کی تشریح

سوال[۹۸۳]: علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کی تعریف کیا ہے؟ دنیا میں اللہ پاک کی ذات کے بارے میں علم الیقین کے بعد عین الیقین ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کس طرح؟ بہر حال یہ تینوں یقین کب کب ہوں گے؟ کہاں کہاں ہوں گے؟ اور کس کس کے لئے ہوں گے؟ مہربانی فرما کر ذرا تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھیں، دلائل بھی لکھیں اور حوالہ بھی دیں۔ ایک بدعتی پیر کے ساتھ بحث ہے، اس نے لوگوں کی نماز بند کر دی ہے کہ جب تم کو عین الیقین حاصل نہیں ہے تو نماز کس کی پڑھتے ہوں؟ ۲۹/ شعبان کا دن ہے، اس

---

(۱) ’’واعلم أن تعلم العلم یکون فرض عین وھو بقدر ما یحتاج لدینه، و فرض کفایة وھو مازاد علیه لنفع غیره‘‘. (الدر المختار : ۱/۴۲، المقدمة، سعید)

’’وقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ’’طلب العلم فریضة علی کل مسلم‘‘. (سنن ابن ماجه، ص: ۲۰، باب فضائل العلم، میر محمد)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح ، کتاب العلم ، باب فضل: ۱/۴۷۷ ، رشیدیه)

(۲) قال العلامة الحصکفی: ’’و له الخروج لطلب العلم الشرعی بلا إذن والدیه‘‘ .... قال ابن عابدین: ’’و فی الخانیة: ولو أراد الخروج إلی الحج و کره ذلک، قالوا: إن استغنی الأب عن خدمته فلا بأس، وإلا فلا یسعه الخروج .... لأن مراعاة حقهما فرض عین‘‘. (الدر المختار مع رد المحتار ، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۴۰۸، سعید)

لئے جلد ارسال فرمائیں، اگر کسی کتاب میں اس کی تفصیل ہو تو وی پی کر دیں، میں چھڑوالوں گا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

محض کسی علم کی بناء پر یقین ہو، مثلاً: کسی معتقد علیہ سے سنا "النار محرقة" یقین کرلیا کہ آگ جلانے والی ہے(۱)، پھر اس نے دیکھا کہ کاغذ آگ میں ڈالا تھا جل گیا، یہ عین الیقین ہوگیا(۲)، پھر اپنا ہاتھ آگ میں داخل کر دیا وہ جل گیا، جس کا اثر بغیر کسی کے بتائے ہوئے خود محسوس ہوا یہ حق الیقین ہوگیا(۳)۔

اس دنیا میں ذات باری تعالیٰ کی رویت آنکھوں سے نہیں ہوتی: ﴿لا تدركه الأبصار﴾ الآية (۴)، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی تھی: ﴿رب أرني أنظر إليك﴾ (۵)، جواب میں ارشاد ہوا: ﴿لن تراني﴾ (۶)۔ نیز حدیث جبریل میں احسان کو دریافت کرنے پر فرمایا گیا ہے: "أن تعبد الله كأنك تراه" (۷) "كأن" حرف تشبیہ ہے، کیونکہ دنیا میں حقیقی رویت نہیں ہوتی اور عند الشرع مطلوب بھی نہیں، ایمان بالغیب مطلوب ہے۔ شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تفصیل مذکور ہے، صوفیائے کرام نے جو مقامات لکھے ہیں بندہ ان سے واقف نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

---

(۱) قال ابن حجر الهيثمي المكي: "علم اليقين، و هو ما ينشأ عن النظر والاستدلال". (الفتاوى الحديثيه، ص: ۴۰۵، مطلب في الفرق بين اليقين، قديمي)

(۲) "و عين اليقين، و هو ما يكون من طريق الكشف والنوال". (الفتاوىٰ الحديثيه، المصدر السابق)

(۳) "و حق اليقين، و هو مشاهدة الغيب مشاهدة العيان، كما يشاهد الرائي". (الفتاوىٰ الحديثيه، المصدر السابق)

(۴) (الأنعام: ۱۰۴)

(۵) (الأعراف: ۱۴۳)

(۶) (الأعراف: ۱۴۳)

(۷) (صحيح البخاري: ۱/۱۲، كتاب الإيمان، قديمي)

کیا عقل کو شرعی دلائل میں دخل ہے؟

سوال[۹۸۴]: عقلی دلائل کو دخل ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب حامداً و مصلیاً :

عقلِ صحیح شرعی احکام کے حِکَم ومصالح کو پہچانتی ہے اور اَوامر ونواہی کے حسن وقبح یعنی مامورات کے حسن کو اور منہیات کے قبح کو جانتی ہے، جیسا کہ شرح تحریر میں موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تعلیم کا مقصد

سوال[۹۸۵]: بچہ کو کس واسطے پڑھایا جاتا ہے اور قرآن شریف کس مقصد کے لئے نازل ہوا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس لئے پڑھایا جاتا ہے کہ حق اور ناحق کو سمجھے اور جان لے کہ اس دنیا میں اس کی ذمہ داری کیا ہے جس کے پورا کرنے سے آخرت میں راحت ملے گی اور پورا نہ کرنے سے سخت تکلیف ہوگی (۲)۔ اس مقصد کے لئے

---

(۱) "العقل نور في القلب يعرف به الحق والباطل .... اعلم أن العقل الذي هو مناط التكليف الشرعية اختلف أهل الشرع .... و الظاهر أن العقل صفة غزيرة يلزمها العلم بالضروريات عند سلامة الآلات، و هي الحواس الظاهرة و الباطنة". (قواعد الفقه ص:۳۸۵، العقل، الصدف پبلیشرز)

(كذا في شرح العقائد النسفية ص: ۲۰، مبحث أسباب العلم، قديمي.)

"و قال بعض المحققين: العلم أفضل باعتبار أنه أقرب إلى الإفضاء إلى معرفة الله و صفاته، والعقل أفضل باعتبار أنه منبعٌ للعلم و أصل، و حاصله أن فضيلة العلم بالذات و فضيلة العقل بالوسيلة إلى العلم". (الفتاوى الحديثية، ص: ۲۴۱، قديمي)

(۲) قال الله تبارك وتعالىٰ: ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾ (سورة الفاطر: ۲۸)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالىٰ: "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: " العالم بالرحمن من عباده من لم يشرك به شيئاً، و أحل حلاله و حرم حرامه، و حفظ وصيته، وأيقن أنه ملاقيه، و محاسب بعمله، ...... و قال الحسن البصري: العالم من خشي الرحمن بالغيب، و رغب فيما رغب الله فيه، و زهد فيما سخط الله فيه". (تفسير ابن كثير: ۳/۷۳۰، مكتبه دار السلام، رياض)

قرآن کریم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ابتداءً اس کی تعلیم دی جاتی ہے تا کہ اس کے الفاظ سے قلب میں نور پیدا ہو اوراس کی برکت سے آئندہ سمجھنے اوراس پرعمل کرنے کا داعیہ پیدا ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،۹۰/۱۰/۱۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوڑا ہاتھ میں لیکر بازار میں مسائل کی تعلیم دینا

سوال[۹۸۶]: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں کوڑا ہاتھ میں لیکر گشت کرتے تھے اورتجارت زراعت کے مسائل بیان کرتے تھے۔کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جی ہاں، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی بہت اشاعت فرمائی ہے(۲)۔اللہ پاک ہمیں بھی ان کے اتباع کی توفیق دے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند،۹۰/۳/۲۳ھ۔

---

(۱) قال الإمام شاه ولی الله المحدث الدهلوی رحمه الله تعالىٰ : "ومنها تلاوة القرآن واستماع المواعظ، فمن ألقى السمع إلى ذلک، .... و فى القرآن تطهير للنفس عن الهيآت السفلية، وهو قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "لكل شيء مصقلة و مصقلة القلب تلاوة القرآن". (حجة الله البالغة : ۲۲۴/۱، قديمى)

(و كذا فى فتح البارى : ۹۲/۹ ، كتاب فضائل القرآن ،دار الفكر بيروت)

(۲) "عن سعيد بن المسيب قال: مرّ عمر بن الخطاب على حاطب بن أبى بلتعة رضى الله تعالىٰ عنه، و هو يبيع زبيباً له فى السوق، فقال له عمر: "إما أن تزيد فى السعر، و إما أن ترفع من سوقنا".

"و عن القاسم بن محمد أن عمر رضى الله تعالىٰ عنه مرّ بحاطب يسوق المصلى و بين يديه غرارتان فيهما زبيب، فسأله عن سعرهما، فسعر مُدّين بكل درهم، فقال له عمر: "قد حدثت بعير مقبلة من الطائف تحمل زبيباً، و هم يعتبرون بسعرک ، فإما أن ترفع فى السعر، وإما أن تدخل زبيبک البيت فتبيعه كيف شئت"، فلما رجع عمر حاسب نفسه، ثم أتى حاطباً فى داره، فقال له: إن الذى قلتُه ليس بعزمة و لا قضاء ،و إنما هو شيء أردت به الخير لأهل البيت، فحيث شئت فبع، و كيف شئت فبع". (كنز العمال : ۱۸۳/۴، ۱۸۴، كتاب البيوع من قسم الأفعال ، باب فى الاحتكار والتسعير، مكتبه التراث الإسلامى)

اجماع کی حجیت

سوال[۹۸۷]: اجماع کے حجت ہونے کی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"إجماع الصحابة حجة بلا خلاف اھ". إرشاد الفحول، ص: ۷۲(۱)، آیتِ قرآنی: ﴿وكذلك جعلناكم أمةً وسطاً لتكونوا شهداءً على الناس﴾ سے بھی حجت اجماع پر استدلال کیا گیا ہے، کذا فی أحکام القرآن للجصاص: ۱/۱۰۱(۲)۔ متعدد احادیث بیان کی گئی ہیں:

"لن تجمع أمتي على ضلالةٌ"۔ لا تجمع أمتي على ضلالة، ويد الله على الجماعة، ومن شذ شُذّ في النار"(۳)۔ "مَن فارق الجماعة شبراً، فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه"(٤)۔ وغير ذلك من الرويات والآيات۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) (إرشاد الفحول، المقصد الثالث في الإجماع، البحث السابع، ص: ۱۴۸، مصطفیٰ أحمد الباز مكه المكرمة)

(۲) "وفي هذه الآية دلالة على صحة إجماع الأمة من وجهين: أحدهما: وصفه إياها بالعدالة، وأنها خيار، وذلک يقتضي تصديقها والحكم بصحة قولها، ونافٍ لإجماعها على الضلال. والوجه الآخر: قوله: (لتكونوا شهداء على الناس) بمعنى الحجة عليهم الخ". (أحكام القرآن، باب القول في صحة الإجماع: ۱/۸۸، دار الكتب العربي، بيروت)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله لايجمع أمتي .... أو قال: – "أمّة محمد" – على الضلالة، ويدالله على الجماعة، ومن شَذّ شُذّ في النار". رواه الترمذي".

"وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " اتبعوا السواد الأعظم، فإنه من شَذّ شُذّ في النار". رواه ابن ماجه". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمي)

(۴) (المشكوٰة، المصدر السابق، ص: ۳۱)

فقہی جزئیات کا مقام بحیثیت ادلہ

سوال[۹۸۸]: کتبِ اصولِ فقہ میں ادلہ شرعیہ چار بتلائے ہیں:

۱: کتاب اللہ۔ ۲: سنت رسول اللہ۔ ۳: اجماعِ امت۔ ۴: قیاسِ مجتہد۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسائلِ فقہیہ عملیہ کس دلیلِ شرعی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان مسائل کو قرآنی درجہ دیا جائے، یا حدیثِ نبوی کے درجہ میں رکھا جائے، یا اجماعی کہا جائے، یا قیاسی سمجھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح ادلۂ شرعیہ کی ایک حیثیت نہیں اسی طرح ان سے ثابت شدہ مسائل کی بھی ایک حیثیت نہیں، پھر لحوقِ ثبوت میں بھی بہت تفاوت ہے، اس لئے ان ادلّہ کی تقسیماتِ متعددہ کر کے ہر تقسیم کے اقسام اور ان کے احکام کی تفصیلات کو اصولِ فقہ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض مسائلِ فقہیہ درجۂ قرآن کریم میں ہیں، بعض درجۂ حدیث شریف میں ہیں، بعض درجۂ اجماع میں، بعض درجۂ قیاس میں۔

نصوصِ شرعیہ سے متعلق چند معلومات

سوال[۹۸۹]: ۱...... قواعدِ شرعیہ اسلامیہ جو نصوصِ قطعیہ کی دعوت سے مسلمانوں پر رکھے گئے ہیں وہ کسی وقت بھی قابلِ تغیّر وتبدل ہیں یا نہیں؟

۲...... وہ امر جو نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو، اس میں علماء میں سے کسی فرد کو ترمیم یا تنسیخ کر دینے کا شرعاً حق پہونچتا ہے یا نہیں؟

۳...... قرآنِ کریم قانونِ اسلامی ہے یا نہیں؟ اگر قانون اسلامی ہے تو یہ قانون الیٰ یوم القیامۃ قائم رہنے کا حقِ کامل رکھتا ہے یا نہیں؟

۴...... قرآن کریم میں جس قدر احکامات بعبارۃ النص یا باشارۃ النص ثابت ہیں ان کی حمایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً یا فعلاً فرمائی ہے یا نہیں؟

۵...... قرآن کی تفسیر واقعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی علمی وعملی وقولی ہے یا نہیں؟

۶...... قرآن وحدیث دونوں نے مل کر جو راہِ عمل بتلائی، مسلمانوں کو الیٰ یوم القیامۃ عمل کرنے کے لئے

کامل ہے یا ناقص؟

۷......اگر کامل ہے تو موجودہ زمانے کا مسلمان اپنی ذاتی اغراض یا کسی اَور مصلحت کی بناء پر اس میں اپنی مرضی سے تغیر وتبدل کرنے کا مُجاز ہے یانہیں؟

۸......کیا قرآن وحدیث مع اپنی تفسیراتِ مشہورہ اور اپنی اپنی تنقیحاتِ مقبولہ اور فقہیہ مسلمانوں کا قابلِ عمل اور حوادثاتِ زمانہ سے بےخوف بنادینے والا قانون ہے یانہیں؟

سائل: علی حسن، مدرسہ جامعہ عربیہ نورالاسلام، شاہ پیر دروازہ، میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر کردہ جملہ امور اہلِ علم حضرات کے لئے بدیہی ہیں۔تعارضِ ادلہ کی وجہ سے یا راجح ومرجوح کے عدمِ تعین کی بناء پر کوئی خلجان ہوتو واضح بھی کیا جاسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۹۲ھ۔

مسائلِ فقہیہ میں تعارض کے وقت ترجیح کا طریقہ

سوال[۹۹۰]: جب فقہی مسائل میں تعارض ہوتو ان میں صورتِ تطبیق کیا ہے؟ اور جب شیخین وطرفین وصاحبین میں اختلاف ہوتو فتویٰ کس کے قول پر دیا جائے، حالانکہ ردالمحتار: ۱/۵۳، میں لکھا ہے:

"المقرر عندنا أنه لايفتى ولا يعمل إلا بقول الإمام الأعظم، ولا يعدل عنه إلىٰ قولهما، أو قول أحدهما إلابضرورة كمسئلة المزارعة"(۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم المفتی میں اصولِ تطبیق وترجیح کو بیان کیا ہے:

وههنا ضوابط محررة ... غدت لدى أهل النُّهى مقررة

فى كل أبواب العبادات رُجّح ... قول الإمام مطلقاً مالم تصح

---

(۱) (ردالمحتار، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۱/۷۲، سعيد)

عـنـه رواية بهـا الـغيـر أخـذ مثـل تيـمّـم لـمـن تـمـر انبـذ
كـل نـوع بـالـقـضـاء تعلقـا قـول أبـى يـوسف فيـه ينتقـىٰ
وفـي مسـائـل ذوى الأرحـام قـد أفتـو ابـمـا بـقـولـه محـمـد
وَرجّحـو استحسانهـم على القياس إلامسـائـل ومـافيهـا التبـاس
وظـاهـر المـروى ليـس يُعدَل عـنـه إلـىٰ خلافـه إذ يُنـقـل
لا ينبغـى الـعُـدولُ عـن دراية إذا أتـى بِـوَفـقهـا رواية
كـل قـول يـنـفـى الـكـفـرا عـن مسلـم ولـو ضعيفاً أحرىٰ
وكـل مـارَجـع عـنـه الـمجتهـد صـار كمنسوخ فغيرَه اعتمد
وكـل قـولٍ فـى الـمتـون أثبتـا فـذٰلك تـرجيحٌ لـه ضمناً أتىٰ
فرُجّحـت عـلـى الشروح والشروح عـلى الفتاوىٰ القدم من ذات رجوع
مـالـم يكـن سـواه لـفـظـاً صـحـحاً فـالأرجـح لـلّـذى بـه قـد صرحـا

(رسم المفتی ،ص:۴۳)(۱)۔

ردالمحتار کی عبارت منقولہ فی السوال کے پس وپیش میں بھی ان ضوابط محررہ کی شرح موجود ہے، ان کے علاوہ اور بھی ضوابط ہیں جن پر علامہ شامی رحمہ اللہ نے خوب بسط سے کلام کیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۴ھ۔

صحیح :عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذیقعدہ/۶۴ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذیقعدہ/۶۴ھ۔

مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے ہوگی؟

سوال[۱۹۹۱]: ساری مخلوق کی پیدائش کس ترتیب سے ہوئی؟

---

(۱) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۰۹، رقم البيت: ۴۰-۵۲، الرشيد (وقف))

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سلسلہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں اس سے اپنا مطلب حل کرلیں:

"وعنه: أی عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدی، فقال: "خلق الله التربة يوم السبت، وخلق فيها الجبال يوم الأحد، وخلق الشجر يوم الإثنين، وخلق المكروه يوم الثلاثاء، وخلق النور يوم الأربعاء، وبث فيها الدواب يوم الخميس، وخلق آدم بعد العصر من يوم الجمعة فی آخر الخلق وآخر ساعة من النهار فيما بين العصر إلى الليل". رواه مسلم"(۱) مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۱۰(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۶/۷/۹۵ھ۔

مسائل کے لئے استخارہ

سوال[۹۹۲]: کسی بدعتی سے کہا جائے کہ میلاد کرنا بدعت ہے تمہارا جی چاہے نماز استخارہ پڑھ لو، جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسائل کے جائز وناجائز ہونے کا دار و مدار دلائل شرعیہ پر ہے(۳) استخارہ پر نہیں، استخارہ ایسی چیز دیکھنے کے لئے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱)(الصحيح لمسلم، كتاب صفة المنافقين وأحكامهم، باب صفة القيامة والجنة والنار: ۳۷۰/۲، قديمی)

(۲) (مشكوٰة المصابيح، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم السلام، ص: ۵۱۰، قديمی)

(وأيضا مسند الإمام أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانی رحمه الله تعالیٰ، مسند أبی هريرة –رضی الله تعالیٰ عنه– ۶۲۷/۲، إحياء التراث العربی، بيروت)

(۳) "فموضوعه على المختار الأدلة والأحكام جميعاً، الأول من حيث أنه مثبِت، والثانی من حيث أنه مُثبَت .... (اعلم أن أصول الشرع ثلثة) والأصول جمع أصل ...... والمراد بها ههنا الأدلة والشرع .... إن كان بمعنى المشروع فاللام فيه للجنس: أی أدلة الأحكام المشروعة .... الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس". (نور الأنوار: ۴، ۵، سعيد)

نہ جاننے والے قاضی کو لاعلم کہنا

سوال[۹۹۳] : ۱......کیا صحیح طریقہ پر شریعت کے نہ جاننے والے کو یہ کہنا کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، جرم ہے؟

۲......اگر ایسا شخص جماعت کا صدر ہے اور اس کو مشورہ دیا جائے کہ چونکہ آپ کو شریعت کا علم نہیں ہے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں تو کیا یہ مشورہ دینا غلط ہے؟

ایضاً

سوال[۹۹۴] :۳...... اگر جماعت کا صدر انگریزی داں وکیل ہے اور شریعت کا مکمل علم نہ رکھتا ہو اور اس کو یہ کہا جائے کہ آپ شریعت کا علم نہیں رکھتے، اس لئے قاضی صاحب کو ساتھ لے کر فیصلہ دیں تو کیا جماعت اور صدر جماعت کی توہین ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......شریعت سے واقف آدمی اگر کسی ناواقف کو یہ بات کہے کہ آپ کو شریعت کا علم نہیں تو یہ صحیح ہے، جرم نہیں، جیسے کوئی قانون داں وکیل کسی ناواقف کو کہدے کہ آپ کو قانون کا علم نہیں تو یہ بات صحیح ہے، جرم نہیں(۱)۔

۲......جو شخص شریعت سے واقف نہیں اس کو لازم ہے کہ واقفِ شریعت سے علمِ شریعت حاصل کرے

---

(۱) "وفی هذا الحديث فوائد ...... السابعة: جواز تحدث المرء بما فيه من فضل بحسب الحاجة لذلک عند الأمن من المباهات والتعاظم". (فتح الباری، باب قول النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أنا أعلمكم بالله الخ": ۹۸/۱، قدیمی)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (عالمگیری کتاب الکراهية، باب المتفرقات: ۳۷۷/۵، رشیدیه)

"فی الحدیث: "أللهم اهد قومی، فإنهم لا یعلمون." (الدر المنثور: ۲۹۸/۲، بیروت طبع جدید)

(وأیضا فی المشكوٰة، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ص: ۴۵۴، قدیمی)

اوراس کی نگرانی میں کام کرے(۱)۔

۳......اس مشورہ دینے میں توہین نہیں البتہ ناواقفِ شریعت کوشرعی جماعت کا صدر بنانے میں جبکہ فیصلہ بھی شرعی احکام کے کرنے کی نوبت آتی ہو جماعت کی توہین ہے، کیا ذمہ داری ہے کہ وہ فیصلے شریعت کے موافق ہوں گے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۴ھ۔

عالمِ دین کوکوتاہی پرٹوکنا

سوال[۹۹۵]: ایک عالم دین کی اگر فرائض وشرائطِ وضومیں اور شرائطِ نماز، فرائض نماز میں اگر عملاً کوتاہیاں ہوں تو بحیثیتِ عالمِ دین ہونے کے نہیں ٹوکنا چاہیئے، چونکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے یا خلافِ شرع امور میں "خطائے بزرگاں گرفتن خطا است" کا مصداق ہونے کا خطرہ تو نہیں ہوگا؟ جیسا کہ پارہ نمبر۲۴،سورہ مومن کے رکوع:ا کے حاشیہ پر محشی نے ایک حدیث کی امام نووی رحمہ اللہ کی شرح لکھی ہے کہ کسی حق بات کے معلوم کرنے کی نیت سے یا صحیح مسئلہ دریافت ہوجانے کی غرض سے اختلاف ہوتو جائز ہے، شریعت میں مخالفت نہیں۔اس میں کون سی بات درست ہے؟

---

(۱) "طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة"۔

"طلب العلم فريضة بقدر الشرائع وما يحتاج إليه لأمر لابد منه من أحكام الوضوء و الصلاة وسائر الشرائع، ولأمور معاشه . وما وراء ذلک ليس بفرض، فإن تعلمها فهو أفضل، وإن تركها فلا إثم عليه" . (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، باب المتفرقات: ۵/۳۷۷، رشيديه)

(وكذا فی كتاب الحظر والاباحة، باب التعليم، ص: ۷۱)

(۲)"إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة"

(صحيح البخاری، كتاب العلم باب من سئل علماً وهو مشتغل فی حديثه: ۱/۱۴، قديمی)

"قال الحافظ: "ومناسبة هذا المتن لكتاب العلم أن إسناد الأمر إلى غير أهله إنما يكون عند غلبة الجهل ورفع العلم" .(فتح الباری: ۱/۱۹۰، قديمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بات کسی عالمِ دین کی اپنی معلومات کے خلاف نظر آئے جس سے شبہ پیدا ہو کہ یہ عالم صاحب غلطی پر ہیں یا اپنے کو غلط علم ہے، اس کے متعلق ان عالم صاحب سے دریافت کرلیا جائے کہ زید نے یہ مسئلہ بتایا ہے، یہ صحیح ہے یا غلط، اس طرح اصل مسئلہ کی تحقیق بھی ہوجائے گی اور ان عالم صاحب پر اعتراض بھی نہ ہوگا۔ اگر وہ غلطی پر ہوں گے تو ان کی اصلاح کی طرف بھی توجہ ہوجائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۶/۹۴ھ۔

جس چیز کے کئی رکن ہوں تو کیا ہر رکن کو ادا کرنا ضروری ہے؟

سوال[۹۹۶]: کیا شریعت کا کوئی ایسا عمل یا فعل یا عبادت ہے کہ اگر اس کے چند فرائض میں سے صرف ایک فرض ادا کرلیا جائے تو وہ عمل یا فعل یا عبادت عندالشریعت مکمل ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فعل یا عبادت چند فرائض سے مرکب ہو تو اس کی ادائیگی ان تمام فرائض پر موقوف ہوگی، بعض فرائض ادا کرلینے سے اس فعل یا عبادت کی حقیقت شرعیہ وجود میں نہ آئے گی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۱ھ۔

انسان میں عناصرِ اربعہ

سوال[۹۹۷]: آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے عناصر اربعہ سے پیدا فرمایا ہے اور ہر عناصر کی کتنی قسمیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلقتِ آدم علیہ السلام میں عناصر اربعہ ہیں، ہر عنصر کی کتنی اقسام ہیں، مجھے اس کی تحقیق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "اعلم أن الفرض ما ثبت بدليل قطعي لا شبهة فيه كالإيمان والأركان الأربعة، وحكمه اللزوم علماً ...... أى لزوم اعتقاد حقيقية وعملاً بالبدن". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۳۱۳/۶، سعيد)

"الركن اصطلاحاً ما يقوم به ذلك الشيئ من التقوم؛ إذ قوام الشيئ بركنه" (قواعد الفقه، التعريفات الفقهية ص ۳۰۹، الصدف)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (القاموس الفقهي حرف الفاء، ص: ۲۸۲، ادارة القرآن)

قبلہ وکعبہ وغیرہ بعض خطابات کا حکم

سوال[۹۹۸]: متعلقہ خطابات جیسے:۱:قبلہ وکعبہ۔۲:قبلہ عالم۔۳:حکیم الامت۔۴:حکیم الاسلام۔۵:کعبہ دوجہاں۔۶:قبلہ کونین،فلاح دارین۔۷:قبلہ مقصود حیات۔۸:اعلی حضرت، یہ کہنا یا خط وکتابت میں تحریر کرنا یا پتھر پر کندہ کردینا مثلاً بزرگوں کی خاص کر ان بڑوں کے مزار پر ان کی یادگار کے لئے جو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے بڑوں کی خاص کر ان بڑوں کی جن سے فیض پہونچا ہو تعریف فطری اور احساس شناسی ہے جو کہ موجب خیر وترقی ہے، لیکن حد سے بڑھانا اور غلط تعریف کرنا منع ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق بھی تعریف میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا ہے (۱) پس ۔۱،۲،۳،۶،۷، والے القاب سے احتراز کیا جائے،ان کی زندگی میں بھی بعد الوفات بھی، زبان میں بھی تحریر میں بھی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند۔

(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)

فرض، واجب وغیرہ کی تعریف

سوال[۹۹۹]: فرض، واجب، سنّتِ مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، بدعت کی تعریف بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض: جس کے کرنے کا حکم دلیلِ قطعی سے ثابت ہو (۲)۔واجب: جس کے کرنے کا حکم دلیلِ ظنی

---

(۱) "قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لاتفضلونی علی الأنبیاء". (ابن کثیر، سورة البقرة: ۱/۳۰۴ سهیل)
(وبمعناه فی مسند أحمد ابن حنبل عن أبی هریرة: ۲/۵۱۹، دار احیاء التراث)
(وصحیح البخاری، کتاب الخصومات، باب مایذکر فی الأشخاص: ۱/۳۲۴، قدیمی)
(۲) " فالفرض أعم منهما (أی من الشرط والرکن) و هو ما قُطع بلزومه" (الدر المختار، کتاب الصلوة، أرکان الوضوء: ۱/۹۴، سعید) .... =

سے ثابت ہو(۱)۔ سنتِ مؤکدہ: جس پر مواظبت ثابت ہو(۲)۔ مکروہ تحریمی: جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو(۳)۔ مکروہ تنزیہی: جو مستحب کے مقابلہ میں ہو یعنی جس کا نہ کرنا شرعاً پسندیدہ ہو(۴)۔ بدعت: جو

= و هو بمعنى قولهم : ما لزم فعله بدليل قطعي". (البحر الرائق ، كتاب الطهارة: ۲۴/۱ رشيديه)
(و كذا في منحة الخالق على البحر الرائق: ۲۴/۱ ، رشيديه)
"فريضة : و هي ما لا يحتمل زيادةً و لا نقصاناً، ثبت بدليل لا شبهة فيه". (نور الأنوار ، ص:۱۶۶ ، سعيد)
(۱) "واجب: و هو ما ثبت بدليل فيه شبهة". (قمر الأقمار حاشية نور الأنوار، ص:۱۶۶ ، سعيد)
"وأما الحنفية فيقولون .... والواجب ، فهوما ثبت بدليل ظني فيه شبهة". (أصول الفقه الإسلامي: ۴۷/۱ ، رشيديه)
(۲) "والذي ظهر للعبد الضعيف أن السنة ما واظب عليه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، لكن إن كانت لا مع الترك، فهي دليل السنة المؤكدة، و إن كانت مع الترك أحياناً، فهي دليل غير المؤكدة". (رد المحتار ، كتاب الطهارة ، أركان الوضوء: ۱۰۵/۱ ، سعيد)
"و قال: سنة الهدى هي التي واظب عليها النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تعبداً أو ابتغاء مرضات الله تعالىٰ مع الترك مرةً أو مرتين بلا عذر، أو لم يترك أصلاً و لكنه لم ينكر على التارك".
(قمر الأقمار حاشية نور الأنوار ، ص:۱۶۷ ، سعيد)
(و كذا في حاشية اللكنوي رحمه الله تعالىٰ على الهداية، كتاب الطهارة: ۱۷/۱ مكتبه شركتِ علميه)
(و كذا في فتح القدير ، كتاب الطهارة : ۲۱/۱ ، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)
(۳)وفي البحر في مكروهات الصلوة: "المكروه في هذا الباب نوعان: أحدهما: ما كره تحريماً .... و ذكر أنه في رتبة الواجب، لا يثبت إلابما ثبت به الواجب يعني بالظني الثبوت". (رد المحتار ، كتاب الطهارة ، أركان الوضوء: ۱۳۲/۱ ، سعيد)
(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة ، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها : ۳۳/۲، رشيديه)
"المكروه تحريماً، و هو ما طلب الشارع تركه على وجه الحتم والإلزام بدليل ظني". (أصول الفقه الإسلامي: ۸۵/۱ ، رشيديه)
(۴) "المكروه تنزيهاً: و هو ما كان تركه أولى من فعله، و يرادف خلاف الأولى". (رد المحتار ، كتاب الطهارة ، أركان الوضوء : ۱۳۱/۱ ، سعيد)
(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة ، باب ما يكره في الصلوة و ما يكره فيها: ۳۳/۲، رشيديه)
"المكروه تنزيهاً: هو ما طلب الشارع تركه لا على وجه الحتم والإلزام". (أصول الفقه الإسلامي : ۸۶/۱ ، رشيديه)

چیزیں دین نہ ہو اس کو دین سمجھنا (۱)۔ تفصیل کتبِ اصول میں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

فقہاء کے یہاں ''درست نہیں'' اور ''مکروہ تحریمی'' کا مطلب

سوال [۱۰۰۰]: فقہاء جب لفظ ''درست نہیں'' بولتے ہیں تو اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ اور مکروہ تحریمی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اجازت نہیں (۲)۔ مکروہ تحریمی ناجائز ہی ہے یعنی ایسا کرنا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی کرے تب یہی کہا جائے گا کہ نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوگئی، پھر بعض صورتوں میں فرض ادا ہونے کے باوجود اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۸/۱/۹۲ھ۔

---

(۱) "بدعة": و هي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة". (الدر المختار) و قال ابن عابدين: "تعريف الشمني لها بأنها ما أحدِث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، و جعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵٦۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/٦۱۱، رشيديه)

(۲) في الدر: "كل ما لا يجوز "مكروه". (الدر المختار: ۱/۳۷۰، كتاب الصلاة، سعيد)

(۳) قال ابن عابدينؒ: "(قوله: و مكروه) هو ضد المحبوب، قد يطلق على الحرام ...... و على المكروه تحريماً: وهو ما كان إلى الحرام أقرب، و يسميه محمد حراماً ظنياً ...... مكروه في هذا الباب نوعان: أحدهما ما كره تحريماً، و هو المحمل عند إطلاقهم الكراهة.......... و ذكر أنه في رتبة الواجب لا يثبت إلا بما يثبت به الواجب، يعني بالنهي الظني الثبوت، فإن الواجب يثبت بالأمر الظني الثبوت". (رد المحتار: ۱/۱۳۱، مطلب في تعريف المكروه، سعيد)

"و قد ذكر في الإمداد: بحثاً أن كون الإعادة بترك الواجب واجبة لا يمنع أن تكون الإعادة مندوبة بترك سنة .... والحق التفصيل بين كون تلك الكراهية كراهة تحريم فتجب الإعادة أو=

صاحب ہدایہ نے "قال العبد الضعیف" کیوں کہا؟

سوال[۱۰۰۱]: ہدایہ فارسی کے دیباچہ ص:۵ میں ہے:

"صاحب هدایه لفظ متکلم را برائے احتراز از صیغه انانیت ذکر نه کرده است واز "قال العبد الضعیف" خود را مراد میگرد".

۱.....صاحب ہدایہ نے انانیت سے کیوں احتراز کیا، اس کا کیا سبب ہے؟

۲.....اہل علم حضرات اگر اپنی تحریروں میں صاحبِ ہدایہ کی طرح صیغۂ انانیت سے احتراز کریں تو یہ احتراز علماء کے نزدیک کیسا ہے؟

۳.....کیا صاحب ہدایہ کے سوا متقدمین میں سے کسی اَور صاحب نے بھی ایسا احتراز کیا ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر "أنا" کے بولنے اور لکھنے سے دل میں تکبر، خودی پیدا ہو، یا دوسروں کو تکبر کا گمان ہو تو ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ متکلم صیغۂ "انا" سے احتراز کرے، اگر خالی الذہن ہو تو پھر احتراز کی حاجت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

﴿قل إنما أنا بشر مثلكم﴾ الاية(۱)۔

اسی طرح احادیث میں بہت جگہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو صیغہ "انا" سے تعبیر فرمایا ہے(۲) بہت سے اکابر کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو صیغۂ "انا" سے تعبیر فرماتے تھے اور بہت سے

= تنزيه فتستحب". (رد المحتار: ۱/۴۵۷، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، سعيد)

(و كذا في فتح القدير: ۱/۴۱۶، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۱) (سورة الكهف: ۱۱۰)

(۲) "حدثني يزيد بن حبان التيمي قال ...... قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوماً خطيباً ...... أما بعد! "ألا يأيها الناس إنما "أنا" بشر يوشک أن يأتيني رسول ربي الخ". (مسند الإمام أحمد: ۴/۳۶۷، ۴۲۰/۱، دار إحياء التراث العربي، بيروت) .... =

دوسرے کلمات سے اور بعض حضرات کبھی صیغۂ انا سے کبھی دوسرے کلمات سے۔ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)، زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲) شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ (۳)، سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہم (۴) کی تصانیف میں ہر طرح کی نظیریں موجود ہیں۔ جس وقت یہ حضرات کسی بڑے شخص کی دلیل کا جواب دیتے ہیں اس وقت صیغۂ انا سے زیادہ تر احتراز کرتے ہیں کیونکہ یہ موقع ایسا ہے، جس سے خود بھی طبیعت میں ایک بڑائی پیدا ہوتی ہے، اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ اکابر کی شان اس سے بالاتر ہے تو کم از کم دوسروں کو شبہ ضرور ہوتا ہے، اس سے آپ کے ہر سہ سوالات کا جواب ہوگیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/۱/۵۹ھ۔

الفاظ: ''ثویبہ، عرب العرباء، ضرار'' کی تحقیق

سوال [۱۰۰۲]: لفظ ''ثویبہ'' جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۔ بضم ثاء مثلثہ، وفتح، واؤ، وسکون یا مثناۃ تحتانی، وفتح باء وہاءِ ہوز، صحیح ہے یا بالفتح ثائے مثلثہ، وسکونِ واؤ وکسر یائے تحتانی، وفتح

= (وكذا في المرقاة : ۲/۴۲۸، كتاب الإمارة والقضاء، مكتبه حقانيه پشاور)

"إن اتقاكم وأعلمكم بالله أنا" (صحيح البخاري: ۱/۷، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم : أنا أعلمكم بالله، قديمي)

(۱) مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: "إذا عرضت هذا الأصل فنقول: أقسام المسلوك بحسب الزات وبحسب الأفعال غير قناهية". (التفسير الكبير: ۱/۱۳۸، دارالكتب العلمية طهران)

(۲) قال المصنف: "ويجعل السرة على حاحبه الأيمن أو الأيسر، به ورد الأثر، قلت: يشد إلى حديث أخرجه أو داوٗد في سننه". (نصب الراية، كتاب الصلوٰة: ۲/۸۳، مجلس علي)

(۳) وقد يذكر الشيخ حديثاً في الأول ونسبته أنا إلى غير الشيخين". (لمعات التنقيح، شرح مشكوٰة المصابيح: ۱/۴۶، مكتبه المعارف العلميه، لاهور)

(۴) مثلاً: قلت: في كأن خمس لغات، قال ابن مالك في الكافية الشافية وفي كائن مثل كائن وكإن، وهكذا كسيءٍ وكأين فاستبن". (عقود الزبرجد في أعراب الحديث النبوي للسيوطي: ۱/۸۳، مسند أبي بن كتب، مكتبه دارالجليل)

بائے مثناۃ، وہائے ہوز صحیح ہے، جواب ضرور دیں۔ ضرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بفتح ضادِ معجمہ ہے یا بکسر؟ اس کے معنی کیا ہیں؟ حضرت شہید رحمہ اللہ کے خطبہ میں لفظ ''عرب العرباء'' بکسر الراء مہملہ ہے یا بفتح الراء مہملہ، اور یہ عرب کی صفت ہے یا جمع، اور معنی کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

''ثویبہ'' بضم الثاء مثلہ، وفتح واو، وسکون یائے مثناۃ تحتیہ، وفتح بائے موحدہ، وہاء ہوز صحیح ہے (۱)۔ ''ضرار'' بکسر الضاد بروزن کتاب صحابی کا نام ہے اور معنی نقصان پہونچانا ایک دوسرے کو (۲)۔ ''عرب'' بفتحتین بمعنی تازی مونث مستعمل ہے۔ اس کی صفت کے لئے تین صیغے مونث لائے جاتے ہیں: ایک ''عـــاربة''، دوسرا ''عربة''، تیسرا ''عرباء''، بفتح عین وسکون راء مہملہ، اس طرح ''عَـرَبٌ عارِبَةٌ، عَرَبٌ عَرُبَةٌ، عَرَبٌ عَرُباء'' اور ''عربات'' بھی اس کی صفت آتی ہے، اس کے معنی ہیں خالص عربی النسل (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

''حفظ الایمان'' اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض

سوال [۱۰۰۳]: کیا مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مرید سے نعوذ باللہ اپنے نام کا کلمہ پڑھوایا،

---

(۱) ''ثُـوَيـبـه'': التي أرضعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهي مولاة أبي لهب''. (الإصابة لابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى، كتاب النساء، رقم الترجمة: ۱۰۹۷۰، ۸/۶۰، دار الكتب العلمية)

''وجعلها أبوإسحق من ثاب الماء يثوب، واستدل على ذلك بقولهم في تصغيرها: ثُوَيبة''

(لسان العرب، فصل: الثاء المثلثة، تحت لفظ: ثبا، ۱۴/۱۰۸، دار صادر، بيروت)

(۲) ''والـضـرار'': فعال من الضر ...... والضرار فعل الإثنين ...... وقيل: والضرار أن تضره من غير أن تنتفع''. (لسان العرب، فصل: الضاد المعجمة، تحت لفظ ضرر، ۴/۴۸۲، دار صادر، بيروت)

(۳) ''والعرب العاربة هم الخلص منهم، وأخذ من لفظه فأكد به كقولك: ليل لائل، تقول: عرب عاربة وعرباء''. (لسان العرب، فصل العين المهملة، تحت لفظ عرب، ۱/۵۸۶، دار صادر، بيروت)

اگر ایسا ہے تو پھر ان کے متعلق شرعی کیا حکم ہے؟ کیا ایسی صورت میں مرید اور پیر دونوں اسلام سے خارج نہیں ہو گئے؟

کیا کتاب ''حفظ الایمان'' کی عبارت کو دیکھ کر علماء حرمین نے ان کے کافر ہونے کا فتوی دیا ہے؟ کیا کتاب ''حفظ الایمان'' میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے؟ ہم نے ''حفظ الایمان'' پڑھی لیکن اس کی عبارت اتنی سخت ہے کہ ہم لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، اس لئے آپ سے رجوع کیا۔

مولانا اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''صراطِ مستقیم'' کی عبارت پر اعتراض

سوال[۱۰۰۴]: کیا مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں یہ لکھا ہے کہ اگر نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، ایسا لکھا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے، نیز کیا علماء نے ان کے کفر کا فتوی دیا ہے؟ از راہ کرم تفصیل سے جواب دیا جائے اور حق کو واضح کیا جائے۔ ودود الحی، کانپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا القاری الحافظ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ حکیم الامت تھے، بہت بڑے بزرگ تھے، چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی نسبتوں کے جامع تھے۔ انہوں نے مدتِ دراز تک تدریس، تذکیر، تصنیف، تزکیہ کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں اور بہت بڑی جاہلوں کی جماعت کو عالم بنایا، فاسقوں کی جماعت کو متبعِ سنت اور صالح بنایا، غافلوں کی جماعت کو ذاکر بنایا، صحیح راہ سے بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت پر چلایا، جو لوگ خدائے پاک کی معرفت سے ناآشنا تھے، ان کو عارف بنایا، قرآن کریم کی بہترین اور اپنے دور کی لاجواب تفسیر تحریر فرمائی جس کا نام ''بیان القرآن'' ہے، روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل فقہیہ کے جوابات دیکر ''امداد الفتاوی'' کے نام سے بہت سی جلدیں شائع کیں۔

مبتدعین نے جو غلط باتیں بزرگانِ دین کی طرف منسوب کی تھیں ان کی تنقیح کر کے ایک ایک چیز کو صاف کیا، ان کیلئے مستقل کتاب ''السنۃ الجلیہ'' تصنیف فرمائی۔ حضرت شیخ ابن عربی پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کی تردید کے لئے ''التنبیہ العربی'' تصنیف فرمائی، حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے لئے ''نشر الطیب'' تصنیف کی، درود شریف کے فضائل پر ''زاد السعید'' تصنیف کی، باطنی احوال اور ترقیات کے لئے ''التکشف'' تصنیف کی، سالکین کی اصلاح کیلئے ''تربیت السالک'' تحریر فرمائی۔

غرض ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کی اور بہت بڑی تعداد اپنے خلفاء ومجازین کی چھوڑی جو اپنی

اپنی جگہ بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ان کے متعلق یہ اعتراض کہ انہوں نے اپنا کلمہ پڑھوایا یا اس کی تلقین کی جھوٹ اور غلط ہے، ان شاء اللہ اس کا حساب روز جزا ہوگا۔ کسی شخص نے کوئی خواب دیکھا اور وہ شخص اس وقت تک مولانا کا مرید بھی نہیں تھا، خواب میں اس نے کلمہ پڑھا جو اس کی زبان سے غلط ادا ہوا، بیدار ہونے پر اس کو سخت بے چینی لاحق ہوئی کہ خواب میں میری زبان سے کیسا غلط کلمہ نکلا، انتہائی اضطراب اور قلق کی حالت میں اس نے اس کلمہ کو درست پڑھنا چاہا مگر زبان قابو میں نہیں تھی، پھر اسی طرح سے اس کی زبان سے غلط لفظ نکلا جس پر اور زیادہ اضطراب پیدا ہوا، یہاں تک کہ جان نکلنے کا اندیشہ ہوگیا۔اس لئے یہ سب حال لکھ کر بھیجا جس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے شدید اضطراب اور زبان کے بے اختیار ہونے کے تحت معذور قرار دیتے ہوئے تعبیر دی کہ تم جس کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہو وہ متبع سنت ہے، یعنی تم کو بھی ہر چیز میں اتباع سنت لازم ہے۔اس واقعہ کی پوری تفصیل ''امداد الفتاوی'' اور ''بوادر'' میں موجود ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لیں، کہیں بھی یہ نہیں کہ حضرت مولانا نے اس کو غلط کلمہ یا غلط درود پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جو لوگ اصل حقیقت کو معلوم کرنے کے باوجود حضرت مولانا تھانویؒ کو یہ بہتان لگاتے ہیں، وہ اپنی قبر کے لئے آگ جمع کرتے ہیں اس کے لئے تیار رہیں، اور جو لوگ دوسروں کو بہکاتے ہیں ان کا انجام اور بھی خطرناک ہے۔

''حفظ الایمان'' کی عبارت ترجمہ عربی میں کر کے علمائے حرمین کی خدمت میں پیش کیا جس پر انہوں نے فتوی دیا کہ یہ عبارت کفریہ ہے اور جس کی یہ عبارت ہے وہ کافر ہے، وہ عبارت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی نہیں تھی، ان کی عبارت اردو ہے، بلکہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی تھی، جنہوں نے عربی میں ترجمہ بھی غلط کیا تھا جو کہ بہتان تھا، لہٰذا آپ خود غور کریں کہ علمائے حرمین کے فتوی کے مطابق تکفیر کس کی ہوئی۔ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی وضاحت کیلئے مستقل ایک کتاب لکھی اس کا نام ہے ''بسط البنان'' (۱)۔ پھر اس عبارت کو بھی اس طرح تبدیل کیا کہ مبتدعین کو کسی قسم کا موقع نہ رہے، اس کا نام ہے ''تغیر العنوان'' (۲)۔ نیز حفظ الایمان کی متعدد شروح لکھی گئیں: ''توضیح البیان، تکمیل العرفان، خلاصۃ البیان'' وغیرہ، نیز مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے صاف صاف لکھا ہے کہ ''حسام الحرمین'' میں جو خبیث مضمون میری

---

(۱) (بسط البنان لكف اللسان عن كاتب حفظ الإيمان، انجمن إرشاد المسلمين، لاهور)

(۲) (تغير العنوان في بعض عبارات حفظ الإيمان، انجمن إرشاد المسلمين، لاهور)

طرف سے منسوب کیا گیا ہے، وہ میرا عقیدہ کیا ہوتا کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں۔اس سب کے باوجود ایک غلط چیز کومولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے ان پر کفر کا حکم لگانا آپ خود غور کرلیں، کس قدر خطرناک ہے، کیونکہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی براۃ فرما چکے کہ نہ یہ میرا مقصد ہے، نہ میری عبارت سے مفہوم ہوتا ہے، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں، پھر بھی بعض لوگوں نے اپنے ایمان کا معیار یہی قرار دے لیا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو کافر کہتے ہیں۔حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ: ''جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعۃً کافر نہ ہو تو یہ کلمہ کفر اسی کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے''(۱)۔

''صراط مستقیم'' فارسی زبان میں تصوف سے متعلق کتاب ہے، سید احمد صاحب کی ہدایات اس میں جمع ہیں، اس میں ایک لفظ ''صرف ہمت''(۲) جو تصوف کی اصطلاح ہے، اس کے متعلق کچھ ہدایات دی ہیں اس کا ترجمہ ''خیال'' سے کرنا غلط ہے، اصطلاحاتِ تصوف سے ناواقفیت ہے۔مولانا احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ کے متعلق ایک کتاب "الکوکبة الشهابية فی کفریات أبی الوهابية" لکھی ہے اس میں ستّر دلائل لکھے ہیں مولانا اسماعیل رحمہ اللہ کی تکفیر کے لئے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ''من شك فی کفره وعقابه فقد کفر'' کہ جو شخص مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے کفر اور عقاب میں شک کریں وہ خود کافر ہے، دوسرے مقام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس کا نکاح ٹوٹ گیا، اولاد حرامی ہے، مگر اسی کتاب کے آخیر میں مولانا احمد رضا خان صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ محتاط علماء اس کو (یعنی مولانا اسماعیل کو) کافر نہیں کہتے ہیں، یہی مفتی بہ ہے، ہم بھی کافر نہیں کہتے۔اب بتائیں کہ جس کے کفر پر ستّر دلائل قائم کر دیئے اور ثابت کر دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی اور آخیر میں لکھ دیا کہ ان کو کافر نہیں کہتے، خود ان کے ایمان، ان کے نکاح اور ان کی اولاد کا کیا حال ہوگا؟

آپ کے لئے فی الحال ایک چھوٹے سے رسالہ کا مشورہ دیتا ہوں اس کا نام ہے، ''غلط فہمیوں کا ازالہ''

---

(۱) "عن أبی ذر رضی الله عنه أنه سمع النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول: "لایرمی رجل رجلاً بالفسوق، ولایرمیه بالکفر، إلاارتدت علیه إن لم یکن صاحبه کذلک". (صحیح البخاریؒ، کتاب الأدب، باب ماینهی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

(۲) (أنظر التکشف، ص: ۴۱۸، توجیه همت اوست، کتب خانه اشرفیه دهلی)

اس میں اکابر علماء، اولیاء اللہ پر کئے گئے اعتراضات کولکھ کران کے جوابات دیئے گئے ہیں اور بہت ہی بہتر طریقہ پر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ رسالہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند سے بھی مل جائے گا۔ اَور بھی متعدد کتابیں اس سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ غصہ کے جذبات سے دماغ کوخالی کر کے تحقیقِ حق کے واسطے مطالعہ کیا جائے۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

زبان قابو میں نہ ہونیکا واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ ایک شخص کی زبان سے نکلا کہ ''اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرارب ہوں'' (۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکفیر نہیں فرمائی کیونکہ بے اختیار نکلا تھا۔

ہر شخص وہر مجمع سے ایسے بات کہی جائے جس کو اس کی سمجھ برداشت کر سکے، اہلِ علم سے علمی باتیں کہی جاتی ہیں، اہلِ معرفت سے معرفت کی باتیں، عوام سے سیدھی سادی باتیں۔ اگر متکلم کے ذہن میں معرفت کے بلند خیالات وجذبات ہوں اور مخاطب ان کے سمجھنے کے اہل نہ ہوں تو ان کے سامنے ان جذبات وخیالات کے بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہوگا، اس ضابطہ کے تحت تمام اہلِ علم وفضل بھی ہدایات دیا

---

(۱) ''حدثنا عبداللہ بن مسعود حدیثین، أحدهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم والآخر عن نفسه، (إلی أن قال): ثم قال: ''لَلّٰه أفرح بتوبة العبد من رجل نزل منزلاً، وبه مهلكة، ومعه راحلته علیها طعامه وشرابه، فوضع رأسه فنام نومةً، فاستیقظ قد ذهب راحلته حتی اشتد علیه الحر والعطش أوماشاء اللہ، قال: ارجع إلی مکانی، فرجع فنام نومةً، ثم رفع رأسه فإذا راحلته عنده''. (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة، ۲/۹۳۳، قدیمی)

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو یہاں صرف اتنا ہی نقل فرمایا ہے، وہ الفاظ اس میں نہیں جن کی طرف حضرت مفتی صاحبؒ نے اشارہ فرمایا ہے، البتہ ان الفاظ کے ساتھ امام مسلمؒ نے نقل فرمایا ہے:

''أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ''لَلّٰه أشد فرحاً بتوبة عبده حین یتوب إلیه مِن أحدکم کان علی راحلته بأرض فلاة، فانفلت منه وعلیها طعامه وشرابه، فأیس منها، فأتی شجرةً فاضطجع فی ظلها قد أیس من راحلته، فبینا هو کذلک إذ هو بها قائمة عنده، فأخذ بخطامها، ثم قال من شدة الفرح: أللهم أنت عبدی وأنا ربک، أخطاء من شدة الفرح''. (الصحیح لمسلم، کتاب التوبة، قبیل باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة: ۲/۳۵۵، قدیمی)

کرتے ہیں: ’’کلمواالناس علی قدر عقولهم‘‘(۱)، ’’أمرناأن ننزل الناس منازلهم‘‘(۲)۔

تنبیہ: ایک بات غور طلب ہے حسام الحرمین پر علمائے حرمین کے دستخط کرا کے تو یہاں کے لوگوں کو مرعوب کیا جاتا ہے، مگر اس طبقہ کا خود یہ حال ہے کہ علمائے حرمین کو کافر کہتے ہیں، وہاں جا کر بھی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، جماعت سے محروم رہتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ۔

’’صراط مستقیم‘‘ کی عبارت پر اعتراض کا جواب

سوال[۱۰۰۵]: حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مسمی ’’صراط مستقیم‘‘ موجود ہے، اس کی بھی ایک عبارت نے ذہن کو خلجان میں ڈال دیا ہے، ذہن میں ایک قسم کا تزلزل پیدا ہو گیا ہے کہ واقعی بریلوی جو کہا کرتے ہیں سچ یا غلط؟ اب میں پریشان ہو کہ کیا کروں عبارت صراط مستقیم کی یہ ہے:

---

(۱) ’’(أمرنا أن نكلم الناس على قدر عقولهم)‘‘ رواه الديلمي بسند ضعيف عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما مرفوعاً، و في الآلي بعد عزوه لمسند الفردوس عن ابن عباس مرفوعاً قال: و في إسناده ضعيف و مجهول انتهى. و قال في المقاصد و غيره الحافظ ابن حجر: لمسند الحسن بن سفيان عن ابن عباس بلفظ: ’’أمرت أن أخاطب الناس على قدر عقولهم‘‘. قال: و سنده ضعيف جداً. رواه أبو الحسن التيميم من الحنابلة في العقل، و عن ابن عباس من طريق أبي عبد الرحمن السلّمي أيضاً بلفظ: ’’بعثنا معاشر الأقباء، نخاطب الناس على قدر عقولهم‘‘. و له شاهد عن سعيد بن المسيب مرسلاً بلفظ: ’’أنا معتبر الأنبياء، نحدث الناس على قدر عقولهم اهـ‘‘. (كشف الخفاء و تزيين الألباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس: ۱/۱۹۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲)لم أجده بهذااللفظ، وقد ذكره الإمام أبوداؤد بلفظ: ’’عن ميمون بن أبي شبيب أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنهامرّ بهاسائل، فأعطته،(إلى أن قال)،فقالت:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ’’أنزلواالناس منازلهم‘‘.(سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم: ۲/ ۳۱۷،مكتبه امداديه ملتان)

وقال الملاعلي القاريؒ: ’’ورواه الخراطي في مكارم الأخلاق بلفظ: ’’أنزل الناس منازلهم من الخير والشر، وأحسن أدبهم على الأخلاق الصالحة‘‘. (المرقاة المفاتيح، كتاب الأداب،باب الشفقة والرحمة على الخلق، قبيل الفصل الثالث: ۸/۷۲۳،رشيديه)

''وصرفِ ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گوکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشند بچند این مرتبہ بدتر از استغراق درصورتِ گاؤوخرخود است کہ خیالِ آن با تعظیم واجلال بسویدائی دل انسان می چسپد بخلاف خیال گاؤخر'' ۔صراط مستقیم ،مطبوعہ خیاتی ،ص:۹۰(۱)۔

یعنی کہ توجہ کرنا پیرومرشد یاان کے مثل دوسرے بزرگوں کی طرف گوکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اپنے گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بدتر ہے،ان کا خیال انسان کے دل میں تعظیم وبزرگی کے ساتھ آتا ہے بخلافِ گائے اور گدھے کے خیال۔

نوٹ: جب رسول کا خیال نماز میں آنا بدتر ہوا گائے اور گدھے کے خیال کے آنے سے تو اس نماز میں تشہد پڑھا جائے گا یا نہیں جب کہ تشہد میں :"السلام علیك أیها النبی" موجود ہے(اے نبی آپ پر سلام ہو)(۲)اس موقعہ پر کیا کیا جاوے،تشہد پڑھا جاوے اور "السلام علیك أیها النبی'' کو الگ کردیا جاوے، کیونکہ جب تشہد پڑھا جائیگا تو تعظیم کا خیال فوراً ذہن میں آئے گا، جب کہ احیاء العلوم :۱/ ۱۰۷، میں حضرت امام غزالی نے فرمایا ہے کہ پہلے اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر کرواور آپ کی شخصیت گرامی کا تصور باندھ کر کہو''السلام علیك أیها النبی'' اے نبی آپ پر سلام ہو(۳) کس قدر تضاد ہے۔امید ہے کہ ہماری دماغی الجھن کو دور فرمائیں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جو کتاب جس فن کی ہوگی اس کتاب میں اسی فن کے اصطلاحی الفاظ استعمال ہوں گے،ان الفاظ کو لغوی

---

(۱)(ملاحظہ ہو صراط مستقیم (اردو) ص:۱۶۸،مطبوعہ اسلامی اکیڈمی لاہور)

(۲) "فإذا جلستم فقولوا:التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک أیها النبی و رحمة اللہ و برکاته الخ ".(ابن ماجه، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی التشهد، ص:۶۴، قدیمی)

(وکذا فی مشکوة المصابیح، کتاب الصلاة، باب التشهد، ص:۸۵ قدیمی)

(۳) "و أحضر فی قلبک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم و شخصه الکریم، و قل" سلام علیک أیها النبی و رحمة اللہ و برکاته ". و لیصدق أمَلُک فی أنه یبلغه و یرد علیک ما هو أوفی منه''. (إحیاء علوم الدین ، کتاب أسرار الصلاة ، بیان الدواء النافع فی حضور القلب : ۱۶۹/۱ ، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

معنی یا کسی دوسرے فن کے اصطلاحی معنی میں سمجھنے سے مفہوم خبط ہو جائے گا، مثلاً: لفظ ''موضوع'' کے معنی ہیں: ''معنی دار لفظ'' جو مقابلہ میں مہمل (بے معنی لفظ) کے ہے، اب اگر اس لفظ کو منطق کی کتاب میں کوئی شخص دیکھے: "زیدٌ قائم" میں زید موضوع اور قائم مہمل ہے اور اس کا مطلب سمجھنے لگے معنی: ''دار لفظ'' تو وہ پریشان ہوگا۔ اسی طرح اگر یہ لفظ (موضوع) فلسفہ میں مستعمل ہو، مثلاً: جدار موضوع ہے بیاض کے لئے تو وہاں بھی اس کا مطلب اگر: ''معنی دار لفظ'' کرے گا تو کچھ مطلب نہیں سمجھ سکے گا۔ اسی طرح اگر فنِ حدیث میں یہ لفظ مثلاً: فلاں حدیث موضوع ہے تو اس کا مطلب اگر معنی دار کریگا تو غلط ہوگا۔

بطورِ مقدمہ ذہن نشین رکھیے، اب سنئے کہ ''صراط مستقیم'' فنِ تصوف کی کتاب ہے جس میں تزکیہ اور اصلاح نفس کے طرق بیان کئے گئے ہیں۔ جس شخص پر خیالات و وساوس کا ہجوم رہتا ہو اور ان کو دور کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو صوفیائے کرام اس کے لئے ایک علاج تجویز کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اپنے دل میں کسی ایک چیز کا تصور اس طرح جمالیا جائے کہ دوسری کسی شئے کی گنجائش نہ رہے، جیسا قدِ آدم آئینہ بازار میں کسی دکان پر لگا ہو اس میں ہر گزرنے والے کا عکس آتا ہے، کبھی آدمی، کبھی گھوڑا، کبھی کتا، کبھی موٹر، غرض جو بھی چیز سڑک پر گزرے ان کا عکس آتا ہے، اگر مالکِ آئینہ چاہے کہ یہ مختلف چیزوں کا عکس اس میں نہ آئے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس آئینہ پر ایک موٹا کپڑا ڈال دیا جائے جو اس کو پوری طرح گھیر لے کہ کسی دوسری چیز کی جگہ اور گنجائش نہ رہے۔ اس طرح دل میں جب کسی ایک چیز کا تصور پوری طرح جمالیا جائے گا، کہ دوسری چیز کا خیال اور جگہ ہی نہ رہے گی تو خیالات وساوس کا سلسلہ بالکل ختم ہو جائے گا۔ اس علاج میں خطرات بھی ہیں کیونکہ جب کسی ایک شی کا تصور تمام قلب کو گھیر لے گا اور اس کے علاوہ کسی دوسری شی کی گنجائش ہی نہیں رہے گی تو ہر چیز سے قطعِ نظر ہو کر ایک ہی چیز سامنے رہے گی، اس لئے یہ علاج بھی ہر ایک کے بس کا نہیں۔ اس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ''صرفِ ہمت'' کہتے ہیں (۱)۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخِ طریقت حضرت سید صاحب بریلوی سے نقل فرماتے ہیں کہ یہ علاج (صرف ہمت) نہیں چاہیے، اگر نماز میں صرفِ ہمت حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ

(۱) دیکھئے: (التکشف، ص: ۴۱۸، توجیہ ہمہ اوست، کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

(وعبارات اکابر، ص: ۹۸، مکتبہ صفدریہ)

علیہ وسلم کی طرف کیا تو کسی دوسری چیز کی گنجائش نہیں رہے گی حتی کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کا دھیان بھی نہیں آئے گا، اس لئے کہ صرف ہمت کر رہا ہے اس نے پورے قلب کو گھیر رکھا ہے تو اب نماز میں: ﴿إياك نعبد و إياك نستعين﴾ کہے گا، تو یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہوگا، رکوع بھی، سجدہ بھی، قیام بھی، قعدہ بھی، سبحان ربی العظیم بھی، اور سبحان ربی الأعلی بھی۔ غرض پوری نماز سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہے گی، حالانکہ نماز عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ جب رکوع، سجدہ سب ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہوگا اور صرفِ ہمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں رہا تو یہ بندہ مشرک ہو جائے گا(۱)۔

عبادت کے واسطے انتہائی درجہ کی محبت اور انتہائی درجہ کی عظمت وجلالت قلب میں ہونا ضروری ہے۔ ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کو ایسا ہی تعلق ہے کہ تصور مبارک بہت ہی عظمت و جلالت کے ساتھ قلب میں آتا ہے، پھر صرف ہمت کی وجہ سے اللہ کی طرف دھیان باقی نہیں رہا تو یہ پوری عبادت ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہوگئی تو جو نماز موجبِ قرب الٰہی اور معراج المومنین تھی اس صرف ہمت کی وجہ سے شرک ہو کر موجب نار ہوگئی۔ اگر اپنے کھیت، گھوڑے، گدھے، بیل، گائے کا خیال نماز میں آجائے اور آدمی اس خیال میں غرق بھی ہو جائے تو اس کو ان چیزوں کے ساتھ عظمت وجلالت کا تعلق نہیں ہوتا، لہٰذا یہاں احتمال نہیں کہ ان کے خیال کی وجہ سے نماز ان کے لئے ہو جائے گی کیونکہ انسان خود شرمندہ و نادم ہوتا ہے کہ افسوس نماز عبادت میں ان حقیر ذلیل دنیوی چیزوں کا خیال آ گیا جس سے میری نماز کی حیثیت ہی جاتی رہی۔

یہ حاصل ہے: ''صراط مستقیم'' کی عبارت کا، یہ مقصد ہرگز نہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال مبارک قلب میں آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، یا یہ خیال مبارک ان حقیر وذلیل چیزوں کے خیال سے خراب ہے۔ نعوذ باللہ العظیم۔ یہ مطلب ہے مولانا شہید کا، نہ کوئی مسلمان بلکہ شریف غیر مسلم ایسا خیال کر

---

(۱) "السجود لغير الله على وجه التعظيم كفر". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في البيع: ۳٦٥/۸، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الكراهية، قبيل فصل في البيع: ۳۸۳/٦، سعيد)

سکتا ہے۔ نماز کو تو سمجھ سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے جب نماز میں پڑھے گا: ﴿محمد رسول اللّٰہ﴾ (۱) تو خیال مبارک آئے گا، جب پڑھے گا: ﴿وما محمد إلا رسول﴾ (۲) تب خیال مبارک آئے گا۔ غرض بے شمار آیات میں ذکر مبارک ہے ایسی ہر آیت میں خیال مبارک آئے گا، تشہد میں سلام ہے اس کے بعد درود شریف ہے، ہر دفعہ خیال مبارک آ آ کر ایمان تازہ ہوتا رہے گا، غرض خیال سے منع نہیں کیا اور نہ اس کو مفسدِ نماز کہا، بلکہ ''صرفِ ہمت'' کو منع کیا ہے جس کی تشریح بیان کر دی گئی۔

کچھ مہربان حضرات کا یہ مستقل شیوہ ہے، مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ ان اہل اللہ کے کلام کو لفظاً یا معنیً بگاڑ کر عوام کو ان کے خلاف نفرت دلا دلا کر مشتعل کیا جائے حالانکہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ ''جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت کرتا ہے، میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے'' (۳)۔ اللہ پاک ہدایت دے اور صراط مستقیم پر چلائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''حفظ الایمان'' کی عبارت پر غلط فہمی کا ازالہ

سوال [۱۰۰۶]: مرسلہ افتتاح ارسال خدمت ہے، یہ قدیم سوالات واعتراضات ہیں، بہترین اور مدلل جوابات دئے جاچکے ہیں، آپ مہربانی فرما کر خوشخط اور بہترین مدلل تحریر کر دیں اور جواب اطمینان بخش رہے تا کہ موقع پر مناسب حکم اس کے ذریعہ سے لوگوں کو مطمئن کیا جاسکے، مکمل کر کے دفتر مرکزیہ میں ارسال کر دیں۔

سیّد احمد ہاشمی ناظم جمعیۃ العلماء ہند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بارہا یہ سوال آیا اور جواب لکھا گیا، بلکہ حفظ الایمان کی متعدد شروح لکھی گئیں: ''بسط البنان''، ''توضیح

---

(۱) (سورة الفتح : آیت : ۲۹)

(۲) (سورہ آل عمران آیت ۱۴۴)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "إن الله قال: من عادىٰ لي ولياً، فقد آذنته بالحرب". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب من جاهد نفسه في طاعة الله : ۲/۹۶۳، قديمي)

(وكذا في كنز العمال، رقم الحديث : ۱۱۶۱)

البیان''، ''تکمیل العرفان''، ''الجنۃ لاہل السنۃ''، اور ''السحاب المدرار'' وغیرہ میں بڑی تفصیل سے اس پر کلام کیا گیا ہے، مگر ایک خاص شق کے تحت بریلوی طبقہ کی طرف سے آئے دن اشتہارات، رسائل، جلسے، تقریر کی بھر مار رہتی ہے۔ اب کیونکہ عوام کا بڑا طبقہ ان کے قابو سے باہر جارہا ہے اور اصل مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے ان کے بڑے لوگوں کو بہت تشویش وفکر لاحق ہو رہی ہے۔

دارالعلوم دیوبند سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ذمہ دارانہ حیثیت سے تازہ کتاب شائع کی ہے، جس میں پانچ کتابوں کے متعلق اشکالات اور غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا، اس کے نمبر چار پر حفظ الایمان سے متعلق بھی غلط فہمی کو واضح کر کے صاف بیان کیا گیا ہے، آپ چاہیں تو اس کے اس حصے کو اخبار یا اشتہار کی شکل میں شائع فرمادیں، اس کے چھپنے کے انتظار میں آپ کے جوابات میں تاخیر ہوگئی، دیگر مقامات سے بھی بعینہ یہی سوال آیا تھا اس کا جواب فوراً تحریر کردیا گیا تھا۔

اس کتاب کا نام ''مسلکِ علماء دیوبند سے غلط فہمیوں کا ازالہ اور ایک مخلصانہ دعوت'' ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''تقویۃ الایمان'' کی عبارت پر اعتراض

سوال[۱۰۰۷]: چہ می فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ اہل مبتدعین کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی اس عبارت پر اعتراض شدید کرتے ہیں، وھو کذا یعنی ''کل مخلوق کا مرتبہ عنداللہ ایسا ہے کہ جیسا ایک چمار کا عندالملک'' یہ لفظ ''کل'' سور ایجاب کلی کا ہے لہذا استفسار ہے کہ یہ کل باعتبار ایجاب کلی ہونے کے تمامی افراد انبیاء وغیرہم کو شامل ہے یا نہیں، اگر انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں تو وہ کس طرح؟ اور سلب جزئی کا ہونا ایجاب کلی کے منافی ہے، لہذا یہ کل کالانا بیکار اور لغو ہوگا۔ لہذا اس کا جواب محققانہ اور مفصل ومدلل از آیات قرآنی واحادیث روحانی سے تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور عام مسلمانوں کی بدخیالی اور شکوک وشبہات قرآن وحدیث سے رفع فرمائیں۔

محمد فائق پرتاب گڑھ متعلم مدرسہ ہذا، ۹/شعبان/۱۳۵۵ھ۔

---

(۱) اسی طرح ملاحظہ کیجئے: ''عبارات اکابر'' مصنفہ ترجمان اہل سنت شیخ الحدیث سرفراز خان دامت برکاتہم العالیہ)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ملک بادشاہ کو کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ بادشاہ اور تمام رعایا ایک نوع کے افراد ہیں، کلی طبعی تمام میں مشترک ہے، نیز یہ اشتراک بطریق تواطؤ ہے نہ کہ بطریق تشکک۔ ھیولیٰ اور صورتِ جسمیہ میں اتحاد ہے، دونوں کے اجزائے خارجیہ اور اجزاء ذہنیہ داخل فی الماہیۃ قطعاً متحد ہیں، فرق اگر ہے تو عوارضِ خارجیہ اور تشخصات کا ہے، یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے کہ کوئی امر مدارِ افضلیت رعایا کے کسی فرد میں اعلیٰ اور ازید ہو بادشاہ سے، کیونکہ یہ کلی مشکک ہے (وھو مشاھد)، بااین ہمہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان بر بنائے عوارضِ خارجیہ واتحاد ماہیۃ کلیہ جو فرق اور ربط ہے کسی معمولی سے معمولی ذی احساس پر مخفی نہیں اس کے بعد کل کائنات اور اللہ تعالیٰ کا فرق دیکھئے تو ممکن اور واجب کا فرق نکلے گا۔ بادشاہ کی ملک رعایا پر ناقص ہے جس شخص کو چاہے قید کردے جس کو چاہے قتل کردے وغیرہ وغیرہ اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہر مخلوق پر تام، کیونکہ اللہ تعالیٰ معطی وجود ہیں، مخلوق کا وجود اور اس کی ہر صفت مستعار ہے، مالکِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے، مالک کو اپنی عطا کردہ چیز ہر وقت لینے کا اختیار ہے۔

ممکن اور مخلوق ہونے میں انبیاء اور غیر انبیاء سب مساوی ہیں، جس طرح زید اپنے وجود اور بقا میں کسی آن ذاتِ خداوندی سے مستغنی نہیں بلکہ ہر لحہ اس کا محتاج ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی ہر سانس میں اس مالک حقیقی، معطی وجود، قادر علی الاطلاق کے محتاج ہیں اور یہ فرق بادشاہ و چمار کے فرق سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ کوئی چمار اپنے سانس میں، اپنی قوت میں، اپنے حسن اور دیگر صفات میں بادشاہ کے وجود کا محتاج نہیں کہ اگر بادشاہ کا وجود ہے تو اس کے اوصاف باقی ہیں ورنہ فنا ہو جائیں گے۔ وہذا ھو الظاہر۔

اس کے بعد غور کا مقام ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چمار کو بادشاہ کے ہم مرتبہ کہہ دے یا بادشاہ کا سا معاملہ چمار کے ساتھ کرے تو بادشاہ اور اس کے ندماء کا غیرت اور غصہ سے کیا حال ہوگا۔

ان مبتدعین پر اللہ تعالیٰ کی غیرت اور جلال کا کیا حال ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک مخلوق کو شریک کر رہے ہیں(۱)، کہتے ہیں کہ مخلوق بھی خالق کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، جمیع جزئیات وکلیات کا اس کو بھی پورا پورا علم حاصل ہے اس اشراک سے: ﴿لیس کمثلہ شیئ﴾(۲) کی کس قدر گستاخی کرتے ہیں، نیز نص قطعی ہے: ﴿قل لا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و تری المجرمین یومئذ مقرنین فی الأصفاد﴾ .(سورہ إبراھیم، آیت: ۴۹)

(۲) (سورۃ الشوریٰ، آیت: ۱۱)

أقول لكم عندی خزائن الله ولا أعلم الغيب﴾ (۱) ﴿وعنده مفاتح الغيب لايعلمها إلا هو﴾(۲) کی کس قدر صریح مخالفت کرتے ہیں، سرکار دوجہاں فخر کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرماتے ہیں:

"إنما أنا بشر مثلكم أنسى كما تنسون"(۳) "أنتم أعلم بأمر دنيا كم" (٤)-

مگر یہ دشمنانِ خدا اور رسول دونوں کے امر کی مخالفت اس شدت سے کرتے ہیں کہ جو شخص اس مخالفت میں ان کا ہمنوا نہ ہو تو اس کو کافر کہتے ہیں (۵)۔ نمازیں قضا کردیں تو اس پر کوئی ملامت نہیں کرتے، مگر میلاد کا ترک بدترین گناہ سمجھتے ہیں (٦)۔ اللہ جل جلالہ کا اسم مبارک لیا جائے تو اس کی کوئی تعظیم نہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد میں ذکر ہو تو قیام کو لازم سمجھتے ہیں۔ یہ مخلوق کا رتبہ خالق سے بڑھانا نہیں تو اور کیا ہے اور مرتبہ بڑھانا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کیلئے نہیں بلکہ اہلِ حق سے عناد کی وجہ سے، اگر تعظیم مقصود ہوتی تو آپ کے فرمان مقدس کی وقعت کرتے، سنت کے متبع ہوتے، نہ فرمانِ صریح کی مخالفت کرتے (۷)۔ فقط والله المستعان و هادی كل ضالٍ۔

حررہ، العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/ شعبان/ ۵۵ھ۔

---

(۱) (سورة الأنعام آيت : ۵۰)

(۲) (الأنعام آيت : ۵۹)

(۳) (صحيح البخاری، كتاب الصلوة، باب التوجه نحو القبلة : ۱/ ۵۸، قديمی)

(أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب إذا صلى خمساً : ۱/ ۱۴۶، دار الحديث ملتان)

(وابن ماجه، ص: ۱۷۸، قديمی)

(۴) "أنتم أعلم بأمر دنياكم" .(الصحيح لمسلم، كتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قاله شرعاً دون ما ذكره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/ ۲۶۴، قديمی)

(۵) تفصیل کے لئے دیکھئے: (جاء الحق: ۲۱، دیباچہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

اور اسی طرح خانصاحب کی تصنیف: (الکوکبۃ الشہابیۃ، ص: ۱۰، مطبع کلیمی کلکتہ) ملاحظہ کیجئے۔

(٦) تفصیل کے لئے دیکھئے: (جاء الحق ۱/ ۲۳۳، میلاد شریف کا بیان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(۷) قال الله تعالىٰ: ﴿قل إن كنتم تحبون الله، فاتبعوني يحببكم الله﴾ الآية. (آل عمران، آيت : ۳۱)

وقال عليه السلام "لايؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعاً لِما جئت به" (شرح السنة للبغوی: ۱/ ۲۱۳، بيروت)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسير ابن كثير : ۱/ ۳۵۸، سهيل اكيڈمی)

''تقویۃ الایمان'' کی ایک عبارت پر اشکال کا جواب

سوال[۱۰۰۸]: تقویۃ الایمان میں ایک جگہ یوں لکھا ہوا ہے، کہ ''یوں نہ کہو کہ فلاں چیز کھائی یا پی تھی نقصان کر دیا اور یہ مرض ہو گیا، ایسا کہنا شرک ہے، نفع و نقصان سب اللہ کی طرف سے ہے'' (۱)۔ مگر زید کا سینکڑوں مرتبہ کا تجربہ ہے کہ ترشی دار کوئی بھی چیز کھائے تو آنکھوں کے پپوٹوں میں سوزش ہو جاتی ہے اور آنکھ مثل دکھنے کے ہو جاتی ہے اور جب شلغم، دال، مسور، اور ارہر کھاتا ہے تو فوراً فم معدہ پر جلن ہو جاتی ہے اور جب مولی کھاتا ہے تو گردہ میں بھاری پن ہو جاتا ہے۔

زید جب ان مرضوں کی شکایت طبیب سے کرتا ہے تو طبیب غذا کھانے کے بارے میں دریافت کرتا ہے کہ کیا کھایا تھا تو اس پر زید بتاتا ہے کہ رات کو فلاں چیز کھائی تھی، اب طبیب بہت سی چیزوں کو منع کرتا ہے، اگر کھاؤ گے تو مرض بڑھ جائے گا۔ طبیب کی منع کردہ اشیا پر یقین یہ کر کے نہ کھانا کہ نقصان دیں گی اور مشاہدہ بھی ایسا ہی ہو کہ ان کے کھانے سے نقصان ظاہر ہو جاتا ہو، کیا واقعی شرک ہو جائے گا کہ اس چیز نے نقصان کر دیا، اگر شرک ہے تو پھر کیا سوچ کر طبیب کی ہدایت پر عمل کرے جو شرک نہ ہو؟

محمد فہیم الدین مدرسہ تعلیم القران لاور بازار پاوڑی ضلع پوڑی گڑھوال۔

الجواب حامداًومصلیاً:

کسی چیز کی تاثیر بغیر اذنِ خداوندی کے اثر نہیں کر سکتی، اس لئے کوئی چیز بھی مؤثر بالذات نہیں، اگر کسی چیز کا مؤثر بالذات اعتقاد کرے گا تو یہ شرک ہوگا (۲)۔ ترشی کھانے سے اگر آنکھوں کے پپوٹوں میں سوزش کا

---

(۱) ''تقویۃ الایمان میں شرک کی تردید مختلف عبارتوں کے ذریعے کی گئی ہے لیکن ان الفاظ کے ساتھ کہیں یہ عبارت نہیں ملی۔

(۲) "وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم :"لاعدوی ولا هامة ولا نوح ولا صفر". (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقی، باب الفال والطيرة، ص: ۳۹۱، قديمی)

قال القاری رحمه الله تعالیٰ: "وإنما أراد بذلك نفی ما كان يعتقده أصحاب الطبيعة، فإنهم كانوا يرون العلل المعدية مؤثرةً لا محالة، فأعلمهم بقوله هذا أن ليس الأمر علی ما يتوهمون، بل هو متعلق بالمشيئة إن شاء كان، وإن شاء لم يكن". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقی: ۳۴۳/۸، رشيديه)

(وكذا فی شرح النووی علی صحيح مسلم، باب لا عدوی و لاطيرة الخ: ۲۳۰/۲، قديمی)

ہوتا ترشی کے لوازم ذاتیہ میں ہوتا تو جو شخص بھی کھاتا اس کو یہ تکلیف ضرور ہوتی، دنیا بھر کھاتی ہے اور یہ تکلیف نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترشی مؤثر بالذات نہیں بلکہ جس کے حق میں خدائے پاک کی طرف سے جب اذن ہوتا ہے ویسی تاثیر ظاہر ہوتی ہے۔ شلغم، دال مسور، ارہر، مولی وغیرہ سب کو اس پر قیاس کرلیں کہ کوئی بھی مؤثر بالذات نہیں، ورنہ اطباء سب کو ہی منع کردیتے، تجربہ یا طبیبِ حاذق کی تجویز سے ایک چیز کا مضر ہونا معلوم ہوجائے تو اس سے پرہیز کرنا ہرگز شرک نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ، العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۶/۲۶ھ۔

''نورالانوار'' کی عبارت پر خلجان

سوال [۱۰۰۹]: نورالانوار کے دو مقام پر خلجان ہے:

۱- "قال: والقضاء يجب به الأداء عند المحققين خلافاً للبعض" قال الشارح: لأن بقاء الصلوة والصوم في نفسه للقدرة على مثل من عنده وسقوط فضل الوقت لا إلى مثل و ضمان للعجز عنه أمرٌ معقول في نفسه" ص: ٣٤(٢) شارح کی دلیل سمجھ میں نہیں آئی۔

۲- "قال: والأداء أنواع: كامل و قاصر و ما هو شبه بالقضاء، وفي هذا التقسيم مسامحة؛ لأن الأقسام لا يتقابل فيما بينهما". ص: ٣٦(٣)۔

شارح یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اقسام میں آپس میں تقابل ہے، کامل قاصر اَدا، اور اداء شبیہ بالقضاء جمع نہیں ہوسکتے، جیسے کہ کلمہ کے اقسام ثلاثہ: اسم، فعل، حرف، ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے ہیں۔ میرے نزدیک شارح کے اس قول میں مسامحت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- صوم صلوۃ کی فرضیت نصِ قطعی کے ساتھ ثابت ہے، جب وقت پر ادا نہ کرسکے تو قضاءً لازم ہے، وقت پر ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے فریضہ ساقط نہیں ہوتا، یہ امر معقول ہے، اس کی تسلیم من عند نفسہ اس طرح ہوگی کہ نفس

---

(۱) لہٰذا تقویۃ الایمان کی عبارت پر بےجا اعتراضات کرنا سوءِ فہم کا نتیجہ ہے۔

(۲) (نور الأنوار، مبحث الأمر: ص: ۳۴، سعید)

(۳) (نور الأنوار، مبحث الأمر: ص: ۳۶، سعید)

صوم وصلوۃ کی قضاء پیش کردے جو کہ اصل کے مثل ہے، البتہ اب وقت کی فضیلت حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، اس سے عجز ظاہر ہے جس کا آدمی مکلّف نہیں، اس لئے بغیر فضیلتِ وقت کے جس قدر مثل اپنے اختیار میں ہے اسی پر کفایت کی گئی ہے اور اس کو تسلیم مثل الواجب کہا گیا ہے، پس جو نص موجبِ ادا نہیں وہی موجب قضاء ہے، کیونکہ فوتِ وقت کی وجہ سے وہ نص منسوخ نہیں ہوگی، نہ اس پر عمل ہوا بلکہ اس کا مطالبہ اب بھی باقی ہے ،لہٰذا وجوبِ قضاء کیلئے کسی جدید نص کی حاجت نہیں۔ شارح کے کلام کا یہی حاصل ہے۔

۲- ماتن کے کلام میں مسامحت ہے جس کی کڑی دور تک (فخر الاسلام وغیرہ تک) چلی گئی ہے، شارح کے کلام میں مسامحت تسلیم کرنا اھون ہے بشرطیکہ تشریحِ شارح کا آپ جواب دیدیں جس میں وجہ مسامحت کا بیان ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ، العبد محمود غفرلہ، دارلعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۳/۲/۶ھ۔

۷۸۶ کا عدد تسمیہ کا قائم مقام نہیں

سوال[۱۰۱۰]: بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بدلہ "۷۸۶" لکھنے پر بسم اللہ کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ثواب ۷۸۶ لکھنے سے نہیں ملے گا، یہ تو بسم اللہ کا عدد ہے جن سے اشارہ ہو سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

حاشیہ پر "۱۲" کا مطلب

سوال[۱۰۱۱]: جو کتابوں میں حاشیہ پر ۱۲ لکھا ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"۱۲" کا مطلب ایسے موقع پر یہ ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر بات پوری ہوگئی، یہ دو حرفوں کے اعداد کا

(۱) دیکھئے: (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳۴۸/۸، جائز وناجائز، مکتبہ لدھیانوی)

مجموعہ: ایک ح، اس کے آٹھ عدد ہیں (۱) دوسرا حرف ''د'' اس کے چار عدد ہیں (۲)، ان کا مجموعہ ۱۲ ہے۔ فقط
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۸۷ھ۔

اللہ تعالیٰ کیلئے تعظیمی لفظ بولنے سے جمع کا شبہ

سوال [۱۰۱۲]: ایک صاحب قرآن شریف مترجم حضرت تھانوی رحمہ اللہ منگوالائے مگر جب کلام پاک منگوانے والے نے دیکھا کہ ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ہے اور بسم اللہ کا ترجمہ یہ ہے: ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں'' بس فوراً کہہ دیا کہ یہ ترجمہ غلط ہے، اب آپ فرمادیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے یا صحیح؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ترجمہ صحیح ہے، مقام ادب میں اس طرح بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں، اس سے جمعیت یا تعداد مقصود نہیں ہوتی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۸/ ۱/ ۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دار العلوم دیوبند۔

اختتامِ مجلس کی دعا میں واحد کے صیغہ کو جمع سے پڑھنا

سوال [۱۰۱۳]: حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اختتامِ مجلس کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: ''سبحان الله وبحمده سبحانك وبحمدك، وأشهد أن لا إله أنت أستغفرك وأتوب إليك''.

---

(۱) فیروز اللغات (اردو جامع) ص: ۵۶۰)

(۲) (فیروز اللغات (اردو جامع) ص: ۶۰۵، فیروز سنز)

نوٹ: پہلے زمانے میں یہی ۱۲ کا عدد انتہائے کلام پر لکھا جاتا تھا اور آج کل عربی کتابت میں اس کی جگہ نکتہ لگایا جاتا ہے جس کی علامت یہ ہے: (.)۔

(۳) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اپنے لئے جمع کے صیغے استعمال فرمائے ہیں کما قال: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر، وإنا له لحافظون﴾ (الحجرات: ۱۴، آیت: ۹)

خط کشیدہ صیغہ واحد متکلم کا ہے، اسے جمع متکلم کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ میری نیت یہ ہوتی ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اختتامِ مجلس کے بعد دعا پڑھتے تھے اور جو دعاء پڑھتے وہی ہم پڑھ رہے ہیں، پھر بھی واحد کی جگہ جمع کا صیغہ پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے کہ اس میں اہلِ مجلس کی شرکت بھی ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۱۸ھ۔

لفظ ''حضور'' کا استعمال

سوال[۱۰۱۴]: لفظ ''حضور'' صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہی کے لئے مخصوص ہے، اس لئے آپ یہ بتائیں کہ اگر لفظ حضور کسی دوسرے انسان کے لئے استعمال کیا جائے تو کیا گناہ ہے۔

یار حسین، ہردوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، گناہ نہیں (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) ''قال العلماء الشافعية والحنابلة يستحب للإمام أن يقول في دعاء القنوت المودى عن الحسن بن علي رضي الله عنه: ''اللهم اهدنا فيمن هديت'' بجمع الضمير مع أن الرواية : ''اللهم اهدني فيمن هديت'' بإفراد الضمير. قال الشيخ منصور بن إدريس الحنبلي في كشاف القناع في شرح الإقناع: والرواية إفراد الضمير، وجمع المؤلف ؛ لأن الإمام يستحب له أن يشارك المأموم في الدعا. انتهى ''. (تحفة الأحوذي، كتاب الصلاة، باب ماجاء في كراهية أن يخص الإمام نفسه بالدعا: ۲/۳۴۳، مطبع المدني قاهرة)

(۲) اس لئے کہ اس کا معنی علامہ ابوالفضلؒ یوں کرتے ہیں: ''الحضور نقيض المغيب والغيبة''. (لسان العرب، حرف الراء: ۴/۱۹۶، دار صادر، بيروت)

اور فارسی میں اس کا معنی علامہ غیاث الدینؒ یوں بیان کرتے ہیں: ''حضور بضمتين مصدر ست بمعنى حاضر شدن نقيضِ غيبت، ودر عرف كلمۀ تعظيم است بلكه بر ذات مخدومان اطلاق كنند''. (غياث اللغات، ص: ۱۷۴ ،سعيد) .... =

لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ

سوال[۱۰۱۵]: ''آمدنامہ'' میں جو طریقہ متعدی ہے، اس کا کیا مطلب ہے(۱)؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فعل لازم کو متعدی بنانے کا طریقہ مراد ہے، یعنی جو فعل صرف فاعل پر پورا ہو جاتا ہے اس کو متعدی بنانا چاہتے ہیں تاکہ اس کا تعلق مفعول بہ سے بھی ہو۔ تو اس کی صورت یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی فعل ایک مفعول پر پورا ہو جاتا ہے اس کا تعلق دو مفعول سے ہو جائے، مثلاً: ''خوردن'' کھانا، یہ ایک مفعول پر پورا ہوتا ہے اس کو دو مفعول سے متعدی بنایا جائے تو ''خورانیدن'' بنایا جائے، ایسے ہی ''پرسیدن'' سے ''پرسانیدن'' ہوگا، ایسے ہی ''پروردن'' سے ''پروانیدن'' ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیو بند۔

''غزیر العلم'' کے معنیٰ

سوال[۱۰۱۶]: ''غزیر العلم'' ہے، وسیع العلم، فتوی صرف لفظ غزیر کا لینا ہے کہ لفظ صحیح کیا ہے؟ عزیز ہے یا غزیر، نیز غزیر کے کیا معنیٰ ہوں گے؟ جواب سے نوازیں۔

= اور اردو میں اس کا معنی مولوی نور الحسن نیّر یوں کرتے ہیں: ''حضور: حاضر ہونا، سامنے آنا، کلمۂ تعظیم ...... عزت کا لقب''۔

(نور اللغات: حضور: ۲/۱۲۲۲، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

الحاصل عربی، فارسی، اردو میں سے کسی زبان میں یہ لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ خصوصیت کیساتھ مستعمل نہیں، اسلئے یہ لفظ دوسرے انسانوں کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے:

قال العلامہ الآلوسی تحت قولہ تعالیٰ: (لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ) الآیہ:

"والآیۃ وإن سیقت للاقتداء بہ علیہ الصلاۃ والسلام فی أمر الحرب من الثبات ونحوہ، فھی عامۃ فی کل أفعالہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا لم یعلم أنھا من خصوصیاتہ کنکاح مافوق أربع نسوۃ"۔

(روح المعانی: ۲۱/۱۶۷، دار إحیاء التراث العربی)

(۱) ملاحظہ کیجئے: (رسالہ آمدنامہ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خطبہ میں غزیر العلم ہے یعنی غین ہے نقطہ والا، عین نہیں بلا نقطہ والا، پھر ''ز'' نقطہ دار ہے، پھر ''ی'' ہے پھر ''ر'' ہے بلا نقطہ، اس کے معنیٰ ہیں زیادہ اور گہرا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

''روشن ضمیر'' کا مطلب

سوال [۱۰۱۷]: اللہ کے بندے روشن ضمیر ہوتے ہیں تو کیا ان کو چودہ طبق کے معاملات نظر آتے ہیں اور وہ سب کچھ جانتے ہیں؟ ظہور احمد جامع مسجد کوکڑ ضلع مظفر نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

روشن ضمیر کا مطلب یہ نہیں کہ چودہ طبق نظر آئیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایسا نور پیدا فرمادیا ہے کہ وہ سنت وبدعت، صدق وکذب، حق وباطل، طاعت ومعصیت میں ایسا فرق کر لیتے ہیں کہ ہرگز بدعت ومعصیت کے لئے آمادہ نہیں ہوتے کہ ان کا یہ نور سلب ہوجائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۹ھ۔

---

(۱) "الغزارة: الكثرة، وقد غزر الشئ، بالضم، يغزر، فهو غزير، ابن سيدل: الغزير الكثير من كل شئ، وأرض مغزورة: أصابها مطر غزير الدر". (لسان العرب: حرف الراء، ۵/۲۳، دار صادر)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (القاموس المحيط للفيروز آبادی، باب الزاء: ۲/۱۸۴، دارالفكر)

(۲) قال الآلوسی رحمه الله تحت قوله تعالىٰ: "أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه": "وهو اللطف الإلٰهی المشرق عليه من بروج الرحمة عند مشاهدة الآيات التكوينية والتنزيلية للاهتداء بها إلى الحق". (روح المعانی سورة الزمر: ۲۳/۲۵۷، دارإحياء التراث بيروت)

قال عليه الصلاة والسلام: "اتقوا فراسة المؤمن، فإنه ينظر بنور الله عز وجل". قال المناوی فی شرح هذا الحديث: "قوله: (فإنه ينظر بنور الله عزو جل): أی يبصر بعين قلبه المشرق بنور الله تعالىٰ، وبأستار القلب تصح الفراسة؛ لأنه يصير بمنزلة المِرآة التی تظهر فيها المعلومات كما هی، والنظر بمنزلة النقش فيها. قال بعضهم: من غض بصره عن المحارم، وكف نفسه عن الشهوات، وعمر باطنه المراقبه، وتعود أكل الحلال، لم تخطئ فراسته". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۱۵۱، ۱/۲۶۹، ۲۷۰، مكتبه نزار مصطفى رياض)

اعلیٰ حضرت لقب کا حکم

سوال [۱۰۱۸]: احمد رضا خان صاحب مجدد بھی ہیں اور ان کا لقب ''اعلیٰ حضرت'' بھی ہے، میں نے تو کسی کتاب میں کسی پیغمبر کے لئے سوائے حضرت، اعلیٰ حضرت خطاب نہیں دیکھا، جو لقب حضرت سے بڑھ جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی انسان کی تعریف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہیں، آپ کے مرتبہ کو نہ فرشتہ پہونچا، نہ پیغمبر، نہ کوئی پہونچ سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

''سید، مولیٰ، عبد'' کے معانی

سوال [۱۰۱۹]: کتاب التوحید میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا ''أنت سيدنا وأفضلنا وخيرنا''. الخ أو كماقال ـ آپ نے فرمایا: ''السيد هو الله'' (۲)، تو اس سے سید کہنے کی ممانعت ثابت ہورہی ہے۔ پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ مالکِ رقبہ غلام کو ''عبدی'' نہ کہے اور غلام مالک کو ''رب'' نہ کہے بلکہ سید کہے (۳) اور سید خادم ہے، یہاں سید کہنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ دونوں

---

(۱) ''والمعتقد المعتمد أن أفضل الخلق نبينا حبيب الحق، وقد ادعى بعضهم الإجماع على ذلك، فقد قال ابن عباس رضي الله عنهما: إن الله فضّل محمداً على أهل السماء وعلى الأنبياء. وفي حديث مسلم والترمذي عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه: ''أنا سيد وُلد آدم يوم القيمة ولا فخر الخ''. (شرح الفقه الأكبر، بعد قول الماتن: ''والله يهدى من يشاء إلى صراط مستقيم''، ص: ۱۱۴، قديمي)

(۲) ''عن عبدالله بن الشخير رضي الله عنه، قال: انطلقتُ في وفد بني عامر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم: فقلنا: أنت سيدنا، فقال: ''السيد الله تبارك وتعالىٰ''. الحديث. (فتح المجيد، شرح كتاب التوحيد، باب ماجاء في حماية النبي صلى الله عليه وسلم حماية التوحيد، وسدّه طرق الشرك، ص: ۴۵۶، ۴۵۷، جمعية إحياء التراث الإسلامي، كويت)

(۳) ''في الصحيح، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''لايَقُل أحد كم: أطعِم ربك، وضّئ ربك، وليقل: سيدي ومولاي، ولا يقل أحدكم: عبدي وأمتي، وليقل: فتاي وفتاتي وغلامي''.=

ایک دوسرے کے متضاد ہیں، کیا یہ حدیثیں صحیح ہیں، اگر صحیح ہیں تو پھر ایک دوسرے کے خلاف کیوں ہیں؟

مزے کی بات یہ ہے کہ فاضل مصنف کتاب التوحید میں جو یہ حدیث نقل کرتے ہیں وہ خطبہ کے اندر خود بھی سیدنا ومولانا کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔قرآن شریف میں ہے:﴿أنت مولانا﴾(۱) اور﴿الله ولی الذین اٰمنوا﴾(۲) تو کیا دوسرے کو''مولانا'' کہنا درست ہے؟ کیا یہ حدیث درست ہے کہ:"من لامولاه، فعلیّ مولاه". جب کہ مومنین کا مولیٰ اور ولی اللہ ہی ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کیسے فرمایا گیا؟

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں، وضاحت فرمائیں "علی" اور" عَلِی" میں کیا فرق ہے؟ یہ نام کیسے جائز رکھا گیا ویسے تو منع کرتے ہیں کہ رازق وخالق نہ کہو، عبداللہ وعبدالخالق کہو۔

الجواب حامداًومصلیاً:

''سید'' کے ایک معنی ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے سید صرف اللہ ہے اسی اعتبار سے فرمایا ہے "السید هو الله"۔ ایک معنیٰ کے اعتبار سے دوسروں پر بھی اس کا اطلاق درست ہے(۳)، تضاد رفع ہوگیا۔اسی طرح عبد کے ایک معنیٰ ایسے بھی ہیں جن کے اعتبار سے اس کی اضافت غیر اللہ کی طرف نہ کی جائے، ایک معنیٰ کے اعتبار سے غیر اللہ کی طرف بھی اضافت جائز ہے(۴)، جیسے عبد المطلب (۵)۔عبد کی جمع ''عباد'' آتی ہے،

= (فتح المجید، باب لایقول: عبدی وأمتی ،ص: ۴۰۶)

(۱) (البقرة: ۲۸۶)

(۲) (البقرة : ۲۵۷)

(۳) وفی مجمع بحار الأنوار: " (سود) فیه : قیل: أنت سید قریش ، فقال : "السید هوالله": أی هو الذی یحق له السیادة .... : "أنا سید وُلد آدم" .... وهو سیدهم فی الدارین لظهوره یؤمئذ، یبعث المقام المحمود .... إن ابنی هذا سید، قیل: أی حلیم .... انظروا إلی سیدنا مایقول: أی إلی من سوّدناه علی قومه الخ". (۳/۱۴۰، حیدر آباد دکن)

(۴) "العبد : الإنسان حراً کان أورقیقاً، یذهب بذلک إلی أنه مربوب لباریه .... والعبد : المملوک خلاف الحر". (لسان العرب: ۳/۲۷۰، دارصادر)

(۵) عبدالمطلب آپ کے دادا کا اصل نام نہیں ہے بلکہ ان کا نام شیبہ تھا، عبدالمطلب کے والد ھاشم کا شام کے سفر کے دوران انتقال ہوگیا تھا، ان کے بعد حجاج کی سیرابی اور مہمان نوازی کی ذمہ داری ان کے بھائی مطلب بن عبد مناف پر آئی۔ =

قرآن پاک میں ہے:﴿وأنكحوا الأيامىٰ منكم والصالحين من عبادكم﴾الآية (١)۔

لفظ ''مولیٰ'' کے معنی بھی متعدد ہیں: ایک معنیٰ کے اعتبار سے ''مولیٰ'' صرف اللہ ہے جیسے ''الله مولانا ولامولىٰ لكم ''(٢) الحديث۔ دوسرے معنیٰ کے کے اعتبار سے غیر اللہ کو بھی مولیٰ کہنا درست ہے، صاحبِ ہدایہ نے ایک روایت بالمعنیٰ نقل کی ہے جس میں ایک صحابی کو ارشاد فرمایا ہے:''أنت مولانا''۔

''من لامولىٰ لهٗ فمولاه عليٌّ'' کے الفاظ تو کسی حدیث میں دیکھنا یاد نہیں، البتہ ایک دوسری روایت ہے: '' من كنت مولاه، فعلي مولاه ''(٣)۔

''العلی'' اللہ کا نام ہے مگر ''علی'' لفظِ مشترک ہے، غیر اللہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اگر یہ نام ناجائز ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ضرور بدل دیا جاتا، جس طرح کہ دوسرے ایسے نام تبدیل کردیئے گئے (۴) اور محدثین نے ''تغيير الاسماء القبيحه'' کا مستقل باب منعقد کیا ہے، جو لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص

= مطّلب اپنے بھتیجے کو لینے مدینہ آئے تو شیبہ کی والدہ سلمی بنت عمرو نے بیٹے کو لے جانے سے منع کر دیا، انہوں نے سمجھایا کہ میرا بھتیجا ایک غیر قوم میں پرورش پاکر بالغ ہونے والا ہے، ہم عزت وشرافت اور سیادت والے لوگ ہیں، لوگوں کی ذمہ داریاں ہمارے اوپر ہیں، شیبہ کی پرورش کے لئے اس کی قوم، خاندان اور شہر سب کچھ یہاں بہتر ہے تو والدہ نے شیبہ کو لے جانے کی اجازت دے دی۔

مطّلب جب اپنے بھتیجے کو لے کر آئے تو قریش کے لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ مطّلب نے غلام خریدا، چنانچہ وہ عبدالمطلب کہنے لگے، مطّلب کہتے رہ گئے کہ ''وَيْحَكُم! إنما هو ابن أخي: هاشم '' ارے! یہ تو میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے، غلام نہیں، لیکن پہلے والا لقب ان کے علَم پر غالب آگیا اور عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوگئے۔ (السيرة النبوية، لابن هشام، ميلاد عبدالمطلب ونسبه تسميته كذلك: ١/١٤٥، مصطفىٰ البابى، مصر)

(١) (النور: ٣٢)

(٢) (صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب غزوة أحد: ٢/٥٧٩، قديمى)

(٣) (مسند الإمام أحمد، حديث البراء بن عازب: ٣٥٥/٥، دارإحياء التراث العربى)

(۴) ''عن زينب بنت أبى سلمة قالت: سُمّيتُ برّة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''لا تزكّوا أنفسكم، الله أعلم بأهل البر منكم، سمّوها زينب ''. رواه مسلم ''.

''وعن ابن عمر أنّ بنتاً كانت لعمر يقال لها: عاصية، فسمّاها رسول الله صلى الله عليه وسلم جميلة''. رواه مسلم''. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامى، الفصل الأول، ص: ۴٠٧، قديمى) =

ہے، اس کا اطلاق غیر اللہ پر ممنوع ہے(۱)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

معذور اور مجبور میں فرق

سوال[۱۰۲۰]: مجبور اور معذور میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامد أومصلياً:

یہ کس فن کے اصطلاحی لفظ ہیں؟

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

روزِ شرعی ولغوی

سوال[۱۰۲۱]: شریعت میں دن کب سے کب تک ہے، اگر صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کو دن شمار کیا جائے تو: ﴿أتموا الصيام إلى الليل﴾ القرآن(۲) اور "صلوٰة النهار عجماء" الحديث(۳)

= "وعن عائشة قالت: إن النبي صلى الله عليه وسلم كان يغيّر الاسم القبيح". رواه الترمذي".

"وعن بشير بن ميمون عن عمه أسامة بن أخدري أن رجلاً يقال له: أحرم، كان في النفر الذين أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ماسمك"؟ قال: أحرم، قال: "بل أنت زرعة". رواه أبوداؤد، وقال: وغيّر النبي صلى الله عليه وسلم اسم العاص وعزيز وعَتَلَه وشيطان والحكم وغراب وحباب وشهاب، وقال: تركت أسانيدها للاختصار". (المشكوٰة، باب الأسامي، الفصل الثاني، ص: ۴۰۸، قديمي)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أخنى الأسماء يوم القيٰمة عند الله رجل يسمى "ملك الأملاك". رواه البخاري. وفي رواية مسلم: قال: أغيَظُ رجلٍ على الله يوم القيٰمة وأخبثه رجلٌ كان يسمى ملك الأملاك، لامِلك إلا الله". (المشكوٰة، المصدر السابق)

(۲) (البقرة: ۱۸۷)

(۳) "وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "صلاة النهار عجماء". قلت: غريب ورواه عبدالرزاق في =

میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ جب آیت کے مطابق مغرب رات میں داخل ہے اور حدیث کے مطابق فجر دن میں داخل ہے تو فجر کی نماز بالجہر نہیں ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی نہار صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے: "الیوم الشرعی من طلوع الفجر إلی الغروب اھ". شامی : ۲/۸۰(۱)۔ عرفی نہار طلوع شمس سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے۔ بعض مواقع پر شریعت نے اس کا بھی اعتبار کیا ہے، مسئلہ قرأۃ بالجہر میں بھی ایسا ہی ہے۔

"صلوۃ النہار عجماء" حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ ہو سکے تو اس متن کو مع سند نقل فرمادیں(۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

عبادت واطاعت میں فرق

سوال[۱۰۲۲]: آیت:﴿وما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون﴾ کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبادت انسان وجنات کی امتیازی خصوصیت ہے اور باقی مخلوقات اطاعت کرتے ہیں۔ تو کیا عبادت واطاعت کی حقیقت الگ الگ ہے؟ دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے یا ایک ہے؟ کیا دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبادت غایتِ تذلل کے ساتھ تعظیم حسب الامر صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے:﴿إیاک نعبدو

= مصنفہ من قول مجاهد وأبی عبیدة، فقال: أخبرنا معمر عن عبدالکریم الجزری قال: سمعت أباعبیدة یقول: "صلاة النار عجماء". انتهی".

"أخبرنا ابن جریج قال: قال مجاهد: "صلاة النار عجماء". انتهی. وقال النووی فی الخلاصة: حدیث "صلاة النهار عجماء" باطل لا أصل له. انتهی". (نصب الرایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الحدیث الثالث والخمسون: ۲/۴، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصوم: ۲/۳۷۱، سعید)

(۲) عبدالرزاق وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث باطل ہے، کما مرّ فلیراجع، ص: ۳۴۸، الحاشیة رقم: ۳)

وإیاک نستعین ﴾الآیة(۱)۔ اطاعت (بات ماننا) دوسروں کی بھی کی جاتی ہے: ﴿أطیعو الله وأطیعوالرسول وأولی الأمر منکم ﴾ الآیة (۲)۔ عبادت اخص مطلق ہے اور اطاعت اعم مطلق ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۹۲ھ۔



(۱) (الفاتحة: ۴)

" العبادة لاتقوم إلا بقطب رحاها الذی لا تدور إلا علیه، وذلک غایة الذلّ فی غایة المحبة".

(تیسیر العزیز الحمید، شرح کتاب التوحید، باب ماجاء فی حمایة النبی صلی الله علیه وسلم اه، ص: ۲۳۲، المکتب الاسلامی)

(۲) (النسآء : ۵۹)

(۳) " ذکر شیخ الإسلام زکریا أن الطاعة فعل مایثاب علیه، توقف علی نیة أولا، عرف مَن یفعله لأجله أولا .... والعبادة مایثاب علی فعله، ویتوقف علی نیة . الخ". (ردالمحتار، کتاب الطهارة، مطلب الفرق بین الطاعة والقربة والعبادة : ۱/۱۰۶، سعید)

فتویٰ کا بیان

قاضی اور مفتی میں فرق

سوال[۱۰۲۳]: مفتی اور قاضی میں کیا فرق ہے؟

المرسل بندہ محمد قطب الدین مہتمم مدرسہ رنگپور بنگال۔۶/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مفتی اور قاضی کے احکام میں متعدد طرق سے فرق ہے، نفسِ منصب کے اعتبار سے ایک اہم فرق ہے کہ مفتی مخبر ہے اور قاضی ملزم ہے: ''لا فرق بين المفتي والقاضي إلا أن المفتي مخبر عن الحكم والقاضي ملزم اهـ''. در مختار ۔ قال الشامي: ''(قوله: لا فرق الخ): أى من حيث أن كلاً منهما لا يجوز له العمل، بل عليه اتباع ما رجحوه في كل واقعة وإن كان المفتي مخبراً و القاضي ملزماً، وليس المراد حصر عدم الفرق بينهما من كل جهةٍ، فافهم اه'' ۔ ردالمحتار(۱)۔

ترجمہ : مفتی اور قاضی میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ مفتی حکم کی خبر دینے والا ہے اور قاضی (حکم کو) لازم کرنے والا (اس پر عمل درآمد کرنیوالا ہے) درمختار، شامی نے کہا کہ (اس کا قول کوئی فرق نہیں) کہ دونوں (مفتی وقاضی) میں سے کسی کو عمل کرنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک پر اس کا اتباع لازم ہے جس کو انہوں (اصحاب ترجیح) نے ترجیح دی ہے ہر واقعہ میں، اگرچہ مفتی خبر دینے والا اور قاضی عمل درآمد کرانے والا ہے، دونوں کے درمیان ہر جہت سے عدم فرق کا حصہ مراد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ ۵/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

---

(۱) دیکھئے: (رد المحتار على الدر المختار، المقدمة: ۱/۷۴، مطلب إذا تعارض التصحيح، سعيد)

(و كذا في مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/۱۱، سهيل اكيڈمی)

(و كذا في إعلام الموقعين: ''فالحاكم مخبر منفذ و المفتي مخبر غير منفذ'': ۴/۱۳۳، دار الكتب العلمية بيروت)

ظاہر الروایۃ کے خلاف فتوی

سوال[۱۰۲۴]: فقہاء رحمہم اللہ کا قاعدۂ صریحہ ہے کہ ظاہر الروایۃ ہوتے ہوئے دوسری روایت پرفتوی نہیں ہوگا، پھراس کے خلاف اکثر مسائل میں کیوں فتویٰ دیا جاتا ہے؟ بینواوتوجروا۔ بندہ نور محمد غفرلہ الصمد برسپال

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس کے خلاف کرنے کی بھی فقہاء نے تصریح کی ہے۔اصل یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دوقول ہوں تو ان میں سے کسی ایک کواختیار کرنے کے لئے وجہ ترجیح کی ضرورت ہے اور وجوہ ترجیح مختلف ہیں، اسی طرح ان کے الفاظ بھی مختلف ہیں، اگرکسی ایک قول کی فقہاء نے صراحۃً ترجیح بیان کردی ہوتو وہ دوسرے قول پرمقدم ہوگا اگرچہ وہ دوسرا قول ظاہرروایت ہی کیوں نہ ہو، اگر دونوں میں سے کسی ایک کوصراحۃً ترجیح نہیں اور ایک ان میں ظاہر الروایت ہے تو یہ ظاہر الروایۃ ہونا بھی اس کے لئے مرجح ہوگا۔شرح عقود رسم المفتی میں ہے ۔

وإن تجد تصحيح قولين و رد ... فاختر لما شئت فكلٌّ معتمد

إلا إذا كان صحيحاً وأصح ... أو قيل: ذا يفتىٰ به فقد رجح

أو كان في المتون أو قول الإمام ... أو ظاهر المروى أو جلّ العظام

قال به أو كان الاستحسانا ... أو زاد للأوقاف نفعاً بانا

أو كان ذا أوفق للزمان ... أو كان ذا أوضح في البرهان

هذا إذا تعارض التصحيح ... أو لم يكن أصلاً به تصريح

فتأخذ الذي له مرجّح ... مما علمته فهذا الأوضح

شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتي مجموعة رسائل ابن عابدين (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ رجب/ ۵۷ھ۔

---

(۱) (شرح عقود رسم المفتي في ضمن مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/۳۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

وفي الدر: "وإذا كان في المسئلة قولان مصححان، جاز الإفتاء والقضاء بأحدهما، بحر ومصنف". .... =

شامی دیکھ کرفتوی دینا

سوال[۱۰۲۵]: شامی کا کتب فقہ میں کیا درجہ ہے، آیا فقط شامی دیکھ کرفتویٰ دیا جاسکتا ہے یانہیں؟
افتخار حسین کاندھلہ، ۲/ رجب/ ٦٦ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :
شامی جامع ہے اور مجموعی حیثیت سے معتبر ہے، صاحب اتقان کے لئے صرف شامی دیکھ کرفتوی دینا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ٦٦ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، ٦/ رجب/ ٦٦ھ۔

= و فی رد المحتار : "(قوله: قولان مصححان): أی و قد تساویا فی لفظی التصحیح، وإلا فالأولیٰ الأخذ بما هو آكد فی التصحیح كما لوكان أحدهما بلفظ: الصحیح والآخر بلفظ: علیه الفتویٰ، فإن الثانی أقوی، وكذا لو كان أحدهما فی المتون أو ظاهر الروایة أو كان علیه الأكثر أو كان هو الأوفق، فإنه إذا صح هو و مقابله كان الأخذ به أولی الخ". (رد المحتار: ۳٦۳/۴، مطلب فیماإذا كان فی المسألة قولان مصححان، سعید)

(و كذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۵۳۹/۲، كتاب الوقف، دارالمعرفة، بیروت)

(۱) قال أحمد النقیب: "یعتبر هذا الكتاب "خاتمة التحقیقات و الترجیحات فی المذهب الحنفی" لتأخر جامعه و سِعة إطلاع واضعه و تحریره ما اعتمده المتأخرون الثقات، و لأنه أجمع كتاب فی الفقه الحنفی من كتب الفتویٰ والترجیح، و یعتبر لدیٰ علماء الحنفیة منخل المذهب فیما علیه الفتویٰ، ولا یكاد یفتی فی الفقه الحنفی دون الرجوع إلیه، و كان و ما یزال أهم كتب الفتویٰ التی انحضرت جهد الفقهاء المتأخرین علی قرأتها، و قد جمع فیه ابن عابدین (رحمه الله) "حصیلة كتب المذهب، مع التحریر للنقول و موازنة بعضها ببعض والاستمداد من الكتب الأصلیة بدقة وعنایة الخ". (المذهب الحنفی: ۵۸۳/۲، مكتبه الرشد، ریاض)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (مقدمة فی الفقه، ص: ۱۱۹، للدكتور سلیمان أیاخیل، دارالعاصمة، ریاض)

(ورد المحتار: ۸۴/۱، ۱۳۲، دار الفكر بیروت)

جاہل مفتی

سوال[۱۰۲۶]: ایک صاحب میرے یہاں ہیں ان کا نام خدا بخش ہے اور وہ فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ وہ عربی جانتے بھی نہیں ہیں، ہر سال بچوں کے اسکول کا روپیہ کھا جاتے ہیں اور اپنی برادری میں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ بھائیو! میں نے اسکول کا روپیہ اپنے خرچ میں لے لیا ہے اور میں ادا نہیں کر پاؤں گا اس کو آپ لوگ معاف کر دیجئے۔ وہ بے چارے مجبور ہو کر معاف کر دیتے ہیں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ یہ دے نہیں پائے گا۔ اور نماز میں تہجد ادا کرتا ہے اور ٹٹی شارع عام پر پھرتا ہے، راستہ چلنے والی عورتیں اور آدمی اپنے منہ پھیر لیتے ہیں مگر ان کو شرم نہیں لگتی۔ ایک مرتبہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میدان میں ایک باغ ہے اس کے پیڑ کے نیچے بیٹھا پائخانہ پھر رہا تھا۔ یہ فعل اس مفتی جاہل کے لئے کب روا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جاہل آدمی کا بلا تحقیق علم حاصل کئے فتوی دینا فتوی نہیں بلکہ ضلالت اور گمراہی ہے(۱) اور ایسے شخص کو مفتی کہنا بھی جہالت اور ضلالت ہے، سب کے سامنے ستر کھولنے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۱۵/۱/۹۰ھ۔

---

(۱) "و عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أفتي بغير علم كان اثمه علی من أفتاه". (سنن أبي داود، باب التوقي في الفتيا: ۱۵۹/۲، امداديه ملتان)

"من أفتی الناس و ليس بأهل للفتویٰ، فهو اٰثم و عاص". (إعلام الموقعين: ۱۶۶/۴، دار الكتب العلمية ،بيروت)

(ومسند الإمام أحمد: ۳۶۵/۲ ،رقم الحديث: ۸۵۵۸، دار إحياء التراث العربي)

(۲) "عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالیٰ عنه قال: اتقوا الله و استحيوا و تواروا، و لا يغتسل أحد منكم إلا و عليه ستره، و يستره أخوه و لو بثوبه. قال: و نا ابن وهب أخبرني عبد الرحمن بن سلمان عن عمرو مولی المطلب عن الحسن قال: و بلغني أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "لعن الله الناظر والمنظور". (شعب الإيمان للبيهقي: ۱۶۲/۶، باب الحياء، دار الكتب العلمية) .... =

غیر مستند عالم کا فتوی دینا

سوال[۱۰۲۷]: کوئی غیر مستند عالم یا غیر مستند مفتی جس نے کسی ادارے سے سند حاصل نہ کی ہو ایسا شخص تحریری یا زبانی فتویٰ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ اکثر جماعت اسلامی کے افراد جو کہ اکثر عالم نہیں ہوتے اور نہ مفتی ہوتے ہیں وہ فتویٰ دیتے ہیں لہذا ایسے غیر مستند مفتیوں کے فتاویٰ کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس مسئلہ کی پوری تحقیق کرلی ہو خواہ استاذ سے پڑھ کر ہو یا اہل علم سے سن کر ہو اس کو پوری احتیاط کے ساتھ نقل کرنا درست ہے، از خود کتاب دیکھ کر بسا اوقات سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے، اس لئے محتاط حضرات ہمیشہ فتوی دینے سے بچتے ہیں، جب تک کہ اس فن کو باقاعدہ حاصل نہ کیا ہو وہ ہرگز جسارت نہیں کرتے، اس کی اجازت بھی نہیں (۱)۔ عقود رسم المفتی میں ہے

فلیس یجرأ علی الأحکام سویٰ شقی خاسر المرام(۲)

بغیر تحقیق کے اگر فتویٰ دیا تو اس کا وبال فتویٰ دینے والے پر ہوتا ہے(۳)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے فتوی دینے کی غلطی کبھی نہیں کی'' ایک دفعہ ان سے فتوی دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ ''فتوی کسی مفتی سے پوچھو دین کی بات میں بتاتا ہوں'' أو

= (ومشکوۃ المصابیح: ۱۳/۲، باب النظر إلی المخطوبة، کتاب النکاح، المکتب الإسلامی)

(۱) قال العلامة ابن عابدین: "رأیت فی فتاوی العلامة ابن حجر سئل فی شخص یقرأ، و یطالع فی الکتب الفقهیة بنفسه، و لم یکن له شیخ، و یفتی، و یعتمد علی مطالعته فی الکتب، فهل یجوز له ذلک أم لا؟ فأجاب بقوله: لا یجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه الخ". (مجموعة رسائل ابن عابدین: ۱۵/۱، سهیل اکیڈمی)

(۲)(شرح عقود رسم المفتی فی ضمن مجموعة رسائل ابن عابدین: ۳۳/۱، سهیل اکیڈمی)

(۳) "و عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أفتی بغیر علم کان اثمه علی من أفتاه". (سنن أبی داود، باب التوقی فی الفتیا: ۱۵۹/۲، مکتبه امدادیه ملتان)

"من أفتی الناس و لیس بأهل للفتوی فهو اٰثم و عاص". (إعلام الموقعین: ۱۶۶/۴، دار الکتب العلمیة، بیروت)

کما قال، پھر جماعت اسلامی والے کیا فتوی دیگر غلطی میں مبتلا ہوتے یا کرتے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مجتہد اور غیر مفتی کا فتویٰ دینا

سوال[۱۰۱۸]: عالم مجتہد کون ہے؟ اگر کوئی ناظرانہ قرآن شریف پڑھ کر چند کتب فقہ کی پڑھ لے، وہ عالم مجتہدین میں داخل ہے کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

وہ عالم مجتہد نہیں، اجتہاد تو بڑا درجہ ہے، ایسے شخص کے لئے تو یہ بھی حق نہیں کہ معمولی مسائل روزمرہ میں فتوی بتاسکے کہ کس قول پر فتویٰ ہے:

"سئل فی شخص یقرأ، و یطالع فی الکتب الفقهیة بنفسه، و لم یکن له شیخ، ویفتی، و یعتمد علی مطالعته فی الکتب، فهل یجوز له ذلك أم لا؟ فأجاب بقوله : لا یجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه؛ لأنه عامی جاهل لا یدری ما یقول، بل الذی یأ خذ العلم عن المشایخ المعتبرین، فلا یجوز له أن یفتی من کتاب و لا من کتابین، بل قال النووی و لا من عشرة، فإن العشر ة والعشرین قد یعتمدون کلهم علی مقالة ضعیفة فی المذهب، فلایجوز تقلیدهم فیها، بخلاف الماهر الذی أخذ العلم عن أهله و صارت له فیه ملکة نفسانیة، فإنه یمیز الصحیح من غیره، و یعلم المسائل و ما یتعلق بها علی الوجه المعتمد به، فهذا هوالذی یفتی الناس، و یصلح أن یکون واسطةً بینهم و بین الله تعالیٰ، و أمّا غیره فیلزمه إذا تسور هذا المنصب الشریف التعزیر البلیغ والزجر الشدید الزاجر ذلك الأمثال عن هذا الأمر القبیح الذی یؤدی إلی مفاسد لا تحصیٰ اهـ". شرح عقود رسم المفتی عن الفتاوی الکبریٰ(۱)۔

---

(۱) (شرح عقود رسم المفتی : ۱/۱۵، فی ضمن مجموعة رسائل ابن عابدین ، سهیل اکیڈمی)

"وروی الطبرانی عن معاویة رضی الله تعالیٰ عنه: مرفوعاً : "یأیها الناس! تعلموا ، إنما العلم بالتعلم، والفقه بالتفقه، و من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین". (فتح الباری : ۱/۱۶۱، کتاب العلم ، دار الفکر ، بیروت)

(کذا فی تغلیق التعلیق لابن حجر رحمه الله تعالیٰ : ۲/۷۹ ، المکتب الإسلامی)

مجتہدین کے طبقات متعدد و متفاوت ہیں، ہر طبقہ کی تعریف علیحدہ ہے، تفصیل مطلوب ہو تو ردالمحتار(۱)، النافع الکبیر(۲) عقود رسم المفتی (۳) وغیرہ مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/محرم/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/محرم/ ۶۷ھ۔

بغیر علم کے مسئلہ بتانا اور حدیث کی طرف منسوب کرنا

سوال[۱۰۲۹]: اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کے ایک مسجد کا امام بن گیا پھر وہ لوگوں کو مسئلہ بتانے کے وقت کہتا ہے کہ یہ مسئلہ حدیث کا قول ہے حتی کہ ہر ایک مسئلہ میں کہتا ہے۔ تو اگر حدیث کا قول نہ ہو تو اس امام کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو شخص خود واقف نہ ہو اس کے لئے مسئلہ بتانے کی اجازت نہیں (۴) اور جو شخص اپنی طرف سے بات بنا کر کہہ دے کہ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"من كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار"۔ رواه البخاري (۵)، "وعن سمرة بن جندب، والمغيرة بن شعبة رضي الله تعالىٰ عنهما، قالا: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه

---

(۱) (رد المحتار: ۱/۷۷، المقدمة، مطلب في طبقات الفقهاء، سعيد)

(۲) (النافع الكبير شرح الجامع الصغير، ص: ۷-۱۱، ادارة القرآن)

(۳) (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۴، ۵، دار الاشاعت)

(۴) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "غیر عالم کا مسئلہ بتانا" رقم الحاشية: ۱)

(۵) (صحيح البخاري: ۱/۲۱، كتاب العلم، قديمي)

"و قال ابن حجر رحمه الله تعالىٰ، في شرحه: و قد فرق النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بين الكذب عليه و بين الكذب على غيره كما سيأتي في الجنائز في حديث المغيرة حيث يقول: "إن كذباً عليّ ليس ككذب على أحد". (فتح الباري: ۱/۲۰۳، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، دار الفكر بيروت)

وسلم: "من حدث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين"۔ رواه مسلم اهـ".
مشکوة(۱)۔

ایسا شخص فاسق ہے، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو:

"لو قدموا فاسقاً يأثمون بناءً على أن كراهية تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بأمور دينه و تساهله في الإتيان بلوازمه، فلا يبعد منه الإخلال ببعض شروط الصلوة وفعل ما ينافيها، بل هوالغالب بالنظر إلى فسقه اهـ". كبيرى (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ، ۷/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح :سعیداحمد غفرلہ،صحیح :عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم سہار نپور، ۸/۲/۶۱ھ۔

غیر عالم کا مسئلہ بتانا

سوال[۱۰۳۰]: ۱......قاضی صاحب جنہوں نے کسی دینی درسگاہ میں تعلیم نہیں پائی بلکہ رڑکی انجینئرنگ اسکول میں تعلیم پاکر بوجہ جعلی سند پیش کرنے ملازمت سے محروم رہ کر عطاری کی دوکان کرتے ہیں، شرعی فتویٰ دے سکتے ہیں؟ اور وہ کہاں تک شرعاً درست ہے؟

۲......ایسے شخص کی نسبت جو بلاسند شرعی فتویٰ دے کر فساد برپا کرے شرع شریف میں کوئی حکم ہے کہ نہیں؟

نیازمند:عبدالہادی قریشی،ساکن شاہ آباد ضلع کرنال۔

الجواب حامداً و مصلياً :

۱......بلاعلم کے مسئلہ بتانا شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے،لیکن اگر مسئلہ معلوم ہو تو مسئلہ بتلانے کے لئے سند کا ہونا ضروری نہیں (۳)۔

---

(۱) (مشكوٰة المصابيح، ص: ۳۲، كتاب العلم، الفصل الأول، قديمى)

(۲) (الحلبى الكبير، ص: ۵۱۳، فصل الأولى بالإمامة، سهيل كيڈمى)

(۳) قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "و قد رأيت في فتاوى العلامة ابن حجر: سئل في شخص يقرأ، =

۲......اگر معتبر عالم اس کے بیان کردہ مسئلہ کو غلط قرار دیں تو اس کو اپنی غلطی سے رجوع کرنا چاہئے اور باوجود مسئلہ کے غلط ثابت ہونے کے اس پر جمار ہنا اور اصرار کرنا گناہ ہے(۱)۔

ہاں اگر اس کے پاس دلیل ہے یا مسئلہ کسی خاص وجہ سے اختلافی ہے تو اس کے لئے رجوع ضروری نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۰/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

غیر عالم کو مسائل بتانے سے روکنا

سوال[۱۰۳۱]: صرف اردوداں حضرات کو فقہی مسائل (نماز وضو وغیرہ کے علاوہ) بتلانے سے اگر روکا جائے کہ آپ مسئلہ نہیں بتلائیں تو یہ اقدام غلط ہوگا یا صحیح، جب کہ عالم دین موجود ہیں؟ بعض تو اردو سمجھ لیتے ہیں اور بعض اردو بھی نہیں سمجھ پاتے، دونوں کو روکا جائے کہ حرام وحلال والے مسائل نہ بتائیں تو اس رکاوٹ کی اجازت ہے یا نہیں؟ رکاوٹ میں سختی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب تک فقہ کے مسائل باقاعدہ معتمد استاذ سے حاصل نہ کئے ہوں کچھ اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ صحیح طور پر

= ويطالع في الكتب الفقهية بنفسه، ولم يكن له شيخ، يفتي، ويعتمد على مطالعته في الكتب، فهل يجوز له ذلک أم لا؟

فأجاب بقوله: "لا يجوز له الإفتاء". (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۱/۱۵، ۱۶، من مجموعة رسائل ابن عابدين،، سهيل اكيڈمی)

"و عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "من قال عليّ ما لم أقل، فليتبوأ مقعده من النار، و من أفتى بفتيا بغير علم كان إثم ذلک على من أفتاه الخ".

(مسند الإمام أحمد: ۲/۳۶۵، رقم الحديث: ۸۵۵۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(و كذافي تغليق التعليق، لابن حجر: ۲/۷۹، المكتب الإسلامي)

(۱) "و لا ينبغي له أن يحتج للفتوى إذا لم يسأل عنه، وإذا أخطأ، رجع و لا يستحيي و لا يأنف، كذا في النهر الفائق". (الفتاوى العالمكيرية: ۳/۳۰۹، كتاب أدب القاضي، رشيديه)

سمجھ کرصحیح طور پران کو بیان کیا جائے گا، اس لئے اس کی عام اجازت نہیں دی جائے گی، اگر چہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ صحیح سمجھ کر صحیح بیان کردے، اس لئے پہلے کسی واقف کار مستند عالم کو پہلے وہ مسائل سنا دیئے جائیں جب وہ تصویب کردے تو پھر ان کو بیان کرنے کی بھی گنجائش ہے مگر ان کی اپنی طرف سے مزید تشریح نہ کی جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

غلط فتویٰ دینا اور فتویٰ کو نہ ماننا

سوال[۱۰۳۲]: اگر شرعاً ہندہ کو زید کے مال ومتاع سے کچھ حصہ اور مہر بھی ملتا ہے اور پھر کوئی شخص اس کا انکار یا رد کردے یا اس کے خلاف اپنی خواہش نفسانی کے واسطے فتویٰ دے تو شرعاً ایسے آدمی پر کیا جرم عائد ہوتا ہے؟ اور کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے؟ ان تینوں سوالوں کا جواب بحوالہ لکھیں۔

المستفتی احقر عبدالکریم۔قوم بلوچ مقیم چک ریاست بہاولپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

شرعی فتوی کو بلا دلیل رد کرنا اور نہ ماننا سخت گناہ ہے، اگر کوئی اس فتویٰ شرعیہ کا استخفاف کر کے توہین و تحقیر کرے گا تو یہ کفر ہے کہ تحقیر شریعت کو بھی مستلزم ہے۔اور جان بوجھ کر خواہشِ نفسانی کی وجہ سے خلاف شرع فتویٰ دینا اور مستحق کو محروم کرنا بڑا ظلم اور کبیرہ گناہ ہے۔جو ناواقف اس خلاف شرع فتویٰ پر عمل کریں گے اس کا

---

(۱) قال الشامی رحمہ اللہ : "و قد رأیت فی فتاوی العلامة ابن حجر سئل فی شخص یقرأ، و یطالع فی الکتب الفقهیة بنفسه ،و لم یکن له شیخ ،و یفتی و یعتمد علی مطالعته فی الکتب ، فهل یجوز له ذلک أم لا؟

فأجاب بقوله: لا یجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه : لأنه عامیّ جاهل، لا یدری ما یقول، بل الذی یأخذ العلم عن المشایخ المعتبرین، لا یجوز له أن یفتی من کتاب، و لا من کتابین ، بل قال النووی رحمه الله: و لا من عشرة، فإن العشرة و العشرین قد یعتمدون کلهم علی مقالة ضعیفة فی المذهب ، فلا یجوز تقلیدهم فیها". (شرح عقود رسم المفتی ، ص:۵٦، ۵۷، مطلب: لا یجوز الإفتاء لمن طالع الکتب بنفسه ، الرشید (الوقف) کراچی)

گناہ بھی فتویٰ دینے والے پر ہوگا اور ایسے شخص کو امام بنانا بالکل ناجائز ہے، تاوقتیکہ وہ توبہ کرکے حق بات کو ظاہر نہ کردے لیکن اس کا فیصلہ بھی معتبر علماء سے کرایا جائے کہ فتویٰ موافق شرع ہے یا خلاف شرع کسی غیر عالم کا ازخود فیصلہ کرنا درست اور معتبر نہیں:

"رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة فردها و قال "چہ بارنامہ فتویٰ آوردہ" قيل: يكفر؛ لأنه رد حكم الشرع. وكذا لولم يقل شيئاً لكن ألقى الفتوى على الأرض و قال: "ایں چہ شرع است" كفر. إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى الأئمة فقال صاحبه: ليس كما أفتواء، أو قال: لا نعمل بهذا، كان عليه التعزير- كذا في الذخيره اهـ". هنديه: ۲۷۲/۲ (۱) -

"فليس يجسر على الأحكام سوى شقى خاسر المرام، وإن كان المفتى مقلداً غير مجتهد يأخذ بقول من هو أفقه الناس عنده و يضيف الجواب إليه، فإن كان أفقه الناس عنده فى مصر اخر يرجع إليه بالكتاب، و يكتب بالجواب، و لا يجازف خوفاً من الافتراء على الله تعالىٰ بتحريم الحلال و ضده اهـ". شرح عقود رسم المفتى (۲)-

"و يحجر على المفتى الماجن هو الذى يعلم الناس الحيل الباطلة بأن علّم المرأة الارتدادلتبين من زوجها، و بأن علم الرجل أن يرتد لتسقط عنه الزكوة ثم يسلم، و لا يبالى أن يحرم حلالاً و يحل حراماً-اهـ". (مجمع الأنهر) قلت: "ويدخل فيه المفتى الفاسق كما فى الملتقط: والذى يفتى عن جهل كما فى الخانية اهـ". (سكب الأنهر) (۳)- فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۹۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ جمادی الثانیہ/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيريه: ۲۷۲/۲، الباب التاسع أحكام المرتدين، رشيديه)

(۲) (شرح عقود ورسم المفتى ۱/: ۳۳، من مجموعه رسائل ابن عابدين سهيل اكيڈمى)

(۳) (مجمع الأنهر: ۴۴۱/۲، كتاب الحجر، دار احياء التراث العربى، بيروت)

غلط واقعہ بیان کرکے فتویٰ لینا

سوال[۱۰۳۳]: زید کی لڑکی کا نکاح بالغ ہونے سے پہلے لڑکی کے والدین نے کرادیا تھا مگر جب کہ لڑکی بلوغ کو پہنچی تو اس وقت باہم فریقین میں رضامندی نہ رہی اور نہ لڑکی کو طلاق ہی ہوئی، لڑکے کے والدین نے ایک مولوی صاحب سے اصلیت کو چھپاتے ہوئے یہ بیان کیا کہ نکاح لڑکی کا مجھے بیہوشی کی دوا لگا کر کر دیا تھا، اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ میں نے بیہوشی کی حالت میں اجازت دی یا نہیں دی، نکاح جائز ہے یا نہیں؟ یہ لڑکی کے والدین نے مولوی صاحب سے زبانی بیان کیا، مولوی صاحب نے سن کر والدین کو یہ کہدیا کہ نکاح ناجائز ہے، دوسرا نکاح کرادیا جاوے۔

مولوی صاحب کے تحریری فتوی دینے پر قاضی صاحب نے لڑکی کا نکاح دوسرا پڑھ دیا، اس کے بعد جب مولوی صاحب مذکور پر اعتراض ہوا تو انہوں نے اپنا تحریری فتویٰ اپنے قبضہ میں کرلیا۔ مولوی صاحب نے رمضان المبارک نماز جمعہ میں یہ کہا کہ قاضی صاحب تکبیر نہ کہیں۔ اب اس میں کون قابل اعتراض ہے آیا مولوی صاحب یا قاضی صاحب؟ لہذا اس کا جواب بہت جلد تحریر فرمایا جائے عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مولوی صاحب جب کہ خود اصل واقعہ سے ناواقف تھے اور لڑکی کے والد نے غلط واقعہ بیان کیا اور مولوی صاحب نے اس کو صحیح سمجھتے ہوئے فتویٰ دیا تو اس میں مولوی صاحب کا قصور نہیں، لیکن جس وقت ان کو صحیح واقعہ کا علم ہوا اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تو ان کو اپنا فتویٰ چھپانا نہیں چاہیئے تھا بلکہ ان کے ذمہ لازم تھا کہ لوگوں سے نیز قاضی صاحب سے ظاہر کرتے کہ لڑکی کے والد نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا یعنی اس بیان پر فتویٰ دیا۔ اور قاضی صاحب جب کہ مسائل سے خود ناواقف تھے انہوں نے مولوی صاحب کا تحریری فتویٰ دیکھ کر دوسرا نکاح پڑھایا ہے تو قاضی صاحب کا بھی قصور نہیں، لیکن قاضی صاحب کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ پہلے اور دوسرے نکاح والوں کو اس کی اطلاع کردیں کہ لڑکی کے والد نے غلط واقعہ بیان کرکے فتویٰ حاصل کیا ہے(۱)، لہذا دوسرا

---

(۱) "إذا أفتى بشئ ثم رجع، فإن علم المستفتي برجوعه .... وكذا إن نكح بفتواه، واستمرّ على نكاح بفتواه ثم رجع، لزم مفارقتهما.......... أما إذا لم يعلم المستفتي برجوع المفتي .... يلزم المفتي إعلامه قبل العمل وكذا بعده اهـ". (بابٌ منقول عن شرح المهذب في بداية شرح العقود، فصل في أحكام المفتين، ص: ۹، الثانية، مير محمد كتب خانه)

(كذا في رد المحتار: ۱/۷۴، مطلب إذا تعارض التصحيح، سعيد)

نکاح صحیح نہیں بلکہ پہلا ہی نکاح بدستور صحیح اور قائم ہے، اپنی حالت میں مولوی صاحب کو تکبیر کہنے سے روکنا بے جا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذیقعدہ/ ۶۰ھ۔

کیا عالم کے ذمہ ہر سوال کا جواب ضروری ہے؟

سوال [۱۰۳۴]: اگر کوئی کسی کو مولوی عالم اور واقف اسرار شریعت سمجھ کر اس سے کوئی مسئلہ دریافت کرے اور وہ اس خیال سے کہ اس کے جواب سے کسی عزیز و دوست کا نقصان ہوگا عمداً اس کا جواب نہ دے اور اس کے سوال کو گذاشتنی اور اس کو جاہل جان کر ''جواب جاہلاں باشد خموشی'' پر عمل کرے تو کیا اس نے خدا کے اس حکم کے خلاف ورزی نہیں کی کہ جو تم کو معلوم ہو صاف صاف ظاہر کردو اور کچھ نہ چھپاؤ اگر چہ اس میں تمہارا یا تمہارے عزیز دوست کا نقصان ہی کیوں نہ ہو، کیا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف کرنے والے کی قیامت میں خدا کی طرف سے باز پرس نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسئلہ شرعیہ بوقتِ ضرورت ظاہر کرنا واجب ہے اور محض اس خیال سے کہ میرے کسی عزیز کو نقصان پہونچے گا چھپانا جائز نہیں (۱)، لیکن ہر سوال کا جواب دینا بھی واجب نہیں اور ضرورت کا مدار جواب دینے والے کے احساس پر ہے یعنی بسا اوقات سائل کے نزدیک اس سوال کا جواب ضروری ہوتا ہے اور مجیب کے نزدیک

---

(۱) "من سئل عن علم فكتمه، ألجمه الله بلجام من النار يوم القيامة". (جامع الترمذي، رقم الحديث: ۲۶۴۹، كتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، دار إحياء التراث العربي)

(و أخرجه أبو داؤد في سننه في كتاب العلم، باب كراهية منع العلم، رقم الحديث: ۳۶۵۸، دار إحياء التراث العربي)

(وابن ماجه في سننه، في المقدمة، باب من سئل عن علم فكتمه، رقم: ۲۶۱، من حديث أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه)

ضروری نہیں ہوتا بلکہ بیکار اور مضر ہوتا ہے(۱)، یا مجیب کو پورے طور پر اس کا جواب معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص ہر سوال کا جواب خواہ وہ قابل جواب ہو خواہ نہ ہو، لوگوں کو دیتا ہے وہ دیوانہ ہے''، کذا فی الدارمی (۲)۔ نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ''جس شخص کو بلا تحقیق فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے''۔ کذا فی سنن الدارمی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ/۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/۶۰ھ۔

لا مذہب کے سوال کا جواب

سوال[۱۰۳۵]: ایک لا مذہب کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت: ﴿و إذ قال ربك للملائكة اسجدوا﴾ میں فرشتوں کو خطاب کیا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو اور شیطان اس آیت کی رو سے مستثنیٰ ہوا تو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون کیوں قرار پایا؟

احقر بشیر احمد کمہار ہیڑہ۔

الجواب حامداً و مصلياً:

لا مذہب کا جواب دینا بیکار ہے کیونکہ وہ کسی دلیل کو تسلیم نہیں کرے گا بلکہ شیطان کا وجود ہی نہ مانے گا، اگر آپ کو شبہ ہو تو فرمائیے جواب دے دیا جائے گا۔ بیضاوی شریف، ص:۴۴۷ پر نہایت تفصیل سے اس کا جواب لکھا ہے(۴) اور لا مذہب سے مناظرہ کرنا فروعی امور میں قطعی مفید نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ محرم/ ۵۴ھ۔

---

(۱) "و لا يجب الإفتاء فيما لم يقع و يحرم التساهل في الفتوى و اتباع الحيل إن فسدت الأغراض و سوال من عرف بذلک". (الفتاوى العالمكيرية: ۳/ ۳۰۹، كتاب أدب القاضي، رشيديه)

(۲) "عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، قال: "إن الذي يفتي الناس في كل ما يستفتي لمجنون". (سنن الدارمي: ۱/ ۷۳، باب في الذي يفتي الناس في كل ما يستفتي، قديمي)

(۳) (سنن الدارمي: ۱/ ۶۹، باب الفتيا و ما فيه من الشدة، قديمي)

(۴) "وإن إبليس كان من الملائكة وإلا لم يناوله أمرهم و لم يصح استثناء ه منهم، و لا يرد على ذلک=

اگرامام عالم نہ ہوتو مسئلہ کس سے پوچھیں؟

سوال[۱۰۳٦]: زید سے الفاظ قرآن بھی اکثر صاف نہیں نکلتے، ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟ اور ایسے شخص سے آئندہ مسئلہ دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر امام عالم نہیں تو مسئلہ کسی عالم سے پوچھا جائے (۱)۔ وہ الفاظ قرآن میں کیا غلطی کرتا ہے، تشریح کے ساتھ لکھیں تو حکم معلوم ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۲ھ۔

جہاں سے سہولت متوقع ہو وہاں سے فتوی پوچھنا

سوال[۱۰۳۷]: بعض مسائل ایسے ہیں کہ اس میں احناف کے علماء مثلاً: علماء دیوبند، سہارنپور،

= قوله تعالیٰ: ﴿إلا ابليس كان من الجن﴾ لجواز أن يقال: إنه كان من الجن فعلاً و من الملائكة نوعاً، و لأن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما روى: "إن من الملائكة ضرباً يتوالدون، يقال لهم: الجن، و منهم إبليس" و لمن زعم أنه لم يكن من الملائكة أن يقول: أنه كان جنّياً نشأ بين أظهر الملائكة، و كان مغموراً بالألوف منهم، فغلبوا عليه، أو الجن أيضاً كانوا مأمورين مع الملائكة لكنه استغنى بذكر الملائكة عن ذكرهم فإنه إذا علم أن الأكابر مأمورون بالتذلل لأحد والتوسل به، علم أن الأصاغر أيضاً مأمورون به اهـ". (تفسير البيضاوی، ص: ۲۴، مير محمد كتب خانه)

(۱) کسی کو مسئلہ بتانے کے لئے لازم ہے کہ وہ عالم، صاحب بصیرت، کثیر المطالعہ وسیع النظر اور احوال زمانہ سے واقف ہو جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ مسئلہ بتانے کا اہل نہیں:

"لا ينبغي لأحد أن يفتي إلا من كان هكذا، و يريد أن يكون المفتي عدلاً عالماً بالكتاب والسنة واجتهاد الرأى إلا أن يفتي بشيء قد سمعه". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۰۸/۳، الباب الأول فی تفسير الأدب والقضا، رشيديه)

"أن المفتي في الوقائع لا بد له، من ضرب اجتهاد و معرفة بأحوال الناس". (ردالمحتار، باب ما يفسد الصوم و مالا يفسده، مطلب مهم: ۳۹۸/۲، سعيد)

(وكذا فی إعلام الموقعين: ۱٦٦/۴، دار الكتب العلميه، بيروت)

دہلی مختلف ہیں، کسی کے نزدیک حلت ہے کسی کے نزدیک حرمت ہے تو کیا ایسی صورت میں جس جگہ سہولت ملے استفتاء کرسکتے ہیں یا نہیں؟ درآنحالیکہ قابل اعتماد اور دیندار ہر ایک ہیں، یعنی اتباع ہوا میں تو داخل نہیں ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب سب اداروں پر یکساں اعتماد ہے تو محض سہولت کے لئے انتخاب کرنا کہ فلاں مسئلہ میں فلاں جگہ سے سہولت ملے گی اور فلاں مسئلہ میں فلاں جگہ سے سہولت ملے گی، اگر کامل اتباع ہوا نہیں تو اتباع ہوا کے قریب قریب ضرور ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹/۱/۹۶ھ۔

مباہلہ

سوال[۱۰۳۸]: آج کل اہلِ بدعت کی طرف سے گجرات بھر میں ایک بہت بڑا شور ہے اور جاہلوں کو بہکا پھسلا کر سر توڑ پھوڑ کرنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ سوال کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کا اعلان کر کے ان کو زیر کیا، اس طرح اہلِ حق میں سے کوئی خدا کا بندہ تیار ہو کر مباہلہ کرنا چاہے تو آیا شریعت اس بارے میں اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ اگر اجازت دیتی ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ چونکہ نومبر میں بڑودہ میں اجتماع ہونے والا ہے اس کو ناکام بنانے کے لئے اہلِ بدعت نے ایک قسم

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و لا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله﴾ الاية (الشورىٰ: ٦)

"الكيّس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها و تمنى على الله". رواه الترمذی و ابن ماجه". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۵۱، باب استحباب المال والعمر للطاعة، الفصل الثانی، قديمی)

قال ابن عابدين: "إذا كان فی المسئلة قولان مصححان، جاز الإفتاء والقضاء بأحدهما". (الدر المختار) وقال ابن عابدين: "(قوله: قولان مصححان): أی و قد تساويا فی لفظی التصحيح كما لو كان أحد هما بلفظ: الصحيح، والأخر بلفظ: عليه الفتوى الخ". (ردالمحتار: ۳۶۳/۴، مطلب فيما إذا كان فی المسئلة قولان مصححان، سعيد)

(كذا فی شرح عقود رسم المفتی، ص: ۳۸، من رسائل ابن عابدين، سهيل اكيڈمی.)

(و كذا حاشية الطحطاوی علی الدر المختار: ۵۳۹/۲، كتاب الوقف، دار المعرفة بيروت)

کا شور اور ہنگامہ برپا کیا ہے اور نت نئے جھگڑے کررہے ہیں اور خاص کر بڑودہ میں جھگڑے بھی ہوگئے، جس میں جماعت والوں کو بدنام کیا اور دفعہ نمبر: ۱۴۴ بھی لگوانے کی کوشش جاری ہے، لہٰذا مناسب جواب تحریر فرمائیں۔
احقر حاجی عبدالرحیم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مباہلہ کرنے کی اب نہ ضرورت ہے نہ اجازت ہے، دین مکمل ہو چکا ہے، ہر چیز کے دلائل تفصیل سے موجود ہیں، جو گفتگو کی جائے دلائل کی روشنی میں کیجائے (۱)، اوران لوگوں سے تعرض کی ضرورت نہیں، ان کے اتہامات اور بہتانوں کی طرف کوئی توجہ نہ کریں، زیادہ سے زیادہ اتباع سنت میں مشغول رہیں، اسی کی اشاعت کریں (۲)۔

جس قدر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہر مجلس میں ہوگا اور آپ کے اخلاقِ فاضلہ کا بیان ہوگا اور آپ کے حقوق کی ادائیگی کی سعی ہوگی، اس قدر فتنے ختم ہوں گے، باطل مضمحل ہوگا، حق بلند ہوگا۔ بڑے اجتماع سے پہلے اہل اللہ کے وعظ ہوں، جگہ جگہ گشت کئے جائیں اور مخالفین کی مخالفتوں کا تذکرہ نہ اجتماعات میں ہو نہ اپنی نجی مجلسوں میں ہو بلکہ زبانیں اللہ کے ذکر سے تر رہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہو، اسی سے دعاء کریں، ہر معاملہ میں اسی کی طرف التجا ہو، اسی کو فریادرس یقین کریں، اس کے قبضہ وقدرت میں

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكن الإسلام دينا﴾ (المائدہ، پ: ۶، آیة: ۳)

"(اليوم اكملت لكم دينكم) بالنصر والإظهار على الأديان كلها أو بالتنصيص على قواعد العقائد والتوقيف على أصول الشرع وقوانين القياس". (التفسيرات الأحمديه، ص: ۳۳۵، مكتبه حقانيه پشاور)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (احسن الفتاوی ۸/ ۲۴۶، کتاب الحظر والاباحة، باب المتفرقات، سعید)

(۲) "صِل من قطعک، وأحسن إلى من أساء إليك" قال المناوى رحمه الله: "قوله: "صل من قطعك الخ" بأن تفعل معه ما تعد به واصلاً ..... فإنك إن فعلت ذلك انقلب عدوك المشاق مثل الولي الحميم". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۵۰۰۴: ۷/ ۳۷۱۹، نزار مصطفى رياض)

سب کے دلوں کو سمجھیں، انشاء اللہ تعالیٰ پوری نصرت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۸/۶/۸۸ھ۔

اختلاف کے وقت کس قول پر عمل ہو؟

سوال [۱۰۳۹]: ۱......فقہ حنفی کی جتنی درسی کتب ہیں ان میں تقریباً سب میں احناف کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے، آیا اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ ہر عمل جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کس بات پر عمل ہو، امام صاحب کے مسلک، یا امام ابو یوسف اور امام محمد کے مسلک پر ہم فیصلہ کس طرح کریں؟

۲......احناف کی وہ کونسی کتاب ہے کہ جس کے تمام مسائل بطور فیصلہ اور فتوے کے ہوں تا کہ وہ خرید کر ہر وقت مسئلہ دیکھ لیں اور وہ کتاب اَوروں سے جامع بھی ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......کیف ما اتفق کسی قول پر عمل کرنا درست نہیں بلکہ اس کے لئے کچھ قواعد وضوابط ہیں جن کی پابندی ضروری ہے، اگر کسی مسئلہ میں چند اقوال ہوں اور اصحابِ ترجیح نے کسی قول کی ترجیح صراحۃً بیان کی ہے تو راجح پر عمل کیا جائے گا اور اگر صراحۃً ترجیح بیان نہیں کی تو ضمنی ترجیح کو تلاش کیا جائے (۱) مثلاً: ایک قول متون میں ہے، دوسرا شروح میں تو قول اول کو ترجیح ہوگی (۲)، یا ایک قول قیاس ہے، دوسرا استحسان تو ثانی کو ترجیح ہوگی (۳)

---

(۱) "ومن هذا تراهم قد يرجّحون قول بعض أصحابه على قوله، كما رجحوا قول زفر وحده في سبع عشرة مسألةً، فنتبع ما رجحوه؛ لأنهم أهل النظر في الدليل". (ردالمحتار، المقدمه، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۱/۱۷، سعيد)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۱۱۰، مطلب في قواعد الترجيح، الرشيد الوقف)

(۲) "وكذا لو كان أحدهما في الشروح والآخر في الفتاوى، لما صرحوا به من أن ما في المتون مقدم على ما في الشروح". (ردالمحتار، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۱/۷۲، سعيد)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۱۱۵، المتون مقدم على الشروح، الرشيد الوقف)

(۳) "وكذا لو كان أحدهما استحساناً والآخر قياساً؛ لأن الأصل تقديم الإستحسان إلا فيما استثنى" (ردالمحتار، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح: ۱/۷۲، سعيد)

تفصیل کے لئے دیکھئے (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۱۱۲، يرجح الاستحسان على القياس، الرشيد الوقف)

الا فی مسائل معدودۃ۔ اور اگر ترجیح ضمنی بھی حاصل نہ ہو تو پھر اس کے لئے ابواب کی تفصیل اس طرح کی ہے:

”قد جعل العلماء الفتوى على قول الإمام الأعظم فى العبادات مطلقاً، وقد صرحوا بأن الفتوىٰ على قول محمد فى جميع مسائل ذوى الأرحام۔ وفى قضاء الأشباه والنظائر: الفتوى على قول أبى يوسف فى ما يتعلق بالقضاء كما فى القنية والبزازية“. رد المحتار: ۱/۵۰(۱)۔

اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو علامہ شامی کا رسالہ شرح عقود رسم المفتی دیکھئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

غیر مفتیٰ بہ قول کو اختیار کرنا

سوال[۱۰۴۰]: محترم المقام! سلام مسنون!

رویتِ ہلال سے متعلق تیرہ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء بھیجا تھا جس کا جواب آپ کے یہاں یکم ذی قعدہ ۶۹ھ کو مکمل ہوا اور آخر ذی قعدہ میں یہاں پہونچا ہے، اس کے جواب نمبر: ۳ میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”جب ایک شہر میں دو قاضی ہوں تو مراسلت ان کے درمیان جائز ہے“۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ مفتیٰ بہ مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے لہٰذا مسافت مقرر کردہ امام ابو یوسف سے کم کی صورت میں کیا صورت اختیار کیجائے مثلاً: سیتاپور یہاں سے پانچ میل ہے وہاں اگر شہادت گذر جائے تو خیر آباد میں مراسلت کیسے کی جائے۔ امام محمد صاحب رحمہ اللہ کی روایت ”نوادر“ کی ہے اور فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ جس قول پر فتویٰ کی صراحت ہو اس سے عدول نہیں جائز ہے۔ تو خصاف سے جو امام محمد صاحب کا قول تحریر فرما کر عمل کی گنجائش تحریر فرمائی ہے وہ کس طرح ممکن ہوگی؟ ذیل میں وہ عبارتیں درج کیجاتی ہیں جن میں غیر مفتی بہ قول پر عمل کرنا ناجائز بتایا گیا ہے جب کہ دوسرے قول کے لئے فتوی کی صراحت موجود ہو:

۱- عقود رسم المفتی، ص: ۱۶، میں ہے: ”معناه أن ما كان من المسائل فى الكتب التى رويت عن محمد بن الحسن روايةً ظاهرةً يفتى به وإن لم يصرحوا بتصحيحه، نعم لو

---

(۱) (رد المحتار، مطلب إذار التصحيح: ۱/۷۱، سعید)

(۲) (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۱۱۰، الرشید الوقف)

صححوا روايةً من غير كتب ظاهر الرواية يتبع ما صححوه. قال العلامة الطرطوسي في أنفع الوسائل في مسئلة الكفالة إلى شهر: إن القاضي المقلد لايجوز له أن يحكم إلا بما هو ظاهر الرواية لا بالرواية الشاذة، إلا أن ينصوا على أن الفتوىٰ عليها"(۱)۔

۲- "فما فيه لفظ الفتوىٰ يتضمن شيئين: أحدهما الاذن بالفتوىٰ به، والأخر صحته؛ لأن الإفتاء به تصحيح له"۔ عقود، ص: ۳۹ (۲)۔

۳- "وإذا ذيلت بالصحيح، أو المأخوذ به، أو به يفتي، أو عليه الفتوىٰ، لم يفت بمخالفتها". ص: ۳۸ عقود (۳)۔

عبارات مذکورہ بالا سے صاف واضح ہے کہ جس امر پر فتویٰ کی صراحت ہو اس کے خلاف عمل نہیں جائز ہے۔

الجواب وهو الموفق للصواب:

یہاں کے جواب میں روایت امام محمد ''نوادر'' کو مفتیٰ بہ نہیں کہا گیا، بلکہ مفتی بہ حسبِ تصریحِ فقہاء قول ابو یوسف رحمہ اللہ ہی ہے، لیکن جیسے کہ آج کل کے قاضی شرعی قاضی نہیں، ان پر فقہاء کی بیان کردہ تعریف صادق نہیں آتی (۴) ان کو قدرت الزام حاصل نہیں، بلکہ تسامحاً مفتی یا عالم پر قاضی کے احکام جاری کردیئے جاتے ہیں، اسی طرح قبولِ کتاب قاضی کے شرائط میں بھی تسامح سے کام لیا جاتا ہے، خاص کر ایسے مسائل میں جن میں عوام کے فتنہ کا مظنہ ہو۔

---

(۱) (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۴۴، مير محمد كتب خانه آرام باغ)

(۲)(شرح عقود رسم المفتي ،ص: ۸۸، مير محمد كتب خانه آرام باغ)

(۳) (شرح العقود، المصدر السابق)

(۴) "القاضي : هو الذي تعين و نصب من جهة من له الأمر لأجل القضاء: أي فصل الخصومات وحسم الدعاوى والمنازعات وغير ذلك، و قال النسفي : القاضي الحاكم المحكم: أي المنفذ المتقن .... و في رد المحتار: ثم القاضي تتقيد ولايته بالزمان والمكان والحوادث". (كتاب القضاء : ۳۵۴/۵، سعيد)

(و كذا في قواعد الفقه ،ص: ۴۲۰، حرف: القاف، الصدف پبلشرز)

مواقع ضرورت میں بعض غیر مفتی بہ اقوال کو اختیار کرنے کی فقہاء نے گنجائش تحریر فرمائی ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے نواقض وضو کی بحث میں "کی الحمصة" کا حکم ذکر فرماتے ہوئے خارج ومخرج کے ذیل میں بعنوان "تنبیہ" ایک قول کو صحیح کہا ہے اور پھر بحوالہ حلوانی اسی صحیح کے مقابل قول پر عمل کی گنجائش نقل کی ہے(۱)، بلکہ اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی تالیف کیا ہے(۲)۔

نیز احکام حیض میں بھی مواضع ضرورت میں کسی ایک قول کو اختیار کرنے بلکہ فتویٰ دینے کی اجازت نقل کی ہے(۳) اگرچہ وہ قول مفتیٰ بہ نہ ہو۔ امسال عید کے موقعہ پر بعض دیار میں اس قدر خلفشار رہا کہ جس کی حد نہیں، ایک ہی شہر میں کچھ آدمی صائم رہے کچھ نے نماز عید ادا کی، بعض نے محض افواہ پر روزہ افطار کیا بعض نے شرعی شہادت کے باوجود روزہ پورا کیا وغیرہ وغیرہ۔ پھر نا اہل لوگوں نے مسائلِ فقہ پر زبانِ محض درازی کی، اس کے بعد فتویٰ کا سلسلہ چلا، جواب تک ختم نہیں ہوا یعنی افطار کر دینے والوں پر قضاء وکفارہ کا کیا حکم ہے اور جنہوں نے افطار نہیں کیا وہ صوم منہی عنہ سے عاصی ہوئے یا نہیں۔ پس اگر ایسے خلفشار اور فتنہ عوام سے بچنے اور عوام کو بچانے کے لئے قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ پر عمل کی گنجائش تحریر کر دی جائے تو یہ اصولِ افتاء کے خلاف نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/محرم/۷۰ھ۔

شیعہ کے سوال کا جواب کس طرز پر ہونا چاہیے؟

سوال[۱۰۴۱]: اگر کوئی حنفی، سنی، مفتی شیعوں کے مسائلِ میراث سے واقف ہو تو وہ استفتاء جس میں مورثِ اعلیٰ شیعہ ہو اور باقی مورث ووارث سنی ہوں یا مورثِ اعلیٰ سنی ہو اور بقیہ مورث ووارث خواہ کل شیعہ

(۱) "والصحيح الأول، كما ذكره قاضيخان، لكن في الثاني توسعة لمن به جدري أو جرب كما قاله الإمام الحلواني، و لا بأس بالعمل به ههنا عند الضرورة". (رد المحتار: ۱/۱۳۹، كتاب الطهارة، مطلب في كي الحمصة، سعيد)

(۲) الرسالة الثالثة: (الفوائد المخصصة بأحكام كيّ الحمصة، من رسائل ابن عابدين: ۱/۵۴، قاسميه كوئٹه)

(۳) "لو أفتى بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير، كان حسناً اهـ". (رد المحتار: ۱/۲۸۹، باب الحيض، مطلب لو أفتى مفت الخ، سعيد)

ہوں وبعض شیعہ وبعض سُنی، پس ایسی صورت میں سنی مفتی ایسے استفتاء کا جواب اس طرح لکھے، آیا ہر اصل میں اپنے اصول کے موافق لکھے یا مورثِ شیعہ کے ترکہ وحصے کو اصولِ تشیع کے موافق اور مورثِ حنفی اور سنی کے ترکہ وحصہ کو اصولِ حنفیت کے موافق، یا کیا صورت ہوگی؟ جو صورت ہو مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فرقہ شیعہ کا کافر ہے اُس کی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں، بلکہ جو اسبابِ میراث اہلِ اسلام کے نزدیک معتبر ہے انہی اسباب کے ماتحت ان کو ہی جواب دیا جائے گا:

"الكفار يتوارثون في ما بينهم بالأسباب التي يتوارث بها أهل الإسلام في مابينهم من النسب والسبب". عالمگیری، الباب السادس في ميراث أهل الكفر: ٦/٤٥٤(١).

اور جو فرقہ کافر نہیں بلکہ مسلم ہے اس کو بھی حنفی، سنی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا، جیسا کہ اگر کوئی شافعی المذہب کسی مفتی حنفی سے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق جواب نہیں دے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موافق جواب دے گا۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے "درِمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع" میں "كتاب إحياء الموات" سے کچھ پہلے لکھا ہے: "فروع: "كتب إماقول الشافعي رحمه الله: يكتب جواب أبي حنيفة رحمه الله".

اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: "(قوله كتب الخ)، مثل الكتابة السوال بالقول، ومثل الشافعيؒ وغيره من أصحاب المذاهب اهـ". ردالمحتار: ٥/٩٩(٢)۔

پس مذہب شیعہ کے مطابق سوال کرنے سے مفتی سنی کو بطریق اولیٰ مذہب اہلِ سنت کے مطابق جواب دینا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

فتویٰ کی تائید میں کسی مولوی کا جھوٹ موٹ نام

سوال[۱۰۴۲]: مفتی صاحب نے اپنے دیئے ہوئے فتوے کی تائید میں جھوٹ موٹ ایک مولوی

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض: ٦/٤٥٤، ٤٥٥، رشيدیه)

(٢) (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ٦/٤٢١، سعيد)

صاحب کا نام شائع کردیا، اب مولوی صاحب منکر ہیں کہ میرا نام جھوٹ شائع کیا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے مفتی کی شرعاً قدر ومنزلت کیا ہوگی؟ اوران کا فتویٰ شرعاً معتبر ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب اصل فتویٰ مفتی صاحب سے پوچھا گیا ہے تو یہ بھی ان ہی سے پوچھا جائے، وہی اپنے فتوے کے ماخذ کی صحیح نشاندہی کریں گے۔ تصحیحِ نقل مفتی کے ذمہ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۱۶ھ۔

اپنی ذات سے متعلق سوال سے مفتی کا جواب سے معذرت کرنا

سوال[۱۰۴۳]: ایک وقف کی آمدنی جو کہ مخصوص ادارہ کے لئے خاص ہے لہٰذا اس کے علاوہ پھر وقف کی آمدنی کو دوسرے مصرف میں صرف کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی وقف کے منشاء کے خلاف صرف کرے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب بعون الملك:

مدرسہ عالیہ جامع مسجد کا صدر مدرس ہی مفتی ہے، اس لئے اس کے متعلق کسی دوسرے دارالافتاء سے فتویٰ حاصل فرمائیں۔ اختلافی مسائل کا جواب دینے کی وقف بورڈ کی جانب سے ممانعت ہے، اس لئے معذوری ہے۔ فقط عبدالقدوس رومی

نوٹ: عبدالقدوس رومی مفتی شہر نے جو جواب دیئے ہیں وہ کہاں تک درست ہیں؟ کیا کسی کے متعلق خود اس کی ذات سے متعلق بات دریافت کرنا شرعاً ممنوع ہے اور اس کے جواب دینے کا حق نہیں ہے؟ کیا کسی مفتی کو یہ کہنے کی مجال ہے کہ وہ سنی وقف بورڈ کی وجہ سے امرِ حق کو ظاہر نہ کرے اور معذوری پیش کر کے جواب دینے سے اعراض کرے، ایسے مفتی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ نیز سوال اول کا جواب ندارد ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جس مفتی کی ذات سے متعلق سوال ہو وہ اگر خود ہی جواب دے کر اپنی پوزیشن کو صاف کرلے تو مظنۂ

تہمت ہے جس سے بچنے کا حکم ہے (۱)، اس بناء پر اگر انہوں نے جواب دینے سے معذرت کردی تو یہ طریقہ مناسب ہے۔ اگر کسی مفتی کو پابند کردیا جائے کہ فلاں فلاں مسئلہ کا جواب دیں اور فلاں فلاں مسئلہ کا جواب نہ دیں پھر وہ اس پابندی کی رعایت رکھے تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، مثلاً پہلے زمانہ میں قاضی کے نام منشور آتا تھا کہ قولِ راجح اور قولِ مختار پر فیصلہ کرسکتا ہے تو وہ اس کا پابند ہوتا ہے، یا مثلاً قولِ امام ابوحنیفہ پر فیصلہ کرے تو وہ اس کا پابند ہوتا تھا اگرچہ دوسرے قول بھی غلط نہیں لیکن اس کو اختیار کرنے کا حق نہیں (۲)، یا جیسے ایک طبیب ہے کہ امراضِ چشم کا علاج کرتا ہے دوسرے امراض کا علاج نہیں کرتا تو اس پر کیا اعتراض ہے، دوسرے امراض کے علاج کے لئے دوسرے طبیب موجود ہیں۔ لہٰذا آپ کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے سوالات دوسری جگہ حل کرلیں، ان سے ہی دریافت کرنے پر اصرار نہ کریں، نہ ان کے یا کسی کے درپے ہوں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۸/۹۶ھ۔



(۱) "(ویتقی مواضع التهم تحذراً سوٴظنهم) أی بالریبة (ووقوعهم فی الغیبة) ...... وعن أنس أنه علیه السلام کلم إحدی نسائه، فمر به رجل، فدعاه، فقال: "یافلان! هذه زوجتی صفیة"، فقال: یارسول الله! من کنت أظن فیه؟ فإنی لم أظن فیک، فقال: "إن الشیطن یجری من ابن آدم مجری الدم". رواه مسلم...... "وعن عمر رضی الله عنه "من أقام نفسه مقام التهمة فلا یلومنّ بالدرة، فقال: یا أمیر المومنین! إنها امرأتی، قال: فهلا تکلمت بحیث لا یراک الناس". (عین العلم لملا علی القاری، الباب الثامن فی الصحبة: ۱/۳۴۷، مکتبه القدس کوئٹه)

(۲) "القضاء مُظهر لا مثبت، ویتخصص بزمان ومکان وخصومة". (الدر المختار، کتاب القضاء، فصل فی الحبس، مطلب القضاء یقبل التقیید والتعلیق: ۵/۴۱۹، سعید)

تعلیم نسواں کا بیان

تعلیم نسواں

سوال[۱۰۴۴]: تعلیم نسواں کے سلسلہ میں اسلام سے احکام کے مطلع فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

سائل شفیع الدین معرفت حفیظ الدین صاحب، جامن والی مسجد،شوراب گیٹ، میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کو بھی ضرورت کے مطابق دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے(۱)، البتہ حدودِ شرع کی پابندی ضروری ہے، دنیاوی اعلیٰ تعلیم کا طریقہ مروجہ حدودِ شرع اور حدودِ اخلاق سے متجاوز ہے، بے شمار مفاسد اور فتنے اپنے اندر لئے ہوئے ہے، کورس میں بھی فتنے ہیں کہ اسلامی عقائد، اخلاق، معاشرہ ہر چیز پر اثر انداز ہیں، جن کا مشاہدہ ہے۔ اس تعلیم کا مقصد بھی عام طور پر سرکاری ملازمتیں اور عہدے حاصل کرنا ہے جن کی مروجہ طریقہ شرعاً کوئی گنجائش نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲/۶/۹۴ھ۔

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "طلب العلم فريضة على كل مسلم". (سنن إبن ماجه، ص: ۲۰، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، قديمي) (ومشكاة المصابيح، ص: ۳۴، كتاب العلم، قديمي)

و قال العلامة القاري: "أي و مسلمة، كما في رواية". (مرقاة المفاتيح: ۱/۲۸۴، كتاب العلم، امداديه)

(۲) "وسئل رحمه الله تعالىٰ: ماحكم تعليم النساء الكتابة ...... اهـ؟ فأجاب .... فقد روى الحاكم وصححه عن البيهقي "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لاتنزلوا هن في الغرف ولا تعلّموهن الكتابة". يعني النساء .... وحينئذٍ فيكون فيه إشارة إلى علة النهي عن الكتابة، وهي أن إذا تعلّمتها، توصلت بها إلى أغراض فاسدة، وأمكن توصل الفسقة إليها على وجه أسرع وأبلغ وأخدع من توصلهم إليها بدون ذلك اهـ". (الفتاوى الحديثية، ص: ۱۱۹، مطلب يكره تعليم النساء الكتابة، قديمي)

کیا تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہے؟

سوال[۱۰۴۵]: لڑکا تعلیم یافتہ ہے، لڑکی کے والدین قرآنی تعلیمات سے بے خبر ہیں، لڑکا شریعت کا پابند ہے مگر اس کی شادی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

دینی تعلیم لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ضروری ہے(۱) اور اس کی ضرورت پوری زندگی کے لئے ہے، صرف شادی کے لئے نہیں، لہذا ایک کی تعلیم کا خیال کرنا دوسرے کی تعلیم کا خیال نہ کرنا غلط ہے۔ جو لڑکا شریعت کا پابند ہے اس کی شادی نہ کرنا ظلم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بے پردگی کی حالت میں عورتوں کو تعلیم دینا

سوال[۱۰۴۶]: ایک مولوی صاحب ہائی اسکول میں عورتوں کو تعلیم دیتے ہیں اور پردہ کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے، اتنا ہے کہ عورت کے اعضاء ڈھکے رہتے ہیں مگر چہرہ کھلا رہتا ہے۔ ایسی صورت میں مولوی صاحب کو تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : "طلب العلم فریضة علی کل مسلم". (ابن ماجه، ص: ۲۰ ، باب فضائل العلم ، میر محمد)

و قال الملا علی القاری فی شرحه :"طلب العلم" :أی : الشرعی "فریضة" : أی مفروض فرض عین "علی کل مسلم": أو کفایة والتاء للمبالغة : أی و مسلمة، کما فی روایة". (مرقاة المفاتیح : ۱/۴۷۷ ، رقم الحدیث : ۲۱۸ ، کتاب العلم ، رشیدیه)

(و کذا فی رد المحتار : ۱/۴۱، مطلب الفرق بین المصدر و الحاصل بالمصدر، سعید)

(۲) "وعن أبی سعید و ابن عباس رضی اللہ عنهم قالا: قال رسول اللہ ﷺ : "من ولد له ولد، فلیحسن اسمه و أدبه، فإذا بلغ فلیزوجه، فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثماً، فإنما إثمه علی أبیه". قال الطیبی رحمه اللہ تعالیٰ: أی جزاء الإثم علیه حقیقة، و دل هذا الحصر علی أن لا إثم علی الولد مبالغة؛ لأنه لم یتسبب لما یتفادی ولده من إصابة الإثم ". (مرقاة المفاتیح: ۶/۳۰۰، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة، الفصل الثالث، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس طرح تعلیم دینے کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۲ھ۔

لڑکیوں کی تعلیم

سوال [۷۰۴۷]: ۱.....کوئی شخص اپنے محلّہ کی غیر محرم عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض ونفاس کا مسئلہ و نماز، روزہ پاکی، ناپاکی کے بارے میں وعظ ونصیحت سنائے اور بتلائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲.....قریب البلوغ لڑکیوں کو مکتب و مدرسہ میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیسا گناہ ہے؟ بدلیل شرعی مع حوالہ جات کتب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱.....جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکثرت ثابت ہے، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر احتیاط چاہیئے، خاص کر حیض ونفاس کے مسائل اپنی محرم عورتوں کو سمجھا دے اور پھر وہ عورتیں دوسری عورتوں کو سمجھا دیں، جیسا کہ ازواج مطہرات سمجھایا کرتی تھیں (۲)۔ یا مردوں کو سمجھا دے اور وہ اپنی عورتوں کو سمجھا دیں، غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ہرگز نہ کرے کہ یہ ممنوع ہے۔

۲.....دینی مسائل کی تعلیم جس طرح لڑکوں کے لئے ضروری ہے لڑکیوں کے لئے بھی ضروری ہے، جو

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ الاية (النور: ۳۰)

و قال اللہ تعالیٰ: ﴿و قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن﴾ الاية (النور: ۳۱)

و قال تعالیٰ: ﴿ يأيها النبی قل لأزواجک و بنٰتک و نساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (الأحزاب: ۵۹)

(۲) "أن فاطمة بنت أبی حبيش رضی اللہ تعالیٰ عنها أستحيضت، فأمرت أم سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنها أن تسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم: فقال: "تدع الصلاة أيام أقرائها، ثم تغتسل و تستذفر بثوب و تصلی". (والسنن الكبریٰ للبيهقی: ۳۴۶/۱، بيروت)

(و كذا فی نصب الرأيه، كتاب الطهارة: ۲۰۶/۱، المكتبة الاسلامية)

لڑکی مراہقہ ہو وہ بالغہ کے حکم میں ہے اس کے لئے پردہ ضروری ہے، اس کو مکتب یا مدرسہ میں بھیجنا فتنہ سے خالی نہیں، لہٰذا ایسی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام خود ان کے مکانوں پر ہونا چاہئے، جیسا کہ نمبر: امیں گزرا:

"قال علیه الصلوة والسلام: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشیطان"۔ رواه الترمذی(۱) مشکوٰة شریف (۲)۔ "طلب العلم فریضة علی كل مسلم: أی ومسلمة كما فی روایة اهـ". هامش المشكوة (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/محرم/ ۶۱ھ۔

لڑکیوں کے لئے تعلیم

سوال[۱۰۴۸]: قریب البلوغ لڑکیوں کو مکتب یا مدرسہ میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو کیسا گناہ ہے بدلیل شرعی مع حوالہ جات کتب تحریر فرمادیں!

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی مسائل کی تعلیم جس طرح لڑکوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی ضروری ہے(۴)۔ جو لڑکی مراہقہ ہو وہ بالغہ کے حکم میں ہے، اس کے لئے پردہ ضروری ہے، اس کو مکتب یا مدرسہ میں بھیجنا فتنہ سے خالی نہیں، لہٰذا ایسی لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام خود ان کے مکانوں میں ہونا چاہئے: لأن 'المرأة عورة، فإذا خرجت من بیتها، استشرفها الشیطان". رواه الترمذی مشکوٰة (۵) "طلب العلم فریضة علی

---

(۱) (جامع الترمذی، کتاب الطلاق، باب (بلا ترجمة): ۱/۲۲۲، سعید)

(۲) (مشکوة المصابیح، کتاب النكاح، باب النظر إلی المخطوبة و بیان العورات: ۲/۲۶۹، قدیمی)

(۳) (مشكاة المصابیح، كتاب العلم، الفصل الثانی: ۱/۳۴، رقم الهامش: ۱۱، قدیمی)

(۴) "واعلم أن تعلم العلم یكون فرض عین: و هو بقدر ما یحتاج لدینه". قال العلامة ابن عابدین: "قال العلامی فی فصوله: من فرائض الإسلام تعلم ما یحتاج إلیه العبد فی إقامة دینه وإخلاص عمله لله تعالیٰ و معاشرة عباده، و فرض علی كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علمَ الدین و الهدایة تعلّمُ علم الوضوء والغسل". (مقدمة رد المحتار: ۱/۴۲، قبیل مطلب فی فرض الكفایة و فرض العین، سعید)

(۵) (مشكوة المصابیح: ۲/۲۶۹، كتاب النكاح، قدیمی)

کل مسلم: أی و مسلمة کما فی الروایة اھـ" ہامش مشکوۃ (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مدرسہ میں لڑکیوں کی تعلیم

سوال [۱۰۴۹]: ہمارے گاؤں میں ایک مدرسہ "باب العلوم" کے نام سے چل رہا ہے اس میں اکثر طالبات ہیں اور لڑکے کم ہیں، ان طالبات اور طلباء کو مرد اساتذہ ہی تعلیم دیتے ہیں، اس مدرسہ کے صدر مدرس کے بڑے طلباء بعض بالغ بھی ہیں اور بعض طالبات بھی قریب البلوغ ہوگئی ہیں اور بعض طالبات ایسی ہیں جن کی عمر کم ہے، لیکن بہت سے قابل پردہ معلوم ہوتی ہیں۔ مدرس صاحب ان طالبات کو یکے بعد دیگرے تعلیم دیتے ہیں، اور اکثر وقت ایک وارانڈے میں ایک صف طالبات کو بٹھاتے ہیں اور دوسری صف میں طلباء بالغ کو بٹھاتے ہیں اور غیر بالغ بھی موجود ہوتے ہیں غرض کہ دونوں کا اختلاط ایک دوسرے سے ہوتا رہتا ہے۔ مدرسہ کے اوقات میں مدرس نگرانی کرتے رہتے ہیں اور بوقتِ آمد و رفت اختلاط ہوتا رہتا ہے اور بچیاں گھر سے آتے وقت بلا برقع کے آتی ہیں، حالانکہ ہر طالبہ جو قابل پردہ ہیں ان کا قرآن صحیح ہوگیا ہے، اگر منتظمین چاہیں تو ان کے سرپرستوں کو بلا کر اخراج کرسکتے ہیں یا پردہ کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں، لیکن ان تمام امور کی انجام دہی کو مصالحِ مدرسہ کے خلاف سمجھ کر عندالشرع ان کے لئے جو منتظم ہیں، کیا ضروری ہے؟ بینوا وتوجروا

الجواب حامداً ومصلياً:

لڑکی جب بالغ ہوجاوے یا بلوغ کے قریب ہوجاوے تو اس کو پردہ کی تاکید لازم ہے ورنہ وہ عمر بھر بے پردہ رہے گی۔ دینی مدرسہ میں صرف تعلیم ہی مقصود نہیں ہوتی ہے بلکہ اخلاقی تربیت اور عملی پابندی کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔ سیانے لڑکوں اور لڑکیوں کا اس طرح بے پردہ اختلاط باعثِ فتنہ بھی ہوسکتا ہے جس کے شواہد اسکولوں اور کالجوں میں بے شمار ملیں گے، اگر ابھی سے احتیاط نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ کہیں دینی مدارس کا بھی وہی حال نہ ہو (۲)۔ حدیث شریف میں ہے کہ "عورت تو چھپانے کی چیز ہے، جب وہ اپنے مکان سے نکلتی ہے تو

---

(۱) (مرقاة المفاتيح: ۱/۲۸۴، كتاب العلم، مكتبه امداديه، ملتان)

(۲) قال الإمام شاه ولی الله: " اعلم أنه لما كان الرجال يهيّجهم النظر إلى النساء على عشقهن والتوجه بهن، و يفعل بالنساء مثل ذلک، و كان كثيراً مايكون ذلک سبباً لأن يبتغى قضاء الشهوة منهن على =

شیطان ان کو جھانکتا اور تاکتا ہے"(۱)۔ ایک حدیث میں ہے کہ "نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو سیدھا دل پر جا کر لگتا ہے"(۲)۔ اور بھی احادیث ہیں، اس لئے بہت زیادہ احتیاط ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۹۰ھ۔

کتنی عمر کی بچی مدرسہ میں پڑھ سکتی ہے؟

سوال[۱۰۵۰]: کتنی عمر تک کی بچیوں کو مکاتب یا عربی مدارس میں دینی تعلیم دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھ سات سال تک کی بچیوں کے لئے تو کچھ مضائقہ نہیں وہ بھی جب کہ بد اخلاقی نہ سیکھیں، ان کی پوری نگرانی کی جائے (۳)۔ آٹھ نو سال کی بچیوں کو لڑکوں کے مکتب مدرسہ میں آنے سے روک

= غير السنة الراشدة، كاتباع من هي في عصمة غيره، أو بلا نكاح، أو غير اعتبار كفاءة، والذى شوهد من هذا الباب يغنى عما سطر في الدفاتر ،اقتضت الحكمة أن يسدد هذا الباب". (حجة الله البالغة: ۲/۲۳۲، ذا العورات ، قديمى)

(۱) "المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان " و في رواية "المرأة عورة مستورة". نصب الراية لأحاديث الهداية: ۱/۲۹۸، المكتبة المكية جدة)

(وكذا في الفتاوى الحديثية، ص: ۱۱۹ ، مطلب: يكره تعليم النساء الكتابة ، قديمى)

(۲) قد وجدت هذا الحديث في كشف الخفاء بهذا اللفظ: "قال رسول الله ﷺ عن ربه عزوجل : "النظرة سهم مسموم من سهام إبليس، من تركها من مخافتي أبدلته إيماناً يجد حلاوته في قلبه". (كشف الخفاء: ۲/۳۲۸، حرف النون ، بحواله طبرانى، رقم الحديث : ۲۸۶۴، دار إحياء التراث العربى)

(وكذا في المستدرك للحاكم : ۴/۳۱۴، كتاب الرقاق، النظرة سهم من سهام إبليس مسمومة ، دارالفكر بيروت)

(ومجمع الزوائد :۸/۶۳، باب غض البصر ، كتاب الأدب ، دار الفكر بيروت)

(والدر المنثور للسيوطى :۵/۴۱، تحت قوله تعالىٰ: ﴿قل للمؤمنين﴾ مؤسسة الرسالة الناشر محمد امين دمج بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم ناراً﴾. (سورة التحريم : ۶) .... =

دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۵/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۵/ ۹۲ھ۔

لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا

سوال [۱۰۵۱]: لڑکیوں کو اعلیٰ انگریزی تعلیم دلا کر سرکاری مدارس میں ملازم کرانے کے متعلق شرع اسلامیہ کا کیا ارشاد ہے، کیا ایسا شخص مسلمانوں کا مذہبی امام یا پیشوا بن سکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نفس زبان سیکھنا فی حد ذاتہ شرعاً ممنوع نہیں، لیکن آج کل انگریزی پڑھنے والوں پر ماحول کا اتنا برا اثر پڑتا ہے کہ وہ اپنے اقوال، افعال، وضع قطع کو بالکل شریعت کے خلاف کر لیتے ہیں حتی کہ ان کے عقائد تک مسخ ہوجاتے ہیں۔ مسائلِ شرعیہ: نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں، بہت سے لا مذہب مادہ پرست ہو کر قادر مطلق کی ذات وصفات کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس لئے ان مفاسد کے پیش نظر شرعی نقطۂ نظر سے

= قال الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ: "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قولہ تعالیٰ: ﴿قوا أنفسکم و أھلیکم ناراً﴾ یقول: أدّبوھم وعلموھم،...... و قال قتادۃ: تأمرھم بطاعۃ اللہ و تنھاھم عن معصیۃ اللہ، وأن تقوم علیھم بأمر اللہ و تأمرھم بہ الخ". (تفسیر ابن کثیر: ۵۰۲/۴، سورۃ التحریم، مکتبہ دارالسلام ریاض)

و قال الإمام أحمد: "عن إبن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "کلکم راع و کلکم مسؤول عن رعیتہ ...... والرجل راع علی أھل بیتہ، و ھومسئول عنھم الخ". (مسند الإمام أحمد: ۵۵/۲، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) اس میں بہت سے مفاسد ہیں جیسا کہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"أن فیھا خشیۃ مفسدۃ، و درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح". (الفتاوی الحدیثیۃ، ص: ۱۱۹، قدیمی)

(کذا فی حجۃ اللہ البالغۃ: ۳۳۳/۲، قدیمی)

(و فتاوی رحیمیہ: ۴۱/۱۰، کتاب العلم، دارالاشاعت کراچی)

انگریزی تعلیم کو مخرب عقائد اور مفسد اعمال کہا جاتا ہے۔

لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانے میں مفاسدِ مذکورہ کے علاوہ کچھ اَور بھی شرمناک اور نا قابلِ بیان خرابیاں موجود ہیں(۱) جو کہ اہلِ زمانہ پر بخوبی روشن ہیں، اس لئے اس سے کلی اجتناب لازم ہے(۲) خصوصاً مذہبی مقتداء کو کہ ایسے شخص کے فعل سے عوام استدلال کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ۱۱/ ۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/ ذیقعدہ/ ۵۶ھ۔

لڑکے اور لڑکیوں کا ہندی، انگریزی تعلیم کا ممبر بننا

سوال[۱۰۵۲]: شبلی کالج جس میں انگریزی اور ہندی کی ہی تعلیم ہوتی ہے اسی طرح نسواں ہائی

---

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: كتابة النساء، رقم الحاشية: ۱)

(۲) قال ابن حجر الهيثمي المكي رحمه الله تعالىٰ: "روى الحكيم الترمذي عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا تسكنوا نساء كم الغرف و لا تعلموهن الكتابة".

وأخرج الترمذي الحكيم عن ابن مسعود أيضاً -رضي الله تعالىٰ عنه- أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "مرّ لقمان على جارية في الكتاب، فقال: لمن يصقل هذا السيف"؟: أي حتى يذبح به، و حينئذٍ فيكون فيه إشارة إلى علة النهي عن الكتابة، و هي أن المرأة إذا تعلمتها توصلت بها إلىٰ أغراض فاسدة، وأمكن توصل الفسقة إليها على وجه أسرع وأبلغ وأخدع من توصلهم إليها بدون ذلك؛ لأن الإنسان يبلغ بكتابته في أغراضه إلى غيره ما لم يبلغه برسوله، ولأن الكتابة أخفى من الرسول، فكانت أبلغ في الحيلة و أسرع في الخداع والمكر، فلأجل ذلك صارت المرأة بعد الكتابة كالسيف الصقيل الذي لا يمرّ على شيء إلا قطعه بسرعة، فكذلك هي بعد الكتابة .... اهـ.

واعلم أن النهي من تعليم النساء للكتابة لا ينافي طلب تعلّمهن القرآن والعلوم والآداب؛ لأن في هذه مصالح عامة من غير خشية مفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابة؛ فإنه وإن كان فيها مصالح إلا أن فيها خشية مفسدة، و درء المفاسد مقدم على جلب المصالح". (الفتاوى الحديثية، ص: ۱۱۹، مطلب يكره تعليم النساء الكتابة، قديمي)

اسکول میں انگریزی اور ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے اس کا ممبر بننا فتویٰ اور تقویٰ کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس کالج یا اسکول میں خلافِ اسلام تعلیم ہوتی ہے، عقائد، اعمال، اخلاق سب غلط ذہن نشین کرائے جاتے ہیں اس کا ممبر بننا اور تقویت پہونچانا ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۴/۴/ ۸۸ھ۔

کتابت النساء

سوال[۱۰۵۳]: بہشتی زیور کے ایک حصہ پر بریلوی حضرات کو یہ اشکال تھا کہ خواتین کو لکھنا جائز نہیں ہے، ہاں علومِ شرعیہ حاصل کرنے کی یقیناً اجازت ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں ممانعت کی ایک حدیث انہوں نے بھی نقل کی ہے۔ علی گڑھ کے مفتیٔ اعظم مولانا حافظ حفیظ اللہ صاحب قدس سرہ سے اس نا کارہ نے خود سنا کہ لڑکیوں کو لکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، حدیث پاک میں صریح اس کی ممانعت ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اس نا کارہ نے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب سہارنپوری سے رجوع کیا تو موصوف نے بھی بہشتی زیور کی تائید کی۔ بریلوی حضرات کی کتاب اسوقت سامنے نہیں ہے ورنہ حوالہ بھی نقل کرتا۔

میں گذشتہ چوبیس سال سے مخلوط تعلیمی ادارے سے منسلک ہوں اور گذشتہ تیرہ سال سے ایم، اے کی سطح پر لڑکیوں کو بھی پڑھا رہا ہوں، میرے تجرباتِ اس سلسلہ میں نہایت تلخ ہیں، اس وجہ سے اپنی بچی کو مولوی محمد اسماعیل مرحوم کی کتاب تو پڑھاتا ہوں مگر لکھنا نہیں سکھاتا۔ کیا واقعی شرعاً لڑکیوں کو لکھنے کی اجازت نہیں تاکہ اپنے بچوں کے بارے میں اتباعِ سنت کا اہتمام کروں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حدیثِ پاک میں ایک مقام پر عورت کو لکھنا سکھانے کی ممانعت آئی ہے اور ایک مقام پر ترغیب آئی ہے(۱)، اس لئے شراحِ حدیث (نبوی علی صاحبہ ألف ألف صلوۃ وسلام) نے لکھا ہے کہ جہاں فتنہ کا خطرہ ہو

---

(۱) "عن شفاء بنت عبد الله رضى الله تعالىٰ عنها قالت: دخل عليّ النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأنا عند حفصة رضى الله تعالىٰ عنها، فقال لى: "ألا تعلّمين هذه رقية النملة كما علّمتيها الكتابة". (سنن أبى داؤد: ۱۸۶/۲، باب ما جاء فى الرقى، سعيد) .... =

وہاں سکھانے سے اجتناب چاہئے (۱)، جہاں نہ ہو وہاں بقدر ضرورت گنجائش ہے کہ امور خانہ داری میں بعض مرتبہ اس کی حاجت پیش آجاتی ہے۔

جو لڑکیاں اپنے مکان میں والد، بھائی، چچا، دادا، نانا سے لکھنا سیکھے اور ان کی دینی تربیت کی جائے، ماحول صالح ہو تو اجازت ہے۔ اس مقصد کے لئے بہشتی زیور کی تصنیف کی گئی ہے اور اس سے نفع بھی بے حد ہوا اور جو لڑکیاں اسکول میں جائیں اور پردے کا اہتمام نہ ہو، نامحرموں سے احتیاط نہ ہو، ان کو اس سے روکنا ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۳ھ۔

= قال الشيخ في بذل المجهود : "فيه دليل على جواز كتابة النساء، و أما حديث : "لا تعلموهن الكتابة". محمول على من يخشى عليها الفساد". (۸۰/۵، معهد الخليل الإسلامي كراچی)

(ومسند الإمام أحمد ابن حنبل: ۳۷۲/۶، رقم الحديث: ۲۶۵۵۵، حديث شفاء بنت عبد الله ، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

"لا تسكنوهن الغرف، و لا تعلّموهن الكتابة، و علّموهن الغزل و سورة النور". من حديث عائشة، و من حديث ابن عباس بلفظ: "لا تعلموا نساء كم الكتابة، و لا تسكنوهن العلالى".

و عن مجاهد مرسلاً : "علموا رجالكم سورة المائدة، و علموا نساء كم سورة النور". أخرجه سعيد بن منصور فى سننه. و روى البيهقى فى الشعب عن أبى عطية الهمدانى كتب عمر بن الخطاب: تعلّموا سورة براءة و علموا نساء كم سورة نوح". (تنزيه الشريعة المرفوعة : ۲۰۸/۲، ۲۰۹، دارالكتب العلميه بيروت)

(۱) "واعلم أن النهى عن تعليم النساء الكتابة لا ينافى طلب تعلمهن القرآن والعلوم والآداب؛ لأن فى هذه مصالح عامة من غير خشية مفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابة، فإنه وإن كان فيها مصالح إلا أن فيها خشية مفسد، و درء المفاسد مقدم على جلب المصالح". (الفتاوى الحديثية، ص: ۱۱۹، مطلب: يكره تعليم النساء الكتابة ، قديمى)

(و كذا فى حجة الله البالغة : ۳۳۲/۲، قديمى)

(۲) "وعن أبى سعيد الخدرى قال: قال رسول الله ﷺ : "إن الدنيا حلوة خضرة، و إن الله مستخلفكم فيها، فينظر كيف تعلمون، فاتقوا الدنيا واتقوا النساء، فإن أول فتنة بنى إسرائيل كانت فى النساء". رواه مسلم".=

نیم عریاں لباس اسکول میں لڑکیوں کو تعلیم دینا

سوال[۱۰۵۴]: ہمارے اطراف میں عموماً بے پردگی ہے، جوان لڑکیاں بے محاباں عریاں لباس پہن کر اسکول کالج میں آتی جاتی رہتی ہیں، بعض خال خال گھرانوں ہی میں کچھ پردہ کا رواج ہے۔ ایسی حالت میں ایک عالم صاحب نے اسکول میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ موجودہ دور کے تقاضہ کے مطابق مسلمان لڑکیوں کو بھی ایس، سی، سی (یعنی اسکول کالج میں جو نیم فوجی تربیت دی جاتی ہے) سکھلانا جائز ہے۔ ان کا یہ فرمانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ آج کل جو برادرانِ وطن اسکول کالج میں سرسوتی پوجا وغیرہ کرتے ہیں، اس میں مسلمان طلباء کا چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا موصوف کی اس تقریر سے دیندار عوام میں شک وتردد پیدا ہوگیا ہے اور غیر دیندار مسلمانوں کے رجحان کی تائید ہوتی ہے جس سے عوام میں کچھ کشمکش پیدا ہوگئی۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

جو بات انہوں نے فرمائی ہے وہ موجودہ دور کی سیاسی بات ہے شرعی حکم نہیں ہے، شریعت نے تو عورتوں کو بے پردگی اور عریانی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے(۱) بلکہ پردہ کے ساتھ خوشبو لگا کر مکان سے نکلنے کو بھی منع کیا ہے، اس کو زنا کی دعوت دینے والی قرار دیا گیا ہے، یہ حدیث صحاح میں موجود ہے(۲)۔

اگر چندہ نہ دینے میں خطرہ ہو تو چندہ مانگنے والے کو دینے کی نیت سے دیدیا جائے، پھر وہ جس کام میں چاہیں گے خرچ کریں گے، وہ ان کا فعل ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

= قال العلامة علی القاری : "وهو تخصيصٌ بعد التعميم إشارة إلى أنها أضر ما فی الدنيا البلايا، و قد جاء فی رواية الديلمی عن معاذ : "اتقوا الدنيا واتقوا النساء، فإن إبليس طلاع رصاد، وما هو بشیء من فخوخه بأوثق لصيده فی الانقياد من النساء". (مرقاة المفاتيح : ۶/۲۶۷، كتاب النكاح، الفصل الأول، رشيديه)

(۱) قال الله تعالیٰ :﴿و قرن فی بيوتكن و لا تبرّجن تبرج الجاهلية﴾ (سورة الأحزاب :۳۳)

(۲) "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : "أيما امرأة استعطرت، فمرت علی قوم ليجدوا من =

پردہ نشین لڑکی کے لئے طبیہ کالج میں داخلہ

سوال[۱۰۵۵]: میری ہمشیرہ مذہبی خاندان سے نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ صوم وصلوۃ کی پابند اور غیر شادی شدہ خوبصورت اور پردہ نشین ہے جو بمبئی میں مقیم ہے، پھر یہ اعلیٰ تعلیم کے لئے طبیہ کالج اسپتال میں حکمت کے کورس میں داخلہ لینا چاہتی ہے۔ طبیہ کالج میں اکثر اساتذہ مرد ہیں اور طلبہ میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم حاصل کرتے ہیں، لڑکیاں کلاس میں برقعہ اوڑھ کر بیٹھیں تو سختی نہیں ہے مگر نقاب نہیں ڈال سکتیں، چہرہ کھلا رہے گا۔ بعد میں دو سال تک مریضوں پر عمل تشخیص بھی کرائی جائے گی، جہاں مرد مریضوں کا معائنہ کرنا ضروری ہوگا کیونکہ یہ کورس کا عمل ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ کافی بے پردگی ہے اور لڑکی یہ کورس حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے، مقصد صرف ڈاکٹری حاصل کر کے اچھی جگہ شادی کرنی ہے، یہ دنیاوی حسن حاصل کرنا ہے۔ لہذا اس لڑکی کا کالج میں داخلہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ رہا شادی کا معاملہ تو وہ قسمتی معاملہ ہے جو صرف خدا کے ہاتھ میں ہے، یہ ہمارا عقیدہ ہے بس ترکِ اسباب نہ ہو۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ گورنمنٹ کے میڈیکل کالج میں جہاں اکثر اساتذہ اور طلبہ غیر مسلم ہیں اور تعلیم مخلوط ہے وہاں پر بے پردگی کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے دیگر ڈگری کالجوں میں جہاں ایم اے وغیرہ کی ڈگری دی جاتی ہے، لڑکیوں کو تعلیم دلوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

طریقۂ مذکورہ پر داخلہ لے کر تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے(۱) یہی حکم

= ريحها فهي زانية". (سنن النسائي، رقم الحديث: ۲/۲۸۲، كتاب الزينة، باب ما يكره للنساء من الطيب، قديمي)

(وجامع الترمذي، رقم الحديث: ۲/۱۰۷، كتاب الأدب، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة، سعيد)

(و سنن الدارمي: ۲/۳۶۲، باب في النهي عن الطيب إذا خرجت، قديمي)

(۱) قال العلامة ابن حجر المكي رحمه الله تعالىٰ: "اعلم أن النهي من تعليم النساء للكتابة لا ينافي طلب تعلمهن القرآن والعلوم والآداب؛ لأن في هذه مصالح عامة من غير خشية مفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابة، فإنه وإن كان فيها مصالح إلا أن فيها خشية مفسدة، و درء المفاسد مقدم على جلب المصالح". =

دیگر میڈیکل کالجوں کا ہے۔لڑکوں اورلڑکیوں کی مخلوط تعلیم اور بے پردہ ملاقات، بود وباش، مرد اساتذہ کا ان کو تعلیم دینا، ان کا مریض مردوں پر عمل تشخیص کرنا یہ سب چیز غلط ہے، ان سے پورا پرہیز لازم ہے۔شادی کا معاملہ جس طرح خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ہر معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۰ھ۔

عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض ونفاس کے مسائل بتانا

سوال[۱۰۵۶]: اگر کوئی شخص اپنی محلّہ کی غیر محرم عورتوں کو پردہ میں رکھ کر حیض ونفاس کا مسئلہ اور نماز وروزہ اور پاکی وناپاکی کے بارے میں وعظ ونصیحت سنانا اور بتلانا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت ثابت ہے، لیکن اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر احتیاط چاہیے، خاص کر حیض ونفاس کے مسائل اپنی محرم عورتوں کو سمجھا دے اور پھر وہ عورتیں دوسری عورتوں کو سمجھا دیں، جیسا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سمجھایا کرتی تھیں(۱)، غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ہرگز نہ کرے، یا مردوں کو سمجھا دے اور وہ اپنی عورتوں کو سمجھا دیں، غیر محرم عورتوں کے ساتھ خلوت ممنوع ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

= (الفتاوى الحديثية، ص: ۱۱۹ مطلب: يكره تعليم النساء الكتابة، قديمى)

(كذا في حجة الله البالغة: ۲/۳۳۳، قديمى)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۸/۳۶۴، باب الرقى، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: دخلت أسماء على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يارسول الله! -صلى الله عليه وسلم- كيف تغتسل إحد انا إذا طهرت من المحيض؟ قال: تأخذ سدرها وماء ها فتوضا ثم تغتسل ر أسها وتدلكه حتى تبلغ الماء أصول شعرها، ثم تفيض على حدها، ثم تأخذ فرصتها فتطهر بها، قالت: يا رسول! كيف! تطهر بها؟ قالت عائشة رضى الله تعالىٰ عنها: فعرفت الذى يكنى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلت: لها تتبعن بها أثار الدم". (أبوداؤد، كتاب الطهارة، باب الإغتسال من الحيض: ۱/۵۰، إمداديه)

(۲) "وفي الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام ....". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في =

دنیوی تعلیم کے نتائج

سوال[۱۰۵۷]: ۱......بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بی،اے۔ایم،اے پڑھ کر اکثر لڑکے بگڑ جاتے ہیں، کیا ان کے کہنے سے شریعت اسلامی یہ بتلاتی ہے کہ اسے اعلیٰ تعلیم نہ دی جائے یا دنیوی تعلیم نہ دی جائے، اگر دی جائے تو کس طریقہ سے؟

۲......اس نازک دور میں دنیوی تعلیم دلوانا جائز ہے یا ناجائز؟ ان تمام سوالوں کے جدا جدا جواب دے کر اس کا کوئی نیک حل نکالا جائے، خدا تعالیٰ آپ کے عظیم ارادوں کو دائمی قائم رکھے اور علماء دین کی اللہ تعالیٰ ہر طرح سے امداد فرمائے۔ آمین! ان سوالوں کے جواب آسان اردو میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱......ایسی تعلیم دلانا جس کے اثر سے بچے بگڑ جائیں اور دین سے بے تعلق ہو کر بے دین بن جائیں (عقائد، اخلاق، اعمال خراب ہو جائیں) جائز نہیں، یہ ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں بلکہ ان کو تباہ اور برباد کرنا ہے، اس بگاڑ سے حفاظت کا انتظام ہو جائے تو دنیوی تعلیم بھی درست ہے(۱)۔ اول عقائد و اخلاق و اعمال شرعیہ کی تعلیم دی جائے، بزرگوں کی صحبت میں رکھا جائے، دینی کتب کا مطالعہ ہمیشہ کرتے رہیں تو حفاظت ہو سکتی ہے۔

۲......نمبر:۱ سے نمبر:۲ کا جواب واضح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۱۰/۱۰/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیو بند، ۱۰/۱۰/۹۱ھ۔

= اللحس والنظر: ۳۶۸/۶، سعید)

(۱) "زيد بن ثابت رضى الله تعالىٰ عنه قال: أمرني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، أن أتعلم السريانية، و في رواية: أنه أمرني أن أتعلم كتاب يهود، وقال: إني ما من يهود على كتاب، قال زيد بن ثابت، فما مر بي نصف شهر، حتى تعلمت فكان إذا كتب إلى يهود كتبت، وإذا كتبوا إليه قرأت له كتابهم". (صحيح البخاري: ۱۰۶۸/۲، باب ترجمة الحكام، قديمي)

(كذا في امداد الفتاوى: ۱۸۵/۶، مكتبه دار العلوم)

معلمین کے ساتھ معلمات کا تقرر اور سیانے بچے بچیوں کی مخلوط تعلیم

سوال[۱۰۵۸]: ایک اسلامیہ اسکول جس کا سارا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، اس میں معلموں کے ساتھ معلمات کا تقرر درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح دس سال یا زائد عمر کے بچے بچیوں کی یکجائی تعلیم کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلامیہ اسکول میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو معلّمہ کی حیثیت سے مقرر کرنا شرعاً درست نہیں، اسی طرح سیانی لڑکیوں کو لڑکوں کے اسکول میں داخل کرنا جائز نہیں، دس سال کی لڑکی (حسب سوال سائل) کو ہرگز ایسے اسکول میں داخل نہ کیا جائے اس میں سخت فتنہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۹۴ھ۔

نرسری اسکول اور عیسائی معلمات

سوال[۱۰۵۹]: محترم جناب مفتی صاحب! سلام مسنون!

سائلہ کی استدعاء ہے کہ امور مندرجہ ذیل میں شریعت حقہ کی روشنی میں رائے عالی سے مطلع فرمائیں:

برائے بنات ایک قومی تعلیمی ادارے کی خدمت انتظامیہ ایک نسواں کمیٹی کے سپرد ہے جس کی خدمت صدارت میں اٹھارہ سال سے انجام دے رہی ہوں اور پورے زمانہ خدمت میں ادارہ کے تمام امور متعلقہ حدود

---

(۱) قال الشيخ ولي الله المحدث الدهلوي: "اعلم أنه لما كان الرجال يهيّجهم النظر إلى النساء على عشقهن والتوجه بهن، و يفعل بالنساء مثل ذلك، و كان كثيراً ما يكون ذلك سبباً لأن يبتغى قضاء الشهوة منهم على غير السنة الراشدة كاتباع من هي في عصمة غيره، أو بلا نكاح، أو غير اعتبار كفائة، والذي شوهد من هذا الباب يغني عما سطر في الدفاتر، اقتضت الحكمة أن يسد هذا الباب". (حجة الله البالغة: ۲/۳۳۳، ذكر العورات، قديمي)

" (و تمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين رجال) لا لأنه عورة، بل (لخوف الفتنة) كمسه وإن أمن الشهوة الخ". (الدر المختار: ۱/۴۰۶ باب شروط الصلاة، سعيد)

(و كذا في فتاوى إبن حجر رحمه الله تعالىٰ، ص: ۱۱۹، قديمي)

شریعت پاک کی روشنی میں ترک واختیار کرنے کی کوشش کی گئی، ادارۂ مذکور سے متعلق شعبہ تربیت گاہ اطفال بھی قائم ہے جس میں ۳/ تا ۶ سال کے بچوں کو ابتدائی معلومات دین ودنیا کی بابت کھیل، ہی کھیل میں ضروری امور ذہن نشین کرادیئے جاتے ہیں۔

نصابِ تربیت پوری چھان بین کے بعد سائلہ مرتب کرتی ہے اور روز کا کارِ خدمت مشاہدہ میں رہتا ہے، شعبہ مذکور کی خدمت تربیت کے لئے معلّمہ ادارۂ مذکور کی تعلیم پائی ہوئی اور دوسری عیسائی لیڈی انجام دے رہی ہے، دوسری مسلم معلّمہ باوجود تلاش وکوشش کے میسر نہ ہوئی، جوملیں وہ انتہائی آزاد خیال، بے پردہ ہندو اداروں کی سند یافتہ، ناتجربہ کارلڑکیاں تھیں، اس لئے عیسائی معلّمہ کو ترجیح دی گئی کہ وہ نسبتاً بہتر اخلاق، پرورشِ اطفال سے واقف، ماہر نفسیات خانہ داری اور سن رسیدہ ہیں۔

مقصود تقریر یہ بھی ہے کہ ادارے کی معلمات دوسرے اداروں میں جاکر طریقۂ تربیت سیکھنے کے بجائے اپنے ادارے میں رہ کر ضروری باتیں سیکھ لیں اور کام خود سنبھال سکیں، مختصر یہ کہ عیسائی قطعاً آزاد نہیں ہیں، بلکہ حدود متعین کے اندر کام کررہی ہیں۔ ایسی صورت میں احکام شریعت کیا ہیں؟ مطلع فرمایئے یعنی ان سے خدمت لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (سائلہ کا نام مصلحتاً درج نہیں کیا گیا)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ اس ادارہ کے تمام امورِ متعلقہ حدود شریعت پاک کی روشنی میں ترک و اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اور زیادہ پابندی کی توفیق دے۔ معلّمہ موصوفہ عیسائی کے تقرر کے وقت بھی تو اولاً یہی کوشش کی گئی ہو، اب کیا وجہ پیش آئی کہ اس کے متعلق استفسار کیا جارہا ہے، کیا وقت تقرر اس مسئلہ کی تحقیق نہیں کی گئی اور بلا تحقیق معصوم بچوں کی تربیت وتعلیم کو معلّمہ موصوفہ کے سپرد کردیا گیا، مسلم معلّمہ جو ملیں تو وہ بے پردہ، انتہائی آزاد خیال ملیں، کیا معلّمہ موصوفہ پردہ نشین اور پابندِ خیال ہیں؟

جناب نے معلّمہ موصوفہ کے اخلاق کو بہتر فرمایا ہے تو کیا کفر کے ساتھ بہتر اخلاق جمع ہوسکتے ہیں؟ شاید اخلاق سے مراد شرعی اخلاق نہیں بلکہ عرفی اخلاق ہیں، سب سے ہنس بول کر ملنا، چکنی چپڑی باتیں بنالینا مراد ہے، ورنہ شریعتِ مقدسہ میں اخلاق نام ہے اتباعِ سنت کا یعنی اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی پیروی کرنا۔تو یہ چیز کسی غیر مسلم سے نہیں ہوسکتی کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کا ایمان ہی نہیں تو پیروی کا کیا محل ہے؟

فطری بات ہے کہ استاد کے جذبات وخیالات شاگردوں کے دلوں پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں جیسا کہ ہندواداروں کی سند یافتہ معلمات کے متعلق آپ کو خود شکایت ہے۔انگریز استاد کے اثرات بھی جو کچھ طلباء پر پڑتے ہیں وہ آج کسی سے مخفی نہیں حتی کہ اگر کوئی ہندو یا عیسائی خالص مذہب اسلام کی تعلیم دے اور اس کو آزاد نہ چھوڑا جائے، بلکہ اس کے حدود متعین کردیجائیں جیسا کہ معلّمہ موصوفہ کے متعلق ادارۂ موصوفہ میں کیا گیا ہے تب بھی اس کے قلبی اور دماغی اثرات ضرور پڑیں گے۔جن عیسائیوں نے قرآن پاک کی تفسیر یا حدیث شریف کی تشریح کی وہ ان کے اندرونی اثرات سے خالی نہیں، بلکہ جو ڈکشنری لکھی اس میں بھی وہ اثرات موجود ہیں۔ بڑے سمجھدار آدمی کو استاد کے جذبات سے متاثر ہوئے بغیر بچنا دشوار ہوتا ہے اور یہ کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے دلائل کی حاجت ہو، بلکہ اس کا مشاہدہ سب کو ہے۔اپنے دین کی حقیقت سے ناواقفیت یا تاثر سے بچے رہنے کے زعمِ باطل میں گرفتار ہونے کی وجہ سے کوئی انکار کرے تو اس سے وہ اصل حقیقت باطل نہیں ہوگی۔

نصابِ تربیت اگر محض اپنی رائے اور بصیرت سے چھان بین کر کے تجویز و متعین کیا جاتا ہے تو اس کے متعلق اتنی گزارش ہے کہ اپنی رائے کو معیارِ حق نہ بنایا جائے، بلکہ جو حضرات کتاب وسنت کے ماہر ہیں کہ انہوں نے سب طرف سے کٹ کر کتاب وسنت ہی کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کردیا ہے اور ہر حکم کے درجہ کو پہچانتے ہیں اور حدیث پاک کے متن اور شروح پر نظر رکھتے ہیں، قرآن شریف اور اس کی تفسیر سے خوب واقف ہیں اور آثار صحابہ ان کے سامنے ہیں، ائمہ مجتہدین کے تخریج کردہ مسائل کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں اور ان کے طرقِ استنباط واستدلال کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کی تمامتر جدوجہد اعتقادی، عملی، اخلاقی، معاشرتی زندگی کی آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت اصلاح کرنا ہے اور اتباع سنت، مسائل فقہ پر عمل، تزکیہ، اصلاحِ باطن کی بدولت اللہ پاک نے ان کو خشیۃ، تقویٰ، احسان کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے، ان کے مشورہ سے استفادہ کی بے حد ضرورت ہے۔ یہ چند سطور تحریر سے ضمناً متعلق تھیں اب اصل سوال کا جواب عرض ہے:

قرآن پاک میں ہے:

﴿یا أیها الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاریٰ أولیاء﴾ (۱): "أی لا تعتمدوا علیهم، و لا تعاشروهم معاشرة الأحباب (بعضهم أولیاء بعض) إیماء إلی علة النهی یعنی أنهم متفقون علی خلافکم و إضرارکم، و توالی بعضهم بعضاً لاتحادهم فی الدین. (ومن یتولهم منکم) یعنی عبد الله بن أبیّ، فإنه منهم یعنی کافرٌ و فاسقٌ۔ عن عیاض أن عمر رضی الله تعالیٰ عنه أمر أبا موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه أن یرفع إلیه ماأخذ و ما أعطیٰ فی أدیم واحد، وکان له کاتب نصرانی، فرفع إلیه ذلك، فعجب عمررضی الله تعالیٰ عنه: و قال: "إن هذا الحفیظ هل أنت قاریء لنا کتاباً فی المسجد جاء من الشام"؟ فقال: هو لا یستطیع أن یدخل المسجد، قال عمر: "أجنب"؟ قال: بل نصرانی، قال: قهرنی، و ضرب فخذی، ثم قال: أخرجه، ثم قرأ: ﴿لاتتخذوا الیهود والنصاریٰ أولیاء﴾ أخرجه ابن أبی حاتم والبیهقی فی شعب الإیمان، وجاز أن یکون قوله تعالیٰ: ﴿و من یتولهم منکم فإنه منهم﴾ مَبنیاً علی التجویز: أی من یتولهم فهو فاسق، والفاسق یشابه الکافر، والغرض منه التشدید فی مجانبتهم اهـ". تفسیر مظهری(۲)۔

"إن هذا العلم دین، فانظروا عمن تأخذون دینکم اهـ". :أی الدین لا یؤخذ إلا ممن أوتمن علیٰ دینه اهـ"۔ (شرح مسلم) (۳)۔

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ عیسائی کو ولی بنانا جائز نہیں یعنی اس پر اعتماد کرنا اور اس کے ساتھ احباب جیسا معاملہ کرنا درست نہیں۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائی سے خط پڑھوانا بھی گوارہ نہیں کیا اور جب تک کسی شخص پر دینی اعتماد نہ ہو یعنی شریعتِ مقدسہ کے نزدیک اس کا دین قابلِ اعتماد نہ ہو اس سے علم نہیں حاصل کرنا چاہئے، اس

---

(۱) (المائدہ : ۵۱)

(۲) (التفسیر المظهری : ۱۲۵/۳ ، سورۃ المائدہ ، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و تفسیر ابن کثیر : ۹۶/۲، دارالسلام ریاض)

(۳) (شرح الکامل للنووی علی الصحیح لمسلم : ۱۱/۱ ، باب أن الإسناد من الدین ، قدیمی)

سے صاف ظاہر ہے کہ معصوم بچوں کو معلّمہ موصوفہ کے سپرد کرنا اس بناء پر کہ وہ تربیت کا سلیقہ رکھتی ہیں اور بچوں کو صاف ستھرا رہنے اور مکان پر جا کر سب کو جداگانہ سلام کرنے کا طریقہ بتادیتی ہیں درست نہیں اور یہ چیز بچوں کے حق میں زہر قاتل ہے، گو وہ زہر ابھی ہر ایک کو نظر نہیں آتا مگر اس کے جراثیم ابھی سے بچوں میں پیدا ہو کر پرورش پاتے ہیں اور غیر شعوری طور پر ان کے قلب ودماغ اثر قبول کرتے ہیں۔ پھر جب کہ معلّمہ موصوفہ پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور وہ ماہر نفسیات بھی ہیں تو اگر وہ اپنے مذہب کی پابند ہیں تو ان کی دوڑ دھوپ زیادہ سے زیادہ اس لئے ہوگی کہ آہستہ آہستہ بچوں پر بلکہ تمام ادارے پر اپنا مذہبی رنگ جمائیں۔

اگر وہ اپنے مذہب کی پابند نہیں تو غور کریں کہ جو اپنے مذہب سے آزاد ہے وہ دوسروں کے مذہب کا خیال کیا کرے گی؟ بلکہ وہ تو چاہے گی کہ میری طرح سب ہی آزاد ہو جائیں۔ میڈیکل کالج کی نرسیں بھی بہت سلیقہ شعار اور ماہر نفسیات ہوتی ہیں، مریضوں کو ان کے حوالہ کردیا جاتا ہے، وہ بہت ہوشیاری اور اخلاص کے ساتھ مریضوں کی خدمت کرتی ہیں، لیکن ۷۴ء سے پہلے کی بات ہے کہ لدھیانہ میڈیکل کالج سے ایک ہزار سے زائد لڑکیاں عیسائی بنا کر فرار کرادی گئیں کہ ان کے ورثاء باپ شوہر وغیرہ ملنے کے لئے گئے تو کہہ دیا کہ وہ تو یہاں سے صحت یاب ہو کر چلی گئیں (اخبارات میں تفصیل آئی تھی)۔ اس لئے للہ ان معصوم بچیوں پر رحم کیجئے۔

فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

باسمہ و بحمدہ :

محترم المقام جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب استفتاء موصول ہوا اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ کی سعادت عطا فرمائے اور ہم سب کو راہِ حق پر چلنے کی توفیق واستقامت کے ساتھ آسانیاں بھی عطا فرمائے (آمین) جناب کی حتمی تحریری کے ذیل میں کچھ باتیں جواب طلب محسوس ہوئیں اس لئے دوبارہ عریضہ ارسالِ خدمت کر رہی ہوں، متوقع ہوں کہ آپ اسے گستاخی پر محمول نہ فرمائیں گے۔

۱.....شعبۂ تربیت گاہ اطفال قائم کرنے کی ضرورت کا احساس اس وجہ سے ہوا کہ قریبی عزیز واقارب

نیز بیشتر مسلم گھرانوں کے بچے عیسائی تربیت گاہوں یا ہندو نرسری اسکولوں میں بھیجے جارہے تھے، جہاں کا پورا نظام تعلیم وتربیت انہیں کے عقائد اور ذوق کے مطابق ہے، لہٰذا معاونینِ کار کو مذکورہ نقصان کی نشاندہی کرتے ہوئے شعبۂ تربیت گاہ اطفال قائم کرنے کی ضرورت پر متوجہ کیا اور آمادگی بھی حاصل ہوگئی۔

تقرر معلّمہ کے ذیل میں انتہائی کوشش کی گئی کہ وہ مسلم اور کارِ منصب کی اہل بھی ہو مگر جو مسلم لڑکیاں ملیں ان میں اتنی لچک بھی نہ پائی گئی کہ وہ ڈانس، ساز، گانے وغیرہ کا طریقہ بھی چھوڑ دیں اور دوسرے لادینی طریقوں میں ترمیم کرسکیں۔ عیسائی معلّمہ ہماری زیر ہدایت کارِ خدمت انجام دینے پر آمادہ ہوگئیں، گمان ہوا کہ ان کے پیشِ نظر حصولِ زر ہے اور شعبہ تربیت گاہ اطفال کی مسلم معلّمہ کے لئے ایک تجربہ کار مددگار کی ضرورت ہے، لہٰذا اپنے اس ادارے میں رہتے ہوئے چھوٹے بچوں پر قابو حاصل کرنے کا طریقہ سیکھ کر آئندہ خود کام سنبھال سکیں، اگر محض ناواقف کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے تو داخلے نہ ہوتے۔ بہرصورت مقصود مسلم بچوں کو لادینی اثرات سے بچانا ہے، اللہ تعالیٰ کو میری نیت کا بخوبی علم ہے۔

سیرت النبی جلد اول زیر عنوان ''مذہبی انتظامات'' کے ذیل میں دیکھا کہ اسیرانِ بدر میں جو لوگ فدیہ ادا نہ کرسکے ان کو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط پر رہا فرمادیا کہ وہ مدینہ میں رہ کر لوگوں کو لکھنا سکھادیں، نیز علمائے کرام کا حکومت سے یہ مطالبہ بھی پیش نظر تھا کہ غیر دینی تعلیم اور لادینی نصاب والی درسگاہوں (جبریہ تعلیم) میں کچھ وقت دینی تعلیم کے لئے مخصوص کردیا جائے۔

اب میرے علم میں یہ چیز لائی گئی کہ کسی صاحب کو عیسائی معلّمہ کے تقرر پر دینی اعتراض ہے تو میں نے استفتاء روانہ خدمت کردیا، تاکہ احکامِ حق کی روشنی میں یا تو اپنے غلط انتخاب کی اصلاح کرسکوں یا معترض صاحب کو مطمئن کرسکوں۔

۲......نصابِ تعلیم مرتب کرنے کی چھان بین سے میری مراد مشہور ومعروف امور کے علاوہ اجتہادی مسائل میں اخلاص اور دینی بصیرت رکھنے والے علمائے کرام کی تحقیق وتفتیش سے فائدہ اٹھانا ہے، اپنی رائے کو معیارِ حق ماننے سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔

طالب دعا: (............) ۲۵/ستمبر/ ۵۸ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دینی تحقیق کے سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی مرضی کا دریافت کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر ایک کے ذمہ ضروری ہے، اس کو گستاخی پر کیوں محمول کیا جائے۔ تربیت اطفال کی ضرورت بدیہی ہے اور لادینی اداروں کی مضرت بھی بالکل واضح ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلم معلّمہ دینی تربیت کے لئے دستیاب نہیں ہوتی جس کی جناب کو بھی شکایت ہے۔ اس پر بھی تعجب ہے کہ ۱۸/ سال سے خدمت صدارت جناب کے سپرد ہے مگر اس مدت میں پوری جدوجہد کے باوجود ایسی دو معلّمہ بھی اس ادارہ میں کامیاب نہیں ہوسکیں، جن سے اس ادارہ میں کام لیا جاسکے۔ عدمِ جواز کی دلیل احقر گذشتہ تحریر میں قرآن پاک وحدیث شریف، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل سے پیش کر چکا، لہٰذا اس کے متعلق تو اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، البتہ جواز کے لئے گنجائش جناب نے جس دلیل سے نکالی ہے اس کا حاصل دو چیزیں ہیں: ایک اسیرانِ بدر کا واقعہ، دوم موجودہ علماء کی سعی اور حکومت سے مطالبہ۔

امر اول کے متعلق غور کریں کہ اسیرانِ بدر سے جو فدیہ لیا گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا اس کو پسند فرمایا، یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس پر کوئی دوسری چیز ارشاد فرمائی (۱) اور خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا کہ "عذاب بالکل قریب آ گیا تھا، اگر عذاب ہوتا تو عمر کے علاوہ کوئی اور نہ بچتا" (۲)، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے فدیہ لینے کی نہ تھی بلکہ قتل کر دینے کی تھی (۳)۔ ایسے واقعہ سے استدلال کرنا کہاں تک برمحل تھا؟ نیز وہاں رسم الخط سیکھنا تجویز کیا گیا تھا (۴) جیسے اور دوسری صنعتیں: نجاری، حدادی وغیرہ نہ کہ

---

(۱) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ما كان لنبي أن يكون له أسرى حتى يثخن في الأرض ، تريدون عرض الدنيا والله يريد الآخرة ، والله عزيز حكيم ○ لولا كتابٌ من الله سبق لمسكم فيما أخذتم فيه عذاب عظيم﴾ (سورة الأنفال: ۶۷، ۶۸)

(۲) (زرقانی: ۱/ ۴۴۲، بحواله سيرة مصطفیٰ: ۲/ ۱۱۴، وزرقانی: ۱/ ۴۴۲، بحواله سيرة مصطفی: ۲/ ۱۱۴، مولانا ادریس کاندهلوی، مکتبه عثمانیه لاهور)

(۳) (البدایه والنهایة: ۳/ ۲۹۷، أبو الفداء ابن كثير، مكتبه المعارف بيروت)

(۴) دیکھئے: (طبقات ابن سعد: ۲/ ۲۲)

دینی تربیت معصوم بچوں کی، جن کو رسم الخط سیکھنا تھا وہ اپنا دین براہ راست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھ کر اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ ان پر کسی کے اثر کا خطرہ نہیں تھا بلکہ کچھ مدت دینی ماحول میں رہ کر اسیرانِ بدر خود بھی مسلمان ہی ہو گئے تھے۔

یہاں معصوم بچوں کی دینی تربیت ایک دشمنِ دین کے سپرد ہے وہ بچے خود دین سے ناواقف ہیں ان کے دین کا سنگِ بنیاد دشمنِ دین کے قبضہ میں ہے، بچوں کے دلوں میں اس کی دینی عزت ہے، سب ادارہ اس کی دینی تربیت و واقفیت سے متاثر و مرعوب ہے، تحصیل زر کے ساتھ اس کے اعزاز و اکرام ترقی پر ہے، بچے سمجھتے ہیں کہ ہم کو دین اس نے سلھایا ہے یہ دین کی بڑی ماہر ہے، اخلاق اس نے ہم کو سکھائے ہیں یہ اخلاق کی بڑی ماہر ہے حالانکہ وہ دین کی بھی دشمن ہے اور اخلاق کی بھی دشمن ہے، اس کے نتائج جو کچھ ہوں گے وہ نہایت خطرناک اور بچوں کے لئے بلکہ تمام ادارہ کے لئے بڑے مہلک ہوں گے۔

امر دوم: علماء کی جدوجہد یہ نہیں ہے کہ مسلمان بچوں کو ہندو دینی تعلیم دیں، بلکہ جبر یہ تعلیم کے پیش نظر جب بچے اسکولوں میں داخل ہونے پر مجبور ہیں اور اپنا ادارہ کوئی قابلِ اطمینان نہیں اور وہاں کا سارا ماحول غیر ہے تو کوشش کی گئی کہ اس مجموعی لادینی ماحول میں مسلمان بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے کہ جس قدر بھی مسلم معلم ان کے دین کی حفاظت کر سکیں غنیمت ہے، آپ کے ادارے میں سب کچھ دین ہی دین ہے تو وہاں عیسائی معلّمہ کو لا کر دین کی تربیت اس کے سپرد کرنا اور معصوم بچوں کا اس کو دینی استاد بنا دینا ان بچوں کے دلوں میں بددینی کی بنیاد قائم کرنا ہے۔ فقط والسلام۔

احقر محمود عفی عنہ، ۲۳/ ربیع الأول/ ۱۳۷۸ھ۔

اسکول میں ترانہ

سوال [۱۰۶۰]: اسکولوں میں آج کل شرعی لباس نہیں ہے اور صبح کو پرارتھنا میں ''رگھوپتی راگھو راجہ رام'' ترانہ مسلمان، ہندو، سکھ سب مل کر گاتے ہیں، اگر مسلمان بچے اور استاذ شریک نہ ہوں تو ان پر ناحق ظلم کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مسلمان بچوں اور استاذوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرک اور معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں: "لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق"۔ الحدیث(۱)۔ایسی چیزوں سے بچنے کے لئے آئینی تدابیر اختیار کی جائیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند،۱۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح :بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند،۱۲/۱/۸۸ھ۔

دوسرے سے سرٹیفکٹ حاصل کرنا

سوال[۱۰۶۱]: اگر ایک لڑکے نے ٹیکنیکل کورس کیا مگر اس کے پاس سرٹیفکٹ نہیں ہے،تو کہیں سے سارٹیفکٹ لیکر نوکری حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں جبکہ وہ لڑکا تجربہ کار بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قانوناً سرٹیفکٹ حاصل کرنا ضروری ہے بغیر اس کے ملازمت حاصل کرنا جرم ہے تو قانون کی پابندی لازمی ہے کہ اس میں جان ومال کی حفاظت بھی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند،۳/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح :بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند،۳/۸/۸۷ھ۔



(۱) (فیض القدیر ۱۴۸۶/۱۲ ط:مکتبہ نزار مصطفی ریاض)

(ومشكوٰة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء الفصل الثانی، ص: ۳۲۱، قديمی)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿يآأيها الذين اٰمنوا لاتخونوا الله والرسول وتخونوا أماناتكم﴾. (سورة الأنفال، پ: ۹، آية: ۲۷)

"طاعة الإمام فی غير معصية واجبة". (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام واجبة: ۴۲۲/۵، سعيد)

ما يتعلق بالقرآن الكريم

(تفسیر کا بیان)

شرائطِ تفسیر

سوال[۱۰۶۲]: قرآن پاک کی تفسیر کے لئے کیا شرائط ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

لفظ کو معنی حقیقی یا مجاز متعارف پر حمل کرنا، سیاق وسباق کے خلاف نہ ہونا، شاہدانِ وحی کی شہادت سے مؤید ہونا۔ تفسیر فتح العزیز (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تفسیر وتاویل میں فرق

سوال[۱۰۶۳]: تفسیر وتاویل میں کیا فرق ہے؟

---

(۱) قال الإمام جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالیٰ: " و منهم من قال: يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج المفسر إليها، و هي خمسة عشر علماً: أحدها : اللغة ، الثاني : النحو ، الثالث : التصريف ، الرابع : الاشتقاق ، الخامس والسادس والسابع: المعاني والبيان والبديع، العاشر: أصول الفقه ، الحادي عشر: أسباب النزول والقصص، الثاني عشر: الناسخ والمنسوخ ، الثالث عشر : الفقه، الرابع عشر: الأحاديث المُبَيِّنة لتفسير المجمل والمبهم، الخامس عشر : علم الموهبة".

قال : فهذه العلوم التي هي كالآلة للمفسر، لا يكون مفسراً إلا بتحصيلها، فمن فسر بدونها كان مفسراً بالرأي المنهي عنه". ملخصاً. (الإتقان : ۳۵۹/۲، النوع الثامن والسبعون في معرفة شروط المفسر و آدابه، دارذوي القربى)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (الاتقان : ۳۵۱/۲ - ۳۷۰، في معرفة شروط المفسر، دار ذوي القربىٰ)

(و روح المعاني : ۶/۱ ، داراحياء التراث).

(و فتح الباري : ۱۵۵/۸، دار الفكر)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر جملہ امورِ مذکورہ بالا (سوالِ گذشتہ کے تحت) ملحوظ ہوں تو تفسیر ہے، اگر بعض مفقود ہوں تو تاویل ہے۔ تفسیر فتح العزیز (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ ہیں؟

سوال[۱۰۶۴]: زید وبکر کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

۱-زید کا قول ہے کہ متقدمین علماء بھی اس امر کے قائل رہے ہیں کہ قرآن شریف میں بعض منسوخ الحکم آیاتِ شریفہ موجود ہیں اوران کی ناسخ آیاتِ شریفہ بھی اور علماء متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے اور اکثر کتب اہلِ سنت والجماعت مثلاً: بخاری شریف اور دیگر کتبِ احادیث میں بھی یہی امر موجود ہے اور کتبِ تفاسیر اہلِ سنت میں بھی یہی ہے کہ منسوخ الحکم آیاتِ شریفہ قرآن مجید میں موجود ہیں، ایسی آیات کی تعداد کے متعلق تو علماء

---

(۱) قال العلامة السيوطى رحمه الله تعالىٰ: واختلف فى التفسير والتأويل؛ فقال أبو عبيد و طائفة: هما بمعنىً، و قد أنكر ذلک قوم، حتى بالغ ابن حبيب النيسابورى، فقال: قد نبغ فى زماننا مفسرون، لو سئلوا عن الفرق بين التفسير و التأويل، ما اهتدوا إليه.

و قال الراغب: التفسير أعم من التأويل، و أكثر استعماله فى الألفاظ و مفرداتها، و أكثر استعمال التأويل فى المعانى والجمل، وأكثر ما يستعمل فى الكتب الإلهية، والتفسير يستعمل فيها و فى غيرها.

و قال غيره: التفسير بيان لفظ لا يحتمل إلا وجهاً واحداً، والتأويل: توجيه لفظ متوجه إلى معان مختلفة إلى واحد منها، بما ظهر من الأدلة.

و قال غيره: التفسير يتعلق بالراواية والتاويل يتعلق بالدراية". (الإتقان فى علوم القرآن: ۲/۳۴۶، فى معرفة تفسيره و تاويله، دار ذوى القربى)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (البرهان فى علوم القرآن: ۱/۱۳، دا رالمعرفة، بيروت)

(و روح المعانى: ۱/۱۳ دا ر الفكر)

(و فتح البارى: ۸/۱۵۵، دار الفكر)

کرام اہل سنت میں ضرور اختلاف پایا جاتا ہے، کسی نے ان کی تعداد کم بتلائی ہے کسی نے زیادہ، لیکن ان آیتوں کے موجود فی القرآن ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، علمائے متقدمین ومتاخرین سب کا اتفاق ہے، موجودۃ الوقت علمائے اہل سنت بھی یہی فرماتے ہیں کہ منسوخ الحکم آیات شریفہ قرآن شریف میں موجود ہیں۔ کتاب مستطاب اتقان میں ایسی آیتوں کی تعداد بیس لکھی ہے اور امام الہند حجۃ اللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی تعداد پانچ سے زیادہ نہیں اور یہ دونوں باتیں تفسیر فوز الکبیر کے، ص:۱۸، ص:۲۰ میں موجود ہیں۔ غرض کچھ منسوخ الحکم آیات کے قرآن شریف میں موجود ہونے کے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر عالم اہل سنت بھی قائل ہیں اور معتبر ومسلّم علماء میں سے ایک ایسا نہیں جو اس امر کا قائل نہ ہو کہ قرآن شریف میں کوئی منسوخ الحکم آیت موجود نہیں۔ کتبِ حدیث بخاری شریف وغیرہ اور کتبِ تفسیر مسلّم اہلِ سنت والجماعت میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت بھی منسوخ الحکم آیت موجود نہیں۔ برخلاف اس کے بکر کہتا ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت بھی منسوخ الحکم نہیں اور بکر کے ہم خیالوں میں سے ایک شخص یہ بھی کہتا ہے کہ ہم شاہ ولی اللہ کے پیرو نہیں، ہمارے سامنے ان کے اقوال کا ذکر فضول ہے، ہم تو امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیرو ہیں، ہم کو آنجناب اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف وامام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھنا چاہئے کہ ان میں سے کس نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں منسوخ الحکم آیت موجود ہیں۔

اب ارشاد فرمائیں کہ زید کا قول مطابقِ مذہبِ علمائے کرام اہل سنت کے ہے یا بکر کا قول؟ اور بکر کے ہم خیال نے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں جو خیال کیا ہے وہ مناسب اور اہلِ سنت علماء کرام کے مطابق ہے یا نامناسب اور علماء اہل سنت کے خلاف؟ والسلام مع الاکرام۔

المستفتی: خاکسار عبداللہ عفا اللہ عنہ از محلّہ بہاری پور شہر بریلی

الجواب حامداً و مصلیاً:

آپ نے سوال میں طرفین کے حوالجات کو بہت ہی مجمل ومبہم طور پر ذکر کیا ہے اور خصوصیت سے بکر کا حوالہ تو اکثر ابہاماً ہے، اگر کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے یعنی ہر کتاب کی عبارت نقل فرما دیتے کہ زید اس عبارت سے استدلال کرتا ہے اور بکر اس عبارت سے تو پھر بھی آسان ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک صرف کتاب کا نام تحریر کرنا اور بہت سے بہت صفحہ کا حوالہ دینا کافی ہوتا ہے، احقر بھی

جواب میں اسی طریق کو اختیار کرے گا۔

تفسیر مفاتیح الغیب، ۱/۴۴۳ میں اس امر پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں نسخ واقع ہوا ہے، صرف ابومسلم بن بحر کی رائے یہ ہے کہ نسخ واقع نہیں ہوا ہے(۱)، جمہور کی طرف سے استدلال میں چند آیات نقل کی ہیں:

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ما ننسخ من آیہ﴾ (الایة)(۲)

ترجمہ: ''ہم کسی آیت کا حکم جوموقوف کردیتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کردیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کی مثل لے آتے ہیں، کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شئی پر قدرت رکھتے ہیں''۔(بیان القرآن)

﴿وإذا بدلنا اٰیةً مکان اٰیة﴾ (الایة)(۳)-

---

(۱) (المسألة السادسة) اتفقوا علی وقوعه(أی النسخ) فی القرآن و قال أبو مسلم بن بحر: إنه لم یقع، و احتج الجمهور علی وقوعه فی القرآن بوجوه : أحدها هذه الآیة، وهی قوله تعالیٰ: ﴿ما ننسخ من آیة أو ننسها نأت بخیر منها﴾ .... الحجة الثانیة للقائلین بوقوع النسخ فی القرآن: أن اللّٰہ تعالیٰ أمر المتوفی عنها زوجها بالاعتداد حولاً کاملاً .... ثم نسخ ذلک بأربعة أشهر و عشر .... أمر اللّٰہ بتقدیم الصدقة بین یدی نجوی الرسول بقوله تعالیٰ:﴿ یا أیهاالذین اٰمنوا إذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقةً﴾ ثم نسخ ذلک اھ". (التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب) :۳/۲۲۹، ۲۳۱، سورة البقرة : ۲۶، دار الکتب العلمیة طهران)

"واتفقت أهل الشرائع علی جواز النسخ ووقوعه ، و خالفت الیهود غیر العیسویة فی جوازه، وقالوا: یمتنع عقلاً وأبو مسلم الأصفهانی فی وقوعه فقال : إنه وإن جاز عقلاً لکنه لم یقع". (روح المعانی: ۱/۳۵۲، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر : ۱/۱۳۴ ، دار القلم)

(والإتقان فی علوم القرآن : ۲/۴۱ ، ذوی القربی)

(۲) (سورة البقرة: ۱۰۶)

(۳) (سورة النحل : ۱۰۱)

ترجمہ: ’’اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افتراء کرنے والے ہیں بلکہ انہیں میں اکثر لوگ جاہل ہیں‘‘۔(بیان القرآن)

﴿یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت﴾(الایة)(۱)۔

ترجمہ: ’’ خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب انہیں کے پاس ہے‘‘۔(بیان القرآن)وغیرہ۔

پھر،ص:۴۴۴ پر وہ آیات درج کی ہیں جو منسوخ الحکم ہیں اور قرآن کریم میں موجود ہیں مثلاً: متوفی عنہا زوجہا کی عدت اولاً ایک سال تھی جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے:

﴿والذین یتوفون منکم و یذرون أزواجاً وصیّةً لأزواجھم متاعاً إلی الحول﴾(۲)(الایة)۔

ترجمہ: ’’اور جو لوگ وفات پا جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیبیوں کو وہ وصیت کر جایا کریں اپنی بیبیوں کے واسطے ایک سال منتفع ہونے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں، ہاں اگر خود نکل جاویں تو تم کو کوئی گناہ نہیں اس قاعدہ کی بات میں جس کو اپنے بارہ میں (تجویز) کریں اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں‘‘۔(بیان القرآن)(۳)۔

پھر منسوخ ہو کر چار ماہ دس روز عدت باقی رہ گئی، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

﴿والذین یتوفون منکم و یذرون أزواجاً یتربصن بأنفسھم أربعة أشھر وعشراً﴾الایة۔(٤)

ترجمہ: ’’ اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینہ اور دس دن۔ پھر جب اپنی میعاد ختم کر لیں تو تم کو کچھ گناہ نہیں ہوگا ایسی بات میں کہ وہ

---

(۱) (سورة الرعد: ۳۹)

(۲) (سورة البقرة: ۲۴۰)

(۳) (بیان القرآن: ۱/۱۴۲، میر محمد کراچی)

(۴) (سورة البقرة: ۲۳۴)

عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کاروائی کریں قاعدہ کے موافق اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال کی خبر رکھتے ہیں''۔(بیان القرآن)(۱)۔

دیکھئے قرآن شریف میں ناسخ اور منسوخ دونوں آیتیں موجود ہیں اور ہر دو کی تلاوت ہوتی ہے۔اسی طرح:

﴿یا أیها الذین اٰمنوا إذا ناجیتم الرسول، فقدموا بین یدی نجواکم صدقةً﴾۔الایة(۲)۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے، پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے''۔(بیان القرآن)(۳)۔

یہ آیت بھی مابعد کی آیت سے منسوخ ہے(۴) اسی طرح:

﴿إن یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین﴾. (۵)۔ الایة بھی ﴿ألآن خفف اللہ عنکم﴾(٦) الایة سے منسوخ ہے(۷)۔

---

(۱) (بیان القرآن: ۱/۱۳۹، میر محمد کراچی)

(۲) (المجادلة: ۱۲)

(۳) (بیان القرآن: ۲/۱۱۶، میر محمد کراچی)

(۴) "نسخ وجوب ذلک عنهم، و قد قیل: إنه لم یعمل بهذه الآیة قبل نسخها سوی علیّ رضی اللہ عنه .... و قال لیث بن أبی سلیم عن مجاهد: قال علیّ رضی اللہ عنه: آیةٌ فی کتاب اللہ عزوجل لم یعمل بها أحد قبلی و لا یعمل بها أحد بعدی، کان عندی دینار فصرفته بعشرة دراهم، فکنت إذا ناجیت رسول اللہ ﷺ تصدقت بدرهم، فنسخت و لم یعمل بها أحد قبلی و لا یعمل بها أحد بعدی، ثم تلا هذه الآیة: ﴿یـأیها الذین أمنوا إذا ناجیتم الرسول، فقدموا بین یدی نجوکم صدقةً﴾. (تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۱۸، سورة المجادلة: ۱۲، دار الفیحاء دمشق)

(وکذا فی روح المعانی: ۲۸/۳۱، سورة المجادلة: ۱۲، دار إحیاء التراث العربی)

(۵) (الأنفال: ٦۵)

(٦) (الأنفال. ٦٦)

(۷) "الآن خفف اللہ .... أخرجه البخاری وغیره عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: لما نزلت: ﴿إن یکن منکم عشرون﴾ شقّ ذلک علی المسلمین إذ فرض علیهم أن لا یفر واحد من عشرة، فجاء =

ترجمہ: ۱-"اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آجاویں گے اور اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجاویں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے"۔(بیان القرآن)۔

۲-"اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کردی اور معلوم کرلیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے، سو اگر تم میں سے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دوسو پر غالب آجاویں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آجاویں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں"۔(بیان القران)(۱)۔

"اِفادۃ الشیوخ" میں اول قرآن سے لے کر اخیر تک ہر سورت کے متعلق بحث کی ہے اور ناسخ و منسوخ کو شمار کیا ہے(۲)۔تفسیر احکام القرآن میں حافظ ابوبکر حنفی رازی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن شریف میں آیات منسوخ موجود ہیں(۳)۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ابومسلم کے قول کی تردید کرکے آیاتِ منسوخہ کو گنایا ہے(۴)۔

= التخفيف .... و هل يعد ذلك نسخاً أم لا؟ قولان .... و ذهب الجمهور إلى الأول،وقالوا: إن الآية ناسخة". (روح المعاني : ۱۰/۳۲، سورة الأنفال : ۶۶، دار إحياء التراث العربي)

(۱) (بيان القرآن : ۱/۸۶، مير محمد كراچي)

(۲) (لم أظفر على هذا الكتاب)

(۳) قال أبو بكر: "زعم بعض المتأخرين من غير أهل الفقه أنه لا نسخ في شريعة نبينا محمد ﷺ، و أن جميع ما ذكر فيها من النسخ، فإنما المراد به نسخ شرائع الأنبياء المتقدمين ...... فارتكب هذا الرجل في الآى المنسوخة والناسخة وفي أحكامها أموراً خرج بها عن أقاويل الأمة مع تعسف المعاني و استكراهها، و أكثر ظني فيه أنه إنما أتي به من قلة علمه بنقل الناقلين لذلك و استعمال رأيه فيه من غير معرفة منه".

(أحكام القرآن للجصاص ، باب في نسخ القرآن بالسنة وذكر وجوه النسخ : ۱/۵۹، ۸۰، دار الكتاب العربي)

(۴) قال ابن كثير رحمه الله تعالىٰ. "والمسلمون كلهم متفقون على جواز النسخ في أحكام الله تعالىٰ لِماَله في ذلك من الحكمة البالغة، و كلهم قال بوقوعه، وقال أبومسلم الأصبهاني المفسر: لم يقع شيء من ذلك في القرآن، وقوله ضعيف مردود مرذول، وقد تعسف في الأجوبة عما وقع من النسخ، فمن ذلك قضيةالعدة بأربعة أشهر وعشر بعد الحول لم يجب على ذلك بكلام مقبول". (تفسير ابن كثير : ۱/۱۳۴ ، دارالقلم)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے :(تفسير القرطبي : ۱/۵۵، دار الكتب العلميه بيروت)

اگر بکر کا ہم خیال کوئی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو تسلیم نہیں کرتا اس بنا پر کہ وہ اس کا اجتہاد اور ذاتی قول ہے اور اس کے پاس ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا صریح جزئیہ اس قول کے معارض ہے تب تو اس کو حق ہے کہ یہ کہہ دے کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا معتقد و مقلد ہوں ان کے مقابلہ میں شاہ صاحب کا قول حجت نہیں، لیکن اگر شاہ صاحب امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ نقل کرتے ہوں اور صراحۃً امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرتے ہوں مگر تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ صراحۃً امام صاحب سے یہی منقول ہے یا ان کے اصول پر متفرع ہے، خلاف نہیں پھر نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔

آج امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف ومحمد وزفر رحمہم اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے موجود نہیں ان میں سے بعض کی تصانیف موجود ہیں، پس زید کے قول کی تردید بکر اس صورت میں کرسکتا ہے کہ ان اکابر کی تصانیف سے جزئیات یا کلیات ونظائر مقابلہ میں پیش کرے، محض اتنا کہہ دینا کہ میں شاہ ولی اللہ کا پیرو نہیں، کافی نہیں، کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ ان اکابر کے خلاف نہیں فرمایا، بلکہ ان حضرات کی تصانیف میں جزئیات وکلیات ونظائر سے ہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ دیگر کتب۔ سے ہی اتفاقِ جمہور نقل کیا گیا ہے۔ دیکھئے اصول فقہ کی کتاب ''المنار'' اس کی شرح ''نور الانوار''، ص:۲۱۱ (۱) و''حسامی''، ص:۸۹ (۲)۔ دوسرے علماء نے مستقل کتابیں اس مسئلہ پر تصنیف فرمائی ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

---

(۱) "وهو جائز عندنا بنص الذى تلونا قبل ذلك: ﴿ماننسخ من آية أو ننسها﴾ خلافاً لليهود لَعَنَهم الله، فإنهم يقولون: تلزم منه سفاهة الله تعالىٰ والجعل بعواقب الأمور و هو لا يصلح للألوهية، وغرضهم من ذلك أن لا تنسخ شريعة موسى عليه السلام أحد، ويكون دينه مؤبداً، و نحن نقول : إن الله تعالىٰ حكيمٌ يعلم مصالحَ العباد و حوائجهم، فيحكم كل يومٍ على حسب علمه و مصلحته كالطبيب اهـ". (نور الأنوار على المنار، مبحث أقسام البيان :۲۰۸، ۲۱۲، رشيديه)

(۲) (الحسامى : ۱/۱۷۶، ۱۸۵، كتب خانه مجيديه ملتان)

(۳) دیکھئے: (البرهان فى علوم القرآن للزركشى : ۲/۳۳، دار المعرفه، بيروت)

(والإتقان فى علوم القران : ۲/۴۰، ذوى القربى)

نیز دیکھئے: (النامى شرح الحسامى : ۱۸۳، كتب خانه مجيديه ملتان)

الجواب صحیح : جمہور کا مسلک یہی ہے کہ قرآن شریف میں بعض آیات ایسی موجود ہیں جو منسوخ الحکم ہیں اگرچہ بعض علماء ان کو منسوخ نہیں کہتے اور یہ بحث کتبِ تفسیر واصولِ فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے اجمالی حوالہ لکھ دیا ہے۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارن پور۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۴/ شعبان/ ۱۳۶۰ھ۔

کیا حکمِ قرآنی حدیث سے منسوخ ہوسکتا ہے؟

سوال[۱۰۶۵]: ایک شخص جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن پاک کے واسطہ ہرگز ناسخ نہیں ہوسکتی اور اگر کوئی حدیث ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث بھی قرآن مجید کے لئے ناسخ بن سکتی ہے تو ہم ایسی حدیث کو کسی انسان کا کلام نہیں سمجھیں گے بلکہ ہم اسے شیطان کا کلام سمجھیں گے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اہلِ حق کا ایسے نسخ کے متعلق کیا عقیدہ ہے اور اگر اس میں اختلاف ہو تو راجح اور مفتی بہ مذہب کیا ہے۔

نیز وہی شخص یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ نہیں اٹھائے گئے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح ان کی وفات ہوچکی ہے اور ان کی روح اٹھائی گئی۔ ایسے شخص کا جس کا مذکورہ بالا عقیدہ ہو شرعاً کیا حکم ہے مؤمن رہا یا کافر ہوگیا اور عامۃ المسلمین کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

نسخ الکتاب بالسنہ میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے:

"إنما يجوز النسخ بالكتاب والسنة متفقاً و مختلفاً، فيجوز نسخ الكتاب بالكتاب والسنة، وكذا يجوز نسخ السنة بالسنة والكتاب، فهي أربع صور عند نا خلافاً للشافعي رحمه الله تعالىٰ في المختلف، فلا يجوز عنده إلا نسخ الكتاب بالكتاب والسنة بالسنة اهـ". نور الأنوار (۱)

امام فخر الدین رازی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ "جواز نسخ الکتاب بالسنۃ" جمہور کا قول ہے اور عدمِ جواز نسخ الکتاب بالسنۃ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ پھر طرفین کے دلائل بیان کر کے جمہور کی

---

(۱) (نور الأنوار : ۱۱۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

طرف سے امام شافعی کے دلائل کا جواب دیا ہے(۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جمہور کے قول کو راجح سمجھتے ہیں، جو شخص اس نسخ کے انکار میں اس قدر متشدد ہے وہ جاہل بلکہ معاند ہے۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ احادیثِ شریفہ میں احکام بیان فرماتے ہیں وہ بھی بذریعہ وحی ہوتا ہے، اگر کوئی حکم اجتہاداً فرمایا تو اس کو بھی وحی کے ذریعہ تائید ہوگئی(۲) ورنہ تبدیلی ہوگئی: ﴿و ما ینطق

---

(۱) "(المسألة الثالثة) قال الشافعي رضی الله عنه : الكتاب لا ينسخ بالسنة المتواترة ، واستدل عليه بهذه الآية من وجوه: أحدها: أنه تعالىٰ أخبر أن ما ينسخه من الآيات يأت بخير منها، و ذلك أنه يأتى بما هو من جنسه .... و إذا ثبت أنه لا بدّ و أن يكون من جنسه فجنس القرآن قرآن، و ثانيها : أنه قوله تعالى: ﴿ نات بخير منها ﴾ يفيد أنه هو المنفرد بالإتيان بذلك الخير، و ذلك هو القرآن .... و ثالثها : أن قوله: ﴿نات بخير منها﴾ يفيد أن المأتى به هو خير من الآية والسنة لا تكون خيراً من القرآن ،و رابعها : أنه قال: ﴿ألم تعلم أن الله على كل شيء قدير﴾ دلّ على الآتى بذلك الخير هو المختص بالقدرة على جميع الخيرات و ذلك هو الله تعالىٰ.

والجواب عن الوجوه الأربعة بأسرها: أن قوله تعالىٰ: ﴿نات بخير منها﴾ ليس فيه أن ذلك الخير يجب أن يكون ناسخاً، بل لا يمتنع أن ذلك الخير شيئاً مغايراً للناسخ،و الذى يدل على تحقيق هذا الاحتمال أن هذه الآية صريحة فى أن الإتيان بذلك الخير مرتب على نسخ الآية الأولىٰ، فلو كان نسخ الآية الأولى مرتباً على الإتيان بهذا الخير لزم الدور وهو باطل.

ثم احتج الجمهور على نسخ الكتاب بالسنة؛ لأن آية الوصية للأقربين منسوخة بقوله عليه السلام : "ألا لا وصية لوارث" و بأن آية الجلد منسوخة بخبر الرجم اهـ". (التفسير الكبير للإمام الرازى :۳/۲۳۲، ۲۳۳، سورة البقرة : ۱۰۶ ، دار الكتب العلمية طهران)

(۲)قال العلامة الألوسی : " وإذا جاز ذلك فيجوز أن يكون الناسخ سنةً، والمأتيُّ به الذى هو خير أو مثل آية أخرى ، وأيضاً السنة ممّا أتى به سبحانه لقوله تعالىٰ: ﴿ و ما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحى يوحىٰ﴾ و ليس المراد بالخيرية والمماثلة فى اللفظ حتى لا تكون السنة كذلك، بل فى النفع والثواب، فيجوز أن يكون ما اشتملت عليه السنة خيراً فى ذلك ". (روح المعانى: ۱/۳۵۳، دار إحياء التراث العربى)

عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى﴾ (۱)، اگر حدیث شریف کے ذریعہ کسی حکمِ قرآن کو منسوخ قرار دینا بالکل محال ہے تو: ﴿ما آتاكم الرسول فخذوه، و ما نهاكم عنه فانتهوا﴾ الاية (۲) اور ﴿أطيعوا الله و أطيعوا الرسول﴾ الاية (۳). ﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني﴾ الاية (۴) ﴿و من يطع الرسول فقد أطاع الله﴾ (۵) وغیرہ آیات میں تخصیص کے بغیر چارہ نہ ہوگا یعنی یہ کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ قابلِ قبول اور واجب العمل ہے جس میں قرآن کریم کی کسی آیت کا منسوخ ہونا نہ بتایا گیا ہو، اگر بتایا گیا ہے تو وہ قابلِ قبول نہیں، حالانکہ آیاتِ مذکورہ عام ہیں کسی جگہ سے تخصیص کا ثبوت نہیں۔

حضرت عیسی علیہ السلام زندہ موجود ہیں، جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح وفات پاگئے اور ان کا جسم زمین میں مدفون ہوگیا اور روح آسمان پر اٹھائی گئی وہ شخص خلافِ اسلام عقیدہ رکھتا ہے، وہ اسلام سے خارج ہے (۶)۔

---

(۱) (سورة النجم : ۳)

(۲) (سورة الحشر : ۷)

(۳) (النساء : ۵۹)

(۴) (آل عمران : ۳۱)

(۵) (النساء : ۸۰)

(۶) نصِ قرآن سے ثابت ہے کہ کوئی حضرت عیسی علیہ السلام کو شہید نہیں کرسکا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ قال الله تعالیٰ: ﴿و ماقتلوه و ما صلبوه ولكن شُبّه لهم، وإن الذين اختلفوا فيه لفي شك منه، مالهم به من علم إلا اتباع الظن، و ماقتلوه يقيناً بل رفعه الله إليه، وكان الله عزيزاً حكيماً﴾ (النساء : ۱۵۷. ۱۵۸)

وقال العلامة الآلوسي البغدادي عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما: "لما أراد ملك بني إسرائيل قَتْلَ عيسى عليه السلام، دخل خوخةً و فيها كوة، فرفعه جبرئيل عليه السلام من الكوة إلى السماء، فقال الملك لرجل منهم خبيث: أدخل عليه فاقتله، فدخل الخوخة، فألقى الله تعالیٰ عليه شبه عيسى عليه السلام، فخرج إلى أصحابه يخبرهم أنه ليس في البيت، فقتلوه وصلبوه و ظنوا أنه عيسى .... فلما صلب شبه عيسى وأتى على ذلك سبعة أيام، قال الله تعالیٰ لعيسىٰ: اهبط على مريم، ثم لتجمع لك الحواريين و بثهم في الأرض دعاة، فهبط عليها واشتعل الجبل نوراً فجمعت له =

اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں (۱)، دلائل اور تفصیل کی ضرورت ہو تو ان کا مطالعہ کریں، ایسا عقیدہ رکھنے والے سے تعلق ممنوع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۵۹/۶/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آیتِ منسوخہ کی تلاوت کا حکم

سوال[۱۰۶۶]: ۱..... کیا کلام مجید میں ایسی آیت بھی ہے جس کا حکم منسوخ ہو چکا ہو مگر صرف تلاوت کی جاتی ہو؟

۲..... کیا بعض آیات ایسی بھی ہیں جو موجودہ قرآن مجید میں درج نہیں ہیں مگر ان کا حکم جائز اور باقی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس مسئلہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں جن میں نسخ کی تعریف، منسوخ کے اقسام، ناسخ کی

= الحواريين، فبثهم في الأرض دعاةً، ثم رفعه الله سبحانه. و تلك الليلة هي الليلة التي تذخن فيها النصارىٰ، فلما أصبح الحواريون، قصد كلٌ منهم بلدة من أرسله عيسى إليهم". (روح المعاني: ۱۷۷/۳، ۱۷۸، دارإحياء التراث العربي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (صحيح البخاري: ۴۹۰/۱، باب نزول عيسى بن مريم، قديمي)

(والبحر المحيط: ۴۷۲/۲ دارالفكر)

(و تفسير ابن كثير: ۳۱۵/۱. دار الفكر)

(والدر المنثور: ۲۰۷/۳ موسسه الرساله)

(و تفسير ابن جرير: ۲۰۷/۳ دار المعرفة)

(و مصنف ابن أبي شيبة: ۱۹۸/۱۵، دارالسلفيه، بمبئی)

(۱) مثلاً حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف بزبان عربی "عقيدة الإسلام في حياة عيسى عليه السلام"۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کی کتاب (اردو) "حیات عیسیٰ علیہ السلام"۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب کی تصنیف "حیات مسیح علیہ السلام"۔ اور حضرت کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی جمع کردہ سو احادیث کا مجموعہ "التصريح بماتواتر في نزول المسيح".

اقسام،منسوخ کے احکام درج ہیں(۱)بطورمثال ایک آیت درج کرتا ہوں:

﴿کتب علیکم إذا حضر أحدکم الموت إن ترک خیراً الوصیة للوالدین والأقربین﴾-الایة (۲)

پہلے والدین کے حق میں مال کی وصیت کی جاتی تھی پھر وہ وصیت منسوخ ہوگئی اور والدین کا حصہ بطور میراث متعین کردیا گیا،اس کے باوجود یہ آیت باعتبار تلاوت منسوخ نہیں ہوئی، بلکہ تلاوت باقی ہے۔

۲......(الشیخ والشیخة إذا زنیا فارجموهما نکالاً من الله)- الایة (۳)اس آیت کی تلاوت منسوخ ہوگئی مگر حکم باقی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۸۸/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۸۸/۶/۱۹ھ۔

نسخ کی تفصیل اور حکمت

سوال[۱۰۶۷]: (الف) نسخ آیات قرآنی کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے اور اکابرین کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

(ب) کتنی اور کون کونسی آیتیں منسوخ ہیں؟

(ج) کیا نسخ آیات سے حکمت باری تعالیٰ میں نقص یا اس کی حکمت میں کسی قسم کا الزام عائد ہوتا ہے؟

(د) نسخ آیات قرآنی کی تعداد کے بارے میں علماء اسلام بتدریج کمی کی طرف مائل نظر آتے ہیں، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غالباً پانچ آیتیں منسوخ مانی ہیں۔آخر یہ کس خیال کے ماتحت ایسا ہورہا ہے؟اگر چندے یہی رہا تو وہ دن دور نہیں جب کہ نسخ کا مسئلہ ختم ہوجاوے۔

---

(۱) دیکھئے:(تفسیر قرطبی : ۵۵/۲، دار الکتب العلمیه بیروت)

(والفوز الکبیر ، ص: ۴۰، ۴۶ ، قدیمی)

(الإتقان فی علوم القرآن :۴۰/۲ ، ۵۴، ذوی القربی بیروت)

(۲) (سورة البقرة : ۱۸۰)

(۳) دیکھئے:(نور الأنوار، مبحث أقسام البیان : ۲۱۲ ، مکتبه حقانیه ملتان)

(وکذا فی التفسیر الکبیر :۲۳۰/۳، سورة البقرة :۱۰۶ ، دار الکتب العلمیة ، طهران)

(ہ) نسخ کی کتنی صورتیں ہیں اور وہ کیا کیا؟

(و) منکرینِ نسخ کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

(الف) نسخ جائز ہے عقلاً، اور واقع ہے سمعاً بلا اختلاف، صرف ابومسلم اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ منقول ہے کہ نسخ واقع نہیں: "النسخ جائز عقلاً واقع سمعاً بلا خلاف فی ذلك بين المسلمين إلا ما يروى عن أبی مسلم الأصفهانی، فإنه قال: أنه جائز غير واقع". (إرشاد الفحول)(۱)۔

(ب) اس میں مختلف اقوال ہیں، اس مختصر تحریر میں تفصیل کی گنجائش نہیں، الفوز الکبیر (۲) وغیرہ (۳) کا مطالعہ کیجئے۔

(ج) نہیں (۴)۔

(د) بالکل مسئلہ نسخ کو ختم کرنا نص قرآنی، اجماع امت کے خلاف ہے اس لئے وہ ہرگز قابل قبول نہیں (۵)، تقلیل نسخ کی مصلحت ظاہر ہے، نفس نسخ کی مصلحت بتدریج وتمرین وعرف تعلیم احکام ہے۔ کما

---

(۱) (إرشاد الفحول، الباب التاسع فی النسخ، ص: ۳۱۳، المکتبة التجارية، مكة المكرمة)

(۲) دیکھئے: (الفوز الكبير : ۴۰، ۴۶، قدیمی)

(۳) دیکھئے: (الإتقان فی علوم القرآن : ۲/۴۰۔ ۵۴، ذوی القربی)

(۴) ائمہ اسلام کے نزدیک نسخ بالاجماع احکام سماویہ میں جائز ہے، فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "والنسخ فی أحكام الشرع جائز صحيح عند المسلمين أجمع". (أصول فخر الإسلام على هامش كشف الأسرار : ۱۵۷/۳، صدف پبلشرز، کراچی)

وقال ابن كثير: "والمسلمون كلهم متفقون على جواز النسخ فی أحكام الله، لما فيه من الحكمة البالغة". (تفسير ابن كثير: ۱/۲۱۰، دار الفيحاء دمشق)

(۵) "أنكر طوائف من المنتمين للإسلام المتأخرين جوازه (أی النسخ) وهم محجوجون بإجماع السلف على وقوعه فی الشريعة". (تفسير القرطبی: ۲/۴۴، سورة البقرة: ۱۰۶، دار الكتب العلمية بيروت)

صرح به علامه رازی رحمه الله تعالیٰ فی "مطالب العالیه(۱)۔

(ہ)علامہ نسفی نے منار میں یہ صورتیں ذکر کی ہیں:۔ "التلاوة والحکم جمیعاً، الحکم دون التلاوة، التلاوة دون الحکم"(۲)۔

(و)سب سے پہلے اورسب کے خلاف اصفہانی ہے جس نے نسخ کا انکار کیا ہے۔امام رازی، ابواسحاق شیرازی، سلیم رازی، ابن دقیق العید وغیرہ نے اس کے انکار کی توجیہ کی ہے(۳)اور علامہ شوکانی نے لکھا ہے:

"وإذا صح هذا عنه فهو دليل على أنه جاهل بهذه الشريعة جهلاً قطعاً"(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) لم أجده في المطالب العالية و ذكره الشوكاني بلفظ: "فإن قلت: ما الحكمة في النسخ؟ قلت: قال الفخر الرازي في المطالب العالية: إن الشرائع قسمان: منها ما يعرف نفعها بالعقل في المعاش والمعاد، و منها سمعية لا يعرف الانتفاع بها إلا من السمع، فالأول يمتنع طروء النسخ عليه كمعرفة الله و طاعته أبداً .... والثاني: ما يمكن طُريان النسخ والتبديل عليه، و هو أمور تحصل في كيفية الطاعات الفعلية والعبادات الجسمية، و فائدة نسخها: أن الأعمال البدنية إذا تواطأوا عليها خلفاً عن سلف صارت كالعادة عند الخلق.......... و قيل: الحكمة حفظ مصالح العباد، فإذا كانت المصلحة لهم في تبديل حكم بحكم و شريعة بشريعة. كان التبديل لمراعاة هذه المصلحة اهـ". (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص: ۳۱۴، مصطفى أحمد الباز مكة المكرمة)

(۲) (المنار، ص: ۲۱۱، مكتبه حقانيه ملتان)

نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: (الإتقان: ۳۸/۲، ذوی القربی)

(۳) "و قد أول جماعة خلاف أبي مسلم الأصفهاني المذكور سابقاً بما يوجب أن يكون الخلاف لفظياً، قال ابن دقيق العيد: نقل عن بعض المسلمين إنكار النسخ لا بمعنى أن الحكم الثابت لا يرتفع بل بمعنى أنه ينتهي بنص دل على انتهائي، فلا يكون نسخاً . و نقل عنه أبو اسحاق الشيرازي والفخر الرازي، وسليم الرازي إنما أنكر الجواز و أن خلافه في القرآن خاصة لا كما نقل الآمدي وابن الحاجب أنه أنكر الوقوع". (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص: ۳۱۳، المكتبة التجارية مكة المكرمة)

(۴) (إرشاد الفحول، الباب التاسع في النسخ، ص: ۳۱۳، المكتبة التجارية، مكة المكرمة)

آیت قطب

سوال[۱۰۶۸]: قرآن پاک میں آیتِ قطب کونسی آیت ہے، اس کو پڑھنے کا طریقہ اوراس کے اثرات کیا ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

پارہ:۴ میں ﴿و ما النصر إلا من عند الله العزيز الحكيم﴾ (۱) کو آیت قطب کہتے ہیں، ہر نماز کے بعد سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ اول آخر پڑھنا بعض اکابر سے منقول ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۳ھ۔

سبعِ آیات

سوال[۱۰۶۹]: سورہ فاتحہ میں سبع آیات تحریر ہیں جن کے معنی سات آیات، مگر سورہ فاتحہ میں شمار کرنے سے صرف چھ آیات ہیں جیسے سورہ اخلاص پر چار آیات لکھی ہیں اور "لم یلد" کے بعد بھی بنا ہے، اگر اس کو شمار کیا جائے تو پانچ آیات ہیں۔ اگر سورۂ فاتحہ کو بسم اللہ کا جز قرار دیا جائے اور بسم اللہ کی آیت کو بھی شمار کیا جائے، مگر نماز میں اگر بسم اللہ کوئی مصلی نہ پڑھے تو نماز تو ہو جاتی ہے اور اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھے، محض کوئی سورت پڑھے تو نماز ناقص رہتی ہے۔ قرآن کو دیکھ کر بالتفصیل جواب تحریر فرمائیے کہ سورۂ فاتحہ پر ساتھ آیات لکھی ہوئی ہیں مگر شمار میں صرف چھ آیات ہیں۔ ایسا کیوں اور کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ جزء فاتحہ نہیں بغیر اس کے بھی سات آیات ہیں (۲)۔ سورۂ اخلاص میں خود

---

(۱) (سورة آل عمران : ۱۲۶)

(۲) قال الحافظ العيني: "قوله: "الحمد لله رب العالمين" هذا صريح في الدلالة على أن البسملة ليست من الفاتحة، قوله : "وفي السبع المثاني" أما السبع فلأنها سبع آيات بلا خلاف إلا أن منهم من عد "أنعمت عليهم" دون التسمية، و منهم من مذهبه على العكس ، قاله الزمخشري. قلت: الأول قول الحنفية والعكس قول الشافعية، فإنهم يعدون التسمية من الفاتحة و لا يعدون "أنعمت عليهم" آيةً، و لكل فريق حجج و براهين". (عمدة القاري : ۱۸/۸۱ ، باب ما جاء فاتحة الكتـ ب ، إدارة الطباعة المنيريه) ...... =

اختلاف ہے، بعض چار آیات مانتے ہیں بعض پانچ۔ کذا فی الجلالین (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

آیۃ الکرسی کہاں تک ہے؟

سوال[۱۰۷۰]: آیۃ الکرسی کہاں تک ہے اور کتنی آیتیں ہیں اپنے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے تین آیت فرمائی یعنی "خالدون" تک۔ اب ایک صاحب فرماتے ہیں کہ صرف ایک آیت ہے، اس کے بارے میں فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

آیۃ الکرسی "العلی العظیم" تک ہے، شرح حصن حصین اور شروح بخاری شریف میں اس کی تصریح ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۶/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۶/۲۱ھ۔

= وقال السيوطي : "سورة الفاتحة مكية، سبع آيات بالبسملة إن كانت منها، والسابعة "صراط الذين" إلى آخرها، وإن لم يكن منها فالسابعة "غير المغضوب" إلى آخر ها الخ ". (تفسير الجلالين، ص: ۲، سورة الفاتحة ، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص : ۳۳/۱ ، قديمي كراچی)

(۱) "سورة الإخلاص ، مكية أو مدنية، و آياتها أربعة أو خمسة". (جلالين، ص: ۸۱۴، سورة الإخلاص، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "روح المعانی میں بھی اس کی تصریح موجود ہے: قال العلامة الآلوسي: "لا إكراه في الدين " قيل: إن هذه إلى قوله سبحانه "خالدون " من بقية آية الكرسي، والحق أنها ليست منها، بل هي جملة مستأنفة جيء بها إثرَ بيان دلائل التوحيد الخ ". (تفسير روح المعاني :۱۲/۳ ، دار إحياء التراث العربي)

(وتفسير ابن كثير : ۴۰۹/۱ - ۴۱۶ ، دار الفيحاء ، دمشق)

(صحيح البخاري، كتاب الوكالة، باب إذا وكل رجلاً فترك الوكيل شيئاً الخ .... فأقرأ آية الكرسي (الله لاإله إلا هو الحي القيوم) حتى تختم الآى الخ : ۳۰۱/۱، قديمي)

دیکھئے: (صحيح البخاري : ۳۱۰/۱ ،كتاب الوكالة ،باب وكالة المرأة الإمام في النكاح، قديمي)=

پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟

سوال[۱۰۷۱]: پانچ وقت کی نماز کا حکم کس پارے میں ہے؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز کا حکم کسی پارے میں نہیں۔ براہ کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

قرآنِ کریم میں کوئی بات صاف صاف موجود ہے، کوئی ایسے طریقے پر ہے جس کو ہر آدمی نہیں سمجھ سکتا بلکہ بڑے علم والے سمجھ سکتے ہیں، اس لئے آپ کو خود تلاش کرنا مشکل ہوگا۔ آپ بہار میں حضرت مولانا منت اللہ صاحب کی خدمت میں جا کر سمجھ لیں، وہ انشاء اللہ تعالیٰ تشفی کر دیں گے، وہ آپ سے قریب ہیں۔ پانچ وقت کی نماز قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں بلکہ مختلف جگہ ہے مثلاً: پندرہویں پارہ میں ہے: ﴿أقم الصلوة لدلوك الشمس إلى غسق الليل و قرآن الفجر﴾ (۱) اور ستائیسویں پارہ میں سورہ والطّور کے ختم پر ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۵/۳/۲۹ھ۔

= "قوله : آية الكرسي(الله لا إله إلا هو الحي القيوم) حتى تختم الاية ".

وفي رواية النسائي والإسماعيلي: "الله لا إله إلا هو الحي القيوم من أولها حتى تختمها "

(عمدة القاري : ۱۴۶/۱۲ ،باب وكالة المرأة الإمام في النكاح، دار إحياء التراث العربي)

(وكذا فتح الباري : ۴۸۸/۴ كتاب الوكالة ،باب وكالة المرأة الإمام في النكاح، دار الفكر، بيروت)

(۱) (سوره بني اسرائيل : ۷۸)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وسبح بحمدک ربک حين تقوم و من الليل فسبحه و ادبار النجوم﴾ ". (الطور:۴۸، ۴۹)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل آیتوں میں نماز کا ذکر آیا ہے:

قال الله تعالیٰ: ﴿وأقم الصلوة طرفي النهار و زلفاً من الليل، إن الحسنات يذهبن السيأت، ذلک ذکریٰ للذاكرين﴾ (هود : ۱۱۴)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعاني : ۱۵۶/۱۲ ، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال الله تعالیٰ: ﴿فاصبر على ما يقولون و سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل الغروب﴾ الخ (ق: ۳۹، ۴۰) .... =

حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق دو آیتوں میں تعارض

سوال[۱۰۷۲]: خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿لو کان من عند غیر الله، لوجدوا فیه اختلافاً کثیراً﴾(۱)۔لیکن ان دو آیتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے،وھو ھذا: ﴿ولقد عهدنا إلى آدم من قبل، فنسي ولم نجد له عزماً﴾(۲)۔﴿قال ما نهاكما ربكما عن هذه الشجرة إلا أن تكونا ملكين أو تكونا من الخالدين، وقاسمهما إني لكما لمن الناصحين﴾رکوع: ۹، پارہ:۸(۳)۔

آیت نمبر:۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو دونوں باتیں یاد تھیں، کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو باتیں فرمائی تھیں: ایک یہ کہ اس درخت کے قریب نہ جاؤ، دوسری یہ کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اور شیطان نے دونوں باتیں بتادیں کہ اس درخت کے کھانے سے یہ یہ فوائد ہیں اور دوسرے یہ کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں بلکہ تمہارا دوست ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ دونوں باتیں یاد تھیں، ان دونوں میں سے بھولے ایک بھی نہیں تھے، خدا کو جھوٹا سمجھا اور شیطان کو سچا اور دوست مان کر درختِ ممنوعہ چکھ لیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت آدم علیہ السلام کو جس وقت شیطان نے اکلِ شجرہ کی ترغیب دی تو اس وقت یہ باتیں دونوں یاد تھیں: ممانعت بھی، عداوتِ شیطان بھی، لہٰذا اس کے کہنے کو قبول نہیں فرمایا، جس پر شیطان نے وجہِ ممانعت

= تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعانی: ۲۶/۱۹۳، دار إحياء التراث)

(وجلالین: ۲/۴۳۱، تفسیر کبیر: ۷/۶۴۵)

وقال الله تعالىٰ: ﴿فسبحان الله حين تمسون و حين تصبحون، و له الحمد في السموات والأرض وعشياً و حين تظهرون﴾ (روم: ۱۷، ۱۸)

دیکھئے: (جلالین: ۲/۳۴۲، قدیمی)

(روح المعانی: ۲۱/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱)(سورة النساء الآية: ۸۲)

(۲) (سورة طٰهٰ الآية: ۱۱۵)

(۳)(سورة الاعراف الآيه: ۲۰، ۲۱)

اپنی خیر خواہی کو بیان کیا اور قسم کھائی مگر اس کی قسم کی بھی تصدیق نہیں فرمائی حتی کہ زمانہ دراز گذر گیا اور ممانعت کو بھول گئے، اتنی بات ذہن میں ضرور رہ گئی کہ ملائکہ کو بہت سی فضیلتیں حاصل ہیں، مثلاً: ہر وقت عبادت میں مناجات کی لذت میں مشغول رہتے ہیں، ضعف وتکان نہیں ہوتا، نوم، مرض، ہرم وغیرہ سے محفوظ ہیں، اس لئے اکلِ شجرہ کا میلان طبیعت میں پیدا ہوا اور اس کو چکھ لیا، چھکنے کے واقعہ کو آیت نمبر:۱(۱) میں بیان فرمایا کہ ایسا بھول کر کیا اور ابتداء ترغیب اور قسم کے واقعہ کو آیت نمبر:۲(۲) میں بیان فرمایا۔ ان دونوں کے درمیان ایک لمبا زمانہ ہے، اگر ایک ہی وقت کے متعلق دونوں باتیں ہوتیں تو تعارض ہوتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت صفی اللہ علیہ السلام نے اللہ جل شانہ کی تکذیب نہیں فرمائی کہ یہ معمولی درجہ کے مسلم عاقل سے بالکل بعید ہے: ﴿ومن أصدق من الله قيلاً﴾ (۳) اور اللہ پاک کے مقابلہ میں ابلیس لعین کی تصدیق نہیں کی اور اس کو اپنا خیر خواہ نہیں سمجھا: ﴿إن الشيطان للإنسان عدو مبين﴾ الاية (۴) اور قرآن کریم کی دو آیتوں میں تعارض یا اختلاف بھی نہیں کہ اس کا ''من عند غير الله'' ہونا لازم آئے۔ جوابِ مذکور کی اگر تفصیل مطلوب ہو تو شیخ زادہ علی البیضاوی دیکھئے: ۱/۲۷۸ (۵)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۶/۱۱/۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی نافرمانی میں فرق

سوال[۱۰۷۳]: آج ایک واعظ صاحب نے یہ کہا کہ ابلیس اور آدم دونوں مرتکب حرام ہیں، دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ میری معلومات یہ ہے کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں، میں اس کی تشریح چاہتا ہوں۔

---

(۱) (آیۃ سورۃ طه: ۱۱۸)

(۲) (سورۃ الأعراف: ۲۰، ۲۱)

(۳) (سورۃ النساء: ۱۲۲)

(۴) (سورۃ یوسف: ۵)

(۵) (حاشیۃ محی الدین شیخ زادہ، علی تفسیر البیضاوی: ۱/۵۳۸-۵۴۳، عباس أحمد الباز، مکة المکرمة)

الجواب حامداً و مصلیاً :

حضرت آدم علیہ السلام کوفرمایا گیا تھا: ﴿و لا تقربا هذه الشجرة﴾(۱)اس درخت کے پاس نہ جانا،مگراس کی پابندی نہ ہوسکی، بھول ہوئی۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور تکبر کیا، خدائے پاک کا مقابلہ کیا﴿ أبىٰ واستكبر﴾(۲) و﴿قال أنا خير منه، خلقتني من نارٍو خلقته من طين﴾ (۳)اس لئے ابلیس اس تکبر اور مقابلہ کی وجہ سے کافر ہوا اور توبہ کی توفیق ہی سلب ہوگئی، بخلافِ آدم علیہ السلام کے کہ وہ اپنی بھول پر ساری عمر روئے اور توبہ فرماتے رہے:

﴿ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفر لنا و ترحمنا، لنكونن من الخاسرين﴾ (٤)۔

اورابلیس کاعمل اس کے مقابلہ میں یہ ہوا:

﴿قال فبما أغويتني لأقعدن لهم صراطك المستقيم، ثم لآتينهم من بين أيديهم و من خلفهم وعن أيمانهم و عن شمائلهم، و لا تجد أكثرهم شاكرين﴾ (۵)۔اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کومغفرت سے نوازا گیا اور ابلیس کی سرکشی پرلعنت اور جہنم کی وعید ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت

سوال[۱۰۷۴]: قصص الانبیاء(اردو) میں حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کے جسم اطہر میں کیڑے ہوجانے کاواقعہ درج ہے، حالانکہ تفسیر بیضاوی، جلالین،......مدارک اور کشاف اور دیگر مستند تفاسیر میں اس قسم کے واقعہ کاذکرنہیں۔اکابرِ علماء حضرت شیخ الهند رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ملاحظہ ہو

(۱) (البقرة : ۳۵)

(۲) (البقرة : ۳۴)

(۳) (سوره ص : ٧٦)

(۴)(الأعراف : ۲۳)

(۵)(الأعراف : ١٧)

ترجمہ قرآن پاک حضرت شیخ الہند وفوائد از شیخ الہند اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص:۵۹۲

﴿واذكر عبدنا أيوب إذنادىٰ ربه﴾ الخ(۱)۔

فائدہ (تنبیہ) ''واضح رہے کہ قصہ گویوں نے حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کئے ہیں اس میں مبالغہ بہت ہے، ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استقذ ارکا موجب ہو، انبیاء علیہم السلام کے منصب کے منافی ہے، کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولاتكونوا كالذين اذواموسىٰ فبرّأه﴾ الخ(۲) (سورہ احزاب)(۳) لہذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہئے جو منصب نبوت کے منافی نہ ہو''۔ آیتِ مبارکہ کے فوائد میں اسی ترجمہ کے، ص:۵۵۳-۵۵۴، میں یوں ارشاد فرمایا ہے: ''لہذا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر ان کی قوم نے برص وغیرہ جسمانی مرض کا عیب لگایا تھا، اللہ تعالیٰ نے بطورِ خرق عادت ظاہر کردیا کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جسمانی طور پر بے عیب ہیں۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انبیاء علیہم السلام کو جسمانی اور روحانی عیوب سے پاک ثابت کرنے کا کس قدر اہتمام ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے تنفر واستخفاف کے جذبات پیدا ہوکر قبولِ حق میں رکاوٹ نہ ہو''(۴)۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کے جسمِ اقدس میں کیڑے پڑنے کی تردید حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب قصص القرآن، وحال ایوب علیہ الصلاۃ والسلام (۵)۔ ایسی صورتوں میں قصص الانبیاء وغیرہ معمولی کتاب کے بیان کو من جملہ خرافات اسرائیلی سمجھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

قصص الانبیاء اردو میں دیر سے ہندوستان میں چھپی ہوئی موجود ہے اور عوام کے لئے کافی جاذب

---

(۱) (سورہ ص : ۴۱)

(۲) (تفسیر عثمانی، ص:۷،۶، حاشیہ: ۲، پ :۲۳ حاشیہ :۲)

(۳) (سورہ احزاب: ۶۹)

(۴) (تفسیر عثمانی ،ص: ۵۶۹، حاشیہ :۲، سورۃ الأحزاب)

(۵) (قصص القرآن لحفظ الرحمن سیوھاروی، حضرت أیوب علیہ السلام اور قرآن عزیز: ۲/۱۸۷، ۱۸۸، دار الاشاعت کراچی)

کتاب ہے، بعض جگہ مجلس منعقد کرکے اس کتاب کو پڑھا اور سنا جاتا ہے، مگر سند اور حجت کے اعتبار سے یہ اس پایہ کی نہیں کہ اس پر کلی اعتماد کرلیا جائے، اس میں بہت سی غیر معتبر، ضعیف، مرجوح روایتیں موجود درج ہیں بلکہ موضوع اور صریح غلط باتیں بھی درج ہیں، اسرائیلیات بھی درج ہیں۔ متبحر عالم ہی اسکی صحیح اور غلط بات کا پتہ چلا سکتا ہے عوام کو پتہ نہیں چل سکتا، اس میں بہت سی باتیں صحیح اور کارآمد بھی ہیں۔

حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کے بیمار ہونے کے متعلق بعض کتابوں میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، البدایہ والنہایہ میں کیڑے پڑنے کا تو ذکر نہیں اور دوسری حالت اس سے زیادہ موحش لکھی ہے(۱)۔ چیچک کا نکلنا بھی بعض کتب میں مذکور ہے، بعض کتب میں لکھا ہے کہ سر اور تمام جسم میں زخم ہوگئے تھے۔ مستند چیز تو وہی ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہو اور جس چیز کی قرآن وسنت میں نفی کردی گئی ہو وہ قابلِ اعتبار نہیں بلکہ قابلِ رد ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ شانہ، متنفر اشیاء سے یقیناً محفوظ رکھتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۹/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۸۷ھ۔

استخلاف فی الأرض کا وعدہ

سوال[۱۰۷۵]: سورہ نور میں "استخلاف فی الأرض" کا وعدہ ہے، یہ وعدہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جو احکامِ خداوندی کو پورا پورا بجالاتے ہیں، ان کے ساتھ ہے یا کوئی بھی امت ہو جو احکامِ خداوندی کو پورا پورا بجالاتے ہوں ان کے ساتھ رہا ہے، یعنی یہ آیت تعمیم کا حکم رکھتی ہے یا مقید کا اس شرط کے ساتھ جو قوم رائج الوقت احکامِ خداوندی کو پورا پورا بجالائیں گی اس کو تمکن فی الأرض حاصل ہوگا، یا صرف امتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟

(۱) "وكان له أولاد وأهلون كثير، فسلب من ذلك جميعه، وابتلي في جسده بأنواع البلاء، ولم يبق منه عضو سليم سوى قلبه ولسانه ......وطال مرضه حتى عافه الجليس، وأوحش منه الأنيس، وأخرج من بلده، وألقي على مزبلة خارجها، وانقطع عنه الناس الخ". (البدايه والنهايه لابن كثير: ۱/ ۲۲۱، مكتبة رياض الحديثيه)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/ ۵۲، دار السلام رياض)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس آیت میں جو مخصوص وعدہ ہے(۱) وہ اکثر مفسرین کے قول کے موافق شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں پورا ہو چکا(۲) جیسا کہ خطاب ''منکم'' اس پر شاہد ہے اور ﴿کما استخلف الذین من قبلہم﴾ سے اشارہ ہے اس طرف کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو بھی استخلاف فی الأرض، جبارین کے مقابلہ میں حاصل ہوا تھا(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۱۹/شعبان/۵۲ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الأرض کمااستخلف الذین من قبلهم، و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم﴾ الخ " (سورة النور : ۵۵)

(۲) "فاستخلف اللہ أبا بکر و عمر (رضی اللہ عنهما)، و أنجز وعده حین قاتل أبو بکر ببنی حنیفة ومن ارتد من العرب، وفتح الشام فی خلافة عمر حین غزاهم فی السنة التاسعة من غلبة الروم الذی کان یوم الحدیبیة فی سنة ست من الهجرة، و کون الوعد منجزاً فی خلافة عمر مروی عن علی (رضی اللہ عنه) حین استشار عمر أصحاب النبی ﷺ فی المسیر إلی العراق للجهاد، فأشار علیٌّ بالجهاد متمسکاً بهذه الآیةاهـ". (التفسیر المظهری : ۶/۵۵۱، سورة النور:۵۵، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(وبمعناه فی تفسیر ابن کثیر:۳/۴۰۲، ۴۰۳، سورة النور:۵۵، دار الفیحاء بیروت)

(وکذا فی روح المعانی: ۱۸/۲۰۱، ۲۰۴، سورة النور: ۵۵، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی معارف القرآن للمفتی محمد شفیع رحمه اللہ تعالیٰ: ۶/۴۴، سورة النور: ۵۵، ادارة المعارف)

(۳) "(کما استخلف الذین من قبلهم) و هم بنو إسرائیل استخلفهم اللہ عزوجل فی الشام بعد إهلاک الجبابرة ، و کذا فی مصر علی ما قیل من أنها صارت تحت تصرفهم بعد هلاک فرعون وإن لم یعودوا إلیها أوهم و من قبلهم من الأمم المؤمنة الذین أسکنهم اللہ تعالیٰ فی الأرض بعد إهلاک أعدائهم من الکفرة الظالمین". (روح المعانی :۱۸/۲۰۳، سورة النور: ۵۵، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر :۳/۴۰۲، ۴۰۳، سورة النور: ۵۵، دار الفیحاء)

وعید کی آیتیں زیادہ ہیں یا وعدہ کی بشارتیں؟

سوال[۱۰۷۶]: اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے قہر کا ذکر زیادہ فرمایا ہے یا رحمت کا؟ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے غصہ وغضب کا ذکر زیادہ فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا نہیں ہے، بلکہ رحمت کے وعدے اور بشارتیں زیادہ ہیں، عذاب وغضب کے لئے تو نافرمان کی قید ہے اور ثواب ورحمت کے لئے اعمالِ صالحہ کی قید نہیں، مثلاً: معصوم بچے کچھ کئے بغیر ہی بخشے جائیں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۰ھ۔

"أطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول" کا مطلب

سوال[۱۰۷۷]: "أطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول" کا کیا مطلب ہے؟ اور اگر کوئی شخص اس پر عمل نہ کرے تو وہ کیا کہلاتا ہے؟

---

(۱) "عن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ فی تفسیر قولہ تعالیٰ: ﴿کل نفس بما کسبت رھینۃ إلا أصحاب الیمین﴾ (سورۃ المدثر: ۳۸) قال: ھم أطفال المسلمین". زاد الترمذی: "لم یکتسبوا فیرتھنوا بکسبھم"............ و روی بقیۃ بن الولید عن محمد بن یزید الألمعانی قال: سمعت عبد اللہ بن قیس یقول: سمعت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا، سألتُ رسول اللہ ﷺ عن ذراری المسلمین فقال: "ھم مع آبائھم" قلت: فلا عمل؟ قال: "واللہ أعلم بما کانوا عاملین". الحدیث (التذکرۃ فی أحوال الموتیٰ وأمور الأخرۃ، ص: ۵۹۱، ۵۹۴، باب ما جاء فی أطفال المسلمین والمشرکین، مکتبہ أسامۃ الإسلامیۃ)

"ومنھا الآیۃ الآتیۃ: حیث أفادت أن لا تعذیب قبل التکلیف، ولا یتوجہ علی المولود التکلیف، و یلزمہ قول الرسول علیہ السلام حتی یبلغ". (روح المعانی: ۱۵/۳۶، تحت قولہ تعالیٰ: ﴿ولا تزر وازرۃ وزر أخری﴾اھ"، دار إحیاء التراث العربی)

الجواب حامداً و مصلیاً :

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت لازم ہے(۱) اور ہر ایک کی اطاعت پر مقدم ہے۔جس آیت کا مطلب دریافت کرنا ہو اس کو قرآن کریم میں دیکھ کر صحیح لکھیں اور سورت کا حوالہ دیں، سوال میں آیت صحیح نہیں لکھی۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۲۸ھ۔

"اسجدوا لآدم" کا خطاب کیا شیطان کو بھی ہے؟

سوال[۱۰۷۸]: جب ابلیس مطابقِ آیت ﴿خلقتنی من نار و خلقته من طین﴾ قومِ جن سے ہوا تو ﴿وإذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم﴾ کا مخاطب ہوکر کیسے خاطی بنا؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس آیت کی متعدد تفسیریں ہیں اور ابلیس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ ابلیس قومِ جن سے ہے، پھر خاطی کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ سجدہ کا حکم جنات کو بھی تھا اور ملائکہ کی تخصیص خطاب میں شرافت کی وجہ سے تھی۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کی تعظیم کے لئے حکم کیا جاتا ہے تو بڑوں کو خطاب کیا جاتا ہے اور چھوٹے تبعاً اس میں داخل ہوجاتے ہیں اور اپنے آپ کو تعظیم کے لئے بڑوں کا خودبخود مامور سمجھتے ہیں اگرچہ خصوصیت سے چھوٹوں کو خطاب نہ کیا جاوے جیسا کہ: ﴿أقيموا الصلوة وأتو الزكوة﴾ (۱) وغیرہ مذکر کے صیغے ہیں حالانکہ حکم عورتوں کو بھی ہے۔ بیضاوی مطبوعہ نظامی دہلی (۲)۔اگروہ ملائکہ میں سے ہے تو

(۱) قال العلامة الآلوسی البغدادی : " قل أطيعوا الله والرسول ": أی فی جمع الأوامر والنواهی، ويدخل فی ذلك الأمر السابق دخولاً أوّلياً، وإيثار الإظهار على الإضمار بطريق الالتفات لتعيين حيثية الإطاعة والإشعار بعلتها الخ". (روح المعانی:۳/۱۳۰، دار احياء التراث العربی)

(وكذا فی عمدة القاری :۱۸/۱۷۶ المطبعة المنيريه بيروت)

(وتفسير كبير :۱۰/۱۴۸ مكتبه الاعلام الإسلاميه ايران)

(وأحكام القرآن لابن العربی : ۱/۴۵۱، دار المعرفه بيروت)

(۱)(البقرة : ۴۳)

(۲) قال العلامة البيضاوی :"وإن ابليس كان من الملائكة و إلا لم يتناوله أمرهم، ولم يصحّ استثناؤه =

"واسجدوا" کا مخاطب ہونا ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، عبد الرحمان، ۱۸/۱/۵۲ھ۔

"یسبح للّٰہ ما فی السموات وما فی الأرض" کی تفسیر

سوال [۱۰۷۹]: قرآن پاک کی آیت: ﴿یسبح لله ما فی السموات ومافی الأرض﴾ (۱) ہے اور اس (ارض) کے اندر بول وبراز بھی ہے، تو کیا یہ بھی تسبیح کرتے ہیں؟ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ ان کی تسبیح ان کی شان کے مناسب ہے، تو بہرحال تسبیح کی نسبت ان کی طرف کرنا ذرا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سور (خنزیر) بھی تسبیح کرتا ہے یا نہیں؟ اس کی طرف تسبیح کی نسبت کرنے کے متعلق کیا خیال ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۴/۳/۹۵ھ۔

= منهم و لا يرد على ذلك قوله تعالى: ﴿إلا إبليس كان من الجن﴾ لجواز أن يقال: إنه من الجن فعلاً و من الملائكة نوعاً، و لأن ابن عباس روى أن من الملائكة ضرباً يتولدون: يتوالدون يقال لهم: الجن، و منهم إبليس. و من زعم أنه لم يكن من الملائكة أن يقول: إنه كان جنياً نشأبين أظهُر الملائكة، وكان مغموراً بالألوف منهم فغلبوا عليه، أو الجن أيضاً كانوا مأمورين مع الملائكة، لكنه استغنى بذكر الملائكة عن ذكرهم، فإنه إذا علم أن الأكابر مأمورون بالتذلل لأحدوالتوسل به، علم أن الأصاغر أيضاً مأمورون به". (بيضاوى: ۱/۶۴، نور محمد كراچى)

(وكذا فى تفسيرابن كثير: ۴/۴۳، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وامداد الفتاوى: ۵/۱۲، مكتبه دار العلوم كراچى)

(و تفسير معارف القرآن كاندهلوى: ۱/۹۲، عثمانيه لاهور)

(۱) (سورة الجمعة: آية: ۱)

(۲) قال ابن كثير فى تفسير هذه الآية: "يخبر تعالىٰ أنه يسبح له ما فى السموات وما فى الأرض: أى من جميع المخلوقات ناطقها وجامدها، كما قال تعالىٰ: ﴿وإن من شئ إلا يسبح بحمده﴾ (تفسير ابن كثير:=

"من لم یحکم بما أنزل اللّٰہ" کی تشریح

سوال[۱۰۸۰۱]: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ فرماتا ہے کہ جو اس کے اتارے ہوئے کلام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے، ظالم ہے، فاسق ہے۔ قرآن پاک میں "کافرون، ظالمون، فاسقون" ہی عام طور سے کافر کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ خدا کا قرآن کی روشنی میں منکر ہوتا ہے، رسالت کا منکر ہوتا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا ہے، ظاہر ہے کہ اللہ کے احکام کے تابع نہیں رہیں گے۔ مگر جو ایمان لا چکے ہیں اگر وہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے ہیں تو وہ ظالم اور فاسق ضرور ہیں، جو ایمان ہی نہیں لایا وہ احکامِ خداوندی کے تابع کیونکر ہوگا، اس کے لئے قیامت کے دن عذاب ہے جس کا وعدہ ہے۔ بات یہاں اس لئے میرے نزدیک دشوار ہوگئی ہے کہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے کیا وہ بھی کافر ہے؟

امید ہے کہ آپ مجھے خط کے ذریعہ روشنی بخشیں گے۔ جہاں تک میں نے قرآن کے مطالعہ سے سیکھا ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر وہ احکامِ خداوندی اور طریقۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کی قدر ومنزلت ہے نہیں تو پھر اس کا شمار کافروں، فاسقوں، ظالموں میں ہی ہونا چاہئے، پھر بھی اپنے علم کی کمی کی بنا پر مجھے یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ایسے شخص کو کافر کہوں۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اللہ تعالیٰ نے کتنی جگہ پر فرمایا ہے کہ جو اس کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے، اس آیت کو اصل الفاظ میں لکھیں، اگر آپ کی مراد: ﴿و من لم یحکم بما أنزل اللّٰہ، فأولئك هم الكافرون﴾ ہے(۱) تو اس کا مطلب مفسرین نے متعدد طریقہ پر بیان کیا ہے(۲)، ایک مطلب یہ ہے کہ جو

= ۴/۴۲۵، ۴۲۶، دار السلام، ریاض)

(کذا فی روح المعانی: ۱۵/ ۸۴، دار إحیاء التراث العربی)

(۱)(المائدة : ۴۴)

(۲) قال ابن کثیر عن الحسن البصری وغیرهم: "نزلت فی أهل الكتاب ، زاد الحسن البصری، وهی علینا واجبة .... و عن علقمة و مسروق أنهما سألا ابن مسعود عن الرشوة، فقال: من السحت. =

شخص کوئی حکم کرے اور کہے کہ اللہ کا حکم ہے اور وہ حقیقتاً اللہ کا حکم نہیں، اللہ کے حکم کی جگہ اس نے غلط حکم کو اللہ کا حکم بتایا اس نے کفر کیا۔ تفسیر احکام القرآن (۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن بن ابراہیم نے یہی مطلب نقل کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۶/۹/۹۰ھ۔

غیر اللہ کو حاکم بنانے سے متعلق تفصیلات، چند آیات کی تفسیر

سوال [۱۰۸۱]: درج ذیل آیاتِ کریمہ کے معنیٰ منشاء ومحمل واضح فرمائیں۔

= قال: فقالا: من الحكم؟ قال: ذاک الكفر، ثم تلا : ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله، فأولئک هم الكافرون﴾. و قال السدى: " (و من لم يحكم)". الاية، يقول: و من لم يحكم بما أنزلت فتركه عمداً أو جار و هو يعلم، فهو من الكافرين . وقال على بن أبى طلحة عن ابن عباس: قوله : (و من لم يحكم) الاية قال: من جحد ما أنزل الله فقد كفر و من أقر به فهو ظالم فاسق رواه ابن جرير، ثم اختار أن الاية المراد بها أهل الكتاب ، أو من جحد حكم الله المنزل فى الكتاب ، وقال عبد الرزاق عن الثورى عن زكريا عن الشعبى ﴿و من لم يحكم بما أنزل الله﴾ قال للمسلمين". (تفسير ابن كثير : ۲/۵۵ ، دار القلم)

(وكذا : فى تفسير الخازن : ۱/۴۹۸ ، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وتفسير معارف القرآن ، مفتى محمد شفيع : ۳/۱۶۲ ، ادارة المعارف كراچى)

(۱) قال أبو بكر : "قوله تعالىٰ: ﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئک هم الكافرون﴾ يخلو من أن يكون مراده كفر الشرک والجحود أو كفر النعمة من غير جحود، فإن كان المراد جحود حكم الله أو الحكم بغيره مع الإخبار بأنه حكم الله ، فهذا كفر يخرج الملة، و فاعله مرتد إن كان قبل ذلک مسلماً، و على هذا تأوله من قال: إنها نزلت فى بنى إسرائيل وجرت فينا، يعنون أن من جحد مناحكم أو حكم بغير حكم الله، ثم قال: إن هذا حكم الله، فهو كافر كما كفرت بنو إسرائيل حين فعلوا ذلک". (أحكام القرآن: ۲/۶۱۶، باب الحكم بين أهل الكتاب ، قديمى كراچى)

(۲) "ونقل فى اللباب عن ابن مسعود والحسن والنخعى أن هذه الآيات الثلاث عامة فى اليهود وفى هذه الأمة، فكل من ارتشى وبدل الحكم فحكم بغير حكم الله، فقد كفر و ظلم و فسق".

(تفسير القاسمى المسمى بمحاسن التأويل : ۲۱۵۴، سورة المائدة : ۴۴، دار الفكر بيروت)

(وكذا فى تفسير الخازن : ۱/۴۹۹، سورة المائدة : ۴۴، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(۱) ﴿فإن تنازعتم في شيء، فردوه إلى الله ورسوله﴾(۱)۔

(۲)﴿فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك في ما شجر بينهم﴾(۲)۔

(۳)﴿من لم يحكم بما أنزل الله، فأولئك هم الظالمون﴾(۳)۔

(٤)﴿إن الحكم إلا لله﴾(٤)۔

(٥)﴿ومن أحسن من الله حكماً﴾(٥)۔

سائل منیر احمد مدرسہ عربیہ عین العلم ٹانڈہ ضلع فیض آباد، یوپی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا......اس آیت میں ﴿فردوه إلى الله والرسول﴾ ہے "ورسوله" نہیں، پوری آیت اس طرح ہے:﴿يأ ايها الذين امنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم، فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر، ذلك خير وأحسن تاويلاً﴾(٦)۔

ترجمہ : اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور جو تم میں اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کرلیا کرو، اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوش تر ہے۔

۲......ترجمہ پوری آیت کا یہ ہے:"پھر قسم ہے آپ کے رب کی! یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرادیں۔ پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کرلیں"۔

شبہ: ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے قانون کی طرف اس کو باطل سمجھ کر رجوع

---

(۱) (سورة النساء : ۵۹)

(۲) (سورة النساء : ۶۵)

(۳) (سورة المائده: ۴۵)

(۴) (سورة يوسف: ۴۰)

(۵) (سورة المائده : ۵۰)

(٦) (سورة النساء : ۵۹)

کرے وہ مسلمان نہیں، حالانکہ حرام کا مرتکب جب کہ اعتقادِ حلت نہ رکھتا ہو، مومن ہے گو فاسق ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے دل میں شرعی فیصلہ سے تنگی پیدا ہو مگر اس فیصلہ کو حق سمجھے وہ بھی مسلمان نہیں ہونا چاہیے، حالانکہ تنگی پر انسان کا اختیار نہیں ہے اور غیر اختیارات کی تکلیف نہیں۔ اسی طرح اگر اس فیصلہ پر کوئی عمل نہ کرے تو یہ عدمِ تسلیم ہے تو وہ بھی مسلمان نہیں رہے، حالانکہ ترکِ عمل سے ایمان نہیں جاتا۔ ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ تحکیم اور عدمِ حرج اور تسلیم کے مراتب تین ہیں: اعتقاد سے اور زبان سے اور عمل سے۔

اعتقاد سے یہ کہ قانونِ شریعت کو حق اور موضوع للتحکیم جانتا ہے اور اس میں مرتبۂ عقل میں ضیق نہیں اور اس مرتبہ اس کو تسلیم کرتا ہے۔ اور زبان سے یہ کہ ان امور کا اقرار کرتا ہے کہ حق اس طرح ہے۔ عمل سے یہ کہ مقدمہ لے بھی جاتا ہے اور طبعی ضیق بھی نہیں اور اس فیصلہ کے موافق کارروائی بھی کرلی۔

سو اول مرتبۂ تصدیق وایمان ہے، اس کا نہ ہونا عند اللہ کفر ہے اور منافقین میں خود اس کی کمی تھی، چنانچہ تنگی کے ساتھ لفظِ انکار اس کی توضیح کے لئے ظاہر کردیا ہے۔ اور دوسرا مرتبہ اقرار کا ہے، اس کا نہ ہونا عند الناس کفر ہے۔ تیسرا مرتبہ تقویٰ واصلاح کا ہے، اس کا نہ ہونا فسق ہے اور طبعی تنگی معاف ہے۔

پس آیت میں بقرینۂ ذکر منافقین مرتبہ اولیٰ مراد ہے۔ اب کوئی اشکال نہیں رہا(۱)۔

۳...... جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے موافق حکم نہ کرے بلکہ غیرِ حکمِ شرعی کو قصداً حکم شرعی بتلا کر اس کے موافق حکم کرے، ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں۔

۴...... حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ''اے قید خانہ کے رفیقو! متفرق معبود عبادت کے واسطے اچھے ہیں یا ایک معبود برحق جو رب ہے، زبردست ہے وہ اچھا ہے؟ تم لوگ خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو، جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے آپ ہی ٹھہرالیا ہے، خدا تعالیٰ نے تو ان کے معبود ہونے کا کوئی دلیلِ عقلی یا نقلی نہیں بھیجی اور حکم دینے کا اختیار صرف خدا ہی کا ہے اور اس نے یہ حکم دیا کہ بغیر اس کے کسی اَور کی عبادت مت کرو۔ پس اس حکم پر عمل کرنا چاہیے، یہی توحید اور عبادت میں حق تعالیٰ کی تخصیص سیدھا طریقہ ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''(۲)۔

---

(۱) تحکیم، عدمِ حرج اور تسلیم کے تینوں درجات کے لئے ملاحظہ کیجئے: (بیان القرآن للتھانویؒ، ص:۱/۱۳۰، ۱۳۱، میر محمد کتب خانہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یاصاحبی السجن ء أرباب متفرقون خیرٌ أم اللہ الواحد القھار، ماتعبدون من دونہ إلا =

۵...... یہ آیت بھی آیت نمبر:۳ کے ساتھ مسلسل ومربوط ہے اوراس کے مضمون کوادا کر رہی ہے، جیسا کہ:﴿ أفحکم الجاهلية يبغون﴾ سے مستفاد ہے۔مزید تفسیر وتشریح مطلوب ہوتو روح المعانی (۱)، مظہری (۲)، مفاتیح الغیب (۳) وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۸/ ۹۳ھ۔

تفسیر ”استوی“

سوال[۱۰۸۲]: عرض می دارم که در معنئ ”استواء“ اختلافِ شدید واقع شده است: ﴿الرحمن على العرش استوىٰ﴾ (۱) جمهورِ علماء می گویند که استوی بمعنئ غلبه و قدرت باشد، و ملا عبد الکریم می گویند که استوی بمعنئ سکونت باشد، یعنی -نعوذ بالله- معنئ آیتِ مذکوره بقرارِ ذیل می کند که خداوند تعالیٰ بر عرش مبارک نشسته باشد. فلهذا جمهورِ علماء بر مُلّا عبد الکریم فتویٰ کفر کردند، از جماعتِ خود اُو را خارج نمودند. فی الحال از علمائے دار العلوم دیوبند درخواست است که اصلِ معنئ استویٰ مدلل بحوالۀ کتب بیان کنند. بینوا توجروا

الجواب حامداً و مصلیاً:

تفسیر استویٰ باستیلاء نیز کرده شده است، و لکن دریں مسئله مسلکِ اهلِ

= أسماء سميتموها أنتم وأباؤكم، ماأنزل الله بها من سلطان، إن الحكم إلا لله، أمر ألا تعبدوآ إلآ إياه، ذلك الدين القيم، ولكن أكثر الناس لايعلمون﴾ (سورة يوسف: ۱۲/ ۴۰)

(۱) (أفحكم الجاهلية يبغون) إنكار وتعجيب من حالهم وتوبيخ لهم.......... أى أيتولون عن قبول حكمك بما أنزل إليك، فيبغون حكم الجاهلية .... (ومن أحسن من الله حكماً) إنكار لأن يكون أحدٌ حكمه أحسن من حكم الله تعالىٰ أو مُساوِله؛ كما يدل عليه الاستعمال اهـ". (روح المعانی: ۲۲۸/۴، ۲۲۹، دارالكفر، بيروت)

(۲) (التفسير المظهری: ۱۳۵/۳، حافظ كتب خانه)

(۳)(تفسير القرطبیٰ (مفاتيح الغيب) : ۱۳۹/۳، ۱۴۰، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۴) (سورة طه: ۵)

حق این است کہ استوی حق است، و ایمان بر آن لازم است، و کیفیتِ آن غیرِمعلوم است، و سوال و تفتیشِ آن بدعت است، و انکارِ آن گمراھی است. کذا فی تفاسیر الایة(۱) و کتب العقائد و(۲) صرح بہ الإمام مالک وغیرہ(۳). فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۹/۹۱ھ۔

تشریح "اقرأ"

سوال[۱۰۸۳] : ۱...... "اقرأ" قرآن مجید کے ۳۰/ویں پارے سے لیا گیا ہے، اس کی تشریح کیجئے، کس علم سے تعلق رکھتا ہے؟

۲...... "اقرأ" یہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے، جو بھی صورت ہو، اس کی آواز کس کو بلند کرنی چاہئے اور اس کا انتظام کس کو کرنا چاہئے، اقرأ کا امام اور مقتدی سے کیا تعلق ہے؟

---

(۱) "حكى الاستاذ أبو بكر بن فورك عن بعضهم أن (استوى) بمعنى علا، ولا يراد بذلك العلو المسافة والتميز والكون فى الإمكان متمكناً فيه، و لكن يراد معنىً يصح نسبته إليه سبحانه، و هو على هذا من صفات الذات، وكلمة (ثمّ) تعلقت بالمستوى عليه لا بالاستواء، أو أنها للتفاوت فى الرتبة و هو قول متين.

و أنت تعلم أن المشهور من مذهب السلف فى مثل ذلك تفويض المراد منه إلى الله تعالىٰ، فهم يقولون : استوى على العرش على الوجه الذى عناه سبحا نه منزهاً عن الاستقرار والتمكن، وأن تفسير الاستواء بالاستيلاء تفسير مرذول، إذ القائل به لا يسعه أن يقول: كاستيلاء نا، بل لا بد أن يقول : هو استيلاء لائق به عزوجل، فليقل من أول الأمر: هو استواء لائق به جل و علا". (تفسير روح المعانى :۱۳۶/۸، دار إحياء التراث العربى)

(وكذا فى معارف القرآن :۵۰۲/۴، سورة يونس ، ادارة المعارف)

(۲) "الاستواء معلوم والكيف مجهول ، والسوال عنه بدعة ، والإيمان به واجب ، و هذه طريقة السلف، وهى أسلم، والله أعلم ". (شرح الفقه الأكبر لملا على القارى ، ص:۳۸، قديمى)

(۳) "و هذا كما روى عن مالك رحمه الله تعالىٰ أن رجلاً سأله من قوله تعالىٰ: ﴿الرحمن على العرش استوى﴾ (طه :۵) قال مالك: الإستواء غير مجهول ، والكيف غير معقول ، والإيمان به واجب ، والسؤال عنه بدعة، و أراك رجل سوء". (تفسير القرطبى : ۱۷۶/۱، سورة البقرة الآية: ۲۹، دارالكتب العلمية بيروت)

۳......"اقرأ" کے جزوی انکار کرنے والے کو یا مکمل انکار کرنے والے کو کیا کہیں گے؟

۴......اگر امام "اقرأ" یعنی "پڑھو" کو اپنی ذمہ داری نہیں لیتا یا اس کی مدد بالفعل نہیں کرتا اور مخالفت کم یا زیادہ کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اس کی ذمہ داری نہ لینے کی وجہ سے پورے قصبے کی حمایت اس کو نہیں ملتی جس کی وجہ سے چندہ بخوبی وصول نہیں ہوتا اور لڑکوں کی تعلیم مکمل نہیں ہوتی۔ اس امام پر کیا فتوی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱......سب سے پہلے جب جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام وحی خداوندی لیکر آئے اس وقت مخصوص طور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا "اقرأ" اس پر ارشاد فرمایا: "ما أنا بقاری" پھر بحکم الٰہی تدبیر کی، جس سے وحی الٰہی کے پڑھنے پر قدرت حاصل ہوگئی (۱)۔

۲......یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ نمبر:۱ میں گزرا، اس کا تعلق امام یا مقتدی سے نہیں، نہ اس سے نماز کی قرأت مراد ہے (۲)۔

۳......جو شخص یہ کہے کہ یہ "سورۂ اقرأ" قرآن پاک کی سورت نہیں، اللہ پاک نے نازل نہیں فرمائی تو وہ غلط کہتا ہے جیسا کہ نمبر:۱ میں مذکور ہے (۳)۔

۴......اگر امام اپنے مقتدیوں کو یہ کہتا ہے کہ تم لوگ امام کے پیچھے قرأت مت کرو بلکہ خاموش رہو تو یہ امام "اقرا" کا منکر و مخالف نہیں وہ صحیح راستہ پر ہے۔ خود مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

---

(۱) "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها أنها قالت: أول ما بُدئ به رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من الوحی الرؤیا الصالحة فی النوم (إلی قوله) حتی جاء ه الحق و هو فی غار حرآء، فجاء ه الملک فقال: إقرأ؟ فقال: "فقلت: ما أنا بقاری" قال: "فأخذنی، فغطّنی حتی بلغ منّی الجهد، ثم أرسلنی، فقال: إقرأ، فقلت: ما أنا بقاریء قال: فأخذنی فغطّنی الثالثة، ثم أرسلنی فقال: "إقرأ باسم ربک الذی خلق ، خلق الإنسان من علق اقرأ وربک الأکرم". الخ (صحیح البخاری، باب کیف کان بدؤ الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الخ: ۱/۲ ، قدیمی)

(۳،۲) (راجع صحیح البخاری المصدر السابق)

"إذا قرأ فأنصتوا"(۱) جب امام قرأت کرے تو اس کے پیچھے مقتدی خاموش رہیں۔کسی خارجی رعایت سے حدیث شریف کی مخالفت کرنا جائز نہیں، اگر امام کا مطلب کچھ اور ہے تو واضح کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تفسیر"لا یمسه إلا المطهرون"

سوال[۱۰۸۴]: زید کا کہنا ہے آیت کریمہ: ﴿إنه لقران کریم، فی کتاب مکنون، لا یمسه إلا المطهرون، تنزیل من رب العالمین﴾ میں جملہ "لا یمسه" کے متعلق مفسرین کے دوقول ہیں: پہلا قول جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جملۂ لا یمسه ،کتاب مکنون کی صفت ہے اور کتاب مکنون سے مراد لوحِ محفوظ ہے اور مطهرون سے مراد ملائکہ ہیں۔یہی تفسیر حضرت انس، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ضحاک، جابر بن زید، عبد الرحمٰن ابن زید ابونہیک ابوالعالیہ، قتادہ وغیرہم سے منقول ہے۔ اس تاویل کا حاصل یہ ہے کہ لوحِ محفوظ کو سوائے ملائکہ کے اور کوئی نہیں چھوتے، اس تفسیر وتاویل کے لحاظ سے مصحفِ مجید کو بے وضو اور جنابت والا بغیر غلاف چھونے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔فقہائے حنبلیہ اسی تفسیر وتاویل کو اختیار کر کے کہتے ہیں کہ مصحف مجید کو بے وضو اور جنابت والے کو بغیر غلاف کے چھونا جائز ہے۔

دوسرا قول جو عطاء، طاؤس، سالم، قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ جملہ لا یمسه قرآن کریم کی صفت ہے اور قرآن کریم سے مراد مصحف مجید ہے اور مطهرون سے مراد وہ مومنین ہیں جو باوضو وغسل ہوں۔اس

---

(۱) "وفی حدیث جریر عن سلیمان عن قتاده من الزیادة: "وإذا قرأ فأنصتوا" ...... فحدیث أبی هریرة فقال: هو صحیح یعنی: "وإذا قرأ فأنصتو" فقال: هو عندی صحیح، فقال: لِمَ لم تضعه ها هنا؟قال: لیس كل شيء عندی صحیح و ضعته ها هنا، إنما وضعت ها هنا ما أجمعوا علیه". (الصحیح لمسلم، کتاب الصلوة، باب التشهد فی الصلاة: ۱/۱۷۴، قدیمی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له وأنصتوا، لعلکم ترحمون﴾ (سورة الأعراف آیت: ۲۰۴ پاره: ۹)

"وعن أبی موسی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: علّمنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا قمتم إلی الصلاة، فلیؤمكم أحدكم، وإذ قرأ الإمام فأنصتوا". رواه أحمدومسلم، وهوحدیث صحیح".

(آثار السنن، باب فی ترک القرأة خلف الإمام فی الجهریة الخ، ص: ۱۰۹، مکتبه امدادیه ملتان)

تفسیر وتاویل کے لحاظ سے مصحفِ مجید کو بے وضواور جنابت والے کے لئے بغیر غلاف چھونے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ فقہائے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اسی تفسیر وتاویل کو اختیار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ مصحفِ مجید کو بے وضواور جنابت والے کو چھونا بغیر غلاف جائز نہیں صحیح ہے، یا نہیں؟ بحوالہ تفسیر معتبرہ بیان فرماویں۔

حاجی قاضی محمد زماں قاضی ایٹہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس آیت کی تفسیر میں دوقول ہیں: اول یہ کہ ضمیر منصوب "لا یمسه" میں راجع ہے "کتاب مکنون" کی جانب اور "مطهرون" سے مراد ملائکہ ہیں۔

اوردوسراقول یہ ہے کہ ضمیرِ منصوب قرآنِ کریم کی طرف راجع ہے اور "مطهرون" سے وہ لوگ مراد ہیں جو باغسل اور باوضو ہوں (۱) تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

﴿لا یمسه إلاالمطهرون﴾ من جمیع الأدناس أدناس الذنوب و غیرها إن جعلت الجملة صفةً "لکتاب مکنون" و هو اللوح، وإن جعلتها صفةً للقران فالمعنی: لا ینبغی أن یمسه إلا من هو علی الطهارة من الناس اهـ"(۲)۔

تفسیر بیضاوی، میں: ﴿لا یمسه إلا المطهرون﴾ لا یطلع علی اللوح إلا المطهرون من الکدورات الجسمانیة و هم الملائکة، أو لا یمس القرآن إلاالمطهرون من الأحداث، فیکون نفیاً بمعنی النهی اهـ "(۳)۔

---

(۱) "وقال العوفی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما : "لا یمسه إلا المطهرون" ' یعنی الملائکة، وعن قتادة "لا یمسه إلا المطهرون" قال: لا یمسه عند الله إلا المطهرون الخ ، وقال ابن زید: زعمت کفارقریش أن هذا القرآن نزلت به الشیاطین، فأخبر الله تعالیٰ أنه لایمسه إلا المطهرون. وقال الآخرون : (لا یمسه إلا المطهرون): أی من الجنابة والحدث". (تفسیر ابن کثیر: ۲۹۸/۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) دیکھئے: (مدارک التنزیل : ۶۴۲/۲ ، قدیمی)

(۳) دیکھئے: (تفسیرالبیضاوی: ۳۴۵، نور محمد کتب خانه کراچی)

(وکذا روح المعانی : ۲۷/ ۱۵۴ ، دار إحیاء التراث العربی)

اکثر کا قول یہ ہے کہ ضمیرِ منصوب قرآن کریم کی طرف راجع ہے:

"والضمير فى "لا يمسه" إن عاد إلى "الكتاب المكنون" كان المعنى لا يمس الكتاب المكنون فى اللوح المحفوظ إلا الملائكة المطهرون من الأدناس و الكدورات. وإن عاد إلى القرآن كان نهياً معنىً: أى لايمس القرآن إلا المطهرون من الأحداث (إلى أن قال): والمقصود أن قوله: (لا يمسه إلا المطهرون) وإن كان يحتمل المعانى – ولذا تركه صاحب الهداية – ولكن الأكثر على أنه نفى بمعنى النهى، وأن الضمير المنصوب راجع إلى القرآن، وأن الطهارة هوالطهارة عن الأحداث: أى لا يمس هذا القرآن إلا المطهرون من الأحداث، فلا يمسه المحدث والجنب ولا الحائض ولاالنفساء. و قد اشتهر فى كتب أبى حنيفة أنه لايجوز للمحدث والحائض والنفساء مس المصحف إلا بغلافٍ متجافٍ منفصل عنه، وأما قرأته فيجوز للمحدث فقط إن كان حافظاً لا لغيره، وإن كان ناظراً فلا يجوز القرأة للمحدث إلا إذا قلبت الأوراق بقلم أو سكين مع الكراهة، هكذا فى القنية. وذكرفى الحسينى: أن الشافعى ومالك لا يجوّزانِ مسه للمذكورين و لا حَملَه، والحنابلة يجوّزونها جميعاً للمحدث والجنب دون الحائض والنفساء، وأبو حنيفة لا يجوّز مسه للمذكورين إلا بغلاف متجاف. وعن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما أنه قال: أحب إلىّ أن لا يقرأ القرآن إلا المطهرون. و قد قيل: لا يمسه: أى لا يقرأه ". (تفسيرات أحمديه)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۱۸/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم، ۱۹/ ذی قعدہ/۵۳ھ۔

"ليس للانسان إلا ما سعىٰ" الاية

سوال[۱۰۸۵]: قولہ تعالیٰ: ﴿ليس للإنسان إلا ما سعىٰ﴾ الاية " اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کام میں خود انسان کی سعی نہ ہو، اس کا ثواب نہیں پہنچتا۔ کیا یہ آیت منسوخ ہے یا کسی حدیث سے تحقیق کی گئی ہے؟

(۱) (التفسيرات الأحمديه، ص: ۲۸۳ . سورة الواقعة ، المطبع الكريمى الواقع فى بمبئى)

الجواب حامداً و مصلیاً:

معتزلہ کا مذہب یہی ہے اور وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں (۱)۔ حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح ہدایہ میں اس کے آٹھ جوابات لکھے ہیں (۲) اور ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الروح میں بہت تفصیل سے معتزلہ پر رد کیا ہے (۳)۔ اموات کو احیاء کے افعال: دعاء، صوم، صلوۃ، صدقہ وغیرہ سے نفع پہنچنا، خود قرآن

---

(۱) "ویعلم من مجموع ما تقدم أن استدلال المعتزلة بالآية على أن العبد إذا جعل ثواب عمله أيّ عملٍ كان لغيره لا ينجعل و يلغو جعله غيرتام". (روح المعانی :۲۷/۶۷ دار إحياء التراث العربی)

(۲) "وأما الجواب عن الآية فبثمانية أوجهٍ: الأول: أنها منسوخة بقوله تعالىٰ: ﴿والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم ......﴾ أدخل الأبناء الجنة بصلاح آبائهم، قاله ابن عباس رضی الله عنهما . الثانی : خاصة بقوم إبراهيم و قوم موسى عليهما السلام، يعنى فى صحف إبراهيم و موسى عليهما السلام: ﴿أن لا تزر وازرة وزر أخرى، و أن ليس للإنسان إلا ما سعى﴾ للعطف، فهذان فى صحيفتهما مختص بهما، فأما هذه الآية فلقد ما سعت و ما سُعى لها غيرها ، قاله عكرمة . الثالث: أن المراد بالإنسان الكافر هنا، و أما المؤمن فله ما سَعى و ما سُعى له، قاله الربيع بن أنس. الرابع: (أن ليس للإنسان إلا ما سعى) من طريق العدل، و أما من طريق الفضل فجاز أن يزيده الله تعالىٰ من فضله ما يشاء، قاله الحسن بن الفضل. الخامس: أن معنى ما سعى ما نوى ، قاله أبو بكر الرازى . السادس : أن ليس للإنسان الكافر من الخير إلا ما عمله فى الدنيا حتى لا يبقى له فى الآخرة خير ألبتة ، ذكره الأستاذ أبو اسحق الثعلبى . السابع: اللام بمعنى "على" :أى ليس على الإنسان إلا ما سعى كقوله تعالىٰ: ﴿و إن أسأتم فلها﴾: أى فعليها، و كقوله تعالىٰ: ﴿و لهم اللعنة﴾: أى عليهم . الثامن: ليس له إلا سعيه، غير أن الأسباب مختلفة ، فتارةً يكون سعيه فى تحصيل الشيء بنفسه ، و تارةً لتحصيل سببه كسعيه فى تحصيل ولد أو صديق يستغفر الله، و تارة يسعى فى خدمة الدين و العبادة ، فيكسب منه أهل الدين و الصلاح، فيكون ذلك سبباً حصل بسعيه اهـ". (البناية فى شرح الهداية للحافظ العينى ، كتاب الحج، باب الحج عن الغير ، مسئلة : إيصال الثواب للأحياء والأموات: ۳۹۶/۵، مكتبه حقانيه ملتان)

(۳) "أما قوله تعالىٰ: ﴿وأن ليس للإنسان إلا ما سعى﴾، فقد اختلف طرقُ الناس فى المراد بالآية، فقالت طائفة : المراد بالإنسان ها هنا الكافر، و أما المؤمن فله ما سَعى و ما سُعى له بالأدلة ذكرناها .... و قالت طائفة : فى الآية إخبار بشرع من قبلنا، و قد دل شرعنا على أن له ما سعى و ما سُعى له .... =

کریم اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے: ﴿والذین جاء وا من بعدهم، یقولون ربنا اغفر لنا و لإخواننا الذین سبقونا بالإیمان﴾۔ الایة (۱)

﴿والذین آمنوا واتبعتهم ذریتهم بإیمانم ألحقنا بهم ذریتهم﴾۔ الایة (۲)

صلوۃِ جنازہ کی مشروعیت اسی غرض کے لئے ہے: "من سنّ سنةً حسنةً، فله أجرها وأجر من عمل بها". الحدیث (۳)۔

قبرستان میں جاکر "قل هو الله" شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا، صدقہ جاریہ کا ثواب پہنچتے رہنا وغیرہ وغیرہ بہت سی احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ اور عمل بھی تھا کہ وہ ثواب پہونچایا کرتے تھے (۴)۔ آیت ﴿لیس للإنسان إلا ما سعیٰ﴾ الایۃ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

= ...... و قالت طائفة: اللام بمعنى "على": أي و ليس على الإنسان إلا ماسعىٰ .... و قالت طائفة أخرى: الآية منسوخة بقوله تعالىٰ: ﴿والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بإيمان، ألحقنا بهم ذريتهم﴾ و هذا منقول عن ابن عباس رضي الله عنهمااه". (كتاب الروح ، (المسئلة السادسة عشرة) و هي : هل تنتفع أرواح الموتى بشيء من سعي الأحياء أم لا: ۲۰۱، ۲۱۰، دار الكتاب العربي)

(۱)(سورة الحشر : ۱۰)

(۲) (سورة الطور: ۲۱)

قال الإمام أحمد : "أنبأنا العلاء عن أبيه ، عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا مات الإنسان، انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة : إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أوولد صالح يدعو". (مسند الإمام أحمد : ۶۵/۳، رقم الحديث: ۸۶۲۷، دار إحياء التراث العربي)

"وعنه: (عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه) أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: " من دعا إلى هدى ، كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً الخ". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱۰۹/۳، رقم الحديث: ۸۹۱۵، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۳) (الصحيح لمسلم : ۳۴۱/۲ كتاب العلم، باب من سن سنة ، قديمي كراچي)

(۴) "عن عائشة رضي الله عنها أن رجلاً أتى النبي ﷺ، فقال: يا رسول الله ! إن أمي افتلتت نفسها ولم توص و أظنها لو تكلمت تصدقت، أفلها أجر إن تصدقت عنها؟ قال: "نعم." قال النووي تحته : "وفي هذا الحديث : أن الصدقة عن الميت تنفع الميت و يصل ثوابها، و هو كذلك بإجماع العلماء، و كذا =

فرماتے ہیں کہ: ﴿والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بإیمان ألحقنا بھم ذریتھم﴾ سے منسوخ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

”ضربت علیھم الذلة والمسکنة“ کا مطلب

سوال[۱۰۸۲]: قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ضربت علیھم الذلة والمسکنة﴾

= أجمعوا على وصول الدعاء و قضاء الدين بالنصوص الواردة". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووى، كتاب الزكاة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه: ۱/۳۲۴، قديمى)

قال العلامة الكاسانى رحمه الله تعالىٰ: "فإن من صام أو تصدق أو صلى و جعل ثوابه لغيره من الأموات أو الأحياء، جاز، و يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، و قد صح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه ضحىّ بكبشين أملحين: أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته ممن آمن بواحدنية الله تعالىٰ و برسالته صلى الله عليه وسلم، و روى أن سعيد بن أبى وقصاص رضى الله عنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أمى كانت تحب الصدقة أفأتصدق عنها؟ فقال النبى صلى الله عليه وسلم: "تصدق". و عليه عمل المسلمين من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من زيارة القبور و قراء ة القرآن عليها و التكفين، والصدقات، والصوم، والصلوة، و جعل ثوابها للأموات". (بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل: الحج عن الغير: ۳/۲۷۰، ۲۷۱، دار الكتب العلمية بيروت)

قال الحصكفى رحمه الله: "كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها". ويقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، و إنا إن شاء الله بكم لاحقون، و يقرأ يٰس. وفى الحديث: "من قرأ الإخلاص أحد عشرة مرةً، ثم وهب أجرها للأموات، أعطى من الأجر بعدد الأموات". قال الشامى رحمه الله: "صرح علمائنا فى باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو غيرها.......... الأفضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات؛ لأنها تصل إليهم، و لا ينقص من أجره شىء، هو مذهب أهل السنة والجماعة اهـ". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الجنائز، مطلب فى القرأة للميت و إهداء ثوابها له: ۲/۲۴۲، ۲۴۳، سعيد)

(۱) قال العلامة الآلوسى رحمه الله تعالىٰ: "و عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أن الآية منسوخة بقوله تعالىٰ: (والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم)". (روح المعانى: ۲۷/۶۶، دارإحياء التراث العربى)

(و كذا فى تفسير ابن كثير: ۴/۳۳۰، دار الفيحاء دمشق)

الـــخ، یہود کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہیں گے ان کو کبھی اقتدار حاصل نہیں ہوگا۔ میرا ایمان یہی ہے اور یقین بھی ہے، لیکن آج جب کہ ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ جناب والا ان کی آج حکومت ہے، فلسطین پر قابض ہیں، عرب مسلمان پریشان ہیں۔ یہ اعتراض سن کر میں تو بغلیں جھانکنے لگا اور پسینہ آ گیا۔ میں کم علم کیا، کچھ پڑھا لکھا ہی نہیں، صرف مولوی نما ہوں، کیا جواب دیتا، وہی سبق کا سنا ہوا ایک جواب کہ ان کی حکومت مستقل نہیں بلکہ امریکہ کے رحم وکرم پر ہے اور یہاں بالذات حکومت کی نفی ہے۔ لیکن عیسائی معترض نے کہا کہ یہ بتائیے کہ حکومت کونسی مستقل ہے، سب ایک دوسرے کے تعاون سے چلتی ہیں، کوئی بھی بالذات نہیں، آج پاکستان کا ساتھ امریکہ چھوڑ دے تو ہندوستان اسے ہڑپ کر جائے اور ہندوستان کا ساتھ روس چھوڑ دے تو چین اسے جینے نہ دے، سعودی عرب، مصر، اردن وغیرہ جتنی حکومتیں ہیں سب پر ایک دوسرے کا سایہ ہے، اسی طرح کا تعاون امریکہ بھی اسرائیلیوں کا کر رہا ہے۔ اسرائیلی نمائندہ ہر عالمی میٹنگ میں موجود ہوتا ہے ان کو سب تسلیم کر رہے ہیں، آخر یہ بھی انسان ہیں، ان کا بھی حق ہے، یہ بھی اپنے لئے کوئی مستقل جائے قیام چاہتے ہیں، اس کے لئے انہوں نے اپنی پرانی جگہ تجویز کی اور عربوں کو بھگا کر فلسطین پر قابض ہو گئے، آج ان کی حکومت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا قرآن کی پیشین گوئی درست ثابت نہیں ہوئی۔ برائے مہربانی جلد جواب سے نوازیں تاکہ ان معترض صاحب کو بتایا جا سکے اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا جا سکے؟

نجم الرحمٰن قاسمی چلکانہ سہارنپور

الجواب حامداً و مصلیاً :

﴿ضربت علیهم الذلة والمسکنة الخ﴾ (۱) میں سلطنت کی نفی کہاں ہے کہ موجودہ حالات سے معارضہ کیا جائے، جب تک کسی آیت یا قوی روایت سے سلطنتِ یہود کی ہمیشہ کے لئے نفی ثابت نہ ہو قرآن و حدیث کی تکذیب نہیں کی جاسکتی (۲)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں جو یہودی تھے اول

---

(۱) (سورة البقرة: ۶۱)

(۲) تفسیر جلالین میں ہے: "الذلة الذل، والهوان والمسکنة: أی أثر الفقر، من السکون، والخزی، فهی لازمة لهم و إن کانوا أغنیاء لزوم الدرهم المضروب لسکنه". (جلالین: ۱/۱۰۱، قدیمی کراچی)

تفسیر ابن کثیر میں ہے: "لا یزالون مستذلین، من وجدهم استذلهم و ضرب علیهم الصغار". =

ان کو معاہدہ میں شریک کیا گیا، مگر ان کی کمینہ حرکات ختم نہ ہوئیں۔ دو قبیلے: بنونضیر، بنوقریظہ تھے، ان میں آپس میں بھی سخت اختلاف تھا، ایک قبیلہ خزرج کا سہارا لیتا تھا اور دوسرا اوس کا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنے کے باوجود چپکے چپکے قریشِ مکہ سے ساز باز کی اور ان کو مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور اپنے مسلک کے بالکل خلاف بعض یہود نے مکہ معظمہ پہونچ کر مشرکین کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے بت کو سجدہ بھی کیا(۱)۔ ادھر کعب بن اشرف نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی (۲)۔ نیز ابورافع

= (تفسير ابن كثير : ۱/۱۴۶، المكتبة دار الفيحاء دمشق)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اخیر میں جو بات تحریر فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ کچھ یہودیوں کا کہیں تھوڑا، بہت اقتدار حاصل ہو جانا پوری قوم یہود پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھوپی ہوئی دائمی ذلت کے منافی نہیں جیسا کہ حضرت تحریر فرماتے ہیں: ''یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں سب سے پہلے یہود ہیں، ان کی شریعت ان کی تہذیب سب سے پہلی ہے، اگر پوری دنیا میں فلسطین کے ایک چھوٹے سے قصبے پر ان کا تسلط کسی طرح ہو بھی گیا تو پوری دنیا میں یہ حصہ ایک نقطہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے، اس کے بالمقابل نصاریٰ کی سلطنتیں اور مسلمانوں کے دورِ تنزل کے باوجود ان کی سلطنتیں بت پرستوں کی سلطنتیں، لا مذہبوں کی حکومتیں جو جگہ جگہ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں ان کے مقابلے میں فلسطین اور وہ بھی آدھا اور اس پر بھی امریکہ و برطانیہ کے زیرِ سایہ کوئی تسلط یہودیوں کا ہو جائے تو کیا اس سے پوری قوم یہود پر اللہ کی طرف سے لگائی ہوئی دائمی ذلت کا کوئی جواب بن سکتا ہے''۔ (تفسير معارف القرآن: ۱/۱۸۴، ادارة المعارف كراچی)

(وكذا فى التقرير الحاوى فى حل تفسير البيضاوى: ۴/۱۴۴، اداره تاليفات اشرفيه)

(۱) ان تمام حالات کے لئے دیکھئے: ....''وهم قبيلة من يهود المدينة، وكان بينهم وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عقد موادعة الخ''. (عمدة القارى، كتاب المغازى، باب حديث بنى النضير: ۱۷/۱۶۸-۱۷۰، رقم الحديث: ۴۰۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ''فخرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى بنى النضير مستعيناً بهم فى دية القتيلين ...... فقالوا: إنكم لن تجدوا الرجل (يعنون بالرجل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) على مثل حاله هذا، و رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى جنب جدار من بيوتهم قاعد، فمن رجل يعلو على هذا البيت فيلقى عليه صخرة فيريحنا منه...... و هذا معنى قوله : ''و ما أرادوا'' أى و فى بيان ما أراد بنو النضير من الغدر برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اهـ''. (عمدة القارى، كتاب المغازى، باب حديث بنى النضير: ۱۷/۱۶۸، ۱۶۹، دار الكتب العلمية)

نے بہت ہی کمینہ حرکات کیں، نتیجہ یہ ہوا کہ کعب بن اشرف قتل ہوا، ابورافع قتل ہوا (۱)۔

اوس وخزرج کی نگاہوں سے بھی گر گئے، عہد شکنی کی بنا پر بنوقریظہ قتل کئے گئے، بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا۔ سورۂ حشر میں ان کے حالات پڑھیئے کس طرح اپنے گھروں کو اجاڑ کر نکلے ہیں، یہ ان کی ذلت ومسکنت سب کی نظروں میں تھی (۲)، ہوسکتا ہے آیتِ مذکورہ میں اسی کو بیان کیا گیا ہو (۳) نہ کہ آئندہ کے حالات کو جیسا کہ مکہ مکرمہ کو (وادٍ غیر ذی زرع) قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کو لیکر وہاں تشریف لائے اس وقت اس مقام پر یہی حال تھا، آج وہاں باغات، درخت، سب چیز موجود ہے جو کہ آیت کے منافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

---

(۱) "فلما استمكن منه، قال: دونكم، فقتلوه، ثم أتوا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأخبروه". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قتل كعب بن أشرف: ۲/۵۷۷، قديمي)

"عن البراء بن عازب: قال: "بعث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رهطاً إلى أبي رافع، فدخل عليه عبد الله بن عتيك بيته ليلاً و هو نائم، فقتله". (صحيح البخاري، باب قتل أبي رافع: ۲/۵۷۷)

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: روح المعاني: ۲۸/۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، دار احياء التراث العربي)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/۴۲۴، دار الفيحاء بيروت)

(۳) یہود کی موجودہ حالت اور اسرائیلی حکومت کا قیام، یہ بھی نہ صرف قرآن کریم کے قطعی ارشادات کے منافی نہیں بلکہ قرآن کریم کے قطعی ارشادات کے عین مطابق ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: ﴿ضربت عليهم الذلة أين ما ثقفوا إلا بحبل من الله و حبل من الناس﴾ الخ" (سورة آل عمران: ۱۱۲)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "بہت سے حضرات مفسرین نے اس کو استثنائے منقطع قرار دیا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنی ذات اور اپنی قومی حیثیت سے تو ذلیل وخوار رہیں گے، گو قانونِ الٰہی کی وسعت میں آکر ان کے بعض افراد اس سے محفوظ ہوجائیں گے، یا دوسرے لوگوں کے سہارا لے کر ذلت وخواری پر پردہ ڈال دیں"۔ (معارف القرآن: ۱/۱۸۴، ادارة المعارف)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسير ابن كثير: ۱/۵۲۶، دار الفيحاء دمشق)

(وكذا في تفسير روح المعاني: ۴/۱۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير جلالين: ص: ۵۸، قديمي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۵/۴۶۸، مادہ "ف، فلسطين" دانش گاہ لاہور)

"إن الذين اٰمنوا والذين هادوا والنصارى" پر اشکال اور اس کا جواب

سوال[۱۰۸۷]: مومن ہونے کے لئے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول دونوں ضروری ہیں، اللہ و رسول میں سے اگر کسی ایک پر بھی ایمان نہ لائے تو مؤمن نہیں ہوسکتا لیکن آیت: ﴿إن الذين اٰمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين من اٰمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحاً، فلهم أجرهم عند ربهم، ولا خوف عليهم، و لا هم يحزنون﴾ میں ایمان بالرسول کا کہیں ذکر تک نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان بالرسول ضروری نہیں، اگر ضروری ہے تو عدم ذکر کی وجہ تحریر فرمائی جائے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

ایمان بالرسول کے ساتھ ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتب بھی ضروری ہے، نیز ایمان بالقدر بھی ضروری ہے(۱) لیکن ہر آیت میں تمام چیزوں کو بیان نہیں کیا گیا، موقع اور مقام کے لحاظ سے کہیں تمام چیزوں کا ذکر کردیا گیا، کہیں بعض کا، اسی طرح یہاں بھی بعض کے بیان پر اکتفا کیا گیا جس کی حکمت بیان کی جاسکتی ہے، مثلاً: یہ کہ جتنے فرقے اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب ایمان بالرسول رکھتے تھے، یہود و نصاری کا حال تو ظاہر ہے، صائبین کے متعلق بھی ایک قول یہی ہے (۲)۔ جس طرح عدم ذکر سے ایمان بالکتاب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالقدر کی ضرورت کی نفی کرنا صحیح نہیں اسی طرح ایمان بالرسول کی ضرورت کی نفی کرنا بھی درست نہیں۔ ایک کلیہ یاد رکھئے کہ عدمِ ذکر، ذکرِ عدم کو مستلزم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) وفي حديث جبريل "قال: فأخبرني عن الإيمان قال: أن تؤمن بالله و ملائكته و كتبه ورسله واليوم الآخر و تومن بالقدر خيره و شره". (المشكوة: ۱/۱۱، كتاب الإيمان، قديمي كراچي)

(وكذا في الصحيح لمسلم: ۱/۲۷، كتاب الإيمان، قديمي)

(وكذا في سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في القدر: ۲/۲۹۷، امدايه ملتان)

(۲) قال العلامة الآلوسي: "الإمام أبو حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه يقول: إنهم (الصابئين) ليسوا بعبدة أوثان، وإنما يعظّمون النجوم كما تعظم الكعبة، و قيل: هم قوم موحدون يعتقدون تأثير النجوم و يقرّون ببعض الأنبياء كيحيىٰ عليه السلام، و قيل: إنهم يقرون بالله تعالىٰ، ويقروّن الزبور، و يعبدون الملائكة، و يصلون إلى الكعبة .... و في جواز مناكحتهم وأكل ذبائحهم كلام للفقهاء". (روح المعاني ۱/۲۷۹، دار إحياء التراث العربي)

(والفقه الإسلامي وأدلته: ۸/۶۴۲۰، رشيديه)

﴿جاعل الذين اتبعوك﴾ کی تفسیر

سوال[۱۰۸۸]: ﴿و جاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة﴾ میں "الذين اتبعوا" سے مراد تقریباً سارے مفسرین نے عیسائی اور مسلمان لئے ہیں، لیکن آج کل قرآن کی یہ حقیقت اپنی صداقت کھو بیٹھی ہے اور سیاق وسباق میں "الذين كفروا" سے اسرائیل ہی کی تخصیص کر دیا ہے۔ اگر کافرین سے مطلق مراد لیا جائے تو عالمگیر پیمانہ پر مسلمانوں کی پستی مسلم ہے نہیں تو بعد التخصیص اسرائیل سے مسلمانوں کی پستی واضح ہے۔ مفسرین "الذين كفروا" سے عیسائی بھی مراد لیتے ہیں۔ یہ بات سمجھ نہیں آتی ہے کہ آج کل عیسائی حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے کیسے متبع مانے جاسکتے ہیں جب کہ وہ تثلیث پرستی اور مختلف گمراہ کن نظریات وعقائد کی دنیا میں گم نظر آتے ہیں تو پھر مفسرین کا یہ خیال کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے؟

فوق سے کیا مراد ہے؟ اور حکومت کے معاملہ میں یا کسی اَور چیز میں آیتِ مذکورہ "الذين اتبعوك" سے مسلمان مراد لئے جائیں تو "حبل من الله و حبل من الناس" کی آیت اس کے لئے ناسخ مانی جاسکتی ہے یا نہیں؟ حضرت عیسی علیہ السلام نزول کے بعد شادی کریں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر مفسرین کی لکھی ہوئی کوئی بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے یا آپ کی معلومات پر منطبق نہ ہوتو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ "آج کل قرآن کی حقیقت اپنی صداقت کھو بیٹھی ہے" کہاں تک درست ہے اور آپ غور کریں کہ اس سے ایک مؤمن کا ایمان کس حد تک مجروح ہوجاتا ہے، قرآنی صداقت جس قلب سے کھو جائے کیا وہ قلب بھی مسکنِ ایمان رہے گا؟ ایسے کلمات کے کہنے اور لکھنے سے کلی اجتناب لازم ہے، یہود ونصاری کے واقعات کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع نہ کیا جائے، تحقیق کے لئے دوسرا عنوان بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اتباع ایک حقیقی ہوتا ہے، ایک ادعائی ہوتا ہے یعنی دعوی یہ ہے کہ ہم حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے متبع ہیں اگرچہ اعتقاداً وعملاً بے شمار امور میں مخالفت کرتے ہیں، مگر ادعاءً سب ہی نصرانی ہیں جیسے کہ اسلام کے مدعی بھی دونوں قسم کے ہیں۔ اگر یہاں یہ مراد ہو کہ جو لوگ نصرانی ہونے کے مدعی ہیں، ان کو غلبہ ہوگا اس جماعت پر جو ان پر ایمان نہیں رکھتی بلکہ ان کا منکر ہے یعنی یہود پر تو آپ کا اشکال ختم ہوجائے گا، یہ قول بھی تفسیر

مظہری،ص:۵۷ میں موجود ہے(۱)وقیل :"أراد بهم النصارى فهم فوق اليهود إلى يوم القيامة". (۲)۔اورفوق کی تفسیر کی ہے۔بالحجۃ والسیف فی غالب الاحوال۔اب "حبل من الله حبل من الناس "(۳) سے تعرض کی بھی حاجت نہیں۔

حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام بعدنزول شادی کریں گے:"فيتزوج بعد النزول و يولد له، ويمكث أربعين سنةً، ثم يتوفى" إلى آخره (۴)۔عقیدۃ الاسلام (۵)۔علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مستقل رسالہ ہے جس میں انہوں نے اتباع کی مذکورہ دونوں صورتیں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ فتح البیان میں بھی ہے(۶)،

---

(۱) "(و جاعل الذين اتبعوك) الخ يعني يعلونهم بالحجة والسيف في غالب الأحوال و متبعوه الحواريون، و من كان من بني إسرائيل على دينه الحق قبل مبعث النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والمسلمون من أمة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الذين صدقوه واتبعوا دينه في التوحيد، ووصيته باتباع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حيث قال: (ومبشراً برسول يأتي من بعدى اسمه أحمد) و قيل: أرادبهم النصارى، فهم فوق اليهود إلى يوم القيامة إلى الآن، لم يسمع غلبة اليهود عليهم". (التفسير المظهري: ۵۷/۲ ، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) (التفسير المظهري: ۵۷/۲)

(۳) (سورة آل عمران: ۱۰۳)

(۴) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ينزل عيسى بن مريم إلى الأرض فيتزوج، و يولد له، و يمكث خمساً و أربعين سنةً، ثم يموت فيدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسى بن مريم في قبر واحد بين أبي بكر وعمر". رواه ابن الجوزي في "كتاب الوفاء". (مشكوة المصابيح ،ص: ۴۸۰، كتاب الفتن، باب نزول عيسى ، قدیمی کراچی)

(۵) (عقيدة الإسلام لشيخ أنور شاه الكاشميري، ص: ۴۵، ۴۶، ادارة القرآن)

(۶) "وعلى كل حال فغلبة النصارى لطائفه الكفار أو لكل طوائف الكفار لا ينافي كونهم مقهورين مغلوبين لطوائف المسلمين، كما يفيد الآيات الكثيرة بأن هذه الملة الإسلامية ظاهرة على كل الملل، قاهرة لها، مستعلية عليها......... ثم بعد البعثة المحمدية لا شك أن المسلمين هم المتبعون لعيسى لإقراره لنبوة محمد ﷺ و تبشيره بها كما في القرآن الكريم و الإنجيل ، بل في الإنجيل : الأمر لأتباع عيسى بأتباع محمد ﷺ . ... =

حافظ ابن حجر (۱) ابن کثیر (۲) ابن تیمیہ (۳)، علامہ آلوسی (۴) وغیرہ کی کتابوں میں سیر حاصل بحث موجود ہے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا بھی ایک مضمون مفصل رسالہ دارالعلوم میں اسی سال شائع ہوا ہے، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۸۹ھ۔

= فالمتبعون لعيسى بعد البعثة المحمدية هم المسلمون فى أمر الدين، ومن بقى على النصرانية بعد البعثة المحمدية، فهو و إن لم يكن متبعاً لعيسى فى أمر الدين و معظمة، لكنه متبع له فى الصورة، و فى الإسم، و فى الجزئيات من أجزاء الشريعة العيسوية، فقد صدق عليهم أنهم متبعون له فى الصور ة و فى الإسم و فى شيء مما جاء به. و إن كانوا على ضلال و وبال و كفر، فذلك لا يوجب خروجهم عن العموم المذكور فى القرآن الكريم .... و الأولون هم الأتباع حقيقةً، وغيرهم الأتباع فى الصورة". (تفسير فتح البيان: ۶۸/۲، سورة آل عمران: ۵۵، مطبعة العاصمة، شارع الفلكى بالقاهرة)

(۱) دیکھئے: (التلخيص الحبير للحافظ ابن حجر رحمه الله تعالىٰ، ص: ۳۱۹، دار نشر الكتب الإسلاميه لاهور)

(۲) دیکھئے: (تفسير ابن كثير: ۴۸۷/۱ . ۴۹۳ دار الفيحاء دمشق)

(والطبقات الكبرى للشعرانى: ۲۶/۱ دارالكتب العلميه بيروت)

(۳) "و أما قوله تعالىٰ ﴿يا عيسى إنى متوفيك .... و جاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة﴾ فهو حق كما أخبر الله تعالىٰ به، فمن اتبع المسيح عليه، جعله الله فوق الذين كفروا إلى يوم القيامة، و كان الذين اتبعوه على دينه الذى لم يبدل قد جعلهم الله فوق اليهود، و أيضاً فالنصارى فوق اليهود الذين كفروا به إلى يوم القيمة، و أما المسلمون فهم مؤمنون به ليسوا كافرين به، بل لما بدل النصارى دينه و بعث الله محمداً ﷺ بدين الله الذى نزل به المسيح وغيره من الأنبياء جعل الله محمداً (ﷺ) و أمته فوق النصارى إلى يوم القيمة اهـ". (التفسير الكبير لإبن تيمية، فصل: موقف الأمم من الرسل: ۱۸۸/۳، ۱۹۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) (روح المعانى: ۵۹۵/۱ و ۱۸۳/۳ دار إحياء التراث العربى)

(وكنز العمال: ۶۱۸/۱۴ مكتبه التراث الإسلامى حلب)

(و تفسير الحازن لعلى بن محمدخازن: ۲۳۴/۱ دار المعرفه بيروت)

﴿إن الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر﴾ کا مطلب

سوال[۱۰۸۹]: ﴿إن الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر﴾ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز منع کرتی ہے تب تو کوئی اشکال نہیں، اگر یہ ہے کہ روک دیتی ہے تو کیا اس سے مقبولِ نماز مراد ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر پورے خشوع سے اس کے اوپر ثواب کا تصور کرتے ہوئے اور تاثیرات کا استحضار کر کے پڑھی جائے تو روک بھی دیتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

﴿وما تشائون إلا أن يشاء الله﴾ کا مطلب

سوال[۱۰۹۰]: "وما تشائون إلا أن يشاء الله" کا کیا مطلب ہے(۲)؟ اور پھر یہ بھی ارشاد ہے: ﴿فمن شاء فليؤمن، ومن شاء فليكفر الخ﴾ الاية (۳) پھر جزاء وسزا کیوں مرتب ہوتی ہے؟ جب کہ سب کچھ مشیتِ ایزدی ہی سے ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ تقدیر ہے، اس پر ایمان لانا فرض ہے، بحث وتفتیش کی اجازت نہیں(۱) کہ دامن تر مکن

---

(۱) وقال ابن كثير أبي العالية : في قوله تعالىٰ : (إن الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر) ، قال: إن الصلاة فيها ثلاث خصال، فكل صلاة لا يكون فيهاشيء من هذه الخصال فليست بصلاة: الإخلاص والخشية و ذكر الله، فالإخلاص يأمره بالمعروف، و الخشية تنهاه عن المنكر، و ذكر الله القرآن يأمره و ينهاه". (تفسير ابن كثير : ۵۵۰/۳، ۵۵۱، المكتبة الفيحاء دمشق)

(وكذا في روح المعاني : ۱۶۳/۲۰، دار إحياء التراث العربي)

" حدثنا وكيع أخبرنا الأعمش قال : أخبرنا أبو صالح عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال : "جاء رجل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: فقال: إن فلاناً يصلي بالليل، فإذا أصبح سرق ، فقال : إنه سينهاه ما تقول". (مسند الإمام أحمد : ۱۹۸/۳، رقم الحديث: ۹۴۸۶، المكتب الإسلامي بيروت)

(۲)(الدهر : ۳۰) (۳) (الكهف : ۲۹)

(۴) "قال في شرح السنة: الإيمان بالقدر فرض لازم الخ". (مرقاة، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر: ۲۵۶/۱، رشيديه) .... =

ھشیار باش. فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۶/۸۷ھ۔

﴿لئن شکرتم لأزیدنکم﴾ کا مطلب

سوال[۱۰۹۱]: قرآن پاک کی آیت ﴿لئن شکرتم لأزیدنکم﴾ ہے اور آدمی کو جب تکلیف ہوتی ہے تو وہ بھی ایک نعمت خداوندی ہے، اس پر اگر شکر کرے گا تو اس کے اندر زیادتی ہوگی حالانکہ انسان یہ نہیں چاہتا کہ میں ہر وقت تکلیف میں مبتلا رہوں، اس صورت میں اس آیت شریفہ کا کیا مطلب ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اصل نعمت اجر و ثواب ہے تکلیف، رنج، مرض، مشقت پر صبر بھی اس کا ذریعہ ہے، راحت، صحت، شادمانی، عافیت پر شکر بھی اس کا ذریعہ ہے۔ ایک ذریعہ سے بچ کر دوسرا ذریعہ اختیار کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک مقصد تک پہونچنے کے دو راستے ہوں ایک آسان دوسرا دشوار، دشوار کو چھوڑ کر آسان اختیار کرنا مذموم نہیں (۱)،

= "عن أبی هريرة –رضی الله تعالیٰ عنه– قال: خرج علينا رسول الله صلی الله عليه وسلم ونحن نتنازع فی القدر، فغضب حتی احمر وجهه حتی كأنما فُقئ فی وجنتيه حب الرمان، فقال: "أبهذا أمِرتم، أم بهذا أرسلت إليكم؟ إنما هلك من كان قبلكم حين تنازعو فيه". رواه الترمذی، وروی ابن ماجه نحوه عن عمر و بن شعيب عن أبيه عن جده". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الفصل الثانی، ص: ۲۲، قديمی)

"وأصل القدر سر الله تعالیٰ فی خلقه، لم يطلع علی ذلك ملك مقرّب ولا نبی مرسل، والتعمق والنظر فی ذلك ذريعة الخزلان، وسلّم الحرمان، ودرجة الظغيان، فالحذر كل الحذر من ذلك نظراً وفكراً ووسوسةً الخ". (شرح العقيدة الطحاويه، أصل القدر سر الله، ص: ۱۸۰ – ۱۹۴، مكتبه الغرباء، الجامعة الستاريه، كراتشی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾. (البقرة: ۲۸۶)

قال العلامة الآلوسی فی شرحه: "(الوسع) ما تسعه قدرة الإنسان أوما يسهل عليه من المقدور، =

لہٰذا تکلیف کا علاج بھی مشروع بلکہ مسنون ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیو بند، ۴/۳/۹۵ھ۔

حضرت مسیح کی فضیلت "کلمته" اور "و روح منه" سے

سوال[۱۰۹۲]: قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿إنما المسيح عيسى ابن مريم، ورسول الله، و كلمته ألقاها إلى مريم، و روح منه﴾ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو ایک تو "کلمہ" کہا گیا ہے یہ تو اس معنی کر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "کن" کہہ کر پیدا فرمایا ہے اور "کن" اللہ تعالیٰ کا کلمۂ تخلیقی ہے، دوسری بات یہ کہ آپ کے بارے میں یہ "روح منه" فرمایا گیا ہے۔ اس جملہ سے دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں: ایک تو یہ کہ روح بدن کا ایک حصہ ہوا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان بدن فرض کر کے اس سے روح کو اگر مانا جائے تو شاید یہ۔ نعوذ باللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی ابنیت کی طرف مشیر ہوگا اور یہ بولا بھی جاتا ہے اردو میں بیٹے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ میری روحِ رواں ہے یا پھر حد درجہ قریب والے کے لئے کہتے ہیں جیسے بیوی کو کہتے ہیں میری روح، میری روح کی تسکین وغیرہ۔

= وهو مادون مدى طاقته: أى سنته تعالى أنه "لا يكلف نفساً" عن النفوس إلا ما تطيق وإلا ما هو دون ذلك كما فى سائر ما كلفنا به من الصلاة و الصيام مثلاً، فإنه كلفنا خمس صلوات والطاقة تسع ستاو زيادة، و كلفنا صوم رمضان والطاقة تسع شعبان معه، و فعل ذلك فضلاً منه و رحمةً بالعباد أو كرامةً و منةً على هذه الأمة خاصةً". (روح المعانی: ۶۹/۳، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(و كذا فی تفسير ابن كثير: ۱/۴۵۷، دار الفيحاء دمشق)

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاء" قال العلامة العينیؒ تحته: "وفيه إباحة التداوی و جواز الطب". (عمدة القاری، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً: ۳۴۲/۲۱، رقم الحديث: ۵۶۷۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"وعن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "لكل داء دواء، فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله". قال القاری رحمه الله تعالىٰ تحته: "فيه إشارة إلى استحباب الدواء، و هو مذهب السلف وعامة الخلف........... و حاصله أن رعاية الأسباب بالتداوی لا ينافی التوكل". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول: ۲۸۹/۸، رقم الحديث: ۴۵۱۵، رشيديه)

دوسری بات یہ ہے کہ روایت ہے: ’’جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو تمام ارواح کی آپ کو صلب میں ڈال دیا اور پھر آپ کی صلب سے تمام ارواح پیدا کی گئیں، لیکن حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی روح اللہ تعالیٰ نے الگ رکھ لی تھی، جو کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی صلب سے نہیں نکالی گئی‘‘۔ اس معنی کو لے کر یہ کہا جائے گا کہ آپ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے پیدا شدہ ہیں، اللہ کی روح سے ہیں یا روح ہیں۔

بہرصورت اس میں حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے خاص گہرا جزء کا سا لگاؤ اور ساتھ ہے، تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے، غیر انسان پر تو انسان کو فضیلت ہے ہی، غیر انسان چاہے فرشتہ ہی کیوں نہ ہو اور پھر جب کہ انسان نبی اور جلیل القدر نبی ہو تو اس کی فضیلت میں کیا شک ہے، لیکن یہاں سے یہ آگ سلگتی ہوئی آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی پہونچتی ہے کہ حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی فضیلت ہے، کیونکہ آپ نے اپنی فضیلت ابنِ آدم پر بتائی ہے اور حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام ابن آدم نہیں، اس لئے اس طرح تو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

اب رہ جاتی ہے یہ حدیث قدسی کہ آپ باعث تخلیق کون ومکان ہیں تو اس سے بھی حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ایسا ہوا کرتا ہے کہ جیسے ہم نے کوئی کارخانہ لگایا اور وہ اپنے دوست کی وجہ سے لگایا یعنی اسے اس کا منیجر یا نگران بنانے کے لئے تا کہ اس کی عزت اس طرح دوبالا ہو اور دوست کا خرچ پانی بھی نکلتا رہے، لیکن اس کی تمام آمدنی کس کے لئے، بیٹے کے لئے ہے، تو قرب زیادہ بیٹے کو ہوگا اور محبت بھی اس سے زیادہ ہوگی اور فضیلت بھی زیادہ بیٹے ہی کو ہوگی، تو اس معنی کو لے کر خاص لگاؤ حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام سے روح ہونے کے ناطے مانا جائے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا نگراں، یا منیجر ہونے کے ناطے سے اَوروں پر فضیلت کہی جاسکتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت کا بھی حق حاصل ہوگا، اس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے تو اس کو یوں سمجھئے کہ جب دوست کارخانہ کا منیجر ہے تو کسی کو ملازم رکھے یا اگر مالک کسی سے ناراض ہے تو اس کی سفارش بیٹا یا بیوی یا اَور کوئی خاص رشتہ دار تو کرنے سے رہا، یہ کام منیجر ہی کرے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی چونکہ کارخانہ میں فضیلت کے اعتبار سے آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بڑے ہوئے ہیں، اس لئے آپ گناہ گاروں کی سفارش کریں گے کارخانہ کے منیجر کی حیثیت سے، لیکن جو منشاء ومبنی فضیلت، بڑائی، اشرفیت کا ہے وہ حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ہے۔" غرض کہ آیتِ مذکورہ سے حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی افضلیت پر طرح طرح سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ برائے کرم جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر یہ تقریر عیسائی معترض کی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآنِ کریم وحدیث شریف کو بھی مانتا ہے، پھر اس نے مجتہدانہ استنباط سے اشکال کیا ہے تو اس کو چاہئے کہ قرآنِ کریم کی جو تفصیل وتشریح حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور حضرت نبی اکرم کے افضل الرسل ہونے کی جو روایات حدیث میں موجود ہے (۱) ان سب کے ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز استنباط واجتہاد سے کام نہ لے، کیونکہ نصِ صریح کے مقابلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں (۲)۔ یہ بات کونسی روایت میں ہے کہ صلبِ آدم میں ارواح ڈالتے ونکالتے وقت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی روح علیحدہ محافظ خانہ میں رکھ لی تھی۔

---

(۱) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : أنا سید وُلد آدم یوم القیامة، وأول من ینشق عنه القبر، وأول شافع، و أول مشفَّع". (الصحیح لمسلم : ۲/۲۴۵، کتاب الفضائل، قدیمی کراچی)

"قوله: "أنا سید ولد آدم یوم القیامة" قال النووی رحمه الله تعالیٰ : "قال الهروی : السید: هو الذی یفوق قومه فی الخیر .... وأما قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "یوم القیامة" مع أنه سید هم فی الدنیا والآخرة الخ". (تکمله فتح الملهم : ۴/۴۷۳، دار العلوم کراچی)

(وکذا فی شرح مسلم للنووی علی هامش مسلم : ۲/۲۴۵، کتاب الفضائل، قدیمی کراچی)

(وفیض الباری : ۴/۱۹۸، خضر راه بکڈپو دیوبند)

(۲) "أما ما لا یجوز الاجتهاد فیه: فهو الأحکام المعلومة من الدین بالضرورة والبداهة، أو التی تثبت بدلیل قطعی الثبوت، قطعی الدلالة، مثل وجوب الصلوة الخمس والصیام والزکاة والحج .... فإنه لا مجال للاجتهاد فیها". (أصول الفقه الإسلامی، المبحث الثالث: مجال الاجتهاد: ۲/۱۰۵۲، رشیدیه)

معراج میں جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو وہاں بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز کس نے پڑھائی (۱)، کیا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھائی اور حدیث میں ہے: "آدم من دونہ تحت لوائی" (۲)۔

نیز بغیر باپ کے پیدا ہونے پر اشکال کیا گیا تھا تو اس کا قرآن کریم میں جواب دیا گیا کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا کیا گیا، مگر آدم علیہ الصلاۃ والسلام بغیر ماں باپ کے پیدا کئے گئے (۳)۔ نیز عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے جو بشارت دی: ﴿مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ أحمد﴾ (۴) اور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت نبی اکرم کے مناقب وفضائل معلوم ہونے پر درخواست کی کہ یا اللہ مجھے ان کی امت میں بنادے مگر چونکہ وہ نبی تھے امتی کا درجہ نبی سے کم ہوتا ہے، اس لئے ان کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور زمانہ اخیر میں بطور مہمان آسمان سے نازل ہوں گے کہ ان کی

---

(۱) قال الحافظ ابن كثير: "عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: "لماكان ليلة أسری برسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم إلی بيت المقدس، أتاه جبريل بدابة فوق الحمار دون البغل، حمله جبريل عليها ينتهی خفها حيث ينتهی طرفها، فلما بلغ بيت المقدس و بلغ المكان الذی يقال له: باب محمد صلی الله تعالیٰ عليه وسلم، أتی إلی الحجر الذی ثمةً .... ثم انصرفت فلم ألبث إلا يسيراً حتی اجتمع ناس كثير، ثم أذن مؤذن وأقيمت الصلاة، قال: فقمنا صفوفاً ننتظر من يؤمّنا، فأخذبيدی جبريل عليه الصلاة والسلام، فقدّمنی فصليت بهم، فلماانصرفت، قال: جبريل: يامحمد! أتدری من صلی خلفک؟ قال: "قلت: لا، قال: صلی خلفک كل نبی بعثه الله عزوجل". (تفسير ابن كثير: ۳/۱۰، ۱۱، سورة الإسراء، مكتبه دارالفيحاء دمشق)

(۲) (مسند الإمام أحمد: ۱/۲۶۳، ۲۶۴، رقم الحديث: ۲۵۴۲، دار إحياء التراث العربی بيروت)

(۳) قال الشيخ محمد أنور شاه الكشميری رحمه الله تعالیٰ "وإن قالوا: خلق عيسی عليه الصلاة والسلام من غير ذكر، فقد خلق آدم من تراب بتلک القدرة من غير أنثیٰ و لا ذكر، فكان كماكان عيسی لحماً و دماً و شعراً و بشراً، فليس خلق عيسی من غير ذكر بأعجب من هذا". (عقيدة الإسلام: ۱۳۶، ادارة القرآن كراچی)

وقال الله تعالیٰ: ﴿إن مثل عيسی عند الله كمثل آدم خلقه من تراب، ثم قال له كن فيكون﴾. (آل عمران: ۵۹)

(۴) (سورة الصف: ۶)

خواہش بھی ایک معنی کو لے کر پوری ہوجائے گی کہ وہ امت میں آکر شامل ہوجائیں گے اور ان کی نبوت بھی برقرار رہے گی، اس کو ان سے سلب نہیں کیا جائے گا اور جس حدیث میں ان کے نزول من السماء کی بشارت ہے، اس میں یہ بھی ہے "إمامكم منكم" کہ ان کے آنے کے باوجود امامت کی فضیلت اسی امت کو حاصل ہوگی (۱)۔

اس سب کے علاوہ غور طلب یہ بات ہے کہ جس عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، عیسائی تو اس کے قائل ہی نہیں، ان کو جانتے ہی نہیں بلکہ وہ تو عیسی کو "الٰہ" مانتے ہیں، "ابن اللہ" مانتے ہیں، ایسے عیسی کا تذکرہ تو قرآن وحدیث میں کہیں نہیں بلکہ اس کی پوری پوری تردید موجود ہے جس عیسی کو "الٰہ" اور "ابن اللہ" کہا جاتا ہے ان کا جب وجود ہی نہیں تو اس کی فضیلت کا کیا سوال، ان عیسائیوں کا تو ایمان ہی نہیں حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام پر اور جس عیسی پر ایمان ہے اس کا وجود نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

"قال هي عصاي" کی عجیب تشریح وتفسیر

سوال[۱۰۹۳]: واعظ زید نے وعظ کرتے ہوئے حسبِ ذیل آیت: ﴿وما تلك بيمينك يا موسى، قال هي عصاي، أتوكأ عليها، وأهش بها على غنمي، و لي فيها مآرب أخرى ـ تا ـ سيرتها الأولى﴾ (طٰہٰ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ایک جلیل القدر نبی کے ساتھ ناشائستہ لفظوں کو منسوب کردیا

---

(۱) "ذكر الملا على القاري: في المرقاة: "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "والله! لينزلن ابن مريم حَكَمًا عادلاً، فليكسرنّ الصليب، وليقتلن الخنزير، و ليضعن الجزية، و ليتركن القلاص، فلا يسعى عليها اهـ". رواه مسلم، و في رواية لهما: قال: "كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم؟"

قال القاري في شرحه " وإمامكم منكم": أي من أهل دينكم، وقيل: من قريش و هو المهدي. والحاصل أن إمامكم واحد منكم دون عيسى، فإنه بمنزلة الخليفة .... و يحتمل أن يكون معنى "إمامكم منكم" كيف حالكم وأنتم مكرمون عند الله تعالىٰ، والحال أن عيسى ينزل فيكم وإمامكم منكم و عيسى يقتدي بإمامكم تكرمةً لدينكم، و يشهد له الحديث الآتي الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۹/۴۴۰، كتاب الفتن، حقانيه پشاور)

(وأيضاً في عقيدة الإسلام للشيخ انور شاه الكشميري: ۸۲، ۸۳، ادارة القرآن كراچى)

کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ''موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا عصا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ'' داداہو، دادا گیری کرتے پھرتے ہو''۔ ایسا بہتانِ عظیم ذاتِ باری تعالیٰ پر باندھنے اور اس طرح تفسیر بالرائے کرنے والے کے متعلق از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ اور اس واعظ کو اس کے ردِ عمل کے طور پر کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا بڑی غلطی وجرأت ہے (۱) بہتان ہے، آئندہ ہرگز ایسا نہ کیا جائے، بغیر علم کے وعظ ہرگز نہ کہا جائے، ہاں کوئی معتبر کسی عالم حقانی کی کتاب ہو جس کے مضامین بیان کرنے اور سنانے کی واعظ میں صلاحیت ہو اور مجمع میں سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہو اس کتاب کے سنانے میں مضائقہ نہیں، مگر اس کی کوئی تشریح بغیر علم کے اپنی طرف سے نہ کی جائے، ورنہ غلطی کا اندیشہ ہے جس سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

''ارض'' کی جمع قرآن کریم میں کیوں نہیں؟

سوال [۱۰۹۴]: قران مجید کے اندر جمع کا لفظ ''أرض'' یعنی زمین کے متعلق وارد نہیں ہوا بلکہ واحد آیا ہے اور آسمان کے لئے جمع کا لفظ آیا ہے جیسے آیۃ الکرسی میں ہے ''له ما فی السموات وما فی الأرض'' کیا زمین کے طبقات نہیں ہیں جیسے سات طبق آسمان کے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زمین صرف ایک اور جز سات ہیں یا علیحدہ علیحدہ سات طبق ہیں مثل آسمان کے؟ شعراء وعوام عام طور سے چودہ طبق کہتے ہیں مثلاً:

کئے چودہ طبق پیدا خدا نے　　دکھائے معجزے خیر الوری نے

اور احادیث میں ہے کہ سات دوزخیں زمین میں ہیں اور سات جنت آسمان میں۔

---

(۱) احادیث میں اس کی سخت وعید آئی ہے، چنانچہ مسند احمد میں ہے: ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''من قال فی القرآن بغیر علم، فلیتبوأ مقعده من النار''. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۸۵/۱، رقم الحدیث: ۲۰۷۰، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح: ۴۸۹/۱ کتاب العلم، رشیدیه)

(وجامع الترمذی: ۹۵/۲، کتاب العلم، سعید)

الجواب حامداً و مصلیاً :

سات زمین ہونا حدیث سے صراحۃً ثابت ہے(۱) اور قرآنِ کریم میں بھی سورۂ طلاق کے آخر میں ہے: ﴿والله الذی خلق سبع سموات و من الأرض مثلهن﴾ (۲)،اس کی تفسیر جلالین شریف میں ہے:"سبع أرضین" سات اجزاء نہیں بلکہ سات طبق آسمانوں کی طرح ہیں(۳)۔

بعض روایات میں ہر زمین کے کچھ حالات بھی علیحدہ منقول ہیں، کذا فی الطرائس(٤)،

---

(۱) قال الإمام أحمد : "حدثنا عبد الله، حدثنی أبی، ثنا یحی عن هشام وابن نمیر، ثنا هشام، حدثنی أبی عن سعید بن زید بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : قال ابن نمیر : سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، طوّقه یوم القیامة إلی سبع أرضین " (مسند الإمام أحمد : ۱/۱۸۸ دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) (سورة الطلاق : ۱۲)

(۳) (جلالین، ص: ۴۶۴)

"وعلی الهامش قوله: یعنی سبع أرضین اعلم أن العلماء أجمعوا علی أن السموات سبع طباق بعضها فوق بعض، و أما الأرضون فالجمهور علی أنها سبع کالسموات بعضها فوق بعض ،وفی کل أرض سکان من خلق الله، و علیه فدعوة الإسلام بأهل الأرض العلیا؛ لأنه الثابت والمنقول، ولم یثبت أنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و لا أحد ممن بعده نزل إلی الأرض الثانیة و لا غیرها من باقی الأرضین و بلغهم الدعوة". (هامش الجلالین، ص: ۴۶۴، قدیمی)

(۴) یہ کتاب نہیں ملی البتہ روح المعانی وغیرہ میں ایسی روایات موجود ہیں:

"أی و خلق من الأرض مثلهن .... و المثلیة تصدق بالإشتراک فی بعض الأوصاف، فقال الجمهور : هی ههنا فی کونها سبعاً وکونها طباقاً بعضها فوق بعض بین کل أرض و أرض مسافة کما بین السماوات والأرض، و فی کل أرض سکان من خلق الله عزوجل، لا یعلم حقیقتهم إلا الله تعالیٰ. و عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: أنهم إما ملائکة أوجن، و أخرجه ابن جریر و ابن أبی حاتم .... أنه قال فی الآیة: سبع أرضین، فی کل أرض نبیٌّ کنبیکم، وآدم کآدم، و نوح کنوح، وإبراهیم کإبراهیم، وعیسی کعیسی ....و أخرج ابن أبی حاتم والحاکم و صححه عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما مرفوعا : "أن بین کل أرض والتی تلیهاخمس مائة عام، والعلیا منها علی ظهر حوت قد التقی طرفاه فی =

وبدائع الظھور(۱) ومجموعۃالفتاوی(۲)۔

= السماء، والحوت علی صخرة، والصخرة بید ملک، والثانية سجن الريح، والثالثة: فيه حجارة، والرابعة فيها كبريتها، والخامسة فيها حيّاتها، والسادسة فيها عقاربها، والسابعة فيها صقر و فيها إبليس مصفر بالحديد، يدٌ أمامه و يدٌ خلفه، يطلقه الله تعالىٰ لمن يشاء اهـ". (روح المعانی :۲۸/ ۱۴۲، ۱۴۳، سورة الطلاق : ۱۲، دار إحياء التراث)

(و كذا في تفسير ابن كثير :۴/۴۹۴، ۴۹۵، سورة الطلاق : ۱۲، دار الفيحاء)

(۱) "(قال وهب بن منبه): لما فتق الله الأرض و جعلها سبعاً كان اسم الطبقة الأولىٰ أديماً، والثانية بسيطاً، والثالثة ثقيلاً، والرابعة بطيحاً، والخامسة حيناً، والسادسة مسكة، والسابعة الثرى، وفي بعض الروايات تختلف أسمائها. قال الثعلبي: إن الأرض الثانية تخرج منها الريح، و سكانها أمم يقال لهم: الطمس، وطعامهم من لحومهم، و شرابهم من دمائهم، والطبقة الثالثة: سكانها أمم وجوههم كوجوه بني آدم، و أفواههم كأفواه الكلاب، و أيديهم كأيدي بني آدم، وأرجلهم كأرجل البقر، و آذانهم كآذان البقر، و على أبدانهم شعر كصفوف الغنم و هو منهم ثياب. و يقال: إن ليلنا نهارهم و نهارهم ليلنا، والطبقة الرابعة: سكانها أمم يقال لهم: الحلهام، وليس لهم أعين و لا أقدام، بل لهم أجنحة مثل أجنحة القطا، والطبقة الخامسة: بها أمم يقال لهم: الخشن و هم كأمثال البغال، و لهم أذناب كل ذنب نحو ثلثمائة ذراع، و في هذه الأرض حيّات كأمثال النخل الطوال، ولهم أنياب مثل الجمال، والطبقة السادسة: بها أمم يقال لهم الحثوم وهو سُود الأبدان، و لهم مخالب كمخالب السباع، و يقال: إن الله تعالىٰ يسلطهم على يأجوج و مأجوج حين يخرجون على الناس اهـ". (بدائع الزهور في وقائع الدهور، ذكر مبدأ خلق الأرض، ص:۷، ۸، مكتبه الساميه ميزان ماركيٹ كوئٹه)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه في قوله تعالىٰ: ﴿و من الأرض مثلهن﴾ قال: سبع أرضين في كل أرض نبي كنبيكم، و آدم كآدمكم، و نوح كنوح، و إبراهيم كإبراهيم، و عيسى كعيسى". هذا حديث صحيح الإسناد.

و في الدر المنثور: "أخرجه ابن أبي حاتم .... سبع أرضين .... و في أجوبة اللأسئلة للزرقاني: السوال الخامس والسادس و الأربعون: هل الأرض سبع طبقات كالسماء، وهل فيهن خلق الله؟ الجواب: قال الله: (و من الأرض مثلهن) و قال في آية أخرى: (ألم تروا كيف خلق الله سبع سموات طباقاً) فأفاد أن طباقاً في الآية الأولى مراد و إن لم يذكر، فيكون المثلية في الأرض كذلك .... و كذا الحديث الآخر: "ماالسموات السبع و ما فيهن و مابينهن في الكرسي إلا كحلقة ملقاة =

جمع کا لفظ ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ لفظ فصیح نہیں اور قرآن کریم میں اعلیٰ درجہ کے فصیح الفاظ آئے ہیں، غیر فصیح نہیں آئے (۱)۔ نیز لفظِ ارض اسم جنس ہے، قلیل کثیر سب کے لئے مستعمل ہوتا ہے (۲) اور بعض کا قول ہے کہ لفظ ارض خود جمع ہے جس کا واحد نہیں آتا ہے، کذا فی منتهی الأرب (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

= بأرض فلاة" .... و فی تفسیر محمد بن علی الشوکانی المسمی "فتح القدیر" (الله الذی خلق سبع سموات و من الأرض مثلهن): أی و خلق من الأرض مثلهن یعنی سبعاً، و قد اختلف فی کیفیة طبقات الأرض ، قال القرطبی فی تفسیره : اختلف فیهن علی قولین : أحدهما وهو الجمهور علی سبع أرضین طباقاً، بعضهم فوق بعض، بین کل أرض مسافة کما بین السماء والأرض، و فی کل أرض سکان خلق الله اهـ". (مجموعة رسائل اللکنوی ، زجر الناس علی إنکار أثر ابن عباس ، الباب الأول فیمن تکلم علی الأثر: ۱/۳۹۷، ۴۰۰)

(أحکام القرآن للقرطبی :۱۸/۱۱۵، سورة الطلاق : ۱۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱) "وقال الإمام فخر الدین : وجه الإعجاز الفصاحة و عزابة الأسلوب والسلامة من جمیع العیوب .... و مثال ابن عطیة : الصحیح والذی علیه الجمهور والحذاق فی وجه إعجازه أنه بنظمه و صحة معانیه و توالی فصاحة ألفاظه، و ذلک أن الله أحاط بکل شیء علماً .... و قال حازم فی منهاج البلغاء : وجه الإعجاز فی القرآن من حیث استمرت الفصاحة والبلاغة فیه من جمیع أنحائها فی جمیعه استمراراً لا یوجد له فترة اهـ". (الإتقان فی علوم القرآن ، النوع الرابع والستون فی إعجاز القرآن: ۲/۲۳۲، دار ذوی القربیٰ)

(وکذا فی مناهل العرفان فی علوم القرآن ، الخامس : إعجاز القرآن و بلاغة النبی صلی الله علیه وسلم : ۱/۲۸۹، ۲۹۰، دار إحیاء التراث العربی)

(۲) "أرض " اسم جنس، قاله الجوهری". (تاج العروس ، مادة : "أرض " :۱۸/۲۲۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(ولسان العرب : ۷/۱۱۰، نشر أدب الحوزة)

(۳) "أرض" بالفتح زمین و مؤنث است، واسم جنس یا جمع بدون واحد". (منتهی الأرب : ۱/۲۲، مادة : "أرض" مطبع اسلامی لاهور)

﴿یوم ندعو کل أناس بإمامهم﴾ کی تفسیر

سوال[۱۰۹۵]: ﴿یوم ندعو کل أناس بإمامهم﴾ إمام''ام'' کی جمع بتلاکر ایک عالم صاحب ترجمہ یوں فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جائیں۔ کیا''ام'' کی جمع بھی کہنا درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

''أم'' کی جمع امہات آتی ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿حرمت علیکم أمهاتكم﴾ الاية (۱) بعض لوگ اس کی جمع'' أمات'' بغیر ہاء کے بھی بولتے ہیں۔ ''فأما الجمع، فأكثر العرب على أمهات، و منهم من يقول: أمات''. لسان العرب (۲)۔ امام راغب اصفہانی نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ جانوروں کے حق میں''امات''اور انسانوں کے حق میں''امہات'':

''والأم قيل: أصله أمهة لقولهم: أمهات وأميهة، وقيل: أصله من المضاعف لقولهم: أمات و أميمة. قال بعضهم: أكثر ما يقال: أمات في البهائم و نحوها، و أمهات في الإنسان''۔ (المفردات في غريب القرآن)(۳)۔

تفسیر وشروح حدیث، لغت ومحاورات ادب میں ام کی جمع امام آئی ہوتو اس کا حوالہ دیا جائے: ﴿یوم ندعو کل أناس بإمامهم﴾ (۴) میں لفظِ امام سے مراد نبی ہیں، یا وہ کتاب ہے جو ان پر نازل ہوئی، یا نامۂ اعمال کی کتاب ہے، یا ہر جماعت کا مقتدی ہے۔

یہ سب اقوال محدّثِ کبیر حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھے ہیں (۵)۔

---

(۱) (النساء : ۲۳)

(۲) (لسان العرب : ۱۲/۳۰، مادة ''أمم''، نشر أدب الحوزة)

(۳) (مفردات القرآن : ۴۲، أهل حديث اكيڈمی لاهور)

(۴) (سورة بني إسرائيل : ۷۱)

(۵) (يوم ندعو كل أناس بإمامهم) الخ. يخبر تبارك و تعالىٰ عن يوم القيامة أنه يحاسب كل أمة بإمامهم، و قد اختلفوا في ذلك: فقال مجاهد وقتادة: بينهم و هذا كقوله تعالىٰ: (و لكل أمة رسول فإذا جاء رسولهم قضى بينهم بالقسط). الاية، و قال بعض السلف: هذا أكبر شرف لأصحاب الحديث؛ لأن إمامهم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. و قال ابن زيد: لكتابهم الذي أنزل على نبيهم من التشريع =

امام سے والدہ مراد لینا اور ماں کی طرف منسوب کر کے بلایا جانا کس تفسیر میں ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے؟ وہ دریافت کر کے آپ ہمیں بھی مطلع کریں، بلا دلیل ایسی بات کہنا قرآنِ کریم کا ترجمہ یا تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے جس پر سخت وعید ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۲ھ۔

اللہ کو وکیل کیسے بنایا جائے؟

سوال[۱۰۹۶]: ﴿رب المشرق والمغرب لا إله إلا هو، فاتخذه وكيلاً﴾ یہ بتائیے کہ اس کو وکیل کیسے بنایا جائے؟ اس کی کچھ تشریح فرمائیں، غالباً صرف زبان سے تو کہنا کافی نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی کارساز وہی ہے جس طرح چاہے وہ کام بنا دے(۲)، ظاہری اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

= واختاره ابن جرير ...... عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما في قوله : (يوم ندعو كل أناس بإمامهم): أي بكتاب أعمالهم .... و يحتمل أن المراد بإمامهم: أي كل قوم بمن يأتمون به ...... الخ". (تفسير ابن كثير : ۷۳/۳، دار الفيحاء دمشق)

وقال العلامة الآلوسي : "و أخرج ابن مردويه عن علي كرم الله وجهه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الاية : "يدعى كل قوم بإمام زمانهم، وكتاب ربهم، وسنة نبيهم". وأخرج ابن أبي شيبة و ابن المنذر وغيرهما عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال : إمام هدى و إمام ضلالة". (روح المعاني: ۱۲۰/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:" من قال في القرآن بغير علم، فليتبوأ مقعده من النار". (مسند الإمام أحمد: ۳۸۵/۱، رقم الحديث: ۲۷۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال العلامة الألوسي: "(فاتخذه وكيلاً) لترتيب الأمر وموجبه على اختصاص الألوهية والربوبية =

کیا مغفرت فتح سے مربوط ہے، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تشبیہ کس چیز میں ہے؟

سوال[۱۰۹۷]: سورہ فتحنا میں ﴿إنا فتحنا لك﴾ کو ﴿ليغفرلك الله﴾ الآية (۱) کے ساتھ کیا ربط ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مغفرت اس فتح کی وجہ سے ہوئی؟ اور سورہ مزمل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے: ﴿إنا أرسلناك كما أرسلنا إلى فرعون رسولاً﴾ (۲) میں کس امر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اس ربط کو امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفاتیح الغیب: ۳۸۲/۷ میں چار طرح بیان کیا ہے: اول " إن الفتح لم يجعله سبباً لمغفرة و حدها، بل هو سبب لاجتماع الأمور المذكورة، و هي المغفرة و إتمام النعمة والهداية والنصرة كأنه تعالىٰ قال: ليغفرلك الله و يتم نعمته و يهديك و ينصرك، و لا شك أن الاجتماع لم يثبت إلا بالفتح، فإن النعمة به تمت، والنصرة بعده قد عمت الخ" (۳).

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور فرعون کی تکذیب پھر اس کے ہلاک کا قصہ اہلِ علم کے نزدیک مشہور و مسلم تھا، اسی بنا پر فرمایا کہ اسی طرح رسول برحق کو تمہاری طرف بھیجا جارہا ہے، اگر تم تکذیب کروگے تو عذاب کے منتظر رہو۔ هكذا في حاشية الجلالين (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= عزوجل، وكيل فعيل بمعنى مفعول: أي موكول إليه، والمراد من إتخاذه سبحانه وكيلاً أن يعتمد عليه سبحانه، ويفوض كل أمر إليه عزوجل." (روح المعاني: ۱۰۶/۲۹، ۱۰۷، دار إحياء التراث العربي)

(وكذافي تفسير ابن كثير رحمه الله تعالىٰ: ۵۶۳/۴، دار السلام رياض)

(۱) (پارہ: ۲۶، آیت: ۱، ۲)

(۲) (پارہ: ۲۹، آیت: ۱۵)

(۳) (مفاتيح الغيب: الموسوم بالتفسير الكبير، (سورة الفتح: ۲): ۷۸/۲۸)

(۴) "قوله: (كما أرسلنا إلى فرعون) خص موسى و فرعون بالذكر؛ لأن قصتهما مشهورة عند أهل مكة". (حاشية الجلالين، ص: ۴۷۸، مطبوعه قديمي)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۵۲۳/۴، دار السلام، رياض)

حیاتِ طیبہ کون سی زندگی ہے؟

سوال[۱۰۹۸]: دنیاوی زندگی سے پہلے کی حالت موت سے تعبیر کی گئی ہے جس کے بعد یہ زندگی ملی ہے، پھر موت آئے گی پھر اس کے بعد دوسری زندگی ملے گی جس کے لئے موت نہیں، یہ زندگی حشر کے دن ملے گی۔ اب رہی یہ بات کہ جو زندگی عالمِ برزخ میں مل رہی ہے، یہ تیسری زندگی کہلائے گی، یہ تیسری زندگی ہم لوگ تسلیم کریں گے تو کیا قرآن کے خلاف ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم کی ایک آیت: ﴿من عمل صالحاً من ذکر أو أنثیٰ وهو مؤمن، فلنحيينه حياةً طيبةً﴾ الاية میں حیاتِ طیبہ کا مصداق حیاتِ برزخی بھی ہے، جیسا کہ تفسیر مفاتیح الغیب میں مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۵/ ۹۱ھ۔

وقت شام سے کیا مراد ہے؟

سوال[۱۰۹۹]: قرآن شریف میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے صبح، شام اپنی تسبیح وتحمید کا حکم دیا ہے تو شام سے کونسا وقت مراد ہے؟ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت یا غروب کے بعد کا وقت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عصر کے بعد غروب سے پہلے کا وقت مراد ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۱/ ۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۱/ ۹۳ھ۔

---

(۱) "(والقول الثانی) وهو قول السدی: إن هذه الحياة الطيبة إنما تحصل فی القبر". (التفسير الكبير، الجزء: ۲۰، ص: ۱۱۳، دارالكتب العلمية، طهران)

(۲) "المساء وهو إقبال الليل بظلامه، وعند الصباح وهو إسفار النهار عن ضيائه". (ابن كثير: ۵۶۸/۳، الجزء الحادی والعشرون، مكتبه دارالسلام)

(وكذا فی روح المعانی: ۱۵۲/۳، دار احياء التراث)

قرآن پاک میں نبیوں کے لئے جو الفاظ آئے ہیں ان کا مفہوم

سوال[۱۱۰۰]: ۱......کیا ان آیاتِ مقدسہ میں اللہ عز وجل نے جو الفاظ فرمائے ہیں وہ واقعی عظمتِ رسالت کی سبکساری، عصمتِ نبوت کی درماندگی، یا انبیاء علیہم السلام کی کفار و مشرکین کے ساتھ اہانت، پامالی اور بے وزنی ظاہر کرنے کے لئے فرمائے گئے ہیں، یا پھر ان ہی لفظوں کو بطورِ اظہار کے عظمتِ رسالت ونبوت فرما کر مرسلین کے صادق المصدوق ومقام محمود میں ہونے کی شہادت کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ﴿ولو أشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون﴾ (۱). ﴿ولو تقول علينا بعض الأقاويل، لأخذنا منه باليمين، ثم لقطعنا منه الوتين﴾ الخ (۲). (اسی طرح دیگر آیاتِ مقدسہ)

دعا کے الفاظ والی صفات کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تھیں؟ (نعوذ باللہ)

سوال[۱۱۰۱]: ۲......کیا ان دعاؤں میں ذاتِ اقدس ﷺ نے جو الفاظ ادا فرمائے ہیں اور جن جن باتوں سے بچانے اور جس جس نیکی کی زیادتی کے لئے فرمایا ہے، کیا نعوذ باللہ ذاتِ رسالت مآب ﷺ میں حقیقاً ان باتوں کی کمی بیشی تھی؟ پھر جیسے "انی ذلیل" وغیرہ فرمایا ہے تو کیا حقیقی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہی ذاتِ مقدسہ کو کماحقہٗ ان الفاظ سے متصف تصور فرما کر بطورِ شہادت ان کا اظہار فرمایا ہے؟ یا ہم گنہگاروں کو دعا کرنے کے طور پر طریقے اور سلیقے سکھلائے؟ "اللهم إني أعوذبك من عذاب الكفر والفقر، ومن عذاب القبر" (۳). "اللهم إني ضعيف فقوّني، وإني ذليل فأعزني، وإني فقير فارزقني" (٤). "إليك ربّي فحببني، وفي نفسي لك فذللني، وفي أعين الناس فعظمني، ومن سئ الأخلاق فجنبني" (٥).

---

(۱) (الأنعام: ۸۸)

(۲) (الحاقة: ۴۴ - ۴۶)

(۳) (عمل اليوم والليلة، باب مايقول في دبر صلاة الصبح، رقم: ۱۱۱، ص: ۱۰۰، مكتبه الشيخ)

(۴) "رواه الطبراني في الأوسط، وفيه أبوداؤد الأعمى وهو ضعيف جداً". (مجمع الزوائد، باب الاجتهاد في الدعا: ۱۰/۱۷۹، ۱۸۲، دارالفكر)

(۵) "عن إبن لال في مكارم الأخلاق، وسنده ضعيف". (كنز العمال: ۲/۶۸۸، رقم: ۵۰۸۷، مكتبه التراث الاسلامي)

"اللهم اجعلني صبوراً، واجعلني شكوراً، واجعلني في عيني صغيراً وفي أعين الناس كبيراً"(۱). اسی قبیل کی دیگر دعائیں۔

ہم نے بامعنی قرآن مجید سے اس آیتِ مقدسہ کا مطلب ومفہوم یہی سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارو مشرکین کے اعتراض اور شکوک وشبہات کو رفع کرنے کے لئے اور اپنے مرسلین کی عظمت رفعت کی شہادت کے طور پر فرماتے ہیں کہ ہمارے یہ نبی من وعن تمہارے رب کی باتیں تمہیں سناتے ہیں، اس میں ذرہ برابر ہیر پھیر نہیں کرتے، نہ وہ غبی ہیں نہ خائن کہ کمی بیشی کرتے، اس لئے تم ان کی ہر بات کو وحی سمجھو، یقین رکھو کہ یہ تمہارے رب ہی کی طرف سے ہے وہ اس لئے کہ ہمارا خیال ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ اس میں لفظ "اگر" شرط ہے اگر ایسا کرتے تو ہم ایسا کرتے، مگر نہ نبی نے ایسا کیا، نہ کر سکتے ہیں، اس لئے کہ ہمارے قریب ان کا وہ مقام ہے جس کو ہم ہی جانتے ہیں اور اس لفظ شرط "اگر" نے ہمارے نفسِ خیال کے تحت اس آیت کی بڑی وضاحت کے ہمراہ تشریح وتفصیل ظاہر کردی ہے کیونکہ شرط کے ٹوٹنے پر مشروط کا مقام بھی بدل جاتا ہے، جیسے جرم ثابت ہو تو سزا واجب ہے ورنہ باعزت بری ہے یا پھر جیسے ﴿إنه كان ظلوماً جهولاً﴾ میں ظلوم وجہول ہی تحسین وتعریف کے مظہر وضامن بن کر رہ گئے ہیں یعنی بارِ امانت اٹھانے پر بطور سرزنش، تادیب واظہارِ ناراضگی کے ظلوم وجہول نہیں فرمایا گیا بلکہ بڑائی اور حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ اس کی نادانی وناسمجھی نے بھی اتنا بڑا کام کیا کہ جس بارِ امانت کو زمین وآسمان نہ اٹھا سکے اس نادان وکمزور نے اٹھالیا۔

مزید دعائیں ان دعاؤں کے سلسلہ میں ہم آج بھی اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ شرک، کفر، فسق، فجور، گناہ، کبر، نخوت، غرور، خودرائی، بےصبری، ناشکری وغیرہم قسم کی مقہورانہ خصلتیں، معتوبانہ عادتیں ایسی ہیں جن کے ملعونانہ ومردودانہ جراثیم ہم ہی میں پیدا ہو سکتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ طیبہ ان معذوبانہ ومغضوبانہ خبائث سے ہمیشہ منزہ ومبرہ رہی ہے اور ایسی کہ سہواً بھی اس کا سایہ اسوہ مرسلین پر نہ پڑ سکا، نہ پڑ سکتا تھا، اس لئے ہی ہمیں اس بات پر یقین ہے، نہ صرف یہ کہ نبی معصوم ہوتا ہے بلکہ معصوم صرف نبی ہی ہوتا ہے، پھر یہ کہ حالات

---

(۱) (مجمع الزوائد بلفظ: "اللهم اجعلني شكوراً واجعلني صبوراً". الحديث. رواه البزار، وفيه عقبة بن عبدالله الأصم وهو ضعيف، وحسن البزار حديثه". باب الاجتهاد في الدعا: ۱۸۱/۱)

ہمارے ہی موید نظر آرہے ہیں یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ اس قدر اور بے اندازہ عطا فرمایا تھا کہ پوری دنیا بھی اس کا اندازہ نہیں لگاسکتی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی بعض امتیوں کو جنت کی بشارت دیدی گئی، فتوحات کے دروازے کھول دیئے گئے، تخت وتاج قدموں پر آ کر گرے۔

پھر اس صورت حال کے پیشِ نظر عذابِ قبر، کفر، فقر، ذلت وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان دعاؤں کے الفاظ کا صحیح رخ براہِ راست رسالت ونبوت کے منصب ومقام کی طرف کس طرح ہوسکتا ہے، اس لئے بالیقین رب ارحم الراحمین نے ہمیں اپنے نبی کے ذریعہ دعا مانگنے کے طریقے سکھلائے تا کہ ہماری تمام تر ذلتوں اور روسیاہیوں کے بعد بھی ہم پر فضل وکرم، عطاء وبخشش، عفو ودرگزر کے باب کھل سکیں، لیکن ہمارے بعض بزرگ ہمارے خیال کی قطعی نفی کررہے ہیں اور اس امر پر مصر وبضد ہیں کہ ان آیات کا رخ براہِ راست مقامِ رسالت کی طرف اس انداز واحوال سے ہے جس سے اہانت سبکی کا اظہار واضح اور ظاہر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدائے جل وعلا نے جس مادے سے انسان کے اعضاء کو پیدا کیا اس کے قلب کو اس سے لطیف مادے سے پیدا کیا، اس وجہ سے قلب میں لطافت زیادہ ہوتی ہے اور جس مادے سے عامۂ مومنین کے قلوب بنائے جاتے ہیں خواص واولیاء کے اجسام اس مادے سے بنتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف مادے سے بنتے ہیں جن میں الہامات ومعارف کے برداشت کی قابلیت ہوتی ہے۔ اور جس مادے سے خواص واولیاء کے قلوب بنتے ہیں اس مادے سے انبیاء علیہم السلام کے اجسامِ طیبہ بنتے ہیں تو ان کے قلوب اور زیادہ لطیف ہوتے ہیں جن میں وحی الٰہی اور نزولِ ملائکہ کی برداشت ہوتی ہے اور جس مادے سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قلوب بنے اس مادے سے سید الانبیاء مرکز نبوت امام المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر تیار ہوا تو آپ کا جسد اطہر اور زیادہ لطیف مادے سے بنا جس میں معراج، او ادنیٰ، وقاب قوسین اور رویت کے برداشت کی طاقت تھی، وہاں حیاتِ طیبہ نور ہی نور ہے، شک ووہم معصیت کی ظلمت کی مجال نہیں کہ وہاں تک پہنچ سکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا پڑھی: یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك (۱) وغیرہ

---

(۱) "أم سلمة تحدث: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكثر في عدائه أن يقول: "اللهم مقلب القلوب اثبت قلبي على دينك". قالت: قلت: يارسول الله! أو أن القلوب لتتقلب؟ قال: "نعم، ما من =

تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا آپ کو ہم پر کچھ ڈر ہے بدل جانے کا؟ جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود بھی ان دعاؤں کا محمل یہی قرار دیا کہ تعلیمات امت کے لئے ہیں۔ جہاں جہاں "لئن اشرکت" وغیرہ ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دوسرے آدمیوں کو خطاب ہے، نیز نہ ماننے والوں کو تہدید ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ آیاتِ قرآنیہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از خود بنا کر ہماری طرف منسوب کردیتے ہیں، یہ بات نہیں کیوں کہ جو شخص ایسا کرے گا ﴿لأ خذنا منه بالمين﴾ نیز منطقی قاعدہ سے مقدم اور تالی کے درمیان تالی کا تحقق لازم نہیں صرف علامت بتانا مقصود ہوتا ہے کہ اگر فلاں چیز ہو تو اس پر فلاں چیز مرتب ہوگی جیسے: ﴿لو كان فيهما الهة إلا الله لفسدتا﴾(۱) تا کہ اگر تعددِ الٰہ ہوگا تو اس پر فساد مرتب ہوگا حالانکہ نفس الامر میں تعدد الٰہیہ محال ہے، نیز تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال صالحہ پر مغرور نہ ہو بلکہ ہر شخص اپنے آپ کو اللہ جل جلالہ کے سامنے حقیر اور ذلیل سمجھے، حدیث قدسی میں ہے:" الكبرياء ردائي " (۲)۔ نیز دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ" جس کے دل میں ذرا برابر تکبر ہوگا اس کو جہنم کی آگ میں جلا کر جب تک سارا تکبر ختم نہیں کردیا جائے گا وہ جنت میں جانے کا اہل نہیں ہوگا"(۳)۔ امید ہے کہ آپ کے اشکالات کی تشفی کے لئے یہ مضمون کافی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۹ھ۔

= خلقِ الله من نبي آدم من بشر إلا أن قلبه بين أصبعين من أصابع الله". الحديث. (مسند الإمام أحمد: رقم الحديث: ۴۲۸۷، دار احياء التراث العربي)

"وعن أنس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر أن يقول: "يا مقلب القلوب! ثبت قلبي على دينک"، فقلت: يا نبي الله! فهل تخاف علينا؟ قال: "نعم، إن القلوب بين إصبعين من أصابع الله يقلبها كيف شاء". رواه الترمذي وابن ماجة". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الفصل الثاني، ص: ۲۲، قديمي)

(۱) (الأنبياء: ۲۲)

(۲) (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الاول، ص: ۴۳۳، قديمي)

(۳) "ولا يدخل الجنة أحد في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر". رواه مسلم". (مشكوٰة المصابيح، المصدر السابق)

کیا ﴿تبت یدا أبی لهب﴾ کوسنا ہے؟

سوال[۱۱۰۲]: سورۂ لہب کے اندر اللہ تعالیٰ نے ابولہب کو کوسا ہے اور کوستا وہ ہے جس کو سزا دینے پر قدرت نہ ہو جیسے کہ ''تیرا بیڑا غرق ہو، تیرا ناس ہو'' وغیرہ۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ سزا دینے پر قادر ہے تو اس کو کوسنے کی کیوں ضرورت پیش آئی، سزا دیدیتا۔ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب آیت ﴿وأنذر عشیرتك﴾ (۱) نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر سب کو بلایا، اہل خاندان جمع ہوگئے، اول اپنے صدق کا اقرار ان سے لیا پھر عذاب خداوندی سے ان کو ڈرایا، اس پر ابولہب نے کہا تھا: ''تباً لك سائر الیوم، ألهذا جمعتنا''، اس کے اس مقولہ کا جواب اللہ پاک نے دیا ﴿تبت یدا أبی لهب﴾ یہ کوسنا نہیں بلکہ اس کی سخت بات کا جواب ہے (۲) اور اس کو اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعہ سے کر دکھایا کہ اس کو اور اس کی بیوی کو کس طرح ہلاک کیا اور: ﴿ناراً ذات لهب﴾ آخرت کے لئے ہے، اس کا وہاں عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر لہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۱ھ۔

---

(۱) (الشعراء: ۲۱۵)

(۲) قال الإمام أحمد: "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: "لما أنزل الله عزوجل: ﴿وأنذر عشیرتک الأقربین﴾ قال: أتی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الصفا، فصعد علیه، ثم نادی "یاصباحاه"! فاجتمع الناس إلیه بین رجل یجیء إلیه، و بین رجل یبعث رسوله، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "یا بنی عبدالمطلب! یا بنی فهر! یا بنی لوٴی! أرأیتم لو أخبرتکم أن خیلاً بسفح هذا الجبل ترید أن تغیر علیکم، صدقتمونی"؟ قالوا: نعم. قال: "فإنی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید".

فقال أبو لهب: تباً لک سائر الیوم، أما دعوتنا إلا لهذا؟ فأنزل الله عزوجل: (تبت یدا أبی لهب و تب)".

(مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۰۷/۱، دار إحیاء التراث العربی)

(و کذا فی تفسیر روح المعانی: ۲۶۰/۳۰، دار إحیاء التراث العربی)

(و تفسیر ابن کثیر: ۷۳۱/۴، دار الفیحاء دمشق)

قرآن کریم میں تحریف کی علامات اور دلائل

سوال[۱۱۰۳]: عام طور سے مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ قرآن میں کوئی تحریف واقع نہیں ہے، مگر ہم ذیل میں وہ اسباب درج کرتے ہیں جس سے شروع زمانہ میں قرآن میں تحریف واقع ہونے کی طرف اشارہ ملتا ہے:

۱......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جو سورۂ نمل کی تیسویں آیت کا جز اور وحی ہے، قرآن کی ترتیب دینے میں ہر سورۃ (سوائے سورہ توبہ کے) شروع میں اضافۃً تحریر کیا گیا ہے تاکہ قرآن مجید خدا کا نام لے کر شروع کیا جائے، ورنہ وہ نہ وحی ہے، نہ کسی سورت کی آیت ہے اور نہ قراءۃ نماز میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔

۲......"یبصط" (۲۴۵-۲)، "بصطة" (۶۹-۷)، "هم المصیطرون" (۳۷-۵۲)، "المصیطر" (۲۲-۸۸) ان الفاظ کا صحیح املا "س" سے ہونا چاہئے۔ اور قرأت نماز میں "س" ہی کا تلفظ صحیح ہے، مگر کاتبانِ وحی نے ان کو "ص" سے لکھا۔

۳......قرآن کے وہ ۲۵/ مقامات جن میں الف کا نہ پڑھنا ضروری ہے، اگلے صفحہ میں نقشہ میں ملاحظہ فرماویں:

بسم الله ۳—۱۹۲	ملائه ۷—۱۰۳	لشایٔ ۱۸—۲۳	ثمودا ۲۹—۳۸	بئس الاسم ۴۹—۱۱
أفائن مات ۳—۱۴۴	لااو ضعوا ۹—۴۷	لکنا هوالله ۱۸—۳۸	لیر بوافی ۳—۳۹	ثمودا ۵۳—۵۱
لاإلی الله ۳—۱۵۸	ان ثمودا ۱۱—۶۸	افائن مات ۲۱—۳۴	لا إلی الجحیم ۳۷—۶۸	لا أنتم ۵۹—۱۳
ان تبؤا ۵—۲۹	أمم لتتلوا ۱۳—۳	ثمودا ۲۵—۳۸	لیبلوا ۴۷—۴	سلسلا ۷۶—۴
من نبا یٔ ۶—۳۴	لن ندعوا ۱۸—۱۴	لا اذبحنه ۲۲—۲۱	نبلوا ۴۷—۳۱	قواریرا ۷۶—۱۵

ان مقامات میں کاتبانِ وحی نے الف کو بے ضرورت زیادہ لکھ کر وحی میں تحریف واقع ہونے کا موقع دیا۔

۴...... "ننجی المؤمنین" کوقرآن میں اس طرح لکھا ہوا ہے:" ننج المؤمنین" (۸۸-۱۲) یہاں اخیر کی یاء حذف کردی گئی ہے۔

۵...... زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ﴿لایستوی القاعدون من المؤمنین والمجاھدون﴾ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ پھر اس کے درمیان میں ﴿غیر أولی الضرر﴾ کا اضافہ فرمایا۔

۶...... علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے "واللاتُ والعُزّی ومناۃ الثالثۃ الأخری، ھٰؤلاءِ الغرانیق العلی، وإن شفاعتھن لترتجی "(۱) بعد میں اس عبارت کے اندر تحریف واقع ہوئی، آخر کے حصہ کو مطلق نکالدیا گیا اور بقیہ عبارت کے الفاظ کو بدل کر موجودہ قرآن کی آیات (۱۹-۵۳) اور (۲۰-۵۳) کی شکل میں بدل دیا گیا۔

۷...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ﴿غیر المغضوب علیھم ولاالضالین﴾ کو "غیر المغضوب علیھم وغیر الضالین" پڑھا ہے۔

۸...... ﴿وماخلقت الجنّ والإنس إلّالیعبدون﴾. (۱۰۴-۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "لیعبدون" کو "یعرفون" پڑھا ہے، کیا قرآن میں تحریف واقع ہوئی ہے؟

۹...... جو حضرات قرآنی آیتوں کی منسوخیت کے قائل ہیں وہ منسوخیت پر ذیل کی آیات سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ صریحاً غلط ہے، یہاں صرف اس طرف اشارہ ہے کہ اگلی کتابوں کے احکام منسوخ ہوئے نہ کہ قرآن کی آیات یا ان کے احکام، نسخ کے معنی زائل، یا رفع کرنے کے ہیں یعنی ایک آیت کی غلط فہمی کو دوسری آیت نسخ (زائل) یا رفع کردیتی ہے، یا اگر ایک آیت کے معنٰی پوشیدہ ہوں اور وضاحت کے ساتھ نہ ہوں تو دوسری آیت اس معنی کو ظاہر اور واضح کردیتی ہے، یا اگر ایک آیت کے معنٰی عام ہوں تو دوسری آیت اس معنی کو خاص کردیتی ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسخ کے یہی معنی ہیں۔ صراحۃ فرمائیں کیا نسخ کے یہ معنی صحیح ہیں؟

۱۰...... لفظ اللہ لغت کے اعتبار سے نہ کسی دوسرے لفظ کا مخرج ومشتق ہے، نہ دوکلموں کا مرکب ہے، نہ اس کی تذکیروتانیث ہے، نہ اس کی جمع ہے۔ جیسی ذات ہے ویسا ہی اس کا نام ہے۔ یہ اسم ذات ہے صحیح فرمائیے۔

(۱) (وکذا فی حیواۃ الحیوان للدمیری، بحث لفظ غرانیق: ۲/ ۱۵۳، ادارہ اسلامیات لاھور)

۱۱......قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام انتقال کر چکے، ان کی وفات کے بارے میں جو آیات صاف صاف دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں:

(۳-۵۵)(۵-۱۴)(۵-۱۱۷)اور(۳۳-۱۹)اور جو آیات ان کی وفات کے بارے میں کنایۃً دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہیں(۱۹۹-۳)اور(۷۵-۵)اور(۲۱-۱۵)۔ ہاں صلیب پر ان کی وفات کی نفی قرآن میں موجود ہے(۱۵۹-۹)، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان پر سرے سے طبعی موت واقع نہیں ہوئی، اوپر کی آیات کے تحت ان پر طبعی موت لاحق ہوتی ہے، اسی طرح حضرت ادریس علیہ الصلاۃ والسلام انتقال کر چکے۔

آیت: (۵۷-۱۶) میں حضرت ادریس علیہ الصلاۃ والسلام کو صرف مرتبہ نبوت پر فائز کرنا مراد ہے نہ کہ زندہ مع جسم آسمان پر اٹھالینا یا اٹھالینے سے مراد ان کی معراج ہو جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھالئے گئے معراج میں، ہاں قرآن اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ عام طور پر کل انبیاء کرام اور شہداء کرام طبعی موت کے بعد بھی اس عالم میں زندہ اور حیات ہیں مگر اس حیات کا علم صرف خدا کو ہے(۱۵۹-۲)۔

ہر ذی حیات اپنی طبعی موت کے بعد اس عالم میں تو فانی ہو جاتا ہے مگر دوسرے عالم میں زندہ رہتا ہے، مگر انبیائے کرام اور شہدائے کرام اِس عالم اور اُس عالم دونوں میں زندہ رہتے ہیں تو ان دونوں عالم میں انبیاء کی اس حیات کا منکر ہوں کہ ان کی پیدائش سے لے کر اب تک بدون طبعی موت کے زندہ ہیں، میں اس حیات کا قائل ہوں کہ وہ پیدا ہوئے زندہ رہے، طبعی موت واقع ہوئی، اس کے بعد بھی دنیا و آخرت دونوں میں زندہ ہیں جیسے کل انبیاء کرام، شہداء کرام زندہ ہیں، صحیح عقیدہ سے مطلع فرماویں۔

۱۲......فرعون غرق ہوتا ہوا ایمان لاتا ہے اور با ایمان غرق ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی لاش کو دریا میں ختم ہونے کے بجائے دریا سے نکالدیتا(۹۲-۹۱)(۹۰-۱۰)۔ چونکہ وہ آخری وقت پر ایمان لاکر شہید ہوا ہے، اس لئے اس کی لاش جوں کے توں ایک نشانی کے لئے اب تک محفوظ ہے اور وہی ایک (mummy) (مسالہ لگا کر محفوظ رکھی ہوئی لاش) ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۱۳ ...... ﴿إنه لقول رسول كريم﴾ (۹۰-۱۸)اور(۱۹-۱۸)۔ کیا ان آیات کے تحت قرآن کریم بھی رسول کا کلام ہے؟

۱٤ ...... ﴿وما أنا عليكم بوكيل﴾(۱۰۸-۱۰)۔ کیا بحکم قرآن رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شافعِ روزِ جزا شفیع المذنبین ہیں؟

۱۵...... "إن الموجودات هوالله" یہ حدیث کس نے روایت فرمائی ہے؟ مطلع فرمادیں۔

(یاد داشت) تمام سوالات میں جو ہندسے مندرج ہیں ان میں پہلا ہندسہ (دائیں سے) قرآن پاک کی سورہ اور اس کے بعد کے ہندسے سے اس سورہ کی آیات مراد ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......سورہ نمل میں "بسم الله الرحمن الرحيم" پوری آیت نہیں بلکہ آیت کا جزء ہے اور ہر سورۃ کے شروع میں "بسم الله الرحمن الرحيم" پوری آیت ہے اور بعض ائمہ نے اس کو ہر سورت کا جز قرار دیا ہے، اس کی تفصیل "احکام القرآن للجصاص" (۱) اور "أحكام القنطرة فی أحكام البسمله" (مولانا عبدالحیٔ لکھنوی) میں ہے (۲)، یہ تحریف نہیں ہے۔

۲......ان الفاظ کا رسم الخط دونوں طرح ہے اور تلفظ بھی دونوں طرح ہے، ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح تو کہا جاسکتا ہے، مگر غلط نہیں کہا جاسکتا (۳)، یہ تحریف نہیں۔

---

(۱) قال أبو بكر : "لا خلاف بين المسلمين أن (بسم الله الرحمن الرحيم) من القرآن فی قوله تعالیٰ: (إنه من سليمان و إنه بسم الله الرحمن الرحيم) .... ثم اختلف فی أنها من فاتحة الكتاب أم لا، فعدها قراء الكوفيين آيةً منها، و لم يعدها قرّاء البصريين .... قال الشافعی : هی آية منها .... ثم اختلف فی أنها آية من آوائل السور أو ليست بآية منها .... من مذهب أصحابنا أنها ليست بآية من آوائل السور .... و زعم الشافعی أنها آية من كل سور ة". (أحكام القرآن للجصاص، ۱/۱۱،۱۲، قديمی)

(۲) (وتفصيله فی أحكام القنطرة فی أحكام البسملة للعلامة اللكنویؒ ، الباب الأول : هل البسملة من القرآن : ۱/۱۷،۱۹، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "والأصل فی المكتوب أن يكون موافقاً تمام الموافقة للمنطوق من غير زيادة و لا نقص و لا تبديل و لا تغيير، لكن المَصاحِف العثمانية قد أهمل فيها هذا الأصل، فوجدت بها حروف كثيرة جاء رسمها مخالفاً لأداء النطق، و ذلک لأغراض شريفة .... و قد عنی العلماء.......... و حصر الكلمات التی جاء خطها علی غير مقياس لفظها...... وللمصحف العثمانی قواعد فی خطه و رسمه، حصر ها علماء =

۳...... "الخطان لايقاسان: خط العروض وخط القرآن"۔ خط قرآن کو دوسرے عام خط پر قیاس کرنا درست نہیں، یہ توقیفی ہے(۱) اور اس کو تحریف کہنا غلط ہے۔

= الفن في ست قواعد: و هي الحذف، والزيادة، والهمز، والبدل، والفصل والوصل، و ما فيه قراء تان فقرئ على إحداهما .... قاعدة الحذف: خلاصتها أن الألف تحذف من ياء النداء نحو: يأيها الناس .... و تحذف الواو: إذا وقعت مع واو أخرىٰ في نحو (لايستوون) ...... قاعدة الزيادة .... قاعدة ما فيه قراء تان: خلاصتها أن الكلمة إذا قرئت على وجهين، تكتب برسم أحدهما، كما رسمت الكلمات الآتية بلا ألف في المصحف و في: (مالک يوم الدين) الخ .... الفائدة الأولىٰ: الدلالة في القراء ات المتنوعة في الكلمة الواحدة بقدر الإمكان، و ذلک أن قاعدة الرسم لو حظ فيها أن الكلمة إذا كان فيها قراء تان أو أكثر كتبت بصورة تحتمل هاتين القراء تين أو الأكثر، فإن كان الحرف الواحد لا يحتمل ذلک بأن كانت صورة الحرف تختلف باختلاف القراء ات جاء الرسم على الحرف الذي هو خلاف الأصل، و ذلک ليعلم جواز القراء ة به وبالحرف الذي هو الأصل، و إذا لم يكن في الكلمة إلا قراء ة واحدة بحرف الأصل رسمت به الخ". (مناهل العرفان في علوم القرآن: ۱/۳۶۲، ۳۶۶، دار إحياء التراث العربي)

(وقال البيهقي في شعب الإيمان من يكتب مصحفاً فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به هذا المصحف ولايخالفهم فيه، ولايغير مما كتبوه شيئاً فإنهم كانوا أكثر علماً وأدق قلباً ولساناً وأعظم أمانةً منا فلا ينبغي أن تظن بأنفسنا استدلاقاً عليهم، الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط: ۲/۳۲۸، ۳۳۸، منشورات ذوي القربى)

(وكذا في مناهل العرفان: ۱/۳۷۱، دار احياء التراث العربي)

(۱) "هل رسم المصحف توقيفي؟ .... الرأي الأول، أنه توقيفي لا تجوز مخالفته، و ذلک مذهب الجمهور، واستدلوا بأن النبي ﷺ كان له كُتّاب يكتبون الوحي، و قد كتبوا القرآن فعلاً بهذا الرسم، وأقرهم الرسول على كتابتهم الخ". (مناهل العرفان في علوم القرآن: ۱/۳۷۰، دار إحياء التراث العربي)

"إن الخط توقيفي لقوله تعالىٰ: (علّم بالقلم، علم الإنسان مالم يعلم) (سورة العلق: ۴، ۵) (نٓ والقلم وما يسطرون) (سورة القلم: ۱)، وإن هذه الحروف داخلة في الأسماء التي علم الله آدم الخ".

(الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون: ۲/۳۲۸، ذوي القربى)

وفي مناهل العرفان: "إنه توقيفي، لاتجوز مخالفته، وذلک مذهب الجمهور". (مبحث هل رسم المصحف توقيفي؟: ۱/۲۷۰، دار إحياء التراث العربي)

۴......مثل:۳نمبرہے۔

۵......حضوراکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''غیر أولی الضرر'' بذریعۂ وحی فرمایاہے، اپنی طرف سے بلاوحی کے نہیں فرمایاہے(۱) پس اس کوتحریف کہنا غلطی ہے۔

۶......علامہ آلوسی (۲)، علامہ بغوی، امام رازی (۳)، حافظ ابن کثیر (۴)، حافظ عینی (۵) رحمہم اللہ

---

(۱) ''الضرر'' المرض والعلل التی لا سبیل معها إلی الجهاد، .... و قد نزلت الآیة و لیس فیها(غیر أولی الضرر) ثم نزل بعد، .... قال زید بن ثابت: کنت أکتب بین یدی النبی ﷺ فی کتف: (لایستوی القاعدون من المؤمنین والمجاهدون) وابن أم مکتوم عند النبی ﷺ فقال: یا رسول الله! قد أنزل الله تعالیٰ فی فضل الجهاد ما أنزل و أنا رجل ضریر، فهل لی من رخصة؟ فقال النبی ﷺ: ''لاأدری'' قال زید: وقلمی رطب ما جف حتی غشی النبی ﷺ الوحی، ووقع فخذه علی فخذی حتی کادت تدق من ثقل الوحی، ثم جلی عنه، فقال لی: ''أکتب یا زید: (غیر أولی الضرر)''. (تفسیر روح المعانی، سورة النساء :۵/۱۲۱، دار الفکر)

(وکذا تفسیر ابن کثیر: ۱/۸۱۷، دارالسلام ریاض)

قال الإمام ابن کثیر: ''عن البراء، قال لمانزلتا : (لایستوی القاعدون من المؤمنین) دعارسول اللہصلی الله تعالیٰ علیه وسلم،زیداً فکتبها،فجاء ابن ام مکتوم فشکا ضرارته، فأنزل الله: (غیراولی الضرر)''. (تفسیر ابن کثیر: ۱/۸۱۷،دارالسلام، ریاض)

(۲) ''وقد أنکر کثیر من المحققین هذه القصة ...... و قال القاضی عیاض فی الشفاء : یکفیک فی توهین هذا الحدیث أنه لم یخرجه أحد من أهل الصحة. .... هذامن وضع الزنادقة''. (روح المعانی: ۱۷/۲۶۲، ۲۶۳، دار الفکر)

(۳) ''أما أهل التحقیق فقد قالوا: هذه الروایة باطلة موضوعة،و احتجوا علیه بالقرآن والسنة والمعقول الخ''. (التفسیر الکبیر للرازی :۱۳/۵۰، دارالکتب العلمیة)

(۴) ''قد ذکر کثیر من المفسرین ههنا قصة الغرانیق ....و لکنها من طرق کلها مرسلة، ولم أرها مسندةً من وجه صحیح. .... و قد ساقها البغوی فی تفسیره .... ثم سأل ههنا سؤالاً کیف وقع مثل هذا مع العصمة المضمونة من الله تعالی الخ''. (تفسیر ابن کثیر :۳/۱۹۹، دار العلم)

(۵) ''و قال ابن العربی : ذکر الطبری فی ذلک روایات کثیرة باطلة لا أصل لها، و قال عیاض:هذا=

تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے۔

۸،۷...... یہ تفسیر ہے، تحریف نہیں (۱)۔

۹...... نسخ کے معنی مذکور بیان کرنے سے اگر یہ مقصد ہے کہ کسی آیت کے الفاظ منسوخ نہیں ہوئے تو یہ غلط ہے، کتب حدیث اور تفسیر میں منسوخ شدہ الفاظ بھی سند کے ساتھ منقول ہیں (۲)۔

= الحديث لم يخرجه أحدٌ من أهل الصحة، و لا رواه ثقة بسندٍ سليمٍ متصلٍ مع ضعف نقلته و اضطراب رواياته و انقطاع إسناده .... قلت : الذی ذكره هو اللائق بجلالة قدر النبی ﷺ ، فإنه قدقامت الحجة واجتمعت الأمة على عصمته ﷺ و نزاهته عن مثل هذه الرذيلة الخ". (عمدة القاری للعینی، کتاب تفسير القرآن، سورة الحج: ۹۵/۱۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی فتح الباری لابن حجر، كتاب التفسير : ۵۲۱/۸، ۵۲۲، قدیمی)

(۱) قال الحافظ ابن كثير : "عن الأسود عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه أنه كان يقرأ: (غير المغضوب عليهم و غير الضآلين) .... و كذلک حكی عن أبی بن كعب أنه قرأ كذلک، وهو محمول على أنه صدر منهما على وجه التفسير". (تفسير ابن كثير: ۵۳/۱، ۵۴، دار السلام)

﴿و ما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ .... و قال مجاهد : "إن معنى (ليعبدون) ليعرفون، وهو مجاز مرسل هی المعرفة الحاصلة بعبادته تعالیٰ لا ما يحصل بغيرها كمعرفة الفلاسفة".

(روح المعانی: ۲۰/۲۷، ۲۱، دار احياء التراث العربی)

(۲) "والنسخ فی أحكام الشرع جائز صحيح عندالمسلمين أجمع ". (أصول فخر الإسلام على هامش كشف الأسرار : ۱۵۷/۳، صدف پبلشرز)

" وفی هذا النوع مسائل: الأولى: يرد النسخ بمعنى الإزالة، ومنه قوله: ﴿فينسخ الله مايلقی الشيطان ثم يحكم الله آياته﴾ .... وبمعنى التبديل، ومنه. ﴿ وإذا بدّلنا آيةً مكان آية﴾ وبمعنى التحويل.......... وبمعنى النقل من موضع إلى موضع .... وقد أجمع المسلمون على جوازه .... السابعة : النسخ فی القرآن على ثلاثة أضرب : أحدها: مانسخ تلاوة وحكمه معاً .... الضرب الثانی: مانسخ حكمه دون تلاوته .... الضرب الثالث: مانسخ تلاوته دون حكمه اهـ". (الإتقان فی علوم القرآن، النوع السابع والأربعون فی ناسخه ومنسوخه : ۴۰/۲-۴۷، ذوی القربی)

(وكذا فی فوز الكبير، ص: ۴۰-۴۶، قدیمی)

۱۰......قول راجح یہی ہے، دوسرے اقوال بھی ہیں جو کہ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہیں (۱)۔

۱۱......صحیح عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے، وہ پھر اس دنیا میں تشریف لاویں گے اور کافی مدت قیام کریں گے، اس کے بعد ان پر موت طاری ہوگی "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام" (۲) میں اس پر نہایت قوی دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

۱۲......موت کو دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں، قرآنِ پاک اور حدیث شریف اور فقہ سے ایسا ہی ثابت ہے، فرعون کا ایمان بھی معتبر نہیں ہے۔ اس کی لاش کو باہر نکال کر پھینک دینا اس واسطے تھا کہ دنیا دیکھے کہ یہی ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، اس کا جسم کیسا بےبس اور بےحس وحرکت پڑا ہوا ہے، اور آج بھی وہ عبرت کا ذریعہ ہے، تاکہ کوئی ذی عقل اس قسم کا دعویٰ نہ کرے (۲)۔

---

(۱) (تفسیر البیضاوی، ص: ۴، ۵، میر محمد کتب خانه)

"(الله) عَلَم علی الرب تبارک وتعالیٰ، یقال: إنه الإسم الأعظم؛ لأنه یوصف بجمیع الصفات .... وقد اختار الرازی أنه إسم غیر مشتق ألبتة، قال: وهو قول الخلیل و سیبویه وأکثر الأصولیین والفقها" اهـ. ((تفسیر ابن کثیر: ۱......۱۹، ۲۰، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(۲) (عقیدة الإسلام للشیخ أنور الکشمیریؒ، ص: ۴۵، ۴۶، من مجموعة رسائل الکشمیری، المجلد الأول، إدارة القرآن)

(وکذا فی التفسیر المظهری: ۲/۵۷، حافظ کتب خانه)

(والتلخیص الجیر للحافظ ابن حجرؒ، ص: ۳۱۹، دارنشر الکتب الاسلامیه، لاهور)

"(إنی متوفیک ورافک إلیّ) فقال قتادة وغیره: هذا من المقدم والمؤخر، تقدیر: "إنی رافعک إلیّ ومتوفیک بعد ذلک". .... وقال الأکثرون المراد بالوفاة ههنا النوم". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۶۶، سهیل اکیڈمی)

(۳) "وتراکمت الأمواج فوق فرعون، وغشیته سکرات الموت، فقال وهو کذالک: ﴿آمنت أنه لا إله إلا الذی آمنت به بنو إسرائیل، وأنا من المسلمین﴾ فآمن حیث لا ینفعه الإیمان............ ﴿لتکون لمن خلفک آیة﴾: أی لتکون لبنی إسرائیل دلیلاً علی موتک وهلاکک، وأن الله هو القادر الذی ناصیة کل دابة بیده، وأنه لایقوم بغضبه شئی". (تفسیر ابن کثیر: ۲/۵۶۶، ۵۶۷، دارالسلام ریاض)

۱۳......قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کی کتاب ہے، اس نے نازل فرمائی ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو لوگوں کو سنایا، سمجھایا اور اس پر عمل کیا۔ قرآن پاک میں اس کی جگہ جگہ تصریح ہے، اپنی طرف سے بنا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا (۱)۔ ایسا کرتے تو سخت گرفت میں آجاتے، یہ بھی صراحۃً مذکور ہے (۲)۔

۱۴......روزِ جزاء میں شفاعت قرآن پاک (۳) اور حدیثوں سے ثابت ہے (۴)۔

۱۵......آپ نے اس کا حدیث ہونا کہاں سے معلوم کیا ہے؟ یہ حدیث نہیں ہے۔

تنبیہ: قرآن پاک کا بغیر استاذ عالم، ماہر کے از خود مطالعہ کرنے اور ترجمہ دیکھنے سے نیز بغیر دینِ

---

(۱) "(وما ینطق عن الهوی): أی مایقول قولاعن هوی وغرض(إن هو إلاوحی یوحی ا): أی إنما یقول ماأمربه یبلغه إلی الناس کاملاً موفوراً من غیر زیادة ولانقصان " (تفسیر ابن کثیر: ۴/۵ ۱ ۳،دار السلام ریاض)

(کذافی مسند أحمد: ۲/ ۱۶۲،دار إحیاء التراث العربی.)

وقوله تعالی:"انه لقول رسول کریم"یعنی أن هذا القرآن لتبلیغ رسول کریم : أی ملک شریف حسن الخلق بهی النظر، وهو جبریل علیه الصلاة والسلام، کذافی مسندالإمام أحمد". (تفسیر ابن کثیر: ۴/۷ ۱ ۶،دار السلام ریاض)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولو تقوّل علینا بعض الأقاویل﴾ : أی محمد صلی الله علیه وسلم لو کان کما یزعمون مفتریاً علینا، فزاد فی الرسالة أو نقص فیها، أو قال شیئاً من عنده فنسبه إلینا ولیس کذالک لعاجلناه بالعقوبة، لهذا قال الله تعالیٰ: ﴿لأخذنا ه بالیمین﴾ قیل : معناه لا نتقمنا منه بالیمین؛ لأنها أشد فی البطش". (تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۳۷، دار السلام)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿یومئذ لاتنفع الشفاعة إلامن أذن له الرحمن ورضی له قولاً" (سورة طٰهٰ:۱۰۷)

وقال الله تعالیٰ: ﴿فماتنفعهم شفاعة الشافعین﴾(المدثر: ۴۸)

(۴) "عن أنس أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "شفاعتی لأهل الکبائر من أمتی": أی :شفاعتی التی تنجی الهالکین مختصة بأهل الکبائر،...... وقدجاء الأثار الذی بلغت مجموعها التواتر لصحة الشفاعة فی الآخرة، وأجمع السلف الصالحون ومن بعدهم من أهل السنة والجماعة". (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ۹/ ۵۶۴،رشیدیه)

اسلام میں مہارت حاصل کئے اہل باطل کی کتابیں مطالعہ کرنے سے اس قسم کے شبہات پیدا ہوتے ہیں، اس لئے اس سے پوری احتیاط کی ضرورت ہے کہ اس کے نتائج نہایت خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین! فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۴/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

تفسیر قرآن ذاتی مطالعہ سے

سوال [۱۱۰۴]: کیا تعلیم یافتہ مسلمان مرد جس کو اردو انگریزی، ہندی تھوڑا بہت عربی سے تعلق ہو وہ آدمی تفسیر قرآن کو بیان کر سکتا ہے یا نہیں؟ جیسے بیان القرآن یا ابن کثیر، مظہری وغیرہ کا، یعنی دیکھ کر اپنے اہل وعیال کو یا مسجد میں چند آدمیوں کو پڑھ کر سنا سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح درسِ قرآن وغیرہ اس کے پڑھنے کے لئے کیا عالم ہونا شرط ہے، یا تعلیم یافتہ مرد بھی کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن پاک کا ترجمہ یا تفسیر وہ شخص بیان کرے جس نے ترجمہ یا تفسیر استاذ سے حاصل کیا ہو، محض اپنے ذاتی مطالعہ سے قرآن کریم کی تفسیر کو حاصل کرنا اور پھر بیان کرنا مناسب نہیں (۱)۔ قرآن کریم کو دیگر کتب کی طرح نہ سمجھیں اس کی شان بہت بلند ہے، اس کے لئے بہت علوم کی ضرورت ہے (۲)۔ جو حضرات ذاتی مطالعہ سے اس کو سمجھتے ہیں اور سمجھاتے ہیں وہ بہت غلطیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کو مبتلا کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) قال العلامة السيوطي رحمه الله تعالىٰ: "اختلف الناس في تفسير القرآن هل يجوز لكل أحد الخوض فيه؟ فقال قوم: لا يجوز لأحد أن يتعاطى تفسير شيء من القرآن و إن كان عالماً أديباً متسعاً في معرفة الأدلة والفقه والنحو والأخبار والآثار، و ليس له إلا أن ينتهي إلى ما روى عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ذلك". (الإتقان في علوم القرآن: ۲/۳۵۹، ذوي القربى)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "شرائط تفسیر")

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعاني: ۱/۱۳، فتح الباري: ۸/۱۵۵)

شرح جامی پڑھنے والے کا تفسیر بیان کرنا

سوال[۱۱۰۵]: کوئی طالب علم شرح جامی وکنز الدقائق وغیرہ پڑھتا ہے، کیا ان کے لئے یہ جائز ہے کہ قرآن مجید تلاوت کرتے وقت قرآن کا ترجمہ کرنا خود سمجھتا ہے اور دوسروں کو سمجھاتا ہے، اگر یہ امر جائز ہو تو اس تقدیر پر حرام ہے یا مکروہ؟

مولوی ولی اللہ احمد ارکانی فرماتے ہیں یہ امر جائز ہے اور وہ فرماتے ہیں اگر قرآن مجید کے معنی سمجھتا ہو تو میرے خیال میں عدمِ جواز نہ ہوگا، کیونکہ تفسیر پڑھنے کی غرض قرآن کے معنیٰ سمجھنا ہے، جب اس شخص کو تفصیل خود سمجھنے کی توفیق ہے، فلا حاجة إلى التفسير۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کون سی تفسیر پڑھے ہوئے تھے، وہ حضرات کیا قرآن کا ترجمہ کرکے تبلیغِ دین نہیں فرماتے تھے۔

عبدالحفیظ اس امر کو ناجائز سمجھتا ہے اور کہتا ہے ہزار بلیغ فصیح کیوں نہ ہو جب تک تفسیر نہیں پڑھی ہو، یہ امر کبھی جائز نہیں ہوسکتا، یہ طالبِ علم معنی سمجھتا ہے تسلیم کرتا ہوں، لیکن ظنِ غالب ہے کہ غلط سمجھا ہو، اس لئے قرآن شریف میں اکثر جگہ مجاز پر حمل کرلیا ہے، مجاز مراد ہے، ظاہری معنی مراد نہیں۔

بتایئے اس طالب علم کو کیا خبر، کہاں معنی مجازی پر محمول ہے، کہاں معنی حقیقی پر، اور قرآن شریف ایسی شئی ہے بلاغت، فصاحت سے پُر ہے، طاقتِ بشریہ سے خارج ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

لغوی معنی، صرفی صیغہ، نحوی ترکیب اپنی معلومات کے مطابق بیان کرنا جائز ہے، لیکن مرادِ خداوندی کو بیان کرنا حرام ہے، کیونکہ اس کا مدار بہت سے علوم پر ہے۔ شرح جامی اور کنز پڑھنے والے عامۃً ان علوم سے واقف نہیں ہوتے۔ تفسیرِ اتقان: ۲/۱۸۰ پر ان علوم کو شمار کیا ہے(۱)۔ اپنی رائے سے قرآن شریف کی تفسیر کرنے

---

(۱) (ومنهم من قال: يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التى يحتاج المفسر إليها، وهي خمسة عشر علماً: أحدهما: اللغة .... الثاني: النحو.......... الثالث: التصريف .... الرابع: الاشتقاق.......... الخامس والسادس والسابع: المعاني والبيان والبديع.......... الثامن: علم القرأت.......... التاسع: أصول الدين.......... العاشر أصول الفقه.......... الحادى عشر: أسباب النزول والقصص.......... الثانى عشر: الناسخ والمنسوخ..........الثالث عشر .... الفقه .... الرابع عشر: الأحاديث المبنية لتفسير =

والے کے متعلق صحاح میں بہت سخت وعید آئی ہے(۱)۔ اس لئے اس سے اجتناب واجب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب واذہان کی مثالیں آج موجود نہیں وہ حضرات اہلِ لسان ہونے کی وجہ سے مستغنی تھے، نیز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت سے ان پر علومِ کثیرہ فائض ہوتے تھے، بایں ہمہ وہ حضرات مرادِ خداوندی کو اپنی رائے سے نہیں بیان فرماتے تھے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر کے اور سن کر بیان فرماتے تھے۔ ان کو آیات کا شان نزول، قصہ کا محمل، مطلب سب کچھ معلوم تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر مطلب بیان فرمایا ہے(۲)۔ نیز احادیث سے ثابت ہے وہی مرادِ خداوندی ہے، آج کل شرح جامی، کنز پڑھنے والوں کو قرآن شریف پڑھنا بھی صحیح نہیں آتا، اگر اعراب موجود نہ ہو تو خدا جانے نفس عبارت میں کس قدر غلطیاں کریں، پھر اپنے آپ کو

= المجمل والمبهم .... الخامس عشر: علم الموهبة الخ". (الإتقان فی علوم القرآن: ۳۵۹/۲-۳۶۱، مطبع ذوی القربی)

(۱) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من قال فی القرآن بغیر علم، فلیتبوأ مقعده من النار". أخرجه الترمذی فی سننه، و قال: هذا حدیث حسن صحیح".

(جامع الترمذی: ۱۲۳/۲، أبواب تفسیر القرآن، باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیه، سعید)

(ومشکوٰة المصابیح: ۳۵/۱، کتاب العلم، الفصل الثانی، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد: ۱۵۸/۲، کتاب العلم، باب الکلام فی کتاب الله باعلم، امدادیه)

(۲) فی الإتقان فی علوم القرآن: "و قال ابن تیمیة فی کتاب ألفه فی هذا النوع: "یجب أن یعلم أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بیّن لأصحابه معانی القرآن، کما بیّن لهم ألفاظه، فقوله تعالیٰ: ﴿لتبین للناس ما نزل إلیهم﴾ (النحل: ۴۴) یتناول هذا و هذا، وقد قال أبو عبد الرحمن السلمی: حدثنا الذین کانوا یقرؤون القرآن کعثمان بن عفان وعبد الله بن مسعود وغیرهما رضی الله تعالیٰ عنهم أنهم کانوا إذا تعلموا من النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عشر اٰیات، لم یتجاوز ها حتی یَعلَموا ما فیها من العلم والعمل، قالوا: فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جمیعاً، و لهذا کانوا یبقون مدةً فی حفظ السورة. و قال أنس رضی الله تعالیٰ عنه: کان الرجل إذا قرأ البقرة و آل عمران جدّ فی أعیننا". رواه أحمد فی مسنده". (۳۵۲/۲، فی معرفة شروط المفسر و آدابه، ذوی القربی)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قیاس کرنا انتہائی جسارت ہے ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اس لئے محض عبارت کلام اللہ شریف پڑھ کر تفسیر کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۸/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/شعبان/۵۸ھ۔

ہجرِ جمیل کیا ہے؟

سوال[۱۱۰۶]: ﴿واهجرهم هجراً جميلاً﴾ کا کیا مطلب ہے، کیا رہبانیت ہے؟ اگر یہ اختیار کرتے ہیں تو پھر تبلیغِ دین وفرائضِ رسالت کیسے ادا ہو سکتے ہیں؟ کیا اس آیت کے دوسرے لوگ بھی مصداق ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے حقوق کے مطالبہ نہ کرنے، درگزر کرنے، انتقام نہ لینے سے اس پر بخوبی عمل ہو جائے گا(۱)۔ ایسے موقعہ پر اپنے معاملات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور دل سے پورا بھروسہ رکھے کہ میرا حقیقی کارساز وہی (ذاتِ وحدہ لاشریک لہ) ہی ہے جس طرح چاہے وہ کام بنا دے، ظاہری اسباب مؤثر حقیقی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مومنین کے ساتھ قربِ معیت ایک آیت کی تفسیر بالرائے

سوال[۱۱۰۷]: ایک واعظ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قربِ معیت نیک بندوں کے ساتھ جو مدلل ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللہ ہیں اور کلام مجید میں: ﴿إن رحمت الله قريب من المحسنين﴾ ہے، لہٰذا حدِ اوسط گرا کر منطق کی شکلِ اول سے یہ ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محسنین سے قریب ہیں۔ یہ استدلال کیسا ہے؟ فقط.

---

(۱) قال العلامة الألوسي: ﴿واهجرهم هجراً جميلاً﴾ بأن تجانبهم وتداريهم، ولاتكافئهم، وتكل أمورهم إلى ربهم". (روح المعاني: ۲۹/۱۰۷، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۴/۵۶۳، دار السلام رياض)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بارش بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، کیا اس کو بھی قربِ معیت نیک بندوں کے ساتھ ثابت ہوگا، کیا اس آیت میں رحمت اللہ کا مصداق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ جب تک اس کا ثبوت پیش نہ کیا جائے، یہ تفسیر بالرائی ہوگی جس پر بہت بہت سخت وعید ہے(۱)۔ آیت شریفہ کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوف (قہر) اور طمع (رحم) کے ساتھ پکارتے رہو، اس کی رحمت نیک بندوں کے قریب ہے، وہ دعا کو قبول کرے گا۔ فقط۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کفار پر غصہ زیادہ ہے یا مسلمان پر؟

سوال[۱۱۰۸]: اللہ تعالیٰ نے نافرمان مسلمان سے کتنے غصے کا اظہار فرمایا ہے اور کفار سے کتنا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفار پر اتنا غصہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے، ان کے عذاب میں تخفیف بھی نہیں ہوگی (۲)،

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "من قال فی القرآن برأيه، فليتبوأ مقعده من النار". وفی رواية: "من قال فی القرآن بغير علم، فلتبوأ مقعده من النار". (رواه الترمذی)

"وعن جندب رضی اللہ عنه، قال: قال رسول اللہ صلی ا لله علیه وسلم: "من قال فی القرآن برأيه فأصاب، فقد أخطأ". رواه الترمذی وأبوداؤود". (مشكوٰة المصابيح مع المرقاة، كتاب العلم، الفصل الثانی، رقم الحديث: ۲۳۴، ۲۳۵، : ۱/۴۸۹، ۴۹۱، رشيديه، كوئٹه)

"إن التفسير علم نفيس خطير، لا يليق بكل أحد أن يتكلم فيه، ولا أن يخوض فية الخ". (الفتاویٰ الحديثية، باب الأحكام المتعلقه بالقرآن، مطلب: هل يجوز لأحد أن يفسر شيأ من القرآن؟، ص: ۳۰۱، قديمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الذين كفروا وماتوا وهم كفار، أولئک عليهم لعنة اللہ والملائكة والناس أجمعين، خالدين فيها، لايخفف عنهم العذاب﴾. (سورة البقرة: ۱۶۱، ۱۶۲.)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿من كسب سيئةً و أحاطت به خطيئته، فأولئک أصحاب النار، هم فيها خالدون﴾ (البقرة: ۸۱)

مسلم گنہگاروں پر اتنا غصہ نہیں وہ شفاعت کے ذریعہ بھی بخشے جائیں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

تفسیر مودودی و تفسیر حقانی اور قرآن فہمی کے لئے مفید تفسیر

[۱۱۰۹] **استفتاء:** مولانا مودودی صاحب کی تفسیر میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے قرآن کی تفسیر سمجھائی گئی ہے، اسی طرح تفسیر حقانی میں بھی یہود و نصاریٰ کی کتابوں کے حوالوں سے قرآن کی تفسیر سمجھائی گئی ہے۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ اور قرآن کو سمجھنے کے لئے کون سی تفسیر مفید ہے؟ یہود و نصاریٰ کے احوال و اقوال اور ان کی کتابوں کے بغیر قرآن کی ہر آیت کی اچھی طرح شریعت کے مطابق کون سے اشخاص تفسیر لکھتے ہیں؟ ان کی تفسیر کا نام پیش کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں جو چیزیں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، ان کو تفسیرِ قرآن کے لئے بطور تائید پیش کرنا درست نہیں، بلکہ گمراہی ہے اور جو چیزیں خلاف نہیں ہیں ان کو پیش کرنے میں مضائقہ نہیں (۲)۔ اس تفصیل کے بعد فرق کا سمجھ لینا آسان ہوگا۔ اگر کسی معتبر تفسیر میں بھی استدلال کے لئے کوئی غیر معتبر بات

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یومئذ لاتنفع الشفاعة إلامن أذن له الرحمن ورضی له قولا﴾ (سورة طٰه:۱۰۷)

"وعن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "شفاعتی لأهل الکبائر من أمتی". وقال العلامة علی القاری فی شرحه: "وقد جاء الآثار الذی بلغت مجموعها التواتر لصحة الشفاعة فی الآخرة، وأجمع السلف الصالحون ومن بعدهم من أهل السنة والجماعة". (مرقاة المفاتیح: ۹/۵۶۴، رشیدیه)

(۲) "عن عبد اللہ بن عمرو أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: "بلغوا عنی ولو آیةً، وحدثوا عن بنی إسرائیل ولا حرج". الحدیث.

قال الحافظ: "وقال مالک: المراد جواز التحدث عنهم بما کان من أمر حسن، أما ما علم کذبه فلا، وقیل: المعنی حدثوا عنهم بمثل ماورد فی القرآن والحدیث الصحیح الخ". (فتح الباری، کتاب الأنبیاء، باب ماذکر عن بنی إسرائیل: ۶/۶۱۷ - ۶۱۸، قدیمی)

آجائے تو وہ بات بہر حال غیر معتبر ہے۔ اگر کسی تفسیر میں غیر معتبر چیزیں کثرت سے ہوں تو اس کی ہر چیز کو پرکھنے کی ضرورت ہوگی، الا یہ کہ مصنف ان کو رد کر دے، مجموعی حیثیت سے اس پر معتبر ہونے کا حکم نہیں ہوگا۔ تفسیر بیان القرآن، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معتبر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے گندی چیز منگانا اسرائیلیات میں سے ہے

سوال[۱۱۱۰]: دریافت طلب یہ امر ہے کہ میں نے چند مسلمانوں کی زبانی یہ سنا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر حکم ہوا تھا کہ تم دنیا میں جاؤ جو سب سے گندی چیز ہے اس کو لاؤ، وہ دنیا میں آئے اور ایک کتا مرا پڑا تھا جس میں سے زیادہ تیز تعفن آرہا تھا، اس کو اٹھا کر لے گئے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ اب آپ مہربانی فرما کر اس کا جواب عنایت فرمائیں۔ اس کے علاوہ مع حوالہ تحریر ہو کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ قرآن شریف یا اور کسی دینی معتبر کتاب میں موجود نہیں، حدیث شریف کی بھی کسی معتبر کتاب میں اس کا کوئی ذکر نہیں آیا اور عقل سے بھی یہ فیصلہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ گندی چیز سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ تو پاک صاف اچھے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر کسی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے تو شاید یہ اسرائیلیات یعنی یہود اور نصاریٰ کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہوگا اور ان کی کتابیں جھوٹ اور بہتان سے بھری ہوئی ہیں، جب تک ہماری شریعت ان کی تصدیق نہ کرے وہ قابل اعتماد نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/۴/۵۸ھ



(۱) تقدم تخریجہ تحت عنوان: "تفسیر مودودی وتفسیر حقانی اور قرآن فہمی کے لئے مفید تفسیر"۔

تجوید اور ترتیب قرآنی کا بیان

قرآءاتِ سبعہ بھی منقول ہیں محدث نہیں

سوال[۱۱۱۱]: ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن میں ایک شوشہ کا بھی فرق نہیں ہوا، جیسا اور جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا وہی آج بھی بین الدفتین موجود ہے۔ قراءِ سبعہ کی روایات میں زیر، زبر، پیش کا حتی کہ الفاظ کا بھی فرق پایا جاتا ہے۔ کیا اس سے عقیدہ پر زد نہیں پڑتی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قراء سبعہ کی قرأتیں بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں، ان کی خود کی ایجاد نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حسنِ قرأت کی محفلوں کا حکم

سوال[۱۱۱۲]: یہاں دہلی میں ایک اجتماع قراء کا قرار پایا ہے جس میں نامور اور مشہور قاری حضرات تشریف لاویں گے، وُزراء اور اُمراء بھی شرکت کریں گے، مختلف قاری جو سنانے کے لئے تجویز کئے جائیں گے ان کی قرات سن کران کو انعام بھی قرأت کے موافق دیا جائے گا۔ ایسے اجتماع میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن پاک کو خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے اور اس پر بڑی

---

(۱) قال السيوطي عن الزركشي: "فالقرآن: هو الوحي المنزل على محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للبيان والإعجاز، والقراءات اختلاف ألفاظ الوحي المذكور في الحروف أو كيفيتها، من تخفيف و تشديد و غيرهما، والقراءات السبع متواترة عند الجمهور، وقيل: بل مشهورة، قال الزركشي: والتحقيق أنها متواترة عن الأئمة السبعة". (الإتقان: ۱/۱۶۰، النوع الثاني إلى السابع والعشرين معرفة المتواتر والمشهور: دار ذوي القربى)

(وكذا في مناهل العرفان للزرقاني: ۱/۴۱۰، دار احياء التراث العربي)

بشارت ہے، اس کی تشریح محدثین نے اس طرح فرمائی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت سے قلب بھرا ہوا ہو، خوف و خشیت طاری ہو، ہیبتِ الٰہی سے کانپتے ہوئے، اس کی وعیدوں اور بشارتوں کا استحضار کر کے اس تصور سے تلاوت کرے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں، ایسی تلاوت میں بڑی کشش ہوتی ہے، اللہ پاک اس سے بہت خوش ہوتے ہیں (۱)۔ صحابہ کرام میں بھی یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک نے تلاوت کی، بقیہ سب سنتے اور ایمان کو تازہ کرتے رہتے (۲)۔

پیسہ کمانا یا اپنی تعریف وشہرت ہرگز مقصود نہ ہو (۳)، اگر قرآنِ پاک کی تلاوت کو خدانخواستہ روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جاوے خواہ وہ اہلِ قبور کو ثواب پہنچانے کی شکل میں ہو، یا منبر پر بیٹھ کر جلسوں کی زینت بڑھانے کی صورت میں ہو، یا دوسرے قاریوں سے مقابلہ کر کے انعام حاصل کرنے کی صورت میں ہو، یا اپنی تعریف وشہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھا جاوے، یا موسیقی (راگ) کے قواعد کے طور پر نشیب وفراز اور

---

(۱) "عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "زینوا القرآن بأصواتکم". (مسند الإمام أحمد: ۲۸۳/۴، دار إحیاء التراث العربی)

"وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً: "أحسن الناس قراءۃً من قرأ القرآن یتحزن بہ". و قال الشیخ ظفر أحمد العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ: قولہ: "عن ابن عباس" الخ، قلت: فیہ استحباب التحزن بالقرآن، و معناہ أن یقرأ بحیث یظہر من تلاوتہ حزن قلبہ دون أن یتعمد فی تحزین الصوت فقط". (إعلاء السنن: ۱۵۵/۴، أبواب القرأۃ، ادارۃ القرآن)

(وأیضاً سیأتی تحت عنوان: ''کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے'')

(وکذا فی کتاب الآثار، للإمام محمد، ص: ۵۵، إدارۃ القرآن)

(۲) "وکان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول لأبی موسی الأشعری: یاأبا موسی! ذکّرنا ربنا، فیقرأ وھم یسمعون ویبکون، و کان أصحاب محمد ﷺ إذا اجتمعوا، أمروا واحداً منہم أن یقرأ القرآن والباقی یستمعون، و قد ثبت فی الصحیح: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرّ بأبی موسی الأشعری وھو یقرأ، فجعل یستمع لقرأتہ اھ". (مجموعۃ الفتاوی لإبن تیمیۃ: ۵/ ۵۱، مکتبہ العبیکان، بیروت)۔

(۳) "قال النبی ﷺ: "من سمّع سمّع اللہ بہ، و من یرائی یرائی اللہ بہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، رقم الحدیث: ۵۳۱۶، ۲/ ۲۶۷، دار الکتب العلمیۃ)

زیر وبم کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی ہرگز اجازت نہیں، اس پر سخت وعید ہے(۱)۔حدیث شریف میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جن کو سب سے پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا اور دوزخ کو ان سے دھونکا یا جائے گا، ان میں سے ایک قاری کو بھی شمار کیا گیا ہے جو اس لئے تلاوت کرتا ہے تا کہ لوگ اس کی تعریف کریں کہ بہت اچھا قاری ہے(۲)۔اب آپ خود ہی منطبق کرلیں کہ آپ کے یہاں کے اجتماع کی شان کیا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کیا لہجہ سیکھنا حرام ہے؟

سوال[۱۱۱۳]: ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جو آج کل قاری لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے، لہجہ سیکھنے اوراس کے مطابق پڑھنے کو حرام کہتے ہیں۔سورۂ کہف میں لفظ "عـوجـا" کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔کیا لہجہ سیکھنا اوراس کے مطابق پڑھنا غلط ہے؟

---

(۱) "إقرأوا القرآن و لا تأكلوا به، و لا تجفوا عنه، و لا تغلوا فيه، و لا تستكثروا به" .... عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: علّمت ناساً من أهل الصفة القرآن فأهدى إلىّ .... فقال: "إن أردت أن يطوّقك الله طوقاً من نار فاقبلها" ...... و قال ...... "من قرأ القرآن يأكل به الناس، جاء يوم القيمة ووجهه عظمة ليس عليه لحم". .... "اقرأوا القرآن وسلوا الله به، فإن من بعدكم قوم يقرأون القرآن يسألون الناس". (رسالة شفاء العليل و بل الغليل في حكم الوصية بالختمات اهـ، في ضمن رسائل ابن عابدين : ۱/۱۵۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

"والتغني بالقرآن لا يجوز على الإطلاق بل هو مقيد بقيد عدم إخراج القرآن من العربية إلى غيرها". (إعلاء السنن ، أبواب القرأة : ۱۵۵/۴، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "إن أول الناس يقضى عليه يوم القيامة .... رجلٌ تعلم العلم و علمه، و قرأ القرآن، فأتي به، فعرفه نعمه، فعرفها ، قال: فما عملت فيها؟ قال: تعلّمتُ العلم و علّمتُه، وقرأتُ فيك القرآن، قال: كذبت و لكنك تعلّمت العلم ليقال: إنك عالم، و قرأتَ القرآن ليقال: هوقارىء ، فقد قيل: ثم أمِر به، فسحب على وجهه حتى ألقِي في النار اهـ". (الترغيب والترهيب ، في إخلاص النية في الجهاد : ۲۹۶/۲، دار إحياء التراث العربي)

الجواب حامداً و مصلیاً :

قرآن شریف جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا اسی طرح آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سکھایا، پھر اسی طرح بعد کے لوگوں کو سکھایا گیا۔ اصل لہجہ حدیث پاک سے ثابت ہے(۱)۔ ایک صحابی بالکل اسی لہجہ میں دوسروں کو پڑھ کر بتاتے ہیں، جس طرح سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا ہے، آپ کی اور صحابہ کرام کی تلاوت قواعد کے مطابق ہوتی تھی۔ اس وقت تک قواعد کتابی صورت میں نہیں تھے، بعد کے حضرات نے ان کو لکھا ہے اور یہ سب قواعد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت سے ہی بنائے گئے ہیں۔

فنِ تجوید ایک مستقل فن ہے جو بغیر استاد کے سیکھے حاصل نہیں ہوسکتا۔ کسی چیز کو حرام کہنا جب تک اس کے حرام ہونے کی دلیل نہ ہو جائز نہیں ہے، اور جو چیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہو اس کو حرام کہنا تو انتہائی جسارت ہے(۲)۔ بعض لوگ جو حقیقتاً قواعدِ تجوید سے واقف نہیں، قواعدِ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ورتّل القرآن ترتيلا﴾: أي اقرأه على تمهّل، فإنه يكون عوناً على فهم القرآن و تدبره .... و قد قدمنا في أول التفسير الأحاديث الدالة على استحباب الترتيل و تحسين الصوت بالقراءة ......الخ". (تفسير ابن كثير: ۵۵۹/۴، دار السلام)

"قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها: "كان يقرأ السورة ،فيرتلها حتى تكون أطول من أطول منها" .... "عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه أنه سُئل عن قراءة رسول الله ﷺ فقال : كانت مداً. ثم قرأ: (بسم الرحمن الرحيم) يمدّ بسم الله ، ويمدّ الرحمن، و يمد الرحيم" .... جاء في الحديث:"زينوا القرآن بأصواتكم". و "ليس منا من لم يتغن بالقرآن".

"و عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه أنه قال: لا تنثروه نثر الرمل، و لا تهذوه هذّالشعر ، قفوا عند عجائبه، و حرّكوا به القلوب الخ ". (تفسير ابن كثير: ۵۵۹/۴، دار السلام).

(۲)وقال السيوطي: "عن الجزري : القراء ات السبع .... متواترةٌ معلومةٌ من الدين بالضرورة، و كل حرف انفرد به واحد من العشرة معلومٌ من الدين بالضرورة أنه منزل على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، لا يكابر في شيء من ذلك إلا جاهل ".(الإتقان : ۱۶۳/۱ ، معرفة المتواتر والمشهور ، دار ذوى القربى)

"عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعاً : " زينوا القرآن بأصواتكم ، فإن الصوت الحسن يزيد =

موسیقی کے مطابق سُر مِلا کر پڑھتے ہیں جس سے بعض حروف کو زیادہ دراز کرتے ہیں، حالانکہ وہ مد نہیں، بعض کو جلدی سے پڑھ جاتے ہیں حالانکہ وہ مد ہے۔ اَور بھی اسی طرح متعدد قسم کے تغیرات پیدا ہوجاتے ہیں جیسا کہ راگ گانے میں ہوتا ہے، اس طرح پڑھنا یقیناً ناجائز ہے، اس سے معنی میں کافی تغیر پیدا ہوجاتا ہے اور الفاظ بھی مسخ ہوجاتے ہیں(۱)۔

سورۂ کہف میں "عوجاً" دونوں طرح پڑھنا درست ہے: سکتہ سے بھی اور بغیر سکتہ کے بھی، جب سکتہ سے پڑھیں گے تو اس پر تنوین نہ ہوگی اور بغیر سکتہ کے اگر پڑھیں گے تو اس پر تنوین پڑھیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وقفِ غفران کا مطلب

سوال[۱۱۱۴]: قرآن مجید کے حاشیہ پر جابجا وقفِ غفران لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مطلب ہے کہ اس مقام پر وقف کرنا بھی درست ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے۔ دونوں میں کسی بات پر مواخذہ نہیں بلکہ دونوں فعل مغفور ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/۶/۱۳۶۱ھ۔

= القرآن حسناً". رواه الحاكم في مستدركه"، و قال الحافظ في الفتح : "فإن لم يكن حسن الصوت، فليحسنه ما استطاع". (فتح الباري لابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالىٰ، كتاب فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن: ۷۲/۹، دارالمعرفة)

(وكذا في إعلاء السنن : ۱۵۳/۴ ، أبواب القرأة ، ادارة القرآن)

(۱) قال العلامة ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالىٰ :"دلّ الحديث على أن التغني بالقرآن لا يجوز على الإطلاق ، بل هو مقيد بقيد عدم إخراج القرآن من العربية إلى غيرها بأن يفرط في المدّ، وفي إشباع الحركات حتى يتولد من الفتحة ألف .... و نحوها، والصحيح أن الإفراط على الوجه المذكور حرام، يفسق به القاري، و يأثم المستمع". (إعلاء السنن : ۱۵۵/۴ ، أبواب القرأة ، ادارة القرآن)

کیا ہر آیت پر وقف کیا جائے؟

سوال[۱۱۱۵]: قرآن شریف میں جو گول آیت (٥٥) جگہ بجگہ بنی ہوتی ہیں، اس گول آیت پر کسی جگہ "الف"، کسی جگہ "میم"، کسی پر "جیم"، کسی پر صل۔ تو اس صورت میں جس جگہ دل چاہے ٹھہر جائے اور جس جگہ دل نہ چاہے نہ ٹھہرے جیسے "ج"۔ زید کا فرمانا ہے کہ ہر گول آیت پر ٹھہرنا ضروری ہے کیونکہ ان گول آیتوں میں ترمیم نہیں ہوتی، یہ بجنسہ وحی کے ساتھ نازل ہوئی ہیں اور جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجنسہ ترتیب دیا ہے اور بجنسہ ایسے ہی نازل ہوئیں۔ کیا ہر گول آیت پر ٹھہرے یا جہاں جیسی علامت حروف کی ہو ویسا عمل کرے جیسے: "ط، ج، ص، ق، ل، و، م" وغیرہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

فقہاء کے نزدیک ان میں سے کسی مقام پر ٹھہرنا واجب نہیں، یہ قراء کی اصطلاحات ہیں، ان کی رعایت محض مستحب ہے، واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سورۂ قدر میں "امر" یا "سلام" پر وقف

سوال[۱۱۱۶]: سورہ قدر میں امر پر ٹھہرے یا سلام پر یا دونوں جگہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں جگہ میں اختیار ہے، جہاں چاہے وقف کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند ۹۵/۱۱/۲۵ھ

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ورتل القرآن ترتيلاً﴾: أي اقرأه على تمهل، فإنه يكون عوناً على فهم القرآن وتدبره.......... وقد قدمنا في أول التفسير الأحاديث الدالة على استحباب الترتيل وتحسين الصوت بالقرأة الخ". (تفسير ابن كثير: ۵۵۹/۴، دار اسلام)

(۲) قال في الهندية: "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتداء في غير موضع الإبتدأ إن لم يتغير المعنى تغيراً فاحشاً نحو: أن يقرأ "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات" ووقف ثم ابتدأ بقوله: "أولئک هم خير البرية" لا تفسد بالإجماع بين علمائنا، هكذا في المحيط." (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري: ۸۱/۱، رشيديه) .... =

تحقیقِ ضاد

سوال[۱۱۱۷] : اکثر لوگ حرفِ ضادکو ''دال'' پُر ''یا'' ''طا'' پُر کی آواز پڑھتے ہیں اور بعض حفاظ وجہلاء کہتے ہیں کہ اسی طرح سے پڑھنا چاہئے ،عربی میں ''دواد'' ہی پڑھا جاتا ہے اور اردو میں ''ضاد'' پڑھا جاتا ہے، مگر جب دواد کا ثبوت کسی معتبر کتاب کا ان سے مانگا جاتا ہے تو چپ ہو جاتے ہیں اور کچھ جواب نہیں دیتے حالانکہ تجوید کی کتاب میں لکھا ہے کہ ضاد کو اس کے مخرج سے یعنی حافۂ لسان اور متصل کی داڑھوں سے نکالنا چاہیے خواہ بائیں جانب سے یا دائیں جانب سے اور بندہ اسی طرح ادا کرتا ہے گو کہ بندہ عالم یا قاری نہیں ہے اور نہ حافظ ہے، مگر علمائے دین کے تصدق میں تجوید سے کسی قدر واقف ہے۔ بندہ کے پاس رفع التضاد، فیض العزیز، ہدیۃ الوحید، جمال القرآن، تجوید القرآن، جزری، مقدمۃ الجزری، فتویٰ ضاد، تبیین الضاد، فوائد مکیہ وغیرہ موجود ہیں، لہٰذا یہ کتابیں غلط ہیں یا غلط تھیں اور ضاد کو اس کے مخرج سے مع اس کی صفات کے پُر ادا کرنا چاہئے یا بصورتِ دال؟ مستند اور معتبر کتب مع نام کتب تحریر کیا جائے۔

اور مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی اپنے رسالہ تبیین الضاد(۱) میں فرماتے ہیں کہ ضاد کو دال پُر یا طاء پُر عمداً پڑھنا غلط ہے، ایسا پڑھنے والا گمراہ اور گنہ گار ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے فتاویٰ میں مرقوم فرماتے ہیں کہ جو شخص مجوّد وقاری ہو اور مخارج وصفات سے واقف ہو اگر وہ عمداً دال یا ظا پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہے، قاری اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اور اگر صفات ومخارج سے واقف نہ ہو، اگر وہ بلاقصد دال یا ظا پڑھے تو اس کی نماز ہو جائیگی اور قاری اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے(۲)۔

= (وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۸۹، ادارة القرآن)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، فصل في قرائة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقة بالقراءة: ۱/۱۵۵، رشيديه)

(۱) (تبيين الضاد، ص: ۳۸، مير محمد كتب خانه)

(۲) (فتاوى رشيديه (از تاليفاتِ رشيديه)، ص: ۱۸۸، ۲۸۹، کن امور سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کن سے نہیں؟ ادارة اسلاميات لاهور)

مولانا عبدالوحید صاحب ہدیۃ الوحید(۱)، میں مولانا اشرف علی صاحب جمال القرآن (۲) میں فرماتے ہیں کہ ضاد کو دال یا ظا پڑھنا غلط ہے اس سے معنی میں تغیر فاحش پیدا ہوتا ہے۔

سنا گیا ہے کہ قصبہ کتھور ضلع رہتک میں کوئی قاری صاحب مدینہ شریف کے آئے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں ضاد کا پڑھنا غلط ہے دواد پڑھنا چاہئے، عربی زبان میں ضاد نہیں پڑھا جاتا ہے، لہٰذا کیا قاری صاحب کا یہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے اور فتویٰ ضاد (۳) میں جو حدیث مرقوم ہے کہ: "من زاد حرفاً فی القرآن أو نقص منه، أو بدّل حرفاً بحرف متعمداً، فقد كفر"(٤)، یہ دونوں حدیث صحیح ہیں یا غلط؟ اول تو حدیث اور فقہ اکبر کی عبارت تو ملا علی قاری کی لکھی ہے مگر صحیح ہے یا غلط؟ رفع التضاد میں مرقوم ہے (۵) کہ "جو شخص مخارج وصفات سے واقف نہیں ہے، اگر دال یا ظاء پڑھتا ہے تو اس صحیح ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، جب تک وہ کوشش کرتا رہے گا

---

(۱) (هدية الوحيد ،ص:۱۸، آٹھواں مخرج ضادِ معجمه، رقم الحاشية: ۳٦، و ص: ۲۸، صفتِ استطاعت ، رقم :۷، قرأت اکیڈمی لاهور)

(۲) (جمال القرآن ،ص:۸، دوسرا لمعه ، مكتبه حماديه گوالمنڈی لاهور)

(۳) "استفتاء من علماء الحرمين الشريفين .... الجواب من شيخ القراء بالمدينة المنورة .... أن نهاية القول فی الضاد هو أنها أقرب إلى الظاء فقط كما فی الرعاية وجُهد المقل وغيرهما، فقرأة الفرقة الثالثة المسئولة فی الاستفتاء صحيح، و أما كون الضاد شبيهة بالدال أو الغين، فما سمعنابه قط، ولا وُجد فی كتاب، فمن صلی خلف الإمام يعتقد ذلک فصلاتهما باطلة. والله على ما نقول وكيل .... الجواب من علماء المكة المكرمة .... فنقول: إن الذی استقر عليه رأی جميع أهل الأداء من كتبهم أن الضاد والظاء اتفقتا فی الاستعلاء والإطباق والتفخيم والجهر والرخاوة، واختلفتا فی المخرج، وانفردت الضاد بالاستطالة، فإذا أعطيت للضاد ههنا من مخرجها و صفاتها، فقد أتيت بالثواب الذی لا محيد عنه عند علماء القرأة المدقلين، وحينئذ يكون بها أثر شبهه الظاء فی التلفظ كما فی نهاية القول المفيد، و أما كون الضاد قريبةً من الدال أو الغين فی التلفظ فبعيد عن الحق، والله أعلم".
(رساله إعلام العباد بحقيقة النطق بالضاد مع استفتاء علماء الحرمين الشريفين ونظم الضاد،ص:۲۷، ۲۸، مذهبی كتب خانه پشاور)

(۴) (لم أجد كتابه)

(۵) (رفع التضاد فی أحكام الضاد للمفتی محمد شفيع ،ص:۱۱، دار الاشاعت ديوبند)

تب تک اس کی نماز جائز قرار دیجائیگی اور جب کوشش کرنا چھوڑ دیگا تب اس کی نماز فاسد ضرور قرار دیجائیگی۔ یہ مضمون صحیح ہے یا غلط؟ جہاں تک ہو سکے معتبر اور مستند کتب کے موافق اس کا جواب تحریر کیا جائے اور ان کتب کا نام بھی تحریر کیا جائے کہ جن کے مطابق جواب لکھا جائے یا علماء دین خود یہاں تشریف لاکر یہاں کے جاہلوں کو سمجھائیں۔

بندہ تو دو سال سے سمجھا رہا ہے مگر میرا کہنا سب غلط سمجھتے ہیں، جو شخص باوجود لاعلم ہونے فقہ اور حدیث کے اور تجوید کے اگر توجیہات رکیکہ بیان کرے اور حدیث وفقہ کا منکر ہو اور کہے تمام زمانہ میں ایسی بات ہوتی ہے تو ہم کیوں نہ کریں اور حدیث وفقہ کا کسی طرح قائل نہ ہو حالانکہ وہ جانتا ہے کہ فلاں چیز شرعاً حرام ہے اور ناجائز ہے، مگر اتباعِ نفس سے اس کو حلال اور جائز قرار دے تو اس کو مولانا عبدالعزیز صاحب اپنے فتاویٰ جلد اول میں کافر لکھتے ہیں تو جب وہ کافر ہوا تو شرعاً اس کی عورت بھی نکاح سے خارج ہوگی (۱)۔ فقط والسلام

مقبول احمد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضاد، ظاء، دال تینوں علیٰحدہ علیٰحدہ مستقل حروف ہیں، ضاد اور ظاء اکثر صفات میں شریک ہونے کی وجہ سے مشابہ ہیں، تاہم دونوں کا مخرج علیٰحدہ ہے اور ضاد میں صفتِ استطالت زائد ہے جو ظاء میں نہیں: "ومنهم من يجعلها ظاء الخ. هذا ليس بعجيب لثبوت التشابه وعسر التميز بينهما، فإنه يشارك ظاء في صفاتها كلها، ويزيد عليها باستطالة، فلو لا اختلاف المخرجين والاستطالة في الضاد لكانت ظاء اھ". جهد المقل (۲)۔

ملا علی قاری شارح جزریہ اس شعر کے تحت:

من والضاد باستطالة ومخرج   منير عن الظاء كلها تجنى

---

(۱) (فتاوی عزيزية ،ص: ۳۸۵، باب العقائد ، استحلال الحرام و استحرام الحلال ، احادیث کی رکیک تاویلات)

(۲) (الإتقان في علوم القرآن للسيوطي، فصل من المهمات، تجويد القرآن: ۱/۱۰۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

تحریرفرماتے ہیں: "لما كان تميزه عن الظاء مشكلاً بالنسبة إلى غيره أمر الناظم مميزه نطقاً"۔ جب کہ باوجود اس کثیر تشابہ کے دونوں میں تمیز کرنا اور ظاء کی جگہ ضاد یا اس کے عکس قصداً پڑھنا درست نہیں(۱) تو پھر ضاد کی جگہ دال پڑھنا یا ضاد کو مشابہ دال پڑھنا کیسے درست ہوگا(۲)، کیونکہ دونوں کی اکثر صفات علیحدہ علیحدہ اور ممتاز ہیں، لہٰذا ضاد کو اس کے مخرج سے مع جمیع صفات کے حسب الطاقۃ ادا کرنا ضروری ہے، البتہ اگر ادائیگی پر قدرت نہ ہو تو معذوری ہے(۳)، تاہم اگر اس سے بہتر امامت کا اہل ادائیگی پر قادر موجود ہو تو اس کو امام بنانا چاہئے۔ کتبِ مذکورہ فی السوال مجموعی حیثیت سے معتبر ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ درست ہے۔ شرح فقہ اکبر میں عبارتِ مندرجہ فی السوال نظر سے نہیں گذری، البتہ یہ عبارت موجود ہے: "سئل الإمام الفضلي عمن يقر الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة، أو يقرأ: (أصحاب الجنة) مكان (أصحاب النار) أو على العكس، فقال: لا يجوز إمامته، ولو تعمد يُكفر. قلت: أما كون تعمده كفراً فلا كلام فيه إذا لم يكن فيه لغتان، ففي (ضنين الخلاف) (سامى). وأما تبديل الظاء مكان الضاد ففيه تفصيل، وكذا تبديل: (أصحاب الجنة) في موضع (أصحاب النار) وعكسه، ففيه خلاف وبحث طويل اه"(۴)۔

حدیث: "من زاد حرفا" الخ کا مضمون درست ہے۔

اور نماز کی صحت وفساد کے متعلق رفع التضاد میں صحیح لکھا ہے: إنه ما دام في التصحيح ولم يقدر

---

(۱)"وإن كان لايمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد، قال أكثرهم: لا تفسد صلاته، ومن لايعرف بعض الحروف ينبغي أن يجهد ولا يعذر في ذلك". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس في زلة القارى: ۱/۷۹، رشيديه)

(۲) في "الفتاوىٰ الحديثيه" للشيخ أحمد المكي: "لو أبدل الضاد بغير ظاء لم يصح قرأته قطعاً، فعلم من هذا أنه لم يقع خلاف في إبدالها دالاً كما وقع في الظاء، فالنطق بها دالاً، لم يقل أحد بصحته". (ص: ۲۰۹، مصر)

(۳)"مادام في التصحيح والتعلم ولم يقدر عليه فصلاته جائزة، وإن تركه جهده فصلاته فاسدة، كذا في المحيط".(رد المحتار، مطلب في الألثغ: ۱/۵۸۲، سعيد)

(۴) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۶۷، قديمى كتب خانه)

عليه فصلاته جائزة، وإن ترك جهده فصلاته فاسدة". رد المحتار (۱)۔

حدیث وفقہ کا انکار کرنا جہالت اور سخت خطرناک ہے، اندیشۂ کفر ہے، توبہ کرنا ضروری ہے، حرامِ قطعی بعینہ کو حلالِ قطعی کہنا بھی کفر ہے، لہٰذا توبہ کرنا فرض ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح وتجدید ایمان بھی کرنا واجب ہے (۲)۔ ایسے لوگوں کے درپے ہونا اس طرح پر کہ وہ حدیث کا انکار کر بیٹھیں مناسب نہیں، بلکہ ان کو نرمی اور احتیاط سے سمجھا دینا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/۵۳ھ۔

''نونِ قطنی'' کے ساتھ نماز

سوال[۱۱۱۸]: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورہ اخلاص کی پہلی آیت کو نون قطنی کے ساتھ دوسری آیت سے ملا کر پڑھا یعنی وصل کیا، نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج امام صاحب نے ایسا کیوں پڑھا؟ بعض لوگوں نے کہا کہ امام صاحب نے صحیح پڑھا ہے کیونکہ امام صاحب قاری اور مولوی ہیں۔ غرض نائب متولی کے پاس یہ بات پہونچی، نائب متولی صاحب نے امام صاحب کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف کیوں پڑھتے ہیں جو مقتدی کی سمجھ میں نہیں آتا اور گڑبڑ ہوتی ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، کیونکہ یہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ پھر بعض لوگوں نے متولی صاحب سے کہا کہ آپ اس پر فتوی منگائیے، متولی صاحب نے کہا کہ فتوی کی کوئی ضرورت نہیں اور امام صاحب سے کہا کہ اس طرح قرآن شریف پڑھیں جس طرح لکھا ہے اور جس طرح لوگ سمجھ سکیں۔

---

(۱) (ردالمحتار، مطلب في الألثغ: ۱/۵۸۲، سعيد)

(۲) "ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۲/۲۸۳، الباب السابع في أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

امام صاحب نے یہ قواعدِ تجوید کے موافق پڑھا ہے، کتبِ تجوید میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند۔

معروف ومجہول کا تلفظ

سوال[۱۱۱۹]: ایک مدرسہ میں بچوں کو ''بہ'' کے بجائے ''بیے ہ'' پڑھاتے ہیں اور دوسرے مدرسہ میں ''بــہ'' کے بجائے ''بـی ہ'' پڑھاتے ہیں۔ اب دونوں میں سے کون سے الفاظ صحیح ہیں کیوں کہ دونوں کے الفاظ الگ الگ ہیں، اصل میں کس طرح پڑھایا جائے، دونوں الفاظ میں کیا فرق ہے؟ اور معنیٰ میں کچھ فرق پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

دونوں طرح پڑھانے سے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں آتا(۲)، البتہ عربی تلفظ ''ب'' معروف ہے مثلاً: ''ب'' اور ''ی'' کو ملا کر پڑھیں گے تو ''بی'' پڑھیں گے، ''بـے'' نہیں پڑھیں گے، یہ چیز تحریر سے سمجھانی مشکل ہے، تلفظ سے زبانی سمجھ میں جلد آئے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیو بند، ۹۴/۴/۴ھ۔

---

(۱) لیکن فقہاء نے اس کو خلافِ اولیٰ لکھا ہے تاکہ عوام اور جہلا میں انتشار پیدا نہ ہو۔

قال الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "لكن الأولىٰ أن لا يقرأ عند العوام صيانةً لدينهم". وقال ابن عابدين: "أي بالروايات الغريبة والإمالات ؛ لأن بعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون، فيقعون في الإثم". (الدر المختار مع ردالمحتار، مطلب السنة تكون سنة : ۱/۵۴۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۹۵، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الرابع في القرأة : ۱/۷۹، رشيديه)

(۲) "ويجوز بالروايات السبع، بل يجوز بالعشرة أيضاً كما نص عليه أهل الأصول". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب السنة: ۱/۵۴۱، سعيد كراچی)

بعض آیات میں وارد ہمزات پڑھنے کا طریقہ

سوال[۱۱۲۰] : ۱......سورہ بقرہ رکوع نمبر:۱۴میں ہے: ﴿ثم أضطره﴾ (۱) بعض ہمزہ کو حذف کر کے میم کو ضاد سے ملا کر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور بعض ہمزہ کو ثابت کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔اب سوال یہ ہے کہ کون سا صحیح ہے؟

۲......سورہ مائدہ رکوع نمبر:۱۴میں ہے: ﴿ثم أصبحوا بها﴾ (۲) میں بعض ہمزہ کے حذف اور بعض اثبات کر کے پڑھتے ہیں،کونسا صحیح ہے؟

۳......سورہ مائدہ رکوع نمبر۲ میں: ﴿أن لا تعدلوا، إعدلوا﴾ (۳) میں بعض حالت وصل میں "اعدلوا" اور بعض وقف کر کے "اعدلوا" پڑھتے ہیں۔کونسا صحیح ہے اور کونسا غلط ہے؟

۴......سورہ توبہ رکوع نمبر:۴میں: ﴿یوم حنین إذ أعجبتکم﴾ (۴) میں بعضے ہمزہ کو حذف کر کے نون کو ذال سے ملا کر پڑھتے ہیں اور بعض وقف کر کے ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں۔کونسا صحیح ہے،کونسا غلط ہے؟

۵......سورہ طٰہٰ رکوع نمبر:۱۰میں: ﴿من اٰیاتنا الکبریٰ اذهب إلى فرعون﴾ (۵) میں بعضے ہمزہ کو حذف کر کے نون قطنی لگا کر پڑھتے ہیں اور بعضے ہمزہ کو ثابت رکھ کر پڑھتے ہیں،آیا کونسا صحیح ہے؟

۶......سورہ حج رکوع نمبر:۹میں: ﴿ذالکم، ألنار﴾ (۶) میں بعضے وقف کر کے پڑھتے ہیں اور بعض ﴿ذالکم النار﴾ پڑھتے ہیں،کونسا جائز ہے؟

مزید عرض ہے کہ جس طرح قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے اسی طرح پڑھنا چاہئے یا اپنی رائے کے مطابق محض اپنے کو قاری مشہور کرنے کی غرض سے بلا قانون کہیں حذف، کہیں اثبات، کہیں ادغام، کہیں وصل،

---

(۱)(آیت: ۱۲۶)

(۲)(آیت: ۱۰۲)

(۳)(آیت: ۸)

(۴)(آیت: ۲۵)

(۵)(آیت: ۲۳، ۲۴)

(۶)(آیت: ۷۲)

کہیں تغیر پڑھنا ہو تو جائز ہے؟ اور ایسے قاری کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ برائے مہربانی جوابات مع دلیل وحوالہ کتب مرحمت فرمائیں، بے حد ممنون ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ ہمزہ وصل نہیں بلکہ واحد متکلم کا ہے، اس لئے یہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ ثابت رہے گا۔

۲...... یہ ہمزہ باب افعال کا ہے جو کہ قطعی ہے وصلی نہیں، اس لئے یہ بھی ثابت رہے گا۔

۳...... وقف کر کے "إعدلوا" پڑھنا چاہئے، وقف نہ کرنا ہو تو "اعدلوا" کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا۔

۴...... یہ ہمزہ ساقط نہیں ہوگا، باقی رہے گا۔

۵...... نونِ قطنی تو تنوین کی حالت میں آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں ہے، اس لئے نونِ قطنی تو یہاں غلط ہے، اس کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر "الکبریٰ" پر وقف کیا جائے تو "إذهب" کا ہمزہ پڑھا جائے گا، وصل کی حالت میں ساقط ہو جائے گا۔

۶...... یہاں وصل بھی صحیح ہے اس صورت میں "النار" کا ہمزہ ساقط ہو جائے گا اور "ذلکم" کے میم پر ضمہ آئے گا۔ وقف کرنا زیادہ اچھا ہے، اس صورت میں "ذلکم" میں میم پر سکون ہوگا اور "ألنار" کا ہمزہ پڑھا جائے گا۔

قرآن کریم کو قواعد کے موافق پڑھنا چاہئے، اپنی طرف سے اس میں کچھ نہ کیا جائے، یہ خطرناک ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱/۹/۹۵ھ۔

زیر، زبر، پیش

سوال[۱۱۲۱]: زبر کے کیا معنی ہیں اور زیر اور پیش کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبر ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے "الف" پیدا ہوتا ہے، زیر ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من قال فی القرآن بغیر علم، فلیتبوأ مقعده من النار". (مسند الإمام أحمد: ۱/۳۸۵، رقم الحدیث: ۲۷۰، دار إحیاء التراث العربی)
(وکذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب العلم: ۱/۴۸۹، رقم الحدیث: ۲۳۴، رشیدیہ)

''یا'' پیدا ہوتی ہے، پیش ایک حرکت ہے جس کے کھینچنے سے ''واؤ'' پیدا ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

غیرِ قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنا

سوال [۱۱۲۲]: غیر قرآن کو قرأت کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قواعدِ عربیت کی رعایت سے پڑھے تو ٹھیک ہے، مگر قرآن کے ساتھ غیر قرآن ملتبس نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۹۰/۲/۸ھ۔

قرآن پاک میں اعراب اور کتبِ حدیث وفقہ کی تدوین

سوال [۱۱۲۳]: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ کلام اللہ اس طرح من أوله إلى آخره اوراق میں لکھا ہوا تھا، نہ اس زمانے میں زبر، زیر، جزم اور تشدید ایجاد ہوئے تھے، نہ کتبِ احادیث یوں تصنیف ہوئیں، نہ تدوینِ کتبِ فقہ، اصولِ فقہ اور تفسیر کا دستور تھا''۔ (یہ عبارت سوانحِ قاسمی: ۲/۲۵، کی ہے)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوانحِ قاسمی تو میرے پاس نہیں ہے لیکن واقعہ یہ صحیح ہے، اس پر آپ کو کیا دریافت کرنا مقصود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۵ھ۔

حرکات ونقاط قرآن میں کب سے ہیں؟

سوال [۱۱۲۴]: قرآن کریم میں زیر، زبر، پیش اور نقطے عہدِ رسالت اور خلفائے راشدین کے

زمانہ میں تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو اب اس میں یہ نقطے اور اعراب لگانا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرون مشہود لہا بالخیر میں حفاظت قرآن پاک کے لئے یہ سب کچھ کر دیا گیا، تا کہ لوگ غلط نہ پڑھیں اور تحریف نہ ہو جائے، یہ بدعت نہیں، بدعت کہتے ہیں احداث فی الدین کو اور یہ تمام دین کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تدبر اور بلا تدبر تلاوت میں فرق

سوال[۱۱۲۵]: دو آدمی ہیں ایک ناظرۂ قرآن شریف پڑھنے والا، اور ایک عالم آدمی ہے جس نے عربی تعلیم صرف ونحو کے ساتھ پڑھا ہے، وہ تلاوت کرتا تو ناظرہ پڑھنے والے کو دس نیکیاں ایک حرف پر، یہ اگر ترجمہ ایک ساتھ پڑھے تو ایک حرف پر کتنی نیکیاں ملیں گی؟ دوسرے وہ شخص جو عالم ہے اب تلاوت کرنے پر کتنا ثواب ہے ہر حرف پر؟ اگر ترجمہ کو خیال وتصور میں لائے اور اگر نہ لائے اور حافظوں کی طرح تیز رفتاری کے ساتھ پڑھ رہا ہے اور خیال کہیں اَور ہے تو کتنا ثواب ملے گا، کیا پہلی صرف ونحو والی کمائی اب کام دے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص جس قدر زیادہ تدبر کے ساتھ عظمتِ قرآن کریم کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوت کرے گا اسی قدر زیادہ ثواب پائے گا۔ تدبر کے لئے صرفی صیغوں اور نحوی ترکیبوں کا ذہن میں آنا ضروری نہیں، بلکہ کلام اور متکلّم کی جلالتِ شان اور آیاتِ رحمت وآیاتِ عذاب پر رجاء وخود اور اَوامر ونواہی پر عزمِ عمل واجتناب وغیرہ اثرات کا پیدا ہونا تدبر کا ثمرہ ہے۔ بڑا زبردست عالم بھی اگر بے دھیانی سے تلاوت کرتا ہے تو وہ ان ثمرات

---

(۱) قال العلماء: "ويستحب نقط المصحف وشكله، فإنه صيانة من اللحن فيه، وما كرهه الشعبي والنخعي النقط، فإنما كرهاه في ذلك الزمان خوفاً من التغيير فيه، وقد أمن ذلك اليوم فلايمنع من ذلك لكونه محدثاً، فإنه من المحدثات الحسنة، فلايمنع منه كنظائره: مثل تصنيف العلم وبناء المدارس وغير ذلك".

(مناهل العرفان: ۱/۴۰۲، حكم نقط المصحف وشكله، دارإحياء التراث العربي)

(وكذا في التفسير القرطبي، مقدمة المؤلف: ۱/۴۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

(والإتقان: ۱/۳۶۵، ۳۷۸ للسيوطي، دار ذوالقربى)

سے خالی رہتا ہے۔صَرف ونحو سے ناواقف آدمی اگر دھیان سے تلاوت کرتا ہے تو اس کے قلب میں بھی رقت پیدا ہوتی ہے اور ایمان قوی ہوتا ہے۔عالم اگر دھیان سے کام لے تو اس کے لئے زیادہ موقع ہے اس کا درجہ ہی بلند ہے۔پھر ایک اور دس کا حساب بھی عام حساب ہے، ورنہ خزانۂ غیب سے بے شمار و بے حساب ملتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۴ھ۔

جوابِ امر بھی مجزوم ہوتا ہے

سوال[۱۱۲۶]: سورہ ملک میں لفظ ''ینقلب'' کی ''ب'' پر جزم کیوں آیا ہے جبکہ عامل جازم نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جوابِ امر ہے جو کہ امر کی طرح مجزوم ہوتا ہے(۱)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۷/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۷/۱۸ھ۔

قرآن کریم کی سند

سوال[۱۱۲۷]: قرآنِ کریم کے لئے صرف تواترِ طبقاتی ہے یا تواترِ اسنادی ہے؟ اگر تواتر اسنادی ہے تو سند کیا ہے؟ بطریق ''عن عن'' یا کسی اَور طریقے سے ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً:

تواترِ طبقاتی تو ظاہر ہے، اسی کی وجہ سے ہر شخص نے اپنی سند کو ''عن عن'' سے پہنچانے کی کوشش نہیں کی،

---

(۱) "يجزم الفعل المضارع إذا كان جواباً للطلب (يشمل الطلب الأمر، والنهي، ودعاء)......نحو: "صِهِ عن القبيح تكرّم". (موسوعة النحو والصرف والإعراب، مبحث الفعل المضارع، ص: ۵۰۲-۵۰۳، دارالعلم للملايين، بيروت)

(كذا في أوضح المسالك إلى ألفية ابن مالك، فصل جازم الفعل نوعان: ۱۸۵/۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

نہ ضرورت سمجھی۔ حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقلاً تدریسِ قرآن کریم فرمایا کرتے تھے، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس میں ایک وقت میں سولہ سو طلبہ تھے۔ اور بعض حضرات نے اپنی عمر تدریسِ قرآن کریم میں صرف کردی، کیونکہ ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: "خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۹۵ھ۔

قرآن کریم کی ترتیبِ عثمانی

سوال[۱۱۲۸]: ایک عزیز نے ایک مولوی صاحب کے وعظ میں سنا کہ قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب بحوالۂ اتقان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں کس طرح سورتیں پڑھی جاتی تھیں؟ مجھے یہ معلوم تھا کہ ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دَور کیا کرتے تھے۔ کیا یہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ آخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیشتر سورتوں کی کیا ترتیب تھی؟ کیا اتقان معتبر کتاب ہے اور واعظ صاحب کا بیان صحیح ہے؟

مکلّف خدمت بابرکت شاہ حبیب اللہ، از خانقاہ نانکپور ضلع پرتاپ گڑھ، ۱۳/ رجب/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اتقان، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے، معتبر ہے، مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ترتیب سے قرآن کریم کو جمع فرمایا ہے، ترتیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی یہ تھی لیکن یکجا لکھا ہوا عام طور پر نہ تھا، بلکہ طرق مختلف لغات میں کہ ابتداءً سہولت کے لئے عرب کی کئی لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی، کسی کے پاس کچھ لکھا ہوا تھا، کسی کے پاس کچھ، باقی ذہنوں میں ترتیب یہی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو یکجا لغتِ قریش میں لکھا دیا اور اس ترتیب سے لکھایا جس ترتیب سے اب موجود ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقتِ نزول فرمایا کرتے

(۱) (مشکوۃ المصابیح: ۱/۱۸۳، کتاب فضائل القرآن، قدیمی)

(والمسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۹۴، رقم الحدیث: ۴۱۴، دار إحیاء التراث العربی)

تھے کہ ''اس آیت کوفلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو''۔ لکھنے کا رواج کم تھا، زیادہ تر حافظہ پر مدار تھا اور عام رواج لکھائی کا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ۷/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبداللطیف، ۲۴/ رجب/ ۵۷ھ۔

پارۂ عم کی طباعت خلافِ ترتیب

سوال[۱۱۲۹]: ہندوستان میں پارۂ عم (تیسواں پارہ) جوقرآن سے الگ طبع کرایا جاتا ہے وہ قرآن پاک کی ترتیب کے خلاف طبع ہوتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور یہ طریق عمل کب سے جاری ہوا اور کس نے جاری کیا؟ کیا قرآنِ پاک کی طباعت مصحفِ عثمانی کی ترتیب کے خلاف کی جاسکتی ہے؟ اگر ایسا کرنا جائز نہیں ہے تو پارہ عم کی ترتیب مصحفِ عثمانی کی ترتیب کے خلاف کیوں عملاً جائز قرار دی جاتی ہے؟ یہ فرما کر مطمئن نہ فرمائیں کہ بچوں کی آسانی کے لئے ایسا کیا گیا، یہ آسانی مصحفِ عثمانی کی ترتیب کو باقی رکھ کر بھی حاصل ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صریح جزئیہ کتب فقہ میں نہیں ملا، اولاً یہ عاجز چند عبارات نقل کرتا ہے، اس کے بعد جو کچھ اس سے مستفاد ہے صراحۃً یا اشارۃً یا دلالۃً یا لزوماً وہ عرض کرے گا، إن کان صواباً فمن اللہ فالحمد للہ علی

---

(۱)وقال الحاکم فی المستدرک : جمع القرآن ثلاث مرأت: إحداها بحضرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم .... الثانیة : بحضرة أبی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ.......... الجمع الثالث: ھو ترتیب السور فی زمن عثمان رضی اللہ عنہ .... کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزل علیہ السور دوات العدد، فکان إذا نزل علیہ الشئی دعا بعض من کان یکتب، فیقول: ''ضعوا ھؤلاء الآیات فی السورة التی یذکر فیھا کذا وکذا الخ''. (الإتقان فی علوم القرآن للسیوطی : ۱/ ۱۱۶، النوع الثامن عشر فی جمعه و ترتیبه ، دار ذوی القربی)

(وکذا فی مناھل العرفان فی علوم القرآن للزرقانی : ۱/ ۲۴۸، جمع القرآن علی عھد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، دار إحیاء التراث العربی)

(و تفسیر القرطبی ، مقدمة المؤلف : ۱/ ۴۵، دار الکتب العلمیة ، بیروت)

ذلک، وإن کان خطأ فمنی ومن الشیطان، فاستغفر اللّٰه العلی العظیم، والفقهاء بُراء منه.

"ویکره قرأة سورة فوق التی قرأها. قال ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: "من قرأ القرآن منکوساً، فهو منکوس الرأس". وما شرع لتعلیم الأطفال إلا لتیسیر الحفظ بقصر السوراه"۔ (مراقی الفلاح) (۱)۔

"ویکره قراءة سورة، وکذا الآیة فوق الآیة مطلقاً، سواء کان فی رکعتین، أو رکعة، واستثنی فی الأشباه النافلة فلا یکره فیها ذلک، وأقرّ علیه الغزی والحموی، ونقله عن أبی الیسر، وجزم به فی البحر والدر وغیرهما. قال بعض الفضلاء: وفیه تأمل؛لأن النکس إذا کره خارج الصلوٰة کما یرشد إلیه قوله: "ما شرع لتعلیم الأطفال الخ، لکون الترتیب من واجبات التلاوة ففی النافلة أولیٰ، وکون باب النفل واسعاً لایستلزم العموم بل فی بعض الأحکام اه". (طحطاوی ص۱۹۳) (۲)۔

"یجب الترتیب فی سور القرآن، فلو قرأ منکوساً، أثم اه". شامی: ۱/۳۰۷(۳)۔

"وجاز کتب المصحف وتعشیره ونقطه: أی إظهار إعرابه، وبه یحصل الرفق جداً خصوصاً للعجم فیستحسن، وعلی هذا لا بأس بکتابة أسامی سور وعدد الآی وعلامات الوقف ونحوها، فهی بدعة حسنة، در وقنیة اه".(٤)۔ قوله: وتعشیره هو جعل العواشر فی المصحف، وهو کتابة العلامة عند منتهیٰ عشر آیات". عنایه:۸/۱۳۰(۵)۔

" قوله: أی إظهار إعرابه تفسیرٌ للنقط. قال فی القاموس: نقط الحروف أعجم، ومعلومٌ أن الإعجام لا یظهر به الإعراب، إنما یظهر بالشکل، فکأنهم أراد وما یعم إفادة. قوله: وبه

(۱)(مراقی الفلاح حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فی المکروهات،ص: ۳۵۲، قدیمی)

(۲)(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۵۲، قدیمی کتب خانه)

(۳)(رد المحتار، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة: ۱/۵۴۶، سعید)

(۴)لم أظفر بهذا الکتاب.

(۵) (العنایة شرح الهدایة للعلامة البابری علی هامش فتح القدیر: ۱۰/۲۲، کتاب الکراهیة، مسائل متفرقة، مصطفی البابی الحلبی مصر)

یحصل الرفق الخ إشار إلى أن ماروى عن ابن مسعود: "جردا" والقرآن كان فى زمنهم، وكم من شئ يختلف باختلاف الزمان والمكان كما بسطه الزيلعى وغيره. قوله: وعلىٰ هذا: أى على اعتبار حصول الرفق. قوله: ونحوها كالسجدة ورموز التجويد اھ. ويكره تصغير مصحف وكتابته بقلم رقيق: أى تصغير حجم، وينبغى أن يكتبه بأحسن خط وأبينه على أحسن ورق، وأبيضه بأفخم قلم وأبرق مداد، ويفرج السطور، ويفخم الحروف، ويفخم المصحف اھ". قنيه، ص: ١٥٦، در مختار وشامى :٥/٢٤٧(١)-

"(وتعشير المصحف ونقطه)، لأن القراء ة والآئ توقيفية، ليس للرأى فيها مدخل، فبالتعشير حفظ الآى، وبالنقط حفظ الإعراب، فكانا أحسنين، ولأن العجمى الذى لايحفظ القرآن لا يقدر على القراء ة إلا بالنقط فكان حسناً، وماروى عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه أنه قال: "جرّدوا القرآن"، فذاك فى زمنهم؛ لأنهم كانوا ينقلونه عن النبى صلى الله عليه وسلم كما أنزل، وكانت القراء ة سهلةً عليهم، وكانوا يرون النقط مخلاً بحفظ الإعراب، والتعشير بحفظ الآئ، ولا كذلك العجمى فى زماننا، فيستحسن لعجز العجمى عن التعليم إلابه. وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامى السور وعدّ الآى فهو وإن كان محدثاً فمستحسن، وكم من شئ يختلف باختلاف الزمان والمكان اھ". زيلعى شرح كنز :٦/٦٠(٢)-

"قال فى شرح الطحاوى لأبى بكر الرازى فى كتاب الكراهة: وكان الشيخ أبوالحسن يقول: لا يكره ما يكتب فى تراجم السور حسب ماجرت به العادة؛ لأن فى ذلك إبانةً عن معنى السور ة، وهو بمنزلة كتابة التسمية فى أجزائها للفصل اھ"۔ حاشية الشبلى على تبيين للزيلعى اھ: ٦/٣٠(٣)۔

عباراتِ منقولہ سے چند امور مستفاد ہوئے: ١-قرآن کریم کی موجودہ ترتیب واجب ہے، اس کے

---

(١)(رد المحتار، فصل فى البيع: ٦/٣٨٦، سعيد)

(٢) (تبيين الحقائق: ٧/٦٢، كتاب الكراهية، دار الكتب العلمية)

(٣) (حاشية الشبلى عن التبيين: ٧/٦٢، كتاب الكراهية، دار الكتب)

خلاف پڑھنا گناہ ہے، سورتوں اور آیتوں کی موجودہ ترتیب کے خلاف نماز میں پڑھنا مکروہ ہے، فقہاء کی بڑی جماعت نے نوافل میں خلافِ ترتیب قراءت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے۔

۲-نہجِ کتابت میں چند تغیرات ہوئے: اعراب، نقطے، سورتوں کے نام، سورتوں کے مکی و مدنی ہونے کی تعیین، تعدادِ آیات، ہر دس آیت پر علامت، علامتِ وقف، سجدۂ تلاوت، رموزِ تجوید۔

۳-بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ فقہاء نے ان کو مکروہ لکھا ہے، مثلاً: باریک قلم سے قرآن پاک کو لکھنا، حجم کو چھوٹا کرنا، بلکہ فقہاء کی تاکید ہے کہ موٹے قلم سے بڑے بڑے حرفوں میں کشادہ کشادہ سطور لکھ کر حجم بڑا کیا جائے، مگر یہ چیزیں بلانکیر شائع ہیں، ہند میں بھی اور بیرون ہند میں بھی، چنانچہ نہایت خوشنما باریک حرفوں میں لکھے ہوئے جیبی بلکہ اس سے بھی چھوٹے چھوٹے قرآن شریف مطابع سے چھپ کر آرہے ہیں، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چھوٹے حرفوں میں لکھنا خلافِ احترام تھا، اس سے تحفظ کے لئے فقہاء نے تاکید کی تھی اور اب یہ چیز نہیں، پس علتِ کراہت باقی نہیں رہی۔

۴-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ "جرّدو القرآن" لیکن نہجِ کتابت کے جو تغیرات منقول ہوئے، ان سب کی فقہاء نے اجازت دی ہے بلکہ مستحسن لکھا ہے، اس لئے کہ پہلے ان کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہ مخلِ حفظ تھے، پھر ان کی حاجت پیش آئی اور یہ معینِ حفظ قرار پائے (۱)۔

۵-ترتیب واجب ہونے کے باوجود بچوں کی سہولت کی خاطر خلافِ ترتیب تعلیم دینا درست ہے، یہ امر ظاہر ہے کہ یہ نقوش منزّل من اللہ نہیں البتہ منزل من اللہ پر دال ہیں۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ موجودہ ترتیب اَور ہے اور نزولی ترتیب اَور، نزول کے وقت جس طرز پر کتابت کرائی گئی تھی اب کلی طور پر وہ طرز باقی نہیں، لیکن

---

(۱) "وتعشير المصحف ونقطه يعني يجوز ؛لأن القراءة والآية توقيفية، ليس للرأى فيها مدخل، فالتعشير حفظ الآيات، والنقط حفظ الإعراب، فكانا حسنين، ولأن العجمي الذى لا يحفظ القرآن لا يقدر على القرأة إلا بالنقط فكان حسناً، وما روى عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه من قوله: "جردوا القرآن" فذلك فى زمانهم؛ لأنهم كانوا ينقلونه عن النبى صلى الله عليه وسلم كما أنزل، وعلى هذا لا بأس بكتابة أسامي السور وعد الآى، وإن كان محزبا فهو حسن، وكم من شئ يختلف باختلاف الزمان والمكان". (البحر الرائق: ۳۷۳/۸، كتاب الكراهية، مكتبة رشيديه)

الفاظ وہی ہیں، ان میں سرمنہ فرق نہیں اور: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (۱) کا وعدہ بالکل صادق ہے۔

۶- جب الفاظ کو خلافِ ترتیب سہولت کی خاطر تعلیم دینا حسبِ تصریحِ فقہاء درست ہے حالانکہ الفاظ منزل من اللہ ہیں اور موجودہ دور میں تعلیمِ اطفال گویا کہ موقوف ہے نقوش کی شناخت پر، تو جو نقوش خود منزل من اللہ نہیں بلکہ منزل من اللہ پر دال ہیں تو ان کا اس سہولت اور توقف کی خاطر پارۂ عم کو مروجہ طریقہ پر طبع کرنا بھی بظاہر درست ہوگا، البتہ اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بچے یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اصلی ترتیب یہی ہے، بلکہ ذہن نشین کرادیا جائے کہ تم کو خلاف ترتیب پڑھایا جارہا ہے، اصلی ترتیب وہ ہے جو قرآن پاک میں ہے، پارۂ عم کے بعد حاجت باقی نہیں رہتی، بلکہ عامۃً اتنی شناخت ہو جاتی ہے کہ بسہولت شروع سے پڑھتے چلے جاتے ہیں۔

بایں ہمہ ترتیب کے ساتھ پڑھانا اور طبع کرانا اصل کے مطابق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے

سوال [۱۱۳۰]: قرآنِ حکیم کی ترتیبِ آیات اور سورتوں کی ترتیب قطعی ہے یا ظنی؟ اس ترتیبِ موجودہ کا منکر کافر ہوگا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

عاشق علی دہلوی

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ ترتیب توقیفی ہے، بعض جگہ اختلاف بھی ہے، اس کا منکر کافر نہیں، گنہگار ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۹/۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (سورة الحجر: ۹)

(۲) "انعقد إجماع الأمة على أن ترتيب آيات القرآن الكريم على هذاالنمط الذى نراه اليوم بالمصحف، كان بتوقيف من النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الله تعالىٰ إنه لا مجال للرأى والاجتهاد فيه". (مناهل العرفان فى علوم القرآن: ۱/۳۳۹، ترتيب آيات القرآن، دار إحياء التراث العربى) =

کیا قرآن کے چالیس پارے ہیں؟

سوال[۱۱۳۱]: اگر زید کہے کہ قرآن پاک تو مولوی لوگوں کے لئے ۳۰/ پارے ہیں، حالانکہ اصل قرآن پاک ۴۰/ پارہ کا ہے، پوچھنے پر پیر نے جواب دیا کہ ۱۰/ پارے پیر کے قلب میں ہیں۔تو ایسا اعتقاد رکھنے والا شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ عقیدہ رکھنا سخت گمراہی اور بد دینی ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۵ھ۔

قرآن کریم کے چالیس پارے ماننے والے کا حکم

سوال[۱۱۳۲]: یہ قرآن کریم فرقان حمید کے مکمل تیس پارے ہیں، مگر ایک فرقہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کل چالیس پاروں میں اترا ہے، ظاہر تیس پارے اور مشائخ کے سینہ میں پوشیدہ دس پارے سینہ بسینہ چلے آرہے ہیں۔اس کا کیا حکم ہے، یہ غلط ہے تو اس جماعت کو کیا کہنا چاہئے؟

= "وقال السيوطي ما نصه : الذى ينشرح له الصدر ما ذهب إليه البيهقي، و هو أن جميع السور ترتيبها توقيفي إلا براءة والأنفال". (مناهل العرفان : ١/٣٥٠، ترتيب السور ، دار إحياء التراث العربي)

(وكذا في الإتقان: ١/١١٦، ١٣٠، النوع الثامن عشر ، دار ذوى القربى)

(ومرقاة المفاتيح : ٤/٦٢٧، ٦٣٠، كتاب فضائل القرآن ، رشيديه)

(١) "اعلم أن من استخف بالقرآن أو المصحف أو بشيء منه أو سبهما، أو جحده أو حرفاً منه أو آيةً، أو كذب به أو بشيء منه، أو كذب بشيءٍ مما صرح به من حكم أو خبر، أو أثبت ما نفاه أو نفى ما أثبته على علم منه بذلك، أو شك في شيء من ذلك، فهو كافر عند أهل العلم بإجماع ، قال الله تعالىٰ: ﴿لا يأتيه الباطل من بين يديه و لا من خلفه، تنزيلٌ من حكيم حميد﴾. (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ، الفصل التاسع، الحكم بالنسبة للقرآن : ٢/٢٩٢، دار الأرقم)

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ فرقہ قرآنِ کریم کو محرّف مانتا ہے، اس کا ایمان قرآن پر نہیں (۱)، جب پورا قرآن بھی اس کے پاس نہیں تو یہ اہلِ کتاب بھی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۰/۹/۲۴ھ۔

سورہ فاتحہ کس پارہ کا جزء ہے؟

سوال [۱۱۳۳] : سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی سورۃ ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کون سے پارہ کی سورۃ ہے؟ نیز یہ کہ صرف سورۃِ فاتحہ پڑھنے سے نماز میں تو کوئی قصور واقع نہیں ہوتا؟ نیز شانِ نزول وغیرہ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

سورہ فاتحہ (الحمد شریف) بالیقین کتاب اللہ قرآن شریف کی سورت ہے، مصحفِ عثمانی میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ ہے، اس کے بعد سورۂ بقرہ ہے، بچوں کی تعلیم میں سہولت کی خاطر پارہ عم میں خلاف ترتیب سورتیں لکھی گئی ہیں۔ سورۂ فاتحہ نماز میں (امام، منفرد کے لئے) پڑھنا واجب ہے، اور اس کے ساتھ سورت یا تین آیات کی مقدار پڑھنا بھی واجب ہے (۲) اور نفسِ قرأت فرض ہے، اگر صرف فاتحہ پر کفایت کی تو نفسِ قرأت کا فریضہ اور سورۃ فاتحہ کا وجوب تو ادا ہو گیا (۳) مگر ضمِ سورۃ کا وجوب ادا نہیں ہوا۔ اگر بھولے سے واجب ترک ہو جائے تو سجدہ سہو لازم ہوتا ہے، عمداً واجب ترک کرنے سے اعادۂ نماز واجب ہوتا ہے (۴)۔ شانِ نزول اور مزید معلومات

---

(۱) "وجوابِ این مطعن راحق تعالیٰ خود متکفل شد، جائے کہ فرمودہ: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر و إنا له لحافظون﴾ ہر چہ در حمایت وکلایتِ الٰہی باشد بشر راچہ امکان کہ دراں نقص وکمی راراہ دہد............اھ"۔ (تحفۂ اثنا عشریہ، باب دوم در مکائد شیعہ و طریق اضلال وتلبیس، کید سیزدہم، ص: ۳۸، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) "تجب قرأة الفاتحة و ضم السورة أو ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة في الأوليين بعد الفاتحة، كذا في النهر الفائق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/۷۱، رشيديه)

(۳) "الفصل الأول في فرائض الصلاة .... و منها القرأة، و فرضها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ يتأدى بآية واحدة الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة : ۱/۶۹، رشيديه)

(۴) .... الأصل في هذا المتروك ثلاثة أنواع : فرض وسنة وواجب........... وفي الثالث إن ترك =

''لباب المنقول''، ''الدر المنثور''(۱)، ''مفاتیح الغیب''(۲) وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۲۳ھ۔

کتبِ سماویہ کی زبان

سوال[۱۱۳۴]: تورات، زبور، انجیل، صحفِ ابراہیم وموسیٰ کس زبان میں تھیں، عربی یا سریانی؟ سوائے تاریخ کے قرآن وحدیث سے ان کتابوں کی زبان کی تحقیق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتی ہے تو تحریر فرمائیے اور اگر صرف تاریخ ہی سے پتہ چلتا ہے تو بحوالۂ کتب تحریر فرمایئے، جو حضرت عیسیٰ وموسیٰ وحضرت داؤد علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں۔

الجواب حامدا ومصلیاً:

نزول ہر کتاب کا عربی زبان میں ہوا پھر ہر رسول نے اس کتاب کا اپنی قوم کی زبان میں ترجمہ کیا اور اس کو سمجھایا، قیامت کو سب کی زبان سریانی ہوگی پھر لوگ جنت میں داخل ہوں گے، ان کی زبان عربی ہوجائے گی، سفیان ثوری سے ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے، کذا فی تفسیر ابن کثیر: ۳۴۷/۳ (۳)۔ شیخ

= ساهياً يجبر بسجدتي السهو، وإن ترك عامداً، لا........ لايجب السهو في العمد، وإنما تجب الإعادة جبراً لنقصانه، كذا في البحر الرائق.......... وإذا ترك الفاتحة في الأوليين أوإحداهما يلزمه السهو". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱۲۶/۱، رشيديه)

(۱) (الدرالمنثورفي التفسير الماثور، سورة الفاتحة: ۵،۳/۱. مؤسسة الرسالة، بيروت)

(وكذا راجع لتفصيل الإتقان للسيوطي، المسئلة الخامسة .... لنزول الآية أسباباً متعددة الخ الإتقان، النوع التاسع معرفة سبب النزول: ۶۴/۱، ذوی القربی)

(۲) (التفسير الكبير: ۲۱۶/۱-۲۱۸، اشتراط الفاتحة في الصلاة، دار الكتب العلمية، طهران)

(وكذافي الحلبي الكبير، ص: ۴۹۵، تتمات فيما يكره من القران، سهيل اكيڈمی)

(والفتاوی العالمكيرية: الباب الخامس في آداب المسجد والمصحف: ۳۲۳/۵، رشيديه)

(۳) "وقال سفيان الثوري: لم ينزل وحي إلا بالعربية، ثم ترجم كل نبي لقومه، واللسان يوم القيامة بالسريانية، فمن دخل الجنة تكلم بالعربية. رواه ابن أبي حاتم". (تفسير ابن كثير: ۴۶۳/۳، الشعراء، تحت قوله تعالیٰ: ﴿بلسان عربي مبين﴾ رقم الآية: ۱۹۵، دار السلام رياض)

عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواھر : ۱/۹٤ ، میں لکھا ہے: کہ قرآن، تورات، انجیل، سب کلام اللہ ہیں، اول عربی میں، ثانی عبرانی میں، ثالث سریانی میں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غیر عربی میں قرآن لکھنا

استفتاء سوال [۱۱۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین اس بارے میں کہ مقامی ایک نیم عالم صاحب نے قرآن حکیم کو بنگلہ خط میں اور ترجمہ میں لکھا ہے، جس کے شروع میں کہتے ہیں "کہ یہ حروف بنگالیوں کے لئے ہیں"۔ لفظ بنگالی کی تشریح نہیں کی، آیا بنگالی مسلمانوں کے لئے ہے یا اور کسی کے لئے ہے۔ یہ تو سرخی ہوئی، دوسرے صفحہ پر انھوں نے "اللہ" کو (لفظ) اس شکل میں لکھا ہے، لوگوں نے دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ یہ ہماری چیز تھی جو ہندوؤں نے لے لی، نیز "مذہب اسلام کیا ہے" اور "مسلمان کسے کہتے ہیں" عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ "مسلمان اسے کہتے ہیں جو موسیٰ، عیسیٰ، محمد، کرشن جی پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو نبی مانتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "ھاکر" یعنی ڈاکیہ، ہرکارے بتلایا ہے، حضور اکرم۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔کے تکریم کے مناسب الفاظ بھی لانا اپنی دانست میں مناسب نہ سمجھا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

بنگلہ خط میں قرآن حکیم لکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قال اشهب رحمه الله تعالىٰ: سئل مالك هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقالؒ: لا إلا على الكتبة الأولىٰ. رواه الدارانى فى المقنع. ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة. وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضى الله تعالىٰ عنه فى واو أو ياء أو ألف أو غير ذلك۔ وقال البيهقى فى شعب الإيمان: من يكتب مصحفاً ينبغي أن يحافظ على الهجاء التي كتبوا به تلك المصاحف، ولايخالفهم، ولا يغيرمما كتبوه شيئاً فإنهم كانوا أكثر علماً وأصدق قلباً ولساناً وأعظم أمانةً منا، فلا ينبغى أن نظن بأنفسنا استدراكاً عليهم اھ".

(۱) "فإن عبر عن كلام الله تعالىٰ بالعربية كان قرآناً، وبالسريانية كان إنجيلاً، وبالعبرانية كان توراةً".

(اليواقيت والجواهر للشعرانى، ص: ۹۴، مكتبه عباس بن عبد السلام، مصر)

اتقان، النوع السادس والسبعون:۲/۱۹٦(۱)۔

"وصرح بتحريم كتابته بالعجمية في الفتاوىٰ الكبرىٰ : ۱/۳۸ (۲):قال بعض أئمة القراء ة: ونسبته إلى مالك؛ لأنه المسئول عن المسئلة، وإن لا فهو مذهب الأئمة الأربعة، وقال أبوعمرو: ولا مخالف له في ذلك من علماء الأمة، وقال بعضهم: والذي ذهب إليه مالك هو الحق؛ إذ فيه بقاء الحالة الأولىٰ إلىٰ أن يتعلم الاٰخرون، وفي خلافها تجهيل اٰخر الأمة أوّلَهم وإذا وقع الإجماع كما ترىٰ علىٰ منع ما أحدث الناس أليوم من مثل كتابة الربوٰ بالألِف مع أنه موافق للفظ الهجاء، فمنعُ ما ليس من جنس الهجاء أولىٰ، وزعم أنه كتابته بالعجمية فيها سهولة للتعلم كذبٌ مخالفٌ للواقع والمشاهدة، فلا يلتفت لذلك علىٰ أنه لو سلم صدقه، لم يكن مبيحاً لإخراج ألفاظ القراٰن عما كتبت عليه وأجمع عليه السلف و الخلف اهـ"۔ والمسئلة مذكورة في آكام النفائس ايضا ،ص: ۲٤(۳)۔

عباراتِ منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ مصحفِ عثمانی کے رسمِ خط کی رعایت ومتابعت لازم وضروری ہے اوراس کے خلاف لکھنا اگر چہ وہ عربی رسم خط میں ہی کیوں نہ ہو، ناجائز اور حرام ہے اوراس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے بلکہ علمائے امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں تو یہ اجماعی مسئلہ ہوا، پھر غیر عربی بنگلہ وغیرہ رسم خط میں لکھنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، اس میں تو جواز کا کوئی احتمال ہی نہیں۔لہٰذا صورتِ مسئولہ بالاجماع ناجائز ہے، بعض حروف عربی کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے: ثاء، حا،ض، ظ، وغیرہ، یہ حروف دوسری زبان میں استعمال ہی نہیں ہوتے، ان کے لئے ان زبانوں میں نہ صوت ہے، نہ شکل وصورت ہے تو لامحالہ ان کی جگہ دوسرے حروف لکھے جائیں گے جو کہ بنگلہ میں مستعمل ہیں اور یہ عمداً تحریف وتغییر ہے جو کہ حرام ہے۔البتہ اگر متنِ قرآن کریم تو

---

(۱) (الإتقان في علوم القرآن: ۲/۳۲۸، النوع السادس والسبعون، في مرسوم الخط وآداب كتابته، دار ذوي القربى)

(۲) (الفتاوى الكبرى الفقهية: ۱/۳۸، باب النجاسة، المكتبة الإسلامية، تركى)

(۳) (آكام النفائس، ص: ۵۳، في ضمن رسائل الكنوى: ۴/۳۸۵، ادارة القرآن).

(وكذا في الإتقان في علوم القرآن، للسيوطي: ۱/۱۱٦ – ۱۲۹، النوع الثامن عشر في جمعه وترتيبه، دار ذوي القربى)

عربی اصل رسم خط میں ہو، اور اس کا ترجمہ وتفسیر بنگلہ زبان میں تو شرعاً مضائقہ نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ جمادی الأولی/ ۷۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ جمادی الثانیۃ/ ۷۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ منظور احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

سلف صالح کا اتباع اور پیروی ضروری ہے اور اسی میں ہماری فلاح اور سعادت ہے۔فقط۔ زکریا قدوسی

الجواب صحیح: بندہ ظہور الحق عفی عنہ مدرسہ ہذا۔ ہذا الجواب ہو الحق وبالاتباع أحق، امیر احمد کاندھلوی کان اللہ لہ

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن غفرلہ۔ احقر علیم اللہ مظاہری عفا اللہ عنہ۔

اردو میں قرآن پاک پڑھنا

سوال[۱۱۳۶]: آج کل لوگ اردو کا قرآن پاک پڑھ رہے ہیں، ایسے قرآن شریف پڑھنا یا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اردو میں قرآن پاک لکھنا اور چھاپنا اور فروخت کرنا اور خریدنا درست نہیں، اصل عربی کے ساتھ ترجمہ بھی ہو تو درست ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۵ھ۔

---

(۱) قال المحقق ابن همام: "و فی الكافی: إن اعتاد القرآن بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع، فإن فعل آيةً او آيتين لا، فإن كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمته جاز الخ". (فتح القدير، باب صفة الصلاة: ۱/۲۸۶، مصطفى البابی الحلبی مصر)

(و كذا فی رد المحتار: ۱/۴۸۶، مطلب فی بيان المتواتر والشاذ، سعيد)

(و كذا فی مناهل العرفان: ۲/۳۸، دار احياء التراث العربی)

ترجمۂ قرآن بغیر عربی عبارت کے

سوال[۱۱۳۷]: قرآن شریف کو بغیر عربی کے صرف اردو ترجمہ کے ساتھ چھاپنا کیسا ہے اور اس کو خریدنا اور پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر عربی کے محض اردو یا کسی بھی زبان میں قرآن شریف کو لکھنا چھاپنا منع ہے، اتقان میں اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل ہے(۱)۔

قال العلامة الشامي: "في الفتح عن الكافي: إن اعتاد القرأة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع اهـ". شامي: ۱/۳۲۶(۲).

اس سے خریدنے اور بیچنے کی بھی ممانعت معلوم ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

قرآن کریم ہندی میں لکھنا

سوال[۱۱۳۸]: ہندی میں جو قرآن کریم جماعت اسلامی ہند نے شائع کیا ہے اس کو پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور عربی رسم الخط عربی قرآن جو ہے، اس کو تلاوت کرتے ہیں تو ان میں افضل کون ہے، عربی رسم الخط یا ہندی، کس کی تلاوت کا ثواب زیادہ ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

الفاظِ قرآن کو عربی رسم الخط میں لکھنا ضروری ہے، ہندی یا کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں(۳)۔ اتقان

---

(۱) (الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط الخ: ۲/۳۲۸، ذوی القربی)

(۲)(ردالمحتار: ۱/۴۸۶، مطلب في بيان المتواتر والشاذ، سعيد)

(كذا في فتح القدير، باب صفة الصلاة: ۱/۲۸۶، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(ومناهل العرفان: ۲/۳۸، دار إحياء التراث العربي)

(۳) "و في الكافي: إن اعتاد القرآن بالفارسية، أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع، فإن فعل اٰية أو اٰيتين لا، فإن كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمته جاز الخ". (فتح القدير، باب صفة الصلاة: ۱/۲۸۶، مصر) =

میں اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے(۱)۔ ہندی رسم الخط میں لکھنے سے عبارت مسخ ہوجائیگی، ح، ذ، ز، ض، ظ میں نمایاں فرق نہیں رہے گا، سب کی صورت یکساں ہوگی، اصل مخارج وصفات سے ان کو ادا نہیں کیا جائے گا۔ استعلاء، اطباق، استطالت، سب کچھ ضائع کردیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۰ھ۔

اُڑیہ زبان میں قرآن وحدیث کا لکھنا

سوال[۱۱۳۹]: ہمارے علاقے میں اپنی صوبائی زبان اُڑیہ زبان کے علاوہ کسی اَورزبان کو عام طور پر صحیح نہیں جانتے، اکثر لوگ دوسری زبان سے بالکل ہی ناواقف ہیں، خاص طور پر عربی اور اردو زبان سے بالکل نابلد ہیں، لہذا احکامِ اسلام سیکھنے کے مشتاق ہونے کے باوجود سیکھ نہیں سکتے۔ اس لئے ان لوگوں کی خواہش ہے کہ احکام اور ارکانِ اسلام اور تمام ضروری مسائل اُڑیہ زبان میں شائع کرائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، لہذا کیا اس مجبوری کی صورت میں مندرجہ ذیل مسائل واحکامات اُڑیہ زبان میں سیکھ سکتے ہیں؟

۱......کیا کلام اللہ کی چھوٹی چھوٹی سورتیں جو نماز کے لئے ضروری ہیں اس کو اڑیہ زبان میں لکھ سکتے ہیں؟

۲......کیا کلام اللہ کی اسلام اور ارکان اسلام کی فضیلت والی آیتیں اور دعائیں بھی لکھ سکتے ہیں؟

۳......کیا احادیثِ نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو فضائل واحکام سے متعلق ہیں، نیز دوسری دعائیں ان کو بھی لکھ سکتے ہیں؟

۴......کیا اس مجبوری کے تحت کلام اللہ کی تفسیر وترجمہ اس متعلقہ زبان میں کر سکتے ہیں؟ براہ کرم مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مع دلائل وحوالۂ کتب وضاحت کے ساتھ بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

= (وكذا في رد المحتار: ۴۸۶/۱، مطلب في بيان المتواتر والشاذ، سعيد)

(۱) "وقال أشهب: سئل مالك هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا على الكتبة الأولى .... وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضي الله عنه في واو، أوياء أو ألف أو غير ذلك". (الإتقان في علوم القرآن النوع السادس والسبعون، في مرسوم الخط و آداب كتابته: ۳۲۸/۲، دار ذوي القربى)

(وكذا في مناهل العرفان في علوم القرآن: ۳۸/۲، دار احياء التراث العربي)

فقط

الجواب حامداًومصلیاً:

قرآنِ کریم اوراحادیث کی دعائیں اصل عربی رسم الخط میں لکھ کران کا ترجمہ اورتفسیر اورتشریح اپنی اُڑیہ زبان میں کرسکتے ہیں۔فتح القدیراوردیگر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے(۱)۔محض اُڑیہ یاکسی اَورزبان میں (عربی کے علاوہ) قرآن پاک کولکھنا بالاجماع ناجائز ہے، کذافی الإتقان(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودعفی عنہ دارالعلوم دیوبند،۲۴/۴/۸۹ھ۔



(۱) قال المحقق ابن همام رحمه الله تعالیٰ: "و فی الکافی: إن اعتاد القرآن بالفارسية، أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع ، فإن فعل اٰيةً أو اٰيتين، لا، فإن كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمته جازالخ". (فتح القدير ، باب صفة الصلاة : ۱/۲۸٦، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى رد المحتار: ۱/۴۸٦،مطلب فى بيان المتواتر والشاذ، سعيد)

(۲) "وقال أشهب : سئل مالک هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا، إلا على الكتبة الأولىٰ .... وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة خط مصحف عثمان رضى الله عنه الخ".

(الإتقان: ۲/۳۲۸ النوع السادس والسبعون .، فى مرسوم الخط و اداب كتابته ، دار ذوى القربى).

(وكذا فى مناهل العرفان فى علوم القرآن: ۲/۳۸، دار إحياء التراث العربى)

حفظِ قرآن کا بیان

حفظِ قرآن اور ختم فرض ہے یا سنت؟

سوال[۱۱۴۰]: ماقولکم رحمکم الله تعالی فی الدنیا والأخرة: ہر شخص پر عمر بھر میں ایک ختمِ قرآن شریف پڑھنا یا سننا فرضِ عین ہے یا سنت موکدہ؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حفظِ قرآن کرنا فرضِ عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے(۱)، تراویح میں ہر سال پڑھنا یا سننا سنت موکدہ ہے اور ہر چالیس روز میں ایک مرتبہ ختم کرنا مستحب ہے، کذافی الدر المختار: ۱/۷۲۹(۲)، والهندیه: ۱/۳۱۷(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/ ذیقعدہ/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم ۲۹/ ذیقعدہ/۶۰ھ۔

کیا قرآن کریم حفظ کرنا مفید نہیں مضر ہے؟

سوال[۱۱۴۱]: بکر کہتا ہے کہ کل کلام پاک کا حفظ کرنا-نعوذ باللہ- ایسا ہے کہ جیسے گندی نالی میں

---

(۱) "قوله: و حفظ جميع القرآن الخ. أقول: لامانع من أن يقال: جميع القرآن من حيث هو يسمى فرض كفاية و إن كان بعضه فرض عين و بعضه واجباً". (رد المحتار: ۱/۵۳۸، مطلب في الفرق بين فرض العين و فرض الكفاية، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير: ص:۴۹۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "ينبغي لحافظ القرآن في كل أربعين يوماً أن يختم مرةً". (الدر المختار: ۶/۷۵۷، مسائل شتى عقيب كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيرية، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

عطر کا چھڑکنا کہ بعد حفظ نہ کلام پاک کا احترام کیا جاتا ہے نہ یاد رکھا جاتا ہے جس کی ذمہ داری استاذ پر ہے، ممکن ہے کہ قیامت میں استاذ کی پکڑ ہو۔

عمر، بکر کو کہتا ہے کہ ایسے پرفتن زمانے میں مسلمانوں کو کلامِ پاک کا حفظ کرنا انتہائی ضروری ہے تا کہ بچے دین سے واقف رہیں، اور کلامِ پاک کو بھلا دینا یہ ان کا اپنا فعل ہے، استاذ پر کوئی ذمہ داری نہیں، استاذ کو حفظِ کلام پر آمادگی ورثاء وذمہ داروں کی ہے اور وہ اساتذہ دوہرے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمرؔ کا قول درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

جس کو کلام پاک کچا یاد ہو، کیا وہ بھی بخشش کرائے گا؟

سوال [۱۱۴۲]: ایک آدمی نے حفظ کرنا شروع کیا اور پورا کرلیا، ایسا کیا کہ جو پارہ استاذ کو سنانا ہوا اور سنایا مگر سناتے وقت دسیوں غلطیاں ہوئیں اور کبھی غلطیوں کی وجہ سے بھگا دیا کہ جاؤ یاد کرو، ابھی یاد نہیں ہے، ایسے ہی قرآن شریف ختم ہوگیا اور رمضان میں کبھی قرآن شریف (تراویح) پورا نہیں کیا، بس دو چار پارے سنایا اور حفظ وغیرہ کی پگڑی وغیرہ کچھ نہیں بندھی۔ ایسے شخص کو حافظ مانا جائے گا یا نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ حافظ دس آدمیوں کو بخشوانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ یہ حافظ بہت بیمار رہتا ہے یعنی زکام اور خواب ہو جانے کا بہت بڑا مرض ہے، لگاتار اس مرض میں مبتلا ہے، اس لئے دماغ کی کمزوری بہت رہتی ہے، صحیح یاد نہیں ہوتا، چھوٹی چھوٹی سورتیں تک بھول جاتا ہے۔ قیامت کو یہ حافظ اللہ تعالیٰ کے ہاں اندھا تو نہیں اٹھایا جائے گا؟ قرآن شریف دیکھ کر روزانہ پڑھتا ہے ایک دو پارہ، ناغہ نہیں کرتا، پنج وقتہ نماز پڑھتا ہے، امام بھی ہے۔

---

(۱) حضرات فقہائے کرام نے قرآن مجید کے حفظ کرنے کو فرض کفایہ لکھا ہے: قال العلامة التمرتاشي: "حفظ جميع القرآن فرض كفاية". (الدر المختار: ۵۳۸/۱، مطلب في الفرق بين فرض العين و فرض الكفاية، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير: ۴۹۵، سهيل اكيڈمی)

(وفتاوى قاضي خان على هامش العالمكيرية: ۲۳۸/۱، فصل في مقدار القرأة في التراويح، مكتبه رشيديه، كوئٹه)

الجواب حامداًومصلیاً:

جب وہ روزانہ دیکھ کر تلاوت کرتا رہتا ہے اور دماغ کی کمزوری کی وجہ سے محنت کے باوجود یادنہیں ہوا تو وہ اندھانہیں اٹھایا جائے گا (۱) اور اس کو محنت کا پورا اجر ملے گا (۲) اور امید ہے کہ وہ بخشش بھی کرادے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا حافظ کو غیر حافظ پر فوقیت ہے؟

سوال [۱۱۴۳]: زید کہتا ہے کہ حاجی مقتدی پر حافظ قرآن کا مرتبہ زیادہ ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر حافظ پر حافظ کو فوقیت حاصل ہے، امام کو مقتدیوں پر فوقیت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱/۱۴ھ۔

---

(۱) اندھا اٹھائے جانے کی وعید ایسے شخص کے حق میں ہے کہ جو قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو، ورنہ تو یہ وعید نہیں: "والنسیان عندنا أن لا یقدر أن یقرأ بالنظر، کذا فی شرح شرعة الإسلام". (بذل المجهود فی حل أبی داؤد: ۲۶۶/۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، قالت عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: قال: "الماهر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة، والذی یقرأ القرآن، و یتتعتع فیه، وهو علیه شاق، له أجران".

(الصحیح للبخاری، کتاب فضائل القرآن، رقم الحدیث: ۴۹۳۷، دار السلام، ریاض)

(۳) "الأولیٰ بالإمامة أعلمهم بأحکام الصلاة .... فإن تساووا فأقرؤهم: أی أعلمهم بعلم القرأة". (الفتاوی العالمکیریة، الباب الخامس فی الإمامة: ۸۳/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، باب الإمامة: ۵۴۷/۱، سعید)

و قال علیه الصلاة والسلام: "یؤم القوم أقرؤهم لکتاب الله، فإن کانوا فی القرأة سواء الخ".

(الحلبی الکبیر، فصل فی الإمامة، ص: ۵۱۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

بستی میں کوئی حافظ نہیں

سوال[۱۱۴۴]: ہماری بستی میں کوئی حافظ نہیں ہے، زید کہتا ہے کہ حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے، اس بستی کے سب لوگ گنہگار ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑی محرومی کی بات ہے کہ وہاں پر کوئی حافظ نہیں، کوشش کر کے حفظ کی طرف توجہ دلانی چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۵ھ۔

قرآن شریف بھول جانے پر وعید

سوال[۱۱۴۵]: ایک شخص نے قرآن شریف کو حفظ کیا تھا لیکن غفلت سے بھول گیا، اب ضعیفی میں اس کو خیال ہوا، لیکن یاد نہیں ہوتا، اگر اس کے بجائے نفل نمازوں کی کثرت کرے تو کیا اس وعید سے بچ سکتا ہے جو یاد کر کے بھلا دینے پر ہے یا یاد کرنے میں لگا رہنا بہتر ہے، خواہ یاد ہو یا نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ وعید اس وقت ہے کہ دیکھ کر پڑھنے پر بھی قادر نہ ہو، بذل المجهود: ۱/۲٦٦(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال العلامة التمرتاشي: "و حفظ جميع القرآن فرض كفاية". وقال ابن عابدين: "فرض الكفاية" معناه فرض ذو كفاية: أى يكتفى بحصوله من أىّ فاعل كان". (رد المحتار، مطلب فى الفرق بين فرض العين و فرض الكفاية: ۱/۵۳۸، سعيد)

(وكذا فى الحلبى الكبير: ۴۹۵، سهيل اكيڈمى)

(۲) "والنسيان عندنا أن لا يقدر أن يقرأ بالنظر، كذا فى شرعة الإسلام". (بذل المجهود فى حل أبى داؤد: ۱/۲٦٦، باب فضل كنس المسجد، مكتبه امداديه ملتان)

وفى الحلبى الكبير: "والنسيان أن لا يمكنه القرأة من المصحف". (ص: ۴۹۸، تتمات فيما يكره من القرآن، سهيل اكيڈمى)

قرآن پاک حفظ کر کے بھول جانا

سوال[۱۱۴۶]: جو شخص حافظ ہے قرآن مجید بھول گیا، کیا حافظ کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ بھول جانیوالا گنہ گار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن مجید کو یاد کر کے بھلا دینا بہت بڑی ناقدری ہے اور ایک نعمتِ عظمیٰ کی ناشکری ہے اور ناشکری پر وعید آئی ہے: ﴿لئن شکرتم لأزید نکم ولئن کفرتم إن عذابی لشدید﴾ (الآیة)(۱)۔
ایسے شخص کو خود حافظ ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے، اگر لوگ اس اعتبار سے حافظ کہیں کہ اس نے حفظ کیا تھا تو گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شوال/ ۶۷ھ۔

درجۂ حفظ سے انگریزی تعلیم میں جانا

سوال[۱۱۴۷]: معہود مدرسہ عرصہ دراز سے بغرضِ ترویجِ امورِ دینیہ قائم ہے، حفظِ قرآن کی تعلیم تھی، اس کے ساتھ ساتھ بغیر درجہ بندی اردو کی بھی تعلیم ہوتی تھی مگر حفظِ قرآن کو غلبہ رہا۔ اسی درجہ میں طلبہ کی کثرت رہی اور بحمد اللہ حفظ کا اچھا خاصا کام ہو رہا تھا، سرکاری ہندی وغیرہ کے پرائمری اسکول تھے جو خالص دنیوی اور عقائد شکن تھے، ایسی صورت میں مسلم لڑکوں کا کتنا عقیدہ خراب ہوتا تھا ناگفتہ بہ ہے۔ حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے سرپرستانِ مدرسہ نے معہود مدرسہ کے اندر باقاعدہ درجہ بندی کرا کے پرائمری کا

---

(۱)(سورة إبراهيم: ۷)

قال الحافظ ابن كثير: "(ولئن كفرتم): أى كفرتم النعم و سترتموها و جحدتموها (إن عذابى لشديد) و ذلك بسلبها عنهم و عقابه إياهم على كفرها". (تفسير ابن كثير: ۲/۰ ۹، دار السلام رياض)

لیکن قرآن کریم بھلا دینے کا معیار یہ ہے کہ قرآن کریم دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے:" إذا حفظ الإنسان القرآن، ثم نسيه، فإنه يأثم، و تفسير النسيان أن لا يمكنه القرأة من المصحف الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۱۷، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح و قرأة القرآن، رشيديه)

نصاب قائم کرایا اور انجمن سے الحاق کرایا تاکہ لڑکے پرائمری تک اس میں تعلیم حاصل کریں عقائد کی درستگی کے ساتھ، پھر آگے انگریزی میں داخل ہونا چاہیں تو الحاق ہونے کے ناطے اسی سرٹیفکٹ سے بلا رکاوٹ داخلہ لے لیں تاکہ کم از کم ابتدائی تعلیم تو ایسی رہے کہ ان کے اندر اسلامی داغ بیل پڑی رہے۔ ظاہر ہے اس نظریہ کے فوائد سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا، مگر یہ سارے اخراجات کی تکمیل انہیں رقوم سے کی گئی جو خالص قرآن کی تعلیم و دینیات کے لئے آتی رہیں۔ اور پرائمری تعلیم کے لئے یہ تنصیف انہیں طلباء کے اندر کی گئی جو غالب طور پر حفظِ قرآن کے لئے رہتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درجہ پرائمری کو عروج و فروغ ہوا اور عوام بھی کسی حد تک زمانے کے ساتھ ہو جانے کے باعث مطمئن ہوگئے اور پرائمری کے وجود سے طلبہ کی تعداد میں بھی غیر متوقع اضافہ ہوا، گو کہ یہاں سے نکل کر انگریزی مدرسہ میں داخل ہو جانے کے بعد نہ تو اس کی زہریلی فضا سے وہ بچ سکے اور نہ خود اپنی بنیادی ساکھ جس پر انہیں چند سال تک باقی رکھا گیا تھا محفوظ رہ سکے، اس طرح درجہ پرائمری کے وجود کا اوّلین مقصد تقریباً فوت ہو گیا۔

اس کے برعکس درجۂ حفظ و دینیات پر یہ اثر پڑا کہ اس درجہ میں طلبہ انتہائی قلیل و محدود رہ گئے، جہاں سال میں کئی جدید طلباء داخل ہوتے رہے وہ درجہ بندی کی زد میں آگئے اور جو پرائمری سے نکلے وہ انگریزی کے پیچھے دوڑ پڑے، اس کے لئے گویا کہ مدرسہ نے ہی راستہ ہموار کیا۔ مزید غضب یہ ہوا کہ طلباء قدیم ماحول نہ پاکر نیز درجہ کا شیرازہ بکھر جانے کے باعث خود درجہ حفظ والے بھی چھٹنے لگے اور مدرسہ کے غیر تجربہ کار اراکین کا موہوم ارتقائی فلسفہ قیام مدرسہ کے اولین مقصدِ عظیم کے لئے ناسور بن گیا۔ طرفہ تماشہ یہ کہ نہ تو انہیں اس کا احساس ہے نہ اس پہلو سے وہ سوچنے کے عادی ہیں۔ ایسی صورت میں مدرسہ کا موجودہ طرزِ تعلیم باقی رکھ کر حفظ قرآن کی زیاں کاری برداشت کی جائے، یا سابق طریقۂ تعلیم کو مکرر معرضِ وجود میں لایا جائے؟ حضرات مفتیانِ کرام آراء عالیہ سے بہرہ ور فرمائیں۔ تفصیل پر مجموعی حیثیت سے روشنی ڈالیں اور مفہوم کا اجمال درج ذیل ہے:

۱......قرآن پاک اور عربی تعلیم کے طلبہ کے لئے آنے والی زکوٰۃ و صدقات کی رقموں سے پرائمری درجوں کو چلانا اگر مآل کے اعتبار سے وہ انگریزی کا زینہ بنیں تو کیا حکم ہے؟

۲......درجہ پرائمری کے قیام سے گو وہ مصلحۃً ہی ہو اور عامۃ المسلمین کے اصرار و خواہش کے مطابق ہی ہو مگر درجہ حفظ کی تعلیم پر غیر معمولی اثر نہ پڑے تو کیا حکم ہے؟

۳……مدرسہ کا ایسا عملہ جس میں فساق و فجار غالب ہوں اور مدرسہ کے تعلیمی و تربیتی نشوونما کے طریقوں سے یکسر ناواقف ہوں، ان کی عہدہ داری کیا حیثیت رکھتی ہے؟

نسیم اللہ مظاہری، مدرسہ باب العلوم، قصبہ باپوگنج، پرتاب گڑھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

اندازِ سوال سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اس کے متعلق سوال کر کے کوئی جواب حاصل کیا گیا ہے، اگر ایسا ہے تو بہتر ہوتا کہ وہ سوال و جواب بھی ہمرشتۂ ارسال کر دیا جاتا، نوعیتِ سوال کے پیشِ نظر جواب کا بدل جانا کچھ مستبعد نہیں۔ موجودہ سوال کا جواب نمبروار تحریر ہے:

۱……جائز نہیں (۱)۔

۲……اجازت ہے (۲)۔

۳……مضر و ممنوع ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۲۶ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم و العدوان﴾ (سورۃ المائدہ : ۲)

قال الحافظ إبن كثير في تفسير هذه الآية : "يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات ………… و ينهاهم عن التناصر على الباطل و التعاون على المآثم والمحارم الخ". (تفسير ابن كثير : ۲/۱۰، سورة المائده ، مكتبه دار السلام ، رياض)

(و كذا في أحكام القرآن : ۲/۴۲۹ ، قديمى)

(۲) "و إن غرس للمسجد لا يجوز صرفها إلا إلىٰ مصالح المسجد ………… الأهم فالأهم كسائر الوقوف". (البحر الرائق : ۵/۳۴۲، كتاب الوقف ، رشيديه)

(۳) "إذا وُسّد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة". (مرقاة المفاتيح : ۹/۳۳۴، كتاب الفتن، رشيديه)

"في الإسعاف : لا يُوَلّى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه أو يستوى فيه الذكر والأنثىٰ الخ".

(الفتاوى العالمكيرية: ۲/۴۰۸، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف ، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق: ۵/۳۷۸، كتاب الوقف ، رشيديه)

آدابِ قرآن کا بیان

قرآن پاک کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟

سوال[۱۱۴۸]: قرآن کو بے وضو چھونا کیسا ہے ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ﴿لا یمسه إلا المطهرون﴾ سے باوضو چھونے کا حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ "المطهرون" سے فرشتے مراد ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بحوالہ تفسیر وحدیث تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

﴿لا یمسه﴾ کو اگر خبر مانا جائے تو ﴿مطهرون﴾ سے مراد ملائکہ ہیں اور ضمیر مفعول راجع ہوگی ﴿کتاب مکنون﴾ کی طرف جس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ اگر اس کو نہی مانا جائے تو اس سے مقصد یہ ہوگا کہ قرآن پاک کو بلا طہارت کے مس نہ کیا جائے (۱)۔ حافظ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے اس کو اَولیٰ قرار دیا ہے اور حدیثِ عمرو بن حزم کو استدلال میں پیش کیا ہے:

"إنه کتب فی کتابه لعمرو بن حزم: ولا یمس القرآن إلا طاهر". فوجب أن یکون نهیه ذلك بالآیة اهـ"۔ أحکام القرآن (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

معلم معذور کا قرآن کریم کو بلا وضو ہاتھ لگانا

سوال[۱۱۴۹]: اگر کوئی معلم قرآن شریف پیٹ کا مریض ہو، اس کا وضو زیادہ دیر تک نہ رہتا ہو،

---

(۱) "وقال العوفی: عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما: (لایمسه الا المطهرون) یعنی الملائکة. وعن قتادة (لا یمسه إلا المطهرون) قال: لا یمسه عند الله إلا المطهرون الخ. و قال ابن زید: زعمت کفار قریش أن هذا القرآن تنزلت به الشیاطین، فأخبر الله تعالیٰ أنه لایمسه إلا المطهرون. وقال الآخرون: (لا یمسه إلا المطهرون): أی من الجنابة والحدث". (تفسیر ابن کثیر: ۲۹۸/۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲)(أحکام القرآن: ۶۲۱/۳، قدیمی)

(کذا فی رد المحتار: ۸۹/۱، مطلب فی اعتبارات المرکب التام، سعید)

اس کے لئے بغیر وضو کے یا تیمّم سے قرآن شریف چھونے میں کچھ گنجائش ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسا شخص رومال ہاتھ میں لے کر اس سے چھولیا کرے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

طلبہ کا بے وضو قرآن پڑھنا

سوال[۱۱۵۰]: طلباء کو قرآن شریف وضو سے پڑھنا چاہیئے یا بلا وضو، اگر پانی کا طلباء کے لئے انتظام نہ ہو تو شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو طلبہ بالغ ہوں ان کو قرآن شریف ہاتھ میں لیکر باوضو پڑھنا چاہیئے(۲) اور جو نابالغ ہوں ان کو بلا وضو بھی ہاتھ میں لیکر پڑھنا درست ہے(۳)، بالغ طلبہ کو اگر پانی کا انتظام دشوار ہو تو بلا وضو قرآن شریف کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے، بلکہ کپڑے یا قلم وغیرہ سے ورق الٹنا چاہیئے(۴)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۷/ ۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/ رجب المرجب/ ۵۲ھ۔

---

(۱) في مجمع الأنهر: "لا يجوز لمحدث مس مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل في الصحيح".

(۱/ ۴۲، كتاب الطهارة، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۱/ ۱۷۳، كتاب الطهارة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/ ۱۳۴، كتاب الطهارة، امداديه ملتان)

(۲) "و يحرم به تلاوة القرآن بقصده .... و مسه بالأكبر وبالأصغر مس المصحف، إلا بغلاف متجاف غير مشرز أو بصرة، به يفتى". (الدر المختار: ۱/ ۱۷۲. ۱۷۳، كتاب الطهاره، سعيد)

(وكذا في الطحطاوي، ص: ۱۴۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۸، رشيديه)

(۳) "و لا يكره مس صبي لمصحف و لوح، و لا بأس بدفعه إليه و طلبه منه للضرورة؛ إذ الحفظ في الصغر كالنقش في الحجر". (الدر المختار: ۱/ ۱۷۴ كتاب الطهارة، سعيد)

(۴) "ولايجوز لمحدث مس مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل في الصحيح، كالخريطة ونحوها".=

بے وضو بچوں کو قرآن کریم دینا

سوال[۱۱۵۱]: وہ نابالغ بچے جو پیشاب کرنے کے بعد پانی استعمال نہیں کرتے انہیں قرآن شریف پڑھنے کے لئے دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

گنجائش ہے(۱) مگران کو طہارت کی ہدایت کی جائے اور عادی بنایا جائے۔فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

ریاحی مریض کے لئے قرآن کا چھونا

سوال[۱۱۵۲]: زید نے قرآن پاک حفظ کرلیا ہے،اب وہ پکا کرنا چاہتا ہے،چونکہ اسے تجارت کی غرض سے اکثر سفر کرنا پڑتا ہے اور وہ ریاحی مریض بھی ہے کہ اکثر ریاح خارج ہوتی رہتی ہے تو اس صورت میں کیا وہ دو ایک مرتبہ وضو بنا کر بار بار قرآن چھوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامدا ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں وہ شرعی معذور نہیں،اس کو چاہئے کہ رومال یا تولیہ ساتھ رکھے اس سے قرآن کریم کو پکڑے،بلا وضو ہاتھ نہ لگائے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= (مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة : ۴۲/۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة : ۱۷۲/۱، ۱۷۳، سعيد)

(۱) في الدر: "(ولا) يكره (مس صبي لمصحف و لوح) و لا بأس بدفعه إليه و طلبه منه للضرورة، إذ الحفظ في الصغر كالنقش في الحجر". (الدر المختار : ۱۷۴/۱، كتاب الطهارة، سعيد)

(و كذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح :۱۴۴، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير ،ص: ۵۹، مطلب في أصح القولين، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيريه : ۳۹/۱، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس . رشيديه)

(۲)"لايجوز لمحدث مس مصحف إلا بغلافه المنفصل لا المتصل في الصحيح". (مجمع الأنهر، كتاب الطهارة، ۴۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(كذا في ردالمحتار: ۱۷۳/۱، كتاب الطهارة، سعيد) .... =

بلاوضوقرآن کریم لکھنا

سوال[۱۱۵۳]: بلاوضوءقرآن مجید کولکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر کاغذ ہاتھ میں لے کرلکھتا ہےتو ناجائز ہے، اگر کاغذ کو ہاتھ نہیں لگا تا بلکہ کاغذ کسی چیز پر رکھا ہوا اور اس پر صرف قلم چلتا ہوتو مکروہ ہے۔طحطاوی(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

بلاوضوکتبِ تفسیر کو ہاتھ لگانا

سوال[۱۱۵۴]: قرآن پاک کی تفسیر جس میں اکثر اردو ہےاورکہیں کہیں قرآن کریم کی آیتیں مکتوب ہیں، ایسی کتاب کوبغیروضو ہاتھ لگانا جائز ہوگا یانہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ایسی کتاب کوبغیروضو ہاتھ لگانا درست ہےلیکن جہاں قرآن پاک لکھا ہواہواس کو ہاتھ نہ لگائے، خالی جگہ اجازت ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۳۴، كتاب الطهارة، مكتبه امداديه ملتان)

(۱) " وأما كتابة القرآن فلا بأس بها إذا كانت الصحيفة على الأرض عند أبي يوسف؛ لأنه ليس بحامل للصحيفة، و كره ذلک محمد، و به أخذ مشايخ بخارى الخ ". (حاشية الطحطاوى ،ص: ۱۴۴ ،قديمى)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض ، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار : ۱/۱۷۵ ، مطلب يطلق الدعا كتاب الطهارة ، سعيد)

(۲) "وقد جوز بعض أصحابنا مس كتب التفسير للمحدث .... لا يجوز مس مواضع القرآن منها ، و له أن يمس غيرها بخلاف المصحف الخ".(حاشية الطحطاوى ،ص: ۱۴۴ ، قديمى)

(وكذا في رد المحتار : ۱/۱۷۷ ، كتاب الطهارة ، سعيد)

(وكذا في الحلبى الكبير، ص: ۵۹، سهيل اكيڈمى لاهور)

کتبِ تفسیر کو بلا وضو مس کرنا

سوال[۱۱۵۵]: قاضی، مفتی، طلبہ خصوصاً کتب تفسیر وحدیث پڑھنے والے اگر صاحب اعذار ہوں تو ان کو ان کتابوں کا مس کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں، اگر مکروہ ہے تو کس درجہ کا، مکروہ نہیں تو کیوں، جو بھی متعین ہو اس کے مرتکب پر شرعاً کیا حکم ہے؟ تصریح اعذار موصوفہ کے رات ودن اکثر اوقات میں ممارست و مزاولت کتب مذکورہ ہوتی رہتی ہیں مثلاً بوقتِ مطالعہ وتکرار سبق علاوہ اس کے مثلاً مطالعہ کررہا ہے اتفاق سے نیند آگئی دوبارہ وضو کیا، پھر ثانیاً وثالثاً اس قسم کا واقعہ پیش آتا رہا۔

فرض کیجئے اگر مقام وضو نیز دور ہو اور موسم سردی بھی ہو اور ان اوقات میں اگر وضو کے پابند ہوں گے تو مذکورہ امور میں سخت نقصان واقع ہوتا ہے اور ان پر مخفی نہ رہے کہ اعذار مسطورہ ہوتے ہوئے تیمّم کرلینا کافی ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورتِ مسئولہ میں مس کرنا مکروہ نہیں:

"ویکره أيضاً للمحدث و نحوه مس تفسير القرآن و كتب الفقه و كذا كتب السنن؛ لأنها لا تخلو عن آيات، و هذا التعليل يمنع مس شروح النحو أيضاً، و في الخلاصة: و كذا كتب الأحاديث والفقه عندهما، و الأصح أنه لا يكره عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ انتهى. ووجه قول أبي حنيفه رحمه الله تعالىٰ أنه لا يسمى ما ساً للقرآن؛ لأنه ما فيه منه بمنزلة التابع، فكان كما لو توسد خرجاً فيه مصحف أو ركب فوقه في السفر وإن أخذه: أي التفسير و كتب الفقه بكمه لا بأس به؛ لأن فيه ضرورة لتكرر الحاجة إلى أخذه زيادة على الحاجة إلى أخذ المصحف؛ لأن القرآن يقرأ حفظاً في الغالب بخلاف التفسير والفقه، وهذا الفرق إنما يحتاج إليه على قول من كره مس القرآن بالكم اهـ". غنية المستملي للحلبي (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

---

(۱) (الحلبي الكبير، ص: ۵۹ مطلب في أصح القولين، سهيل اكيڈمی لاهور) .... =

بے وضوو غسل کتابیں پڑھنا

سوال[۱۱۵۶]: وہ کتاب جس میں قرآن وحدیث لکھی ہوئی ہو علاوہ فقہ واصول کے مثلاً: نحو کی کتاب ہو تو ایسی کتاب کو بے وضو پڑھنا کیسا ہے؟ اور وہ کتاب جس میں بجز بسملہ کے اور قرآن وحدیث لکھی ہوئی نہ ہو مثلاً: منطق کی کتاب ہے تو ایسی کتاب کو جنبی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز مفسرین کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی نحو کی کتاب کو بغیر وضو پڑھنا درست ہے، ایسی کتاب جنب پڑھ سکتا ہے، بروقت ضرورت جائز ہے مگر بہتر نہیں (۱) اور جب چھوئے تو جس جگہ قرآن شریف لکھا ہے اس جگہ پر ہاتھ نہ لگائے (۲)۔ فقط. واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر العلوم، ۲/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

بے وضو قرآن پاک چھونے اور بے غسل مسجد میں جانے کی توبہ سے معافی

سوال[۱۱۵۷]: ایک آدمی نے بے وضو قرآن پاک اکثر چھوا ہے اور بغیر غسل مسجد میں داخل ہوا ہے اور اکثر ایام حیض میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوا ہے، لہٰذا اب وہ نادم ہے، ڈرتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔ تو اس کا گناہ توبہ سے معاف ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر معاف ہونے کی کوئی اَور صورت ہو تو جواب عنایت ہو، جو صورت اس کے لئے مفید ہو حکم فرمایا جاوے تا کہ عذاب سے چھوٹے۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۴۳، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۷۷، كتاب الطهارة، سعيد)

(۱) "ومندوب في نيف وثلاثين موضعاً". وفي الرد: فمنها عند ...... دراسة علم ...... ومس كتب شرعية تعظيماً لها". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۸۹، كتاب الطهارة، سعيد)

(وكذا في مداد الفتاح، ص: ۸۹، كتاب الطهارة، فصل في صفة الوضوء، احياء التراث العربي)

(۲) " وفي السراج عن الإيضاح: إن كتب التفسير لايجوز مس موضع القرآن منها، وله أن يمس غيره وكذا كتب الفقه إذا كان فيها شي من القرآن". (ردالمحتار، كتاب الطهارت: ۱/۱۷۶، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا کے سامنے رَوئے، عاجزی کرے اور سچی توبہ کرے، اللہ تعالیٰ توّاب رؤف رحیم ہیں، معاف فرمادیں گے(۱)۔ حسبِ وسعت کچھ صدقہ بھی دیدے(۲)۔ فقط. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۶۷ھ

حمائل شریف لئے ہوئے بیت الخلاء جانا

سوال[۱۱۵۸]: کسی شخص کے پاس حمائل شریف ہے اور بڑے استنجے کی حاجت درپیش ہے، اب وہ کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمائل شریف کو اپنے سے الگ کرکے ادب واحترام کے ساتھ کہیں رکھ دے، پھر فراغت حاصل کرلے۔ کہیں جگہ نہ ہو اور حمائل شریف جیب میں ہو اور جنگل میں صاف جگہ بیٹھ کر ضرورت پوری کرلے تب بھی گناہ نہ ہوگا۔

"إذا كان عليه خاتم، وعليه شئى من القرآن مكتوب، أو كتب عليه اسم الله، فدخل المخرج معه يكره، وإن اتخذ لنفسه مبالاً طاهراً فى مكان طاهر لايكره، كذا فى

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يأيها الذين اٰمنوا توبوا إلىٰ الله توبةً نصوحاً﴾ (التحريم: ۸)

وقال الله تعالىٰ: ﴿واستغفروا ربكم ثم توبوا إليه، إن ربى رحيم و دود﴾ (هود: ۹۰)

(۲) "(ويستحب أن يتصدق بدينار إن كان) الجماع (فى أول الحيض وبنصفه إن كان فى آخره) أو وسطه كذا قال بعضهم، وقيل: إن كان الدم أحمر فدينار، أو أصفر فبنصفه سراج". (مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/۱۱۴، الرسالة الرابعة، منهل الواردين من بحار الفيض على ذخر المتأصلين فى مسائل الحيض، مكتبه قاسميه)

"ثم هو كبيرة لو عامداً مختاراً عالماً بالحرمة، لا جاهلاً أومكرهاً أوناسياً، فتلزمه التوبة، ويندب تصدقه بدينار ونصفه". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۲۹۸، سعيد)

المحیط". (عالمگیری: ٤/٩٤) (١) ۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۵ھ۔

قرآن شریف کی طرف پشت کرنا

سوال[١١٥٩]: کمرہ کے دروازے کے سامنے اندر الماری میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے، نکلتے وقت اس کی جانب پشت ہوجاتی ہے تو کیا یہ خلاف ادب ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ ادب واحترام کے ساتھ رکھا ہوا ہے تو اس طرح نکلتے وقت اس کی جانب پشت ہوجانا خلاف ادب نہیں (۲) فقط۔

قرآن شریف کی طرف پاؤں پھیلانا

سوال[١١٦٠]: قرآن کریم اونچی الماری یا دیوار کے طاق پر رکھا ہے تو چار پائی پر اسی کمرہ میں اس کی طرف پیر کر کے لیٹنا کیسا ہے؟

---

(١) (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف وماكتب فيه شئى من القرآن نحو الدراهم والقرطاس: ١/٣٢٣، رشيديه)

"رقية في غلاف متجاف لم يكره دخول الخلأ به، والإحتراز أفضل". (الدرالمختار)

وفي ردالمحتار: "(قوله: رقية) والظاهر أن المراد بها مايسمونه الآن بالهيكل والحمائلى المشتمل على الآيات القرآنية ...... الخ". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، قبيل باب المياه: ١/١٧٨، سعيد)

(١) قال العلامه الحصكفي: "كره مدّ رجليه في نوم أو غيره إليها أو إلى مصحف أو شيء من الكتب الشرعية، إلا أن يكون على موضع مرتفع عن المحاذاة، فلا يكره". (الدر المختار: ١/٦٥٦، مطلب في أحكام المسجد ، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ٥/٣٢٢، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف ، رشيديه)

وقال ابن الحجر المكي: "و الأولى أن لا يستدبره و لا يتخطاه و لا يرميه بالأرض". (الفتاوى الحديثيه: ٣٠٧، مطلب: حكم مد الرجل للمصحف، قديمى)

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر قرآن شریف پیروں کی سیدھ میں نہیں بلکہ بلند ہے تو اس میں گنجائش ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

جس کمرہ میں قرآن پاک ہو اس میں بیوی سے ہمبستری کرنا

سوال [۱۱۶۱] : جس کمرہ میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے، ایک صاحب کہتے ہیں کہ اس کمرہ میں بیوی سے ہم بستر نہ ہونا چاہئے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر قرآن شریف طاق یا الماری میں اونچی جگہ حفاظت سے رکھا ہوا ہے تو اس کمرے میں بیوی سے ہمبستری میں کوئی مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

ایک شخص چارپائی پر بیٹھے اور دوسرا شخص نیچے قرآن پاک کی تلاوت کرے

سوال [۱۱۶۲] : ایک شخص چارپائی پر بیٹھا ہے اور نیچے اسی کمرہ میں ایک شخص قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے تو کیا یہ درست ہے یا اس شخص کو چارپائی سے نیچے بیٹھنا چاہئے ؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

چارپائی پر ایک شخص بیٹھے اس طرح کہ قریب ہی نیچے ایک آدمی قرآن پاک لے کر تلاوت کر رہا ہے تو

---

(۱) "مدّ الرجلين إلى جانب المصحف إن لم يكن بحذائه لا يكره، وكذا لو كان المصحف معلقاً في الوتد و هو قد مدّ الرجل إلى ذلك الجانب، لا يكره، كذا في الغرائب ". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۲/۵، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف ، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار : ۶۵۵/۱، مطلب في أحكام المسجد ، سعيد)

(والفتاوى الحديثيه ،ص: ۳۰۷ ،مطلب حكم مد الرجل للمصحف، قديمي كراچى)

(۲) "يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور، كذا في القنية". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۲/۵، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف ، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۱۷۸/۱ ، كتاب الطهارة ، سعيد)

(والفقه الإسلامي و أدلته : ۴۵۱/۱، رشيديه)

ہمارے عرف میں یہ چیز خلافِ ادب سمجھی جاتی ہے(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۴ھ۔

زینہ کے قریب بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا

سوال[۱۱۶۳] : زید مسجد کے فرش پر قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا ہے اس کے قریب چار پانچ گز کے فاصلہ پر ایک بڑا اور زینہ ہے اور زینہ مسجد کی حدود میں ہے، آیا اس صورت میں جب کہ اس زینہ سے اترتے چڑھتے رہتے ہیں اور زید نے قرآن شریف پر کپڑا اڈال دیا ہے قرآن شریف کی بے ادبی ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ایسی حالت میں زینے پر اترنا چڑھنا درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف دور بیٹھ کر پڑھے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ۷/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ۔ صحیح عبد اللطیف۔

کرسی پر بیٹھنا جب کہ قرآن نیچے رکھا ہو

سوال[۱۱۶۴] : اگر نیچے قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو اور کوئی شخص کرسی پر یا چار پائی پر بیٹھنا چاہے تو کتنی دور ہو کر بیٹھنا ضروری ہے؟

---

(۱) ”و لا تقعدوا علی مکان أرفع مما علیه القرآن“. (حیوٰة المسلمین لحکیم الأمة ،ص: ۵۴، ادارہ اسلامیات لاهور)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ”اگر ایک ہی مکان اور ایک ہی جگہ ایسی صورت ہو تو عرف عام میں اس کو بے ادبی قرار دیا جاتا ہے.......... ”کتب فقہ“ میں تلاش کرنے پر اس صورت کی تصریح تو نہیں ملی مگر عرفی بے ادبی کا مدار عرف عام پر ہے“۔ (کفایت المفتی :۱/ ۱۲۶، کتاب العقائد، دارالاشاعت کراچی)

(۲) (راجع رقم الحاشیة : ۱)

وفی الفتاوی العالمکیرية : ”لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم“. (۵/ ۳۲۴، الباب الخامس فی أدب المسجد والقرآن، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلیاً :

جتنی دور سے دوسرا مکان شروع ہو اور قرآن شریف کی بے ادبی نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/رجب/۵۶ھ۔

کرسی پر بیٹھ کر تعلیم قرآن کریم

سوال[۱۱۶۵]: امام صاحب ایک دینی مدرسہ میں کرسی پر بیٹھ کر تعلیم دیتے ہیں جہاں پر قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس طرح کرسی پر بیٹھ کر تعلیم دینا کہ قرآن پاک نیچے رہے، احترام کے خلاف ہے(۲) اس طریق کو ترک کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱۲/۲۷ھ۔

استاذ کرسی پر بیٹھے اور بچے ٹاٹ پر، اس کا کیا حکم ہے؟

سوال[۱۱۶۶]: ہمارے یہاں ایک دینی مدرسہ ہے اس میں مولوی صاحب تو کرسی پر بیٹھتے ہیں اور ان کے سامنے بچے قاعدہ بغدادی اور قرآن شریف وغیرہ لے کر نیچے ٹاٹ پر بیٹھتے ہیں، یہ طریقہ تعلیم خلافِ شرع ہے یا نہیں؟ بچے آتے ہیں اور کھڑے ہو کر میز پر قرآن شریف رکھ کر سبق لے کر چلے جاتے ہیں۔ قرآنِ

---

(۱) (راجع رقم : ۲)

(۲) "و لا تقعدوا علی مکان أرفع مما علیه القرآن". (حیواة المسلمین لحکیم الأمة : ۵۴، اداره اسلامیات لاهور)

وفی الفتاوی العالمکیریة : "لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم". (۳۲۴/۵، الباب الخامس فی أدب المسجد و القرآن، رشیدیه)

(وکذا فی کفایت المفتی : ۱۲۶/۱، کتاب العقائد، دار الاشاعت کراچی)

عظیم کی بے حرمتی کرنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

تعلیم کا یہ طریقہ کہ قرآن کریم لے کر بچے ٹاٹ پر یا فرش پر بیٹھیں اور استاذ وہیں کرسی پر تشریف رکھیں خلافِ سنت ہے اور احترام قرآن عظیم کے بھی خلاف ہے اس کی اجازت نہیں (۱) ایسی حالت میں استاذِ محترم کو چاہئے کہ کرسی وہاں سے ہٹادیں اور نیچے ہی بیٹھ کر تعلیم دیا کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۹۰ھ۔

ٹیچران کا کرسی پر بیٹھنا جب کہ کتبِ دینیہ نیچے ہوں

سوال[۱۱۶۷]: کچھ مدارسِ دینیہ جن میں دینیات کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور دنیاوی بھی اور ٹیچران کرسیوں پر بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور دینیات کی کتابیں نیچے رکھی ہوتی ہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ ادب واحترام کے خلاف ہے، اس کی اصلاح کی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۵ھ۔

---

(۱) "ولا تقعدوا على مكان أرفع مما عليه القرآن". (حيواة المسلمين لحكيم الأمة : ۵۴، ادارہ اسلامیات لاہور)

وفي الفتاوى العالمكيرية : "لا يلقى في موضع يخل بالتعظيم". (۳۲۴/۵، الباب الخامس في أدب المسجد والقبلة و القرآن، رشيديه)

(وكذا في كفايت المفتي : ۱۲۶/۱، كتاب العقائد، دار الاشاعت كراچی)

(۲) مذکورہ طریقہ ادب واحترام کے خلاف اس لئے ہے کہ اس میں دینی کتابوں کی تعظیم مفقود ہے، جب کہ دینی کتابوں کی تعظیم واجب ہے۔

"رجل أراد أن يقرأ القرآن، فينبغي أن يكون على أحسن أحواله : يلبس صالح ثيابه، ويتعمم ويستقبل القبلة؛ لأن تعظيم القرآن والفقه واجب، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۱۶/۵، رشيديه)

قرآن پاک کو چومنا

سوال[۱۱۶۸]: قرآن شریف پڑھتے وقت رحل پر جھک کر قرآن شریف کو چومنا یعنی بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف کو چومنا برکت اور تعظیم کی غرض سے درست ہے لیکن اٹھا کر چومنا چاہئے، رحل پر رکھے ہوئے جھک کر نہیں چومنا چاہئے۔

"روی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه كان يأخذ المصحف كل غداة و يقبّله، ويقول: عهد ربی، و منشور ربی عزوجل. وكان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنه يقبل المصحف و يمسحه علی وجهه اهـ". در مختار هامش رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۶/۱۲/۵۶ھ۔

تقبیل قرآن کریم

سوال[۱۱۶۹]: قرآن مجید کو بوسہ دینا اور بوسہ لے کر ماتھے یا آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن مجید کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے لگانا اور ماتھے سے لگانا درست ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۸۷ھ۔

---

(۱) (الدر المختار: ۶/۳۸۴، كتاب الحظر والاباحة، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۲۰، قديمي)

(وكذا في نفع المفتي والسائل للكنوي، ص: ۱۷۶، في ضمن مجموعة رسائل اللكنوي: ۴، ادارة القرآن)

(۲) "تقبيل المصحف قيل: بدعة، لكن روی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه أنه كان يأخذ المصحف كل غداة و يقبّله، ويقول: "عهد ربی و منشور ربی -عزوجل-". و كان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنه يقبل =

تقبیلِ مصحف

سوال[۱۱۷۰]: اکثر تلاوت شروع کرنے سے قبل عوام قرآن کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

تبرکاً ایسا کرتے ہیں اور بعض صحابہ سے بھی منقول ہے۔ کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قرآن کریم کو بغیر تلاوت کے چومنا

سوال[۱۱۷۱]: ایک شخص پڑھنا لکھنا نہیں جانتا، بعد میں آکر قرآن شریف کو چوم کر اور سر پر رکھ کر اور آنکھوں سے لگا کر چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ پڑھنے والے پڑھ کر ثواب حاصل کرتے ہیں، میں اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے اس طرح ثواب حاصل کرتا ہوں۔ زید کہتا ہے کہ یہ فعل بدعت ہے، کیوں کہ یہ فعل رواج پکڑ جائے گا اور لوگ قرآن شریف پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ لہٰذا قابلِ تحقیق بات یہ ہے کہ اگر قرآن پڑھنے والا بھی اس فعل کو کرے تو صحیح ہے یا نہیں؟ یا دونوں قسم کے لوگوں کے لئے صحیح ہے؟ اگر اَن پڑھ کے لئے بھی ناجائز ہے تو اَن پڑھ لوگ کس طرح قرآن شریف سے ثواب حاصل کریں؟

= المصحف و يمسحه على وجهه". (الدر المختار : ۶/۳۸۴، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۲۰، فصل في صفة الأذكار، قديمي)

(وكذا في "نفع المفتي والسائل للكنوي رحمه الله تعالىٰ، ص: ۱۷۶، في ضمن مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالىٰ ج: ۴، ادارة القرآن كراچي)

(۱) "تقبيل المصحف قيل: بدعة، لكن روي عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه أنه كان يأخذ المصحف كل غداة و يقبّله و يقول: عهد ربي و منشور ربي -عزوجل -. و كان عثمان رضي الله تعالىٰ عنه يقبل المصحف و يمسحه على وجهه". (الدر المختار : ۶/۳۸۴، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في "نفع المفتي والسائل للكنوي رحمه الله تعالىٰ، ص: ۱۷۶، في ضمن مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالىٰ، ج: ۴، ادارة القرآن كراچي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۲۰، فصل في صفة الأذكار، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض حضرات صحابہ علیہم الرضوان سے ثابت ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے اوراس کو چومتے تھے یہ احترام ہے(۱)، مگر محض چومنے پر کفایت کرنا اور تلاوت سے اعراض کرنا غلط ہے، بڑی ناقدری ہے، زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنے اوراس کے سمجھنے کی کوشش کرنا لازم ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۹۵ھ۔

قبرستان میں قرآن پاک لے جانا

سوال[۱۱۷۲]: قبرستان میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے لے جانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

نہیں چاہئے، وہاں جا کے جو حفظ ہو وہ پڑھ دے، جو حفظ نہ ہو وہ مکان یا مسجد میں پڑھ دے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف،۲۰/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

---

(۱) "تقبيل المصحف قيل: بدعة، لكن روى عن عمر رضى الله تعالىٰ عنه أنه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبّله و يقول : عهد ربى و منشور ربى – عزوجل–. و كان عثمان رضى الله تعالىٰ عنه يقبل المصحف و يمسحه على وجهه". (الدر المختار : ٦/٣٨٤، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ٣٢٠، فصل فى صفة الأذكار، قديمى)

(وكذا فى "نفع المفتى والسائل للكنوى رحمه الله تعالىٰ، ص:١٧٦، فى ضمن مجموعة رسائل اللكنوى رحمه الله تعالىٰ، ج: ٤، ادارة القرآن كراچى)

(٢) "وكان الصدر أبو إسحاق الحافظ يحكى عن أستاذه .... لا بأس أن يقرأ على المقابر سورة الملك سواء أخفى أو جهر". (الفتاوى العالمكيرية : ٣٥٠/٥، الباب السادس عشر فى زيارة القبور، رشيديه)

(وكذا فى ردالمحتار: ٢٤٣/٢، مطلب فى زيارة القبور، سعيد)

(وكذا فى الفقه الإسلامى وأدلته : ١٥٨٠/٢، المكتبة الرشيديه)

ریشم کا جزدان قرآن پاک کے لئے

سوال[۱۱۷۳]: ریشمی کپڑے کا جزدان بنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ریشم کے کپڑے کا جزدان قرآن پاک میں لگایا جاسکتا ہے اس میں کوئی منع نہیں (۱)، ریشم کا پہننا مردوں کے لئے حرام ہے (۲)، مطلقاً ریشم حرام نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

اخبارات میں قرآن پاک کی آیات اور ترجمہ شائع کرنا

سوال[۱۱۷۴]: بعض اخبارات ورسائل میں قرآن پاک کی آیات شائع ہوتی رہتی ہیں جن کولوگ عام طور سے ردی میں فروخت کردیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ردی میں فروخت کرنا اور اخبارات ورسائل میں آیات کا شائع کرنا کیسا ہے؟ نیز اگر صرف اردو یا ہندی ترجمہ شائع کریں تو صورت مذکورہ میں اس کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

دین کی اشاعت کے لئے آیات کا لکھنا اور ان کا ترجمہ کرنا اور ان کا چھاپ کرنا درست ہے (۳) لیکن

---

(۱) قال العلامة الحصفكي: "جاز تحلية المصحف لمافيه من تعظيمه كمافي نقش المسجد". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۸۶/۶، سعيد)

(كذا في نفع المفتي والسائل، ص: ۱۷۲، في ضمن رسائل اللكنوي، المجلد الرابع، ادارة القرآن كراچي)

(وامداد الفتاوی: ۵۶/۴، دار العلوم كراچي)

(والإتقان في علوم القرآن: ۳۴۲/۲، ذوی القربی)

(۲) "عن أبي موسى الأشعري. رضي الله تعالىٰ عنه. أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أحل الذهب والحرير للأناث من أمتي، و حرّم على ذكورها". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۳۷۵/۲، قديمي)

"حرم للرجل لا للمرأة لبس الحرير إلا قدر أربع أصابع". (البحر الرائق، فصل في اللبس، كتاب الكراهية: ۳۵۱/۶، رشيديه)

(۳) "تجوز كتابة آية أو آيتين بالفارسية، لا أكثر". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة: ۴۸۶/۱، سعيد) =

ان کاردی میں استعمال کرنا درست نہیں، احترام کے خلاف ہے، محض ترجمہ کا بھی احترام لازم ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

خط میں بسم اللہ لکھنا

سوال[۱۱۷۵]: خط کے اوپر بسم الله الرحمن الرحیم لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برکت کے لئے جائز ہے، اگر کسی جگہ یہ احتمال ہو کہ پورا پورا ادب نہیں ہو سکے گا تو پھر احتیاط کرے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في نفع المفتي والسائل للكنوى، ص: ۱۷۶، إدارة القرآن كراچى)

(۱) "و لا يجوز لفّ شيء في كاغذ فيه مكتوب من الفقه، و في الكلام الأولى أن لا يفعل". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۲۳/۵، الباب الخامس في آداب المسجد والمصحف، رشيديه)

(۲)"عن أبي مالك رضي الله تعالىٰ عنهقال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يكتب: "باسمك أللهم فلما نزلت﴿ إنه من سليمن وإنه بسم الله الرحمن الرحيم﴾ كتبها". (مراسيل أبي داؤد، ص: ٦، سعيد)

"قال العلامه الآلوسي: "وكتابة البسملة في أوائل الكتب مما جرت به سنة نبينا صلى الله عليه وسلم بعد نزول هذه الآية بلا خلاف ...... كان أهل الجاهلية يكتبون: باسمك أللهم، فكتب النبي صلى الله عليه وسلم أول ما كتب: باسمك أللهم حتى نزلت: (بسم الله مجراها ومرساها) فكتب: بسم الله، ثم نزلت: (ادعوا الله أو ادعوا الرحمن)، فكتب: بسم الله الرحمن الرحيم الخ". (روح المعاني: ۱۹۵/۱۹ ط:دار احياء التراث بيروت)

"وعن عمر بن عبد العزيز أن النبي صلى الله عليه وسلم مرّعلى كتاب في الأرض: فقال لفتى معه "ما هذا"؟ قال بسم الله: قال: "لعنه الله من فعل هذا؟ لاتضعوا اسم الله إلا في موضعه". قال: فرأيت عمر بن عبد العزيز رأى ابنا له كتب ذكر الله في الحائط فضربه"

(مراسيل أبي داؤد، ص: ۲۰، سعيد)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں: "حضرت سلیمان علیہ السلام کے مذکورہ خط سے نیز=

قرآنِ کریم کلینڈر اور اخبار میں چھپوانا

سوال[۱۱۷۶]: قرآنِ کریم کلنڈر پر چھپوا کر دوکانوں اور مکانوں پر لگاتے ہیں بہ نیت زیبائش جو کچھ دنوں میں دیواروں سے گر کر نالوں، کوڑہ خانوں کی نذر ہو جاتا ہے جس سے قرآن کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے، اخبارات میں بکثرت کلام اللہ چھپتا ہے جو دوکانوں پر پنساری استعمال کرتے ہیں ان کی پُڑیہ بناتے ہیں، پھر ان کو نالیوں میں ڈال دیتے ہیں یا چولہوں میں جلا دیتے ہیں یا کوڑے کرکٹ پر ڈال دیتے ہیں، اس سے کتاب اللہ کی بے حرمتی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا یہ حکمِ شرع ہے کہ اشاعتِ قرآن اخباروں وکلنڈروں کی بند کی جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ صورت حال یقیناً احترامِ قرآن کریم کے خلاف اور موجبِ وبال ہے، اس کی اصلاح اور روک تھام ضروری ہے۔ اگر آیاتِ قرآنیہ کو محض ذریعۂ زیبائش بنایا جائے اور ان سے کمرہ سجایا جائے تو اس کی بھی اجازت نہیں (۱) چہ جائیکہ انجامِ کار غلاظت بھر کر پھینکی جائے یا ان آیات کو غلاظت میں پھینکا جائے (۲)-العیاذ باللہ-، عمداً ایسا کرنے سے ایمان کا سلامت رہنا دشوار ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۲/ ۵/ ۹۲ھ۔

= رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مکاتیب سے ایک مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ خط کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا سنت انبیاء ہے......لیکن......آج کل جو عموماً ایک دوسرے کو خطوط لکھے جاتے ہیں ان کا حال سب جانتے ہیں، یہ نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لئے زبان سے بسم اللہ کہے، تحریر میں نہ لکھے"۔ (معارف القرآن: ۶/ ۵۷۹، ادارۃ المعارف کراچی)

(۱) "ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران، بعضهم قالوا :يرجى أن يجوز، و بعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس ، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۳۲۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۳/ ۴۲۴ فصل في التسبيح والتسليم ، رشيديه)

(۲) قال العلامة الحصكفي: "و نُهينا عن إخراج ما يجب تعظيمه و يحرم الاستخفاف به كمصحف وكتب فقه و حديث". (الدرالمختار: ۴/ ۱۳۰ ، سعيد)

(۳) "كما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً في قاورة، فإنه يكفر". (رد المحتار : ۴/ ۲۲۲، كتاب الجهاد، باب المرتد ،سعيد)

خط میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو اس کا ادب

سوال[۱۱۷۷]: آپ نے میرے ۲۴/۳/۹۱ء کے چند سوالات کے جوابات اس طرح دیئے تھے کہ ایسے اخبارات ورسائل وخطوط جن پر اردو یا کسی زبان میں اللہ اور اس کے حبیب محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کے نام لکھے ہوں، ان کے زمین پر گرنے یا ردّی والے کو دینے سے بے حرمتی ہوتی ہے اور قرآنی آیات کے اردو ترجمہ کی بھی حرمت مثل آیات کرنی چاہیے اور ایسی چیزوں کو پانی میں وزن دار چیز کے ساتھ چھوڑ نا چاہیے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈھیر سے اخبارات بار بار جمع ہوتے ہیں اور کسی کو پھر تبلیغ کا خط بھی نہیں لکھ سکتے اور تاریخ گواہ ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو بھی خط جو بھیجے ہیں، ان میں اللہ اور رسول ﷺ کا نام لکھا تھا، غیر مسلم نے حرمت کیسے کی ہوگی؟ ہاں البتہ کلام الٰہی اور اس کی آیات کی بات علیحدہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں شک نہیں کہ پریس اور مشین کے رواجِ عام سے آج کل اسمائے الٰہیہ وآیاتِ قرآنیہ وغیرہ کا احترام باقی نہیں رہا، اخبارات ورسائل میں آیات واحادیث ہوتی ہیں اور وہ ردی اور نالی میں، غرض بے ادبی کی جگہ پڑے ہوئے ملتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جو تبلیغی خطوط کفار ومشرکین کے پاس ارسال فرمائے ان میں اللہ پاک کا نام اور نبی ﷺ کا نام بھی اور کبھی آیاتِ قرآنی کا ہونا بھی ثابت ہے(۱) اور جن کے خط بھیجے ہیں بعض نے اتنا ادب کیا کہ سر پر رکھ کر اور بعض نے بے ادبی کر کے چاک کر دیا، اس کی حکومت بھی چاک ہوگئی(۲)۔ ترجمہ کا حال اصل عربی آیت کے برابر نہ ہو تو اس کے قریب ہوگا۔ تبلیغی خطوط جو بذریعہ ڈاک بھیجے جائیں ان میں بھی احتیاط کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۱ھ

---

(۱) "ثم كتب إلىٰ مسيلمة: بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد رسول الله إلى مسيلمة الكذاب: السلام علـى من اتبع الهدىٰ، أما بعد! فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للتقين". (السيرة النبوية لإبن هشام، كتاب مسيلمة إلى رسول الله والجواب عنه: ۲۴۷/۴، مصطفىٰ البابى الحبلى مصر)

(۲) "ومنهم: "عبدالله بن حذافة السهمى" بعثه بكتابه إلى كسرى، فمزقه فدعا عليهم أن يمزقوا =

جن خطوط پر قرآنی آیات کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا کیا جائے؟

سوال[۱۱۷۸]: خطوط جن پر احادیث نبوی یا قرآنی آیت کے مطالب لکھے ہوں ان کو کیا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان کو دفن کر دیا جائے یا پانی میں بہادیں، جلانے کی بھی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دینی تحریر کی بے ادبی کے خیال سے یہ خدمت چھوڑنا

سوال[۱۱۷۹]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ تحریری دینی خدمت جو کی جارہی ہیں وہ غلط ہے، مثلاً

= کل ممزق". ومنهم: دحية بن خليفة الكلبي رضي الله عنه. بعثه بكتابه إلى قيصر، فوجد عنده أبا سفيان، فاستدعاه قيصر فسأله عن صفات النبي صلى الله عليه وسلم، وشرائع دينه، فأخبره أبو سفيان بها فاعترف قيصر بنبوته ...... الخ". (صدائق الأنوار ومطالع الأسرار، كتب الرسول صلى الله عليه وسلم. إلى ملوك الأقاليم: ۱/۵۷، ۵۸، صاحب السموالشيخ خليفة بن حمد آل ثاني، مطابع قطر الوطنية قطر)

"عن عبدالله ابن عباس رضي الله عنها، أخبره أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث بكتابه إلى كسرى مع عبدالله بن حذافة السهمي، فأمر أن يدفعه إلى عظيم البحرين، فدفعه عظيم البحرين إلى كسرى فلما قرأه، فرّقه ...... فدعا عليهم رسول صلى الله عليه وسلم أن يُمزَّقوا كل ممزق". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي صلى الله عليه وسلم إلى كسرى وقيصر: ۶۳۲/۲، قديمي)

"عن ابن مسعود أن عبدالله بن عباسؓ أخبره أن أبا سفيانؓ بن حرب أخبره أن هرقل أرسل إليه ركب ...... ثم دعا بكتاب رسول صلى الله عليه وسلم الذي بعث به مع رحية الكلبي إلى عظيم البصرىٰ، فدفعه عظيم بصرى إلى هرقل، فقرأه، فإذا فيه: بسم الله الرحمٰن الرحيم، من محمد بن عبدالله ورسوله إلى هرقل عظيم بصرى، سلام على من اتبع الهدىٰ ...... الخ". (صحيح البخاري، قبيل كتاب الإيمان: ۱/۴، ۵، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، قديمي)

(۱) في الدر المختار: "الكتب التي لا ينتفع بها يمحىٰ عنها اسم الله و ملائكته و رسله، ويحرق الباقي، و لا بأس بأن تلقى في ماءٍ جارٍ كما هي، أو تدفن، و هو أحسن اهـ". (الدرالمختار، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع: ۴۲۲/۶، سعيد)

کوئی ماہنامہ یا اخبار اوران میں قرآن پاک کی آیتیں اوراحادیث لکھی ہوئی ہوتی ہیں، بہت سے ناواقف اوران پڑھ لوگ ان کو پھاڑ کرکوڑا کرکٹ پرڈال دیتے ہیں تواس کا گناہ اس کے لکھنے والے پر پڑتا ہے، بے ادبی کرنے والوں پرکوئی گناہ نہیں۔ایک اہل علم جن کواپنے علم پرناز ہے وہ بھی یہی فرماتے ہیں،صحیح کیا ہے؟

الجواب حامدا ومصلیاً:

قرآن کریم،سیپارے،حدیث شریف،فقہ سب ہی کی طباعت واشاعت ہوتی ہے، اگرناواقف یا بے دین ادب واحترام کا معاملہ نہیں کرتے تووہ خود ذمہ دار ہیں(۱)۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی دعوت نامہ شاہ فارس کے پاس بھیجا،اس بدنصیب نے اس کوچاک کردیا کوئی احترام نہیں کیا تواس کا وبال خوداس پرپڑا،نہ کہ بھیجنے والی ذات مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم پر(۲)-معاذ اللہ-۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ دارالعلوم دیوبند،۱۳/ ۱۱/ ۹۵ھ۔

خط لکھنے کے بعداس کومٹی سے خشک کرنا

سوال[۱۱۸۰]: مولانا مفتی قدرت اللہ صاحب کی ایک تصوف کی کتاب میں لکھا ہے کہ خط لکھنے کے بعدمٹی سے خشک کرنے میں ایک راز ہے،لیکن راز کا انکشاف نہیں فرمایا۔براہ کرم اس راز سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سے خط میں لکھی ہوئی حاجت پوری ہوتی ہے،اتنی بات توظاہر ہے کہ

---

(۱)"ولا یجوز لفّ شئ فی کاغذ فیه مکتوب من الفقه .... الخ". (الفتاوی العالمکیریة: ۵/۳۲۳، الباب الخامس فی آداب المسجد والمصحف، رشیدیه)

(۲)"عن إبن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما أخبره:أن رسول الله صلی الله علیه وسلم بعث بکتابه إلی کسری، مع عبد الله بن حذافة السهمی رضی الله تعالیٰ عنه، فأمره أن یدفعه إلی عظیم البحرین، فدفعه عظیم البحرین إلی کسری، فلما قرأه مزقه. فحسبت أن ابن المسیب قال: فدعا علیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم: أن یمزّقوا کل ممزق:" (صحیح البخاری: ۲/۶۳۷، کتاب المغازی، کتاب النبی صلی الله علیه وسلم، قدیمی)

تفصیل کے لئے دیکھیے:(فتح الباری: ۸/۱۲۷، کتاب المغازی، دار الفکر)

(وعمدة القاری: ۱۸/۵۸، ادارة المطبع المنبریة، بیروت)

اگر روشنائی خشک نہ کی جائے تو ہاتھ وغیرہ لگ کر اس کے پھیل جانے اور تحریر کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر ایسی حالت میں مکتوب الیہ اس کو پڑھ نہیں سکے گا، کاتب کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، لہٰذا روشنائی خشک کر دی جائے تا کہ حروف اصلی صورت پر باقی رہیں اور مکتوب الیہ بسہولت صحیح پڑھ لے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۴/۶/۲۶ھ۔

دسترخوان یا مصلے پر آیات یا اسمائے الٰہیہ لکھنا

سوال [۱۱۸۱]: حامد ایک دسترخوان پر کچھ آیاتِ قرآنی تحریر کر کے اس پر خورد ونوش کرنا چاہتا ہے، مثلاً: یہ آیات: ﴿كلوا حلالاً طيباً﴾، ﴿كلوا واشربوا و لا تسرفوا﴾، ﴿لن تموت نفس حتى تستكمل رزقها﴾ ۔ حامد کی نیت میں یہ خلوص ہے کہ جو بندہ خدا بھی اس دسترخوان سے کھانا تناول کرے اس کی اصلاح ہو جائے، حلال وحرام کی تمیز کرے۔ آیا اس قسم کی حرکت از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسا کرنے والا آثم ہوگا یا نہیں؟ نیز جلالین شریف بغیر وضو چھونا جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس میں آیاتِ قرآنی سے زیادہ شرح ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً :

جو کام شرعاً ناجائز ہے، ضروری نہیں کہ نیک نیت سے جائز بھی ہو جائے، قرآنِ کریم کی آیات واسمائے الٰہیہ واجب الاحترام ہیں، دسترخوان پر لکھ کر ایسے دسترخوان کو استعمال کرنے سے ان کا احترام باقی نہیں رہے گا:

"كتابة القرآن على ما يفترش و يبسط مكروهة ، كذا في الغرائب، بساط أو مصلى كتب عليه الملك يكره بسطه والقعود عليه واستعماله الخ" (فتاویٰ عالمگیری) (۲)۔ اس لئے اس کی

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "تربوا صحفكم أنجح لها، إن التراب مبارك". (ابن ماجه، كتاب الآداب، باب تتريب الكتاب، ص: ۲۶۷، قديمي)

"قال المحشي: قوله: تربوا صحفكم: أى اسقطوها على التراب اعتماداً على الحق تعالىٰ في إيصاله إلى المقصد، أو أراد ذر التراب على المكتوب ليجف من الحروف كان رطباً". (إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة ، ص: ۲۶۷، قديمي)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۳۲۳/۵، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف ، رشيديه)

اجازت نہیں، تذکیر کے دیگر طرقِ ماثورہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ تفسیر کی کتاب کے متعلق خواہ جلالین ہو یا کوئی اَور ہو فقہاء نے لکھا ہے کہ لکھی ہوئی آیات کو بغیر وضو مس کرنا جائز نہیں (۱)، ہاں مضمونِ تفسیر یا خالی جگہ کے مس کرنے میں دو قول ہیں: اول اباحت، دوم کراہت، والأول أوسع و الثاني أورع (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۰ھ۔

اگر غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو کیا کرے؟

سوال[۱۱۸۲]: اگر کسی شخص کے ہاتھوں سے غلطی سے قرآن کریم گر جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

استغفار و توبہ کہ غلطی ہوگئی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بوسیدہ قرآن کریم کو کیا کیا جائے؟

سوال[۱۱۸۳]: اگر قرآن شریف بوسیدہ ہو جائے تو کیا کیا جائے، ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ آگ میں جلا کر راکھ کو زمین میں دفن کر دیا جائے۔ کیا ایسا کرنا بہتر اور جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو قرآن شریف بوسیدہ ہو کر تلاوت کے قابل نہ رہے تو اس کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر قبر کھود کر اس میں دفن کر دینا چاہئے یہی بہتر ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "و لا يجوز لهم مس المصحف بالثياب التي هم لا بسوها، و يكره لهم مس كتب التفسير و الفقه والسنن". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض، رشيديه)

(۲) "وأما كتابة القرآن، فلا بأس بها إذا كانت الصحيفة على الأرض عند أبي يوسف؛ لأنه ليس بحامل للصحيفة، و كره ذلک محمد، و به أخذ مشايخ بخاری". (حاشية الطحطاوی، ص: ۱۴۴، قديمی)

(۳) (كذا في امداد الفتاوى: ۴/۶۰، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۴) قال في الدر: "المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يُدفن كالمسلم".

وفي ردالمحتار: "(قوله: يدفن): أي يجعل في خرقة طاهرة، و يدفن في محل غير ممتهن لا =

بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا

سوال[۱۱۸۴]: ایک شخص نے قرآن شریف کو جلا دیا، کیا وہ ایمان سے خارج ہوگیا؟ اگر ایمان سے خارج ہوگیا تو کیا اس شخص کا نکاح بھی فاسد ہوگیا؟ ایسی حالت میں کیا اس کی زوجہ کو عدت کے دن گزارنا لازم ہے؟ اگر ایسا شخص اپنی بیوی کو رجوع کرنا چاہتا ہے تو شرعاً اسے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

قرآن کریم کو جلانا اگر اس وجہ سے پیش آیا کہ وہ بوسیدہ ہوگیا تھا اور تلاوت کے قابل نہیں رہا تھا، اس کو بے ادبی سے بچانے کے لئے جلا دیا تب تو ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا(۱)، البتہ اس نے غلطی کی، ایسی حالت میں پاک کپڑے میں لپیٹ کر قبر بنا کر دفن کر دینا چاہیئے تھا(۲)۔ اب استغفار کرے، اس کا نکاح قائم ہے ختم

= يوطأ، و في الذخيرة : و ينبغي أن يلحد له، و لا يشق له؛ لأنه يحتاج إلى إهالة التراب عليه ....الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء : ۱/۱۷۷، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع : ۶/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف: ۵/۳۲۳، رشيديه)

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اس عمل کے جواز کی دلیل ہے:

"وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق ".

قال المحشي رحمه الله تعالىٰ : "و إنما جاز حرقه؛ لأن المحروق هو القرآن المنسوخ ،أو المختلط بغيره من التفسير، أو بِلُغَة غير قريش اهـ". (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن : ۲/۷۴۶، قديمي كراچي)

اس لئے کہ یہ جلانا استخفاف بالقرآن کی نیت سے نہیں ہے اگر استخفاف اور توہین کی نیت سے ہوتا تو کفر ہوتا: "من استخف بالقرآن .... أو بنحوه مما يعظم في الشرع يكفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل في القرأة والصلاة، ص: ۱۶۷، قديمي)

(۲) في الدر : "المصحف إذا صار بحال لا يقرء فيه، يدفن كالمسلم". وفي الرد : "قوله: يدفن: أي =

نہیں ہوا۔ اگر کسی اَور وجہ سے جلایا ہے تو تفصیل لکھ کر دریافت کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۶ھ۔

قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانا

سوال[۱۱۸۵]: قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو اگر کوئی آگ میں جلادے تاکہ بے حرمتی سے بچ جائے تو اس میں کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس میں کوئی گناہ نہیں (۱) لیکن پاک کپڑے میں لپیٹ کر محفوظ جگہ دفن کرنا اس سے بھی بہتر ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ربیع الثانی/۵۷ھ۔

= يجعل في خرقه طاهرة، و يدفن في محل غير ممتهن لا يوطأ". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة: ۱/۱۷۷. مطلب يطلق الدعاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۳، الباب الخامس في آداب المساجد والقبلة والمصحف، رشيديه)

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اس عمل کے جواز کی دلیل ہے:

"وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف أن يحرق". (صحيح البخاري: ۲/۷۴۶، قديمي)

(وكذا مر تخريجه تحت عنوان: "بوسیدہ قرآن کریم کو جلانا")

(۲) "المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه، يدفن كالمسلم". وفي الرد: "(قوله: يدفن): أي يجعل في خرقه طاهرة، و يدفن في محل غير ممتهنٍ لا يوطأ". (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۷۷۱. مطلب: يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۳، الباب الرابع، رشيديه)

دفن کے لئے بوسیدہ قرآن کریم کو لپیٹ کر رکھ دینا بے ادبی نہیں

سوال[۱۱۸۶]: زید نے پرانے قرآن پاک کو جو کہ بہت ہی خستہ ہو گیا تھا اکٹھا کر کے ایک کپڑے میں اس نیت سے باندھ کر رکھ دیا کہ اس کو کسی کنویں یا تالاب میں ٹھنڈا کر دیا جائے گا، اس پر زید کی بیوی نے بہت فریاد شور وغل کیا اور زید کو برادری میں بدنام کیا کہ زید نے قرآن پاک کی توہین کی ہے۔ زید کا اور اس کی بیوی کا کسی اور معاملہ میں اختلاف ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں زید نے کسی قسم کا گناہ کیا یا نہیں؟ یا اس کی بیوی نے گناہ کیا یا نہیں؟ بیوی کے اس الزام سے برادری والوں نے زید کو برادری سے نکالدیا اور یہ کہا کہ جب تک فتویٰ نہ آئے گا اس وقت تک ہم تمہیں گاؤں میں نہ رہنے دیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو قرآن پاک بہت بوسیدہ ہو جائے اور استعمال میں نہ آسکے تو اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس کو کپڑے میں لپیٹ کر قبر بنا کر اس میں محفوظ جگہ دفن کر دیا جائے، کسی کنویں یا تالاب وغیرہ میں بھی اس طرح ٹھنڈا کر دینا درست ہے کہ اس کے اوراق نیچے بیٹھ جائیں اور بے ادبی نہ ہو(۱)۔ اگر زید کا مقصود یہی تھا تو اس نے یہ کوئی جرم کا کام نہیں کیا۔ ذاتی اختلاف کی وجہ سے بیوی کو اس کا بدنام کرنا بڑا جرم ہے اور برادری کا اس کی وجہ سے بطور سزا کے برادری یا گاؤں سے نکالنا غلط اور بلا وجہ ہے، برادری کو لازم ہے کہ زید کو گاؤں میں آنے اور رہنے سے ہرگز نہ روکے اور اپنا فیصلہ واپس لے، بیوی کو بھی توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱)"المصحف إذا صار بحال لا يقرء فيه، يدفن كالمسلم". وفي الرد: "(قوله: يدفن): أي يجعل في خرقه طاهر ةً، و يدفن في محل غير ممتهنٍ لا يوطأ". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱/۱۷۷، مطلب: يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۲۳، الباب الخامس، رشيديه)

وقال العلامة و هبة الزحيلي: "و يدفن المصحف كالمسلم إذا صار بحال لا يقرأ فيه .... أو تلقى في ماء جار، والأول أحسن". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۵۱، المطلب التاسع، رشيديه)

قرآن کریم کو گراموفون میں بھرنا اور سننا کیسا ہے؟

سوال[۱۱۸۷]: ایک شخص صاحب حشمت کے مکان میں فوٹوگراف رکھا ہوا ہے اس کے اندر غایت درجہ خوش الحانی کے ساتھ میں کلام پاک کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تقریر اور اظہار کافی طرز سے بیان کیا جاتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے احوال، جائز قصے، صوفیائے کرام کی تعریف، خواجہ معین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باجے کو پسند کیا ہے۔ لہٰذا اس کا سننا اور مکان کے اندر رکھنا جائز ہے کہ نہیں، اگر جائز نہ ہو تو پورا پتہ مع حوالۂ حدیث نوشتہ فرمادیں تاکہ اس باجے سے لوگ باز رہیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

فوٹوگراف لہو ولعب کا ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ سے عیش پرست، دنیادار، دین سے غافل، بیکار لوگ اپنا دل بہلاتے اور وقت گزارتے ہیں، اس میں گانا بجانا بھی ہوتا ہے، فحش اور مذاقیہ غزلیں بھی پڑھی جاتی ہیں، قرآن کریم خدائی کلام سب سے زیادہ معزز اور واجب الاحترام ہے اس کا گراموفون میں بھرنا اور سننا ناجائز ہے(۱)، اس سے احتراز لازم ہے، اگر قرآن شریف کو آلہ لہو ولعب بنایا جائے تو یہ کلام اللہ کا استہزاء اور استخفاف ہوگا جو کفر ہے:

"وفی الخلاصة: من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب، یکفر، قلت: و یقرب منه ضرب الدف و القضیب مع ذکر اللّٰه تعالیٰ ونعت المصطفی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، و کذا التصفیق علی الذکر". اهـ شرح فقه اکبر (۲) ۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ جو اشیاء قابل احترام ہیں ان کا اس میں بھرنا اور سننا ناجائز ہے خواہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصافِ مبارکہ ہوں یا دوسرے بزرگانِ دین کے احوالِ حسنہ۔ خواجہ معین الدین

---

(۱) "وفی السراج: ودلت المسئلة أن الملاهی کلها حرام الخ". (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة: ۳۴۸/۶، سعید)

(۲) (شرح الفقه الأکبر، ص: ۱۶۷، فصل فی القرأة والصلاة، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۴۹/۶، سعید)

چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس باجے کو پسند فرمانا کس کتاب میں لکھا ہے اور وہ کتاب کس درجہ کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/محرم/ ۵۹ھ۔

قرآنِ کریم کو گراموفون میں بھرنا اور اس کی تجارت کرنا

سوال [۱۱۸۸]: ۱...... گراموفون کے ریکارڈوں میں آیات قرآنی ونعتیہ غزلیں کہ جن میں حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور آپ کے محامد ومعجزات ہوں، بھرنا یا بھروانا اور پھر ان کو حسن فروش طوائفوں کے کوٹھوں اور شراب خانوں میں اور بازاروں میں یا عیش ونشاط کے وقت کوٹھی بنگلوں میں بجائے جاتے ہیں کیسا ہے؟

۲...... جو لوگ قراء یا حفاظ سے آیاتِ قرآنی کو اجرت دے کر بھرواتے ہیں، ان کا فعل کیسا ہے اور یہ اجرت لینا دینا جائز ہے یا حرام ہے؟

۳...... جو لوگ اجرت دے کر ایسے ریکارڈ بھرواتے ہیں اور پھر اس کی تجارت کرتے ہیں، یہ تجارت جائز ہے یا حرام ہے؟

۴...... جو لوگ ایسا ریکارڈ سنتے ہیں، وہ لوگ ان ریکارڈوں کا بھرنا یا بھروانا، اس کی تجارت کرنا جائز سمجھ کر کرتے ہیں، وہ مرتکبِ کبیرہ ہیں یا صغیرہ؟ کل سوالوں کا جواب مہربانی فرما کر مدلل تحریر فرماویں۔

قاضی محمد بشیر الدین صدیقی قاضی شہر میرٹھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... گراموفون، آلاتِ لہو ولعب میں سے ہے اس لئے قابلِ احترام مضامین اس میں بھرنا اور محض تفریح طبع کے طور پر سننا اور بجانا، ناجائز ہے، خصوصاً مذکورہ مقامات پر بجانا نہایت ہتکِ حرمت کا باعث ہے، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

۲...... یہ فعل اور اجرت بھی ناجائز ہے کیونکہ اس سے قرآن کریم کی ہتک اور بے حرمتی ہوتی ہے۔

۳...... اسی طرح یہ تجارت بھی ناجائز ہے۔

۵،۴......جس فعل سے قرآن کریم کے احترام میں فرق آتا ہو، بلکہ قرآن شریف کو آلۂ تفریح اور لہو ولعب بنایا جاتا ہو وہ فعل کبیرہ گناہ ہے، اگر اس میں استہزاء واستخفاف بھی شامل ہو تو نہایت خطرناک امر ہے، ایمان کا باقی رہنا دشوار ہو جائے گا۔ جو شخص قرآن کریم کے ساتھ استہزاء کرے، فقہاء اس کی تکفیر کرتے ہیں:

"إذا أنكر آيةً من القرآن، أو تسخر بآية من القرآن، وفي الخزانة: أوعاب، كفر، كذا في التاتار خانية"(۱). "إذا قرأ القرآن على ضرب الدف والقصب، فقد كفر"۔ فتاویٰ عالمگیری: ۸۸۷/۲(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۱۱/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۳/محرم/۵۴ھ۔

قرآن کریم کو آلاتِ لہو اور ریڈیو میں تلاوت کرنا

سوال[۱۱۸۹]: قرآنِ کریم کا عربی الفاظ میں جن الفاظ میں قرآن کریم نازل ہوا ہے یعنی "الحمد لله رب العالمين" کو گانے کے آلات میں جن آلات میں راگ دیا جاتا ہو سننا وسنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو کس حد پر نا جائز ہے، حرمت کیسی ہے اور سننے وسنانے والوں کو شرع شریف کیسا سمجھتی ہے ؟ ریڈیو پر قرآن کریم کا عربی الفاظ میں سننا وسنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

قرآن کریم کے مبارک عربی الفاظ کو راگ اور گانے کے آلات میں پڑھنا اور سننا جیسے سارنگی، ہارمونیم وغیرہ میں انتہائی بے حرمتی اور توہین ہے، شرعاً ہرگز جائز نہیں، فقہاء نے بہت سخت حکم لگایا ہے (۳)۔

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مكلب موجبات الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بالقرآن اهـ: ۲۶۶/۲، ۲۶۷، رشيديه)

(وكذا في التاتار خانيه، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقرآن: ۴۹۰/۵، إدارة القرآن)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، المصدر السابق: ۲۶۷/۲، رشيديه)

(۳) "قرأة القرآن على ضرب الدف والقضيب، يكفر لاستخفافه. و أدب القرآن أن لا يقرأ في مثل هذه المجالس والمجلس الذي اجتمعوا فيه للغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع =

ریڈیو گانے اور راگ کا اصالۃً آلہ نہیں ہے بلکہ خبر کو بہت دور تک پہنچانے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے، اس میں گانا بجانا بھی ہونے لگا جیسے انسان کی زبان ہے کہ اس سے گانے کا کام بھی لینا ہے اور اس کی وجہ سے زبان سے قرآن کریم کی تلاوت بھی ممنوع نہیں ہوگی، اسی طرح ریڈیو کا حال ہے تاہم جس محفل میں گانا بجانا ہو اس میں تلاوت نہ کی جائے: "وفی الخلاصة: من قرأ القراٰن علی ضرب الدف والقضیب یکفر"۔(۱) شرح فقه أکبر (۲)۔ "و یکفر بقراءة القرآن علی ضرب الدف والقضیب"۔ البحر الرائق(۳)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیو بند۔

ریڈیو میں قرآن پاک کا پڑھنا

سوال[۱۱۹۰]: ریڈیو پر قرآن شریف پڑھنے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ریڈیو دراصل مخصوص خبروں کی اشاعت کا ایک ذریعہ ہے لیکن یہاں اس کا استعمال بھی اگر بالکل فوٹو گراف کی طرح سے نہیں تو اس کے قریب قریب ضرور ہے جس میں بہت سی لغویات بھری رہتی ہیں، مختلف قسم کی تقریریں مختلف قسم کے اشعار اور طرح طرح کا گانا بجانا ہوتا ہے، مسلم اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں، ابھی ایک بازاری عورت گا رہی ہے، ابھی ایک قاری صاحب نے قرآن شریف شروع کر دیا، یہ یقیناً احترام کلام اللہ کے خلاف ہے۔ فقہاء نے مواضعِ لغو اور بازار میں کلام اللہ شریف پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ اسی طرح سے ایسے لوگوں

= والکنائس؛ لأنه مجمع الشیطان". (البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۳۸/۶، رشیدیه)

"وفی السراج: ودلّت المسئلة أن الملاهی کلها حرام الخ". (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة: ۳۴۸/۶، سعید)

"قلت: و یظهر من هذا ما کان دلیل الإستخفاف، یکفر به". (رد المحتار: ۲۲۲/۴)

"والاستهزاء بشیء من الشرائع کفر". (رد المحتار: ۴۷۴/۵، سعید)

(۱) (خلاصة الفتاوی: ۳۸۸/۴، الجنس الثامن، امجد اکیڈمی لاهور)

(۲) (شرح الفقه الأکبر، ص: ۱۶۷، فصل فی القرأة والصلوة، قدیمی)

(۳) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۲۰۵/۵، رشیدیه)

کے سامنے جو اپنے کاموں میں مشغول ہوں، زور سے پڑھنے کی ممانعت ہے:

"لا يقرأ جهراً عند المشتغلين بالأعمال و من حرمة القرآن أن لايقرأ في الأسواق و في مواضع اللغو، كذا في القنية اهـ". فتاوی عالمگیریہ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/محرم/۵۹ھ۔

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا

سوال[۱۱۹۱]: قرآن پاک صحیح پڑھنے کے لئے اگر کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر ساتھ ساتھ پڑھتا ہے تو کیا ثواب ملے گا؟ دوسرے سجدہ آئے تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہے یا کیسٹ سے سننے کا الگ کرے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر خود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہے اور اس کے موافق پڑھتا ہے تو ضرور ثواب ملے گا (۲) اور سجدہ ایک ہی کافی ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۱۶/۵، الباب الرابع من آداب المسجد و التسبيح و القرأة، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۵۴۶/۱، مطلب الاستماع للقران فرض كفاية، سعيد)

(ومجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى: ۳۳۰/۴، امجد اكيڈمی)

(۲) قرآن کریم کی تلاوت کے لئے جو بھی کوشش ہوگی اس پر اجر ملے گا "عن عائشة -رضي الله تعالىٰ عنها- : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة، والذي يقرأ القرآن و يتتعتع فيه، وهو عليه شاق، له أجران". (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۴۳۷، ص: ۱۰۶۷، دار السلام، بيروت)

(۳) "ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ جو آیتِ سجدہ سنی جائے اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا، کیونکہ سجدۂ تلاوت کے وجوب کے لئے تلاوتِ صحیح شرط ہے اور آلۂ بے جان بے شعور سے تلاوت مقصود نہیں"۔ (آلات جدید)، مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ملخص، ص: ۲۰۷، ادارۃ المعارف کراچی)

آدابِ تلاوت کا بیان

منبر کے پہلے درجہ پر قرآن رکھ کر پڑھنا

سوال[۱۱۹۲]: منبر کے پہلے درجہ پر قرآن شریف رکھ کر تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جزودان، غلاف، تکیہ وغیرہ پر رکھ کر پڑھنا تقاضائے ادب ہے۔ جس جگہ پیر رکھے جاتے ہوں اس جگہ بغیر غلاف وتکیہ کے نہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مجبوراً لیٹے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کرنا

سوال[۱۱۹۳]: ضعفِ شدید کی وجہ سے بیٹھ کر تلاوت نہیں کر پاتے، کیا جائز ہے کہ چت لیٹ کر یا کروٹ لیکر تلاوت کریں اور پیروں کو نہ سکوڑیں کہ پیروں کو ذرا دیر سکوڑنے میں گھٹنوں میں درد پیدا ہو جاتا ہے اور ٹانگوں میں درد ہو جاتا ہے، کیا پیر کو سکوڑنا لازم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسی حالت میں بغیر پیر سکوڑے بھی تلاوت جاری رکھیں، جب سہولت ہو سکوڑ لیں۔ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿لا یکلف اللہ نفساً إلا وسعها﴾ (سورة البقرة: ۲۸٦)

وقال الحافظ ابن کثیر: "أی لا یکلف أحداً فوق طاقته، و هذا من لطفه تعالیٰ بخلقه و رأفته بهم و إحسانه إلیهم". (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۵۷، دار السلام، ریاض)

برہنہ سر تلاوت کرنا

سوال[۱۱۹۴]: برہنہ سر تلاوتِ قرآن کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

افضل یہ ہے کہ حسبِ حیثیت عمدہ لباس پہن کر عمامہ باندھ کر تلاوت کرے۔ عالمگیری (۱) لہذا برہنہ سر خلاف افضل ہے۔

تلاوت قرآن کریم بازار میں جہراً اور مسجد میں سراً

سوال[۱۱۹۵]: قرآن شریف کو بازار میں بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ بعض حافظ صاحبان مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ آواز سے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

مسجد میں چلتے پھرتے آہستہ تلاوت کرنا درست اور موجبِ ثواب ہے، بازار (مواضع لغو) میں بلند آواز سے تلاوت کرنا کہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اور کوئی تلاوت نہ سنتا ہو درست نہیں، منع ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "رجل أراد أن يقرأ القرآن، فينبغي أن يكون على أحسن أحواله، يلبس صالح ثيابه، و يتعمّم، ويستقبل القبلة؛ لأن تعظيم القرآن والفقه واجب". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۱۶/۵، كتاب الكراهية، البابُ الرابع، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۳۱۶/۵، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح و قرأة القرآن، رشيديه.)

(وامداد الفتاوى: ۳۹/۴، دار العلوم كراچى)

(۲) "يجب على القارى احترامه بأن لا يقرأ في الأسواق و مواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المُضِيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال، دفعاً للحرج". (رد المحتار: ۵۴۶/۱، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، سعيد) .... =

متعدد لوگوں کا بیک وقت جہراً قرآن پاک پڑھنا

سوال[۱۱۹۶]: زید وعمرو وبکر وخالد جمع ہوکر بآواز بلند تلاوت قرآن مجید فرماتے ہیں آیا یہ جائز ہوگا یا نہیں، قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ الخ۔

اس آیت سے سننا واجب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے فقہ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت مستحب ہے، اس لئے شبہ ہوتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلياً :

"وفی الدرة المنيفة عن القنية: يكره للقوم أن يقرؤا القرآن جملةً، لتضمنها ترك الإستماع والإنصات، و قيل: لا بأس به اهـ". طحطاوی (۱). "ولا بأس باجتماعهم على قرأة الإخلاص جهراً عند ختم القرآن، ولو قرأ واحد و استمع الباقون فهو أولى اهـ". هنديه(۲).

اس سے معلوم ہوا کہ اولی واحوط بلا اختلاف یہ ہے کہ ایسی حالت میں سب آہستہ پڑھیں جہر نہ کریں تا کہ استماع واجب میں خلل نہ ہو، اگر جہر کریں تو ایک جہر سے پڑھے باقی سنیں سب کا جہر کرنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء اس حالت میں بھی عدم کراہت کے قائل ہیں۔

آیت: ﴿وإذا قرئ القرآن﴾ الخ (۳) کو ایک جماعت نے نماز کے ساتھ مخصوص مانا ہے، اس لئے خارجِ صلوۃ یہ آیت اس کا حکم نہیں دیتی، اور ایک جماعت نے عام مانا ہے اگر چہ سببِ نزول خاص ہے۔

"عن طلحة-رضی الله تعالیٰ عنه- قال: رأيت عبيد بن عمر، وعطاء بن أبی

= (وكذا فی الفتاوی العالمكيرية: ۳۱۶/۵، الباب الرابع من آداب المسجد والتسبيح والقرأة، رشيديه)

و فی المحيط: "يكره رفع الصوت لقرأة القرآن عند المشتغلين بالأعمال". (مجموعة الفتاوی، علی هامش خلاصة الفتاوی: ۳۳۰/۴، أمجد اكيڈمی لاهور)

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی صفة الاذكار، ص: ۳۱۸، قديمی)

(۲) (الفتاوی العالمكيرية: ۳۱۷/۵، الباب الرابع فی الصلاة والتسبيح والقرأة، رشيديه)

(۳) (الأعراف: ۲۰۴)

رباح رحمه الله تعالىٰ يتحدثان والقاصّ يقص، فقلت: ألاتستمعان إلى الذكر و تستوجبان الموعود؟ قال: فنظرا إليّ ثم أقبلا على حديثهما، قال: فأعدت فنظرا إليّ وأقبلا على حديثهما، قال: فأعدت الثالثة قال: فنظرا إليّ فقال: إنما ذلك فى الصلوة: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾. و كذا قال سفيان الثورى عن أبى هاشم إسماعيل بن كثير عن مجاهد فى قوله: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ قال: فى الصلوة، و كذا رواه غير واحد عن مجاهد. وقال عبد الرزاق: عن الثورى عن ليث عن مجاهد قال: لا بأس إذا قرأ الرجل فى غير الصلوة أن يتكلم (إلى قوله) عن أبى هريرة –رضى الله تعالىٰ عنه– أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من استمع إلى آية من كتاب الله، كتبت له حسنة مضاعفة، و من تلاها كانت له نوراً يوم القيمة"۔ ابن كثير(۱).

﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ ظاهره وجوب الاستماع والإنصات وقت قرأة القرآن فى الصلوة وغيرها، و قيل: معناه: إذا تلا عليكم الرسول القرآن عند نزوله، فاستمعوا له. وجمهور الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم أنه فى استماع المؤتم، و قيل: فى استماع الخطبة، وقيل: فيهما وهو الاصح اهـ". مدارك التنزيل (۲).

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ استماع اور سکوت کو فرضِ عین قرار دینا اور وقتِ تلاوت قرآن تکلم کو حرام قرار دینا اور اس حکم کی تعمیل کرنا کہ حالت صلوۃ وغیر صلوۃ ہر دو کو شامل ہو دشوار ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۴/ ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔

چند آدمیوں کا قرآن کریم کو جہراً پڑھنا

سوال[۱۱۹۷]: چند لوگ ایک جگہ بیٹھ کر تلاوتِ قرآن جہر کے ساتھ کریں اور دوسرا نہ سنے ایسا کرنا

---

(۱) (تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۷۳، (سورة الأعراف : ۲۰۴)، دار الفيحاء دمشق)

(۲) (مدارك التنزيل: ۱/۴۵۸ (سورة الأعراف)، قديمى)

(وكذا فى رد المحتار : ۱/۵۴۶، الاستماع للقرآن فرض كفاية ، سعيد)

درست ہے یانہیں؟ ایک مقامی عالم اس طریقہ کو درست فرماتے ہیں حالانکہ اس طریقے سے تلاوتِ قرآن کرنا درست نہیں ہے، جب کہ علماء حق نے منع کیا ہے، مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیا:

اعلیٰ بات یہ ہے کہ سب آہستہ آہستہ تلاوت کریں تا کہ ایک کی آواز دوسرے سے نہ ٹکرائے اور قرأتِ قرآن کو سننے کا فریضہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو، لیکن اگر جہراً پڑھیں تب بھی ایک قول پر اجازت ہے۔ جب ایک شخص خود ہی تلاوت میں مشغول ہے اور دوسرے کی تلاوت کونہیں سن رہا ہے تو وہ قرآن پاک کی طرف سے اعراض کرنے والا شمار نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ سے؟

سوال [۱۱۹۸]: ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی میں قرآن شریف زور سے پڑھنا چاہئے یا خاموشی سے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے موقعہ پر خاموشی سے پڑھنے کو کہتے تھے۔ صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

---

(۱) "وفي الدرة المنيفة عن القنية: يكره للقوم أن يقرؤوا القرآن جملةً لتضمنها ترك الإستماع والإنصات، وقيل: لا بأس به". (حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، قبيل باب ما يفسد الصلاة، ص: ۳۱۸، قديمي)

"وحكى ابن المنذر الإجماع على عدم وجوب الإستماع والإنصات في غير الصلاة والخطبة، وذالك أن يجا بها على كل من يسمع أحداً يقرأ فيه حرج عظيم ؛لأنه يقتضي أن يترك له المشتغل بالعلم علمه، والمشتغل بالحكم حكمه، والمتاعان مسادمتهاؤ تعاقد هما، وكل ذي شغل شغله".

(تفسير المنار: ۵۵۲/۹، ۵۵۳)

"(وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا) ...... المؤمن في سعة من الإستماع إليه إلا في صلاة مفروضة". (أحكام القرآن للجصاص: ۳۹/۳، باب القراءة خلف الإمام، دارالكتب العربي، بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ۱۵۰/۹، ۱۵۳، دارإحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً و مصلیاً :

افضل تو یہی ہے کہ جب ایک جگہ مجمع قرآن شریف پڑھے تو سب آہستہ پڑھیں لیکن زور سے پڑھیں تب بھی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

لوگوں کی رعایت میں قرآن سُنوا کر پڑھنا

سوال[۱۱۹۹]: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو تعریف فرمائی، جب ان کو پتہ چلا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں تو اَور اچھا پڑھتا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی فرمائش پر قرآن پڑھا جائے اور خوب سنوار کر پڑھا جائے تو جائز ہے، لہٰذا اگر نماز تراویح میں کسی کی رعایت سے خوب سنوار کر اس کا دل خوش کرنے کے لئے پڑھا جائے تو کیا حکم ہے کہ مؤمن کا دل خوش کرنا بھی ثواب ہے؟

الجواب حامدا ومصلیاً:

اس میں شک نہیں کہ مؤمن کا دل خوش کرنے میں بھی ثواب ہے، لیکن جو عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے کی جاتی ہے اس میں نیت اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی ہی ہونی چاہئے؛ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا اپنی اصل کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی کو خوش کرنا ہے: ﴿ومن يطع الرسول فقد أطاع الله﴾ (۲) ورنہ اللہ تعالیٰ کی

---

(۱) "ولا بأس باجتماعهم على قرأة الإخلاص جهراً عند ختم القرآن، و لو قرأ واحد واستمع الباقون فهو أولى". (الفتاوى العالمكيرى :۳۱۷/۵، الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح والقرأة ، رشيديه)

(وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ۳۱۸ فصل فى صفة الأذكار ، قديمى)

(وكذا فى تفسير ابن كثير : ۲۸۱/۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا فى مدارک التنزيل : ۴۵۸/۱ ، سورة الأعراف ، قديمى)

(۲)(سورة النساء: ۸۰)

وقال ابن كثير: "يخبر تعالىٰ عن عبده ورسوله محمد صلى الله عليه وسلم بأن من أطاعه فقد أطاع الله،ومن عصاه فقد عصى الله، وما ذاک إلا لأنه ما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحى يوحى".

(تفسير ابن كثير: ۷۰۳/۱، دار السلام رياض) .... =

عبادت اگر مخلوق کو خوش کرنے کے لئے کی جائے تو شرک کا خطرہ ہے: ﴿فمن كان يرجو لقاء ربه، فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه أحداً﴾ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۹۴ھ۔

بوقتِ مطالعہ تلاوت کرنا

سوال[۱۲۰۰]: ایک ایسے کمرہ میں بالجہر تلاوت کرنا جس میں کئی آدمی اپنی کتب دینیہ زور سے پڑھ رہے ہیں یا سرا مطالعہ کر رہے ہیں مگر تلاوت کی طرف توجہ بالکل نہیں ہے تو اس صورت میں تلاوت بالجہر کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر دوسرا شخص پہلے سے دینی کتب کے مطالعہ میں مشغول ہے تو آہستہ تلاوت کی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۹۳ھ۔

کیا تلاوت کی وجہ سے کسی کے وظیفہ کو روکا جائے گا؟

سوال[۱۲۰۱]: اگر مسجد میں کوئی ورد یا وظیفہ پڑھ رہا ہو تو آواز بلند تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

= "وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أطاعني فقد إطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/۲۷۰، دار إحياء التراث العربي)

(۱) (سورة الكهف: ۱۱۰)

(۲) "يكرر من الفقه وغيره يقرأ القرآن لا يلزمه الاستماع .... رجل يكتب الفقه و بجنبه رجل يقرأ القرآن و لا يمكنه استماع القرآن، كان الإثم على القارى و لا شيء على الكاتب". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۱۸، الباب الرابع، رشيديه)

(كذا في رد المحتار: ۱/۵۴۶، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية، سعيد)

(ومجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى: ۴/۳۳۰، امجد اکیڈمی لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً :

اگر تلاوت پہلے سے کوئی شخص بآواز بلند کر رہا ہے اور پھر کسی نے آکر اپنا وظیفہ شروع کر دیا تو تلاوت کرنے والے کو روکا نہیں جائے گا اور اگر وظیفہ پہلے سے کوئی شخص پڑھ رہا ہے تو بعد میں آنے والا آہستہ تلاوت کرے مگر مجبور پھر بھی نہیں کیا جائے گا محض استحسانی چیز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۳/ ۹/ ۸۸ھ۔

جلسہ کی ابتدا کلام پاک سے

سوال[۱۲۰۲]: ۱...... مسلم یونیورسٹی مسلمانوں کا ادارہ ہے، جس کی مجلس (مسلم یونیورسٹی کورٹ) خالصۃً مسلمانوں کی جماعت ہے اور کوئی غیر مسلم قانوناً اس کا ممبر نہیں بن سکتا۔ مجلسِ مذکورہ کے جلسہ خصوصی منعقدہ ۱۷/ دسمبر ۱۹۳۹ء میں ایک ممبر نے یہ تجویز پیش کی کہ کورٹ کے جلسوں کی ابتداء تلاوت کلام سے ہوا کرے، اس پر ایک دوسرے ممبر نے مخالفت کی اور کہا کہ آج اس جلسہ میں تلاوت کلام ہوگی کل دوسرے جلسوں میں ہوا کرے گی اور جلسہ میں ناظمِ دینیات کو کلامِ پاک پڑھنے کے لئے بلانا ہوگا، اس لئے اس تجویز کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ واضح رہے کہ اس مجلس میں کافی تعداد میں ممبران حافظ جی اور مذہبی پیشوا ہیں، مزید ممبران ہر ممبر مسلمان ہی ہے اور تلاوتِ کلام پاک کر سکتا ہے اور ناظمِ دینیات کا اس کام کے لئے مامور ہونا ضروری نہیں ہے۔

چونکہ یہ تجویز شامل ایجنڈا نہ تھی اور ہر ایسی تجویز کے پیش کرنے کے لئے جو خارج ایجنڈا ہو، دو تہائی

---

(۱) "صبي يقرأ في البيت وأهله مشغولون بالعمل، يعذرون في ترك الاستماع إن افتتحوا العمل قبل القرأة و إلا فلا، و كذا قرأة الفقه عند قرأة القرآن ، مدرس يدرس في المسجد و فيه مقرئ يقرأ القرآن بحيث لو سكت عن درسه يسمع القرآن يعذر في درسه". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۵/ ۳۱۷ ، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح و قرأة القرآن ، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۱/ ۵۴۶ ، مطلب الإستماع للقرآن فرض كفايه ، سعيد)

(وكذا في مجموعة الفتاویٰ على هامش خلاصة الفتاویٰ : ۴/ ۳۳۰ ، امجد اكيڈمی لاهور)

ممبران موجودہ کی رضامندی ضروری ہوتی ہے اس لئے اس مخالفت کی بنا پر اس تجویز کو دوتہائی ممبروں کی تائید حاصل نہ ہوئی اور تجویز نہ پیش کی جاسکی۔ محرک آئندہ اجلاس میں پھر اس تجویز کو باضابطہ نوٹس کے ساتھ پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ان حالت کے ماتحت اس تجویز کو پیش کرنا شریعتِ حقہ کی رو سے کیسا ہے اور کیا اس مخالفت کے بعد اس تجویز کو پیش کرنا اور جلسہ کو تلاوتِ کلام سے شروع کرنا لازمی ہوگیا؟ مفصل اور مشرح جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

[۱۲۰۳]: ۲...... نیز کیا تلاوتِ کلام پاک کے لئے وضو کا ہونا ضروری ہے، بلا وضو کلام پاک ممنوع ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

۱...... اہلِ اسلام کے جلسہ کی ابتداء اگر تلاوت کلام اللہ شریف سے ہو تو نہایت مستحسن ہے اور باعث برکت ہے، لیکن یہ فرض واجب کے درجہ میں نہیں کہ اس کے ترک کرنے سے گناہ ہو بلکہ محض استحسان اور استحباب کا درجہ ہے کہ اس کے خلاف کرنے سے برکت اور ثواب سے محرومی رہے گی (۱) اور بفضلہ تعالیٰ مسلمان قرآن شریف سے اس قدر تعلق اور لگاؤ رکھتے ہیں کہ ہر جگہ کم وبیش اس کی تلاوت پر قدرت رکھنے والے ضرور ہی میسر آجاتے ہیں اور کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

اگر کوئی مجلس مسلمانوں کی قانوناً ممانعت کردے کہ ہمارے جلسہ میں تلاوت کی اجازت نہیں تو یہ قانون یقیناً اسلام اور اسلامی احساسات کے مخالف ہوگا، ایسی صورت میں اس قانون ساز جماعت کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ وہ خود ہی اس قانون کو منسوخ کردے اور کلام الٰہی کی تلاوت پر ایسی پابندی عائد نہ کرے، اگر وہ نہ مانے تو ایسے قانون کی پابندی شرعاً ناجائز ہے (۲)، اس کے خلاف کرنا ضروری ہوگا۔ اسی طرح تلاوت کو ایسا لازم کرنا کہ بغیر اس کے کوئی اجلاس ہی نہ ہوسکے اس کو فرض کا درجہ دینا یہ بھی ناجائز ہے (۳)، اس لئے ایسا

---

(۱) "کل أمر ذی بال لا یبدأ فیه بذکر فهو أقطع" ...... "کل أمر ذی بال لم یبدأ فیه بذکر الله ثم بالصلاة عليّ فهو أقطع". (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، مقدمه : ۱/۳۷، ۳۸، رشیدیه)

(۲) "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الله". (مسند الإمام أحمد : ۱/۲۱۲، رقم الحدیث : ۱۰۹۸، دار إحیاء التراث العربی)

(۳) "من أصر علی أمر مندوب و جعله عزماً ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال =

کرنا چاہئے کہ اکثر تو افتتاح تلاوت سے ہو اور کبھی بغیر اس کے بھی۔

۲......قرآن شریف کو ہاتھ لگانے کے لئے تو وضو کا ہونا ضروری ہے اور محض تلاوت کے لئے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے اور بلا وضو بھی تلاوت جائز ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،صحیح:عبداللطیف،مدرسہ ہذا،۶/ذی الحجہ/۵۸ھ۔

سیاسی غیر مسلم ہندوؤں کی آمد پر قرآن کریم کی تلاوت کے ذریعہ مجلس کا افتتاح

سوال[۱۲۰۴]: ایک سیاسی مجلس میں ہندو مسلم شریک ہوں اور یہ مجلس ہندو لیڈروں کی آمد پر منائی گئی ہو اور چند ہندو مجلس کا افتتاح قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ کرنے کے متمنی ہیں۔دریں صورت تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟نوٹ: تلاوت نہ کرے تو تعصب کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس مقصد سے تلاوت کی جائے کہ اللہ کے کلام سے ان کے قلوب متأثر ہو کر اسلام سے قریب ہو جائیں تو گنجائش ہے،اگر محض رسمی طور پر ہو یا اس کے اعزاز میں ہو تو اجازت نہیں(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

= .... و جاء فی حدیث ابن مسعودؓ : إن الله يحب أن تؤتى رُخَصه كما يحب أن تؤتى عزائمه".
(السعاية ، باب صفة الصلوة ، قبيل فصل فی القرأة : ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "و لا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهراً": أی علی ظهر لسانه حفظاً بالإجماع" (الحلبی الكبير، مطلب فی اصح القولين، ص: ۶۰، سهيل اكيڈمی)

(كذا فی مجمع الأنهر : ۱/۴۲، كتاب الطهارة ، دار الكتب العلمية بيروت)

(والنهر الفائق ، كتاب الطهارة : ۱/۱۳۴، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) "قال الإمام محمد فی السير الكبير : وإذا قال الحربی أو الذمی للمسلم: علّمنی القرآن، فلا بأس بأن يعلمه و يفقهه فی الدين لعل الله يقلب قلبه ...... إنما يمنع منه إذا خيف منهم إهانته ، أما إذا لم يكن =

تلاوت کے وقت سر ہلانا

سوال[۱۲۰۵]: تلاوتِ کلام پاک یا کتبِ حدیث پڑھتے وقت سر ہلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرعی حکم نہیں طبعی چیز ہے، بعض ہلاتے ہیں بعض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۵ھ۔

اٹک اٹک کر قرآن شریف پڑھنے والے کا اجر

سوال[۱۲۰۶]: نسائی اور ابن ماجہ کے باب فضائل قرآن شریف میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ "اٹک اٹک کر پڑھنے والے کو دہرا ثواب اور جو تیز پڑھتا ہے اس کو اکہرا ثواب ملتا ہے" (۱) یہ عقل کے خلاف اور انصاف کے خلاف ہے یا نہیں؟ محدثین نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟ مہربانی فرما کر جواب صاف اردو میں مفصل ومدلل دینا چاہیے۔ فقط بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ اٹک اٹک کر پڑھنے میں مشقت زیادہ ہوتی ہے اس لئے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو دو اجر ملیں گے: ایک پڑھنے کا اجر، دوسرا مشقت کا اجر۔ جو شخص روانی سے پڑھتا ہے اس کو مشقت نہیں ہوتی تو اس کو صرف پڑھنے کا اجر ملے گا اور اس سے مقصود قرآن شریف کی طرف توجہ اور رغبت دلانی ہے۔ جو شخص ماہر ہے اٹک کر نہیں پڑھتا

= مثل هذا الخوف فلا بأس بذلك". (تكمله فتح الملهم شرح صحيح المسلم، باب النهي إن سافر بالمصحف الخ: ۳۸۶/۳، مكتبه دار العلوم)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۶۰، مطلب في أصح القولين، سهيل اكيڈمی)

(وفي رد المحتار: ۱۷۷/۱، مطلب يطلق الدعاء الخ، سعيد)

(۱) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة، والذي يقرؤه، يتتعتع فيه، وهو عليه شاق، له أجران إثنان". (سنن ابن ماجه، باب ثواب القرآن، ص: ۲۷۶، مير محمد كتب خانه)

(وسنن أبي داؤد مع بذل المجهود، باب في ثواب قرأة القرآن: ۳۳۷/۲، مكتبه قاسمية، ملتان)

وہ افضل ہے اگرچہ اس کو مشقت کا اجر نہیں ملتا، لیکن اس کا اجر بھی اٹک کر پڑھنے والے سے کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہوگا اگرچہ اکہرا ملے: "فله أجران: أی أجر لقرأته وأجر لتحمل مشقته، وهذا تحريض على تحصيل القرأة، وليس معناه أن الذی يتتعتع فيه أجره أكثر من الماهر، بل الماهر أفضل وأكثر أجراً حيث اندرج فی سلك الملائكة المقربين والأنبياء المرسلين والصحابة المقربين اه". بذل المجهود: ۲/۳۳۸(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۲/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

تلاوت کا ثواب زیادہ ہے یا تحیۃ المسجد کا؟

سوال[۱۲۰۷]: تقریباً دس بیس نمازی مسجد میں تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے، ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے تحیۃ المسجد پڑھنی ہے تلاوت بند کردو۔ تو یہ فعل افضل ہے یا تلاوت کرنا افضل و بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں جبکہ لوگ تلاوت کر رہے ہیں تو اس کے بعد میں آنے والے کو مناسب یہ ہے کہ تلاوت سننے میں مشغول ہو جائے دوسروں کو تلاوت سے نہ روکے، اگر تحیۃ المسجد پڑھنی ہی چاہے تو الگ کسی جگہ پڑھ لے، تلاوت کرنا، سنت تحیۃ المسجد پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے: ﴿وإذاقرئ القرآن فاستمعواله﴾ الآیہ(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

---

(۱) (بذل المجهود فی حل أبی داؤد، الجزء التاسع، باب ثواب قرأة القرآن: ۲/۳۳۸، مكتبه قاسمية، ملتان)

(۲) (سورة الاعراف، آیت: ۲۰۴)

"صبی يقرأ فی البيت وأهله مشغولون بالعمل، يعذرون فی ترک الإستماع إن افتتحوا العمل قبل القراءة، وإلا فلا، وكذا قراءة الفقه عند قراءة القرآن". (ردالمحتار، فروع فی القراءة خارج الصلوة: ۱/۵۴۶، سعيد) .... =

دس دفعہ "قل ھو اللہ" پڑھنے سے جو مکان جنت میں ملے گا کیا اس میں بیوی بچے بھی ساتھ ہوں گے؟

سوال[۱۲۰۸]: بعض نوتعلیم یافتہ کہتے ہیں کہ جو شخص دس بار "قل ھواللہ" پڑھے گا ایک محل جنت میں تعمیر ہوتا ہے تو کیا وہ محل صرف اسی کے لئے ہے یا اس کے ساتھ حور وغلمان بھی رہیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دس مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھنے پر جنت میں ایک محل کا تیار ہونا کس روایت میں ہے؟ ان سے دریافت کر کے لکھئے تا کہ اس پر غور کیا جائے، اتنا ثابت ہے کہ جنت میں جو کچھ آدمی چاہے گا اس کو ملے گا: ﴿وفیها ماتشتهیه الأنفس وتلذ الأعین﴾ (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۹۴ھ۔

تمباکو والا پان منہ میں رکھ کر تلاوت کرنا

سوال[۱۲۰۹]: پان میں تمباکو کھا کر مسجد یا دوسری جگہ تلاوت قرآن کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس لئے پان کھایا گیا ہو کہ اس سے نیند نہ آئے۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۱۷/۵، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن، رشيديه)

(مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوى: ۲۳۰/۴، امجد اکیڈمی لاهور)

(۱) (الزخرف: آیت: ۷۱)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسير ابن كثير: ۱۷۱/۴، دارالسلام، رياض)

وقال الإمام أحمد رحمه الله تعالىٰ: "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أدنى أهل الجنة منزلةً أن له لسبع درجات، وهو على السادسة، وفوقه السابعة، وأن له ثلثمأة خادم، ويغدى عليه ويراح كل يوم بثلث مأة صفحة إلخ". (مسند الإمام أحمد: ۴۵۰/۲، دار إحياء التراث العربي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ منہ صاف کرکے تلاوت کی جائے (۱) اور یہ تصور کیا جائے کہ میں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہوں، پھر انشاء اللہ تعالیٰ نیند نہیں آئے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۴ھ۔

دنیاوی غرض کے لئے بھی ذکر قرآن پر اجر ہے

سوال [۱۲۱۰]: بعض اوراد جن کے فضائل احادیث سے ثابت ہیں مثلاً: قرآن شریف علی الاطلاق اور اس کی بعض سورت وآیات بالخصوص "سبحان الله، والحمد لله، لا حول ولا قوة إلا بالله" الخ. لاإلــه إلا الله وحـده" وغیرہ وغیرہ جن کے فضائل منصوص ہیں، اس قسم کے اوراد اگر ایسی ترکیب سے پڑھے جائیں جو مشائخ نے بیان فرمائی ہیں یا عالموں نے بتلائی ہیں یا خاص اس کمیت اور کیفیت سے پڑھی جائیں جو کمیت اور کیفیت ان کی احادیث سے ثابت ہے، مگر ان کے پڑھنے سے کسی دنیوی غرض کا پورا کرنا ہے مثلاً: یہ کہ رزق میں فراخی ہوجائے یا بچہ پیدا ہو یا فلاں مرض دفع ہوجاوے، یا فلاں غائب واپس آجائے یا تجارت میں نفع ہو یا فلاں عورت سے نکاح ہوجائے یا فلاں فلاں میں محبت ہوجائے یا فلاں گمشدہ مال واپس مل جائے یا فلاں مصیبت اور تنگی دور ہوجاوے یا تسخیر عالم ہوجائے یا تسخیر جنات وغیرہ ہوجائے یا تسخیر کوکب مثلا زہرہ، مشتری، عطارد، شمس وغیرہ ہوجائے یا فلاں فلاں مقدمہ ختم ہوجائے وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک حاجت کے لئے خاص خاص تراکیب کتبِ عملیات میں موجود ہیں اور مشائخ عظام سے منقول ہیں اور قرآن شریف کی مختلف آیات اور سور سے بتلائی گئی ہیں اور بعض مفسرین نے بعض بعض آیات کی خاصیات تحریر فرمائی ہیں کہ ان میں یہ فوائد ہیں جو کہ دنیوی اغراض سے تعلق رکھتے ہیں اور حالانکہ قرآن شریف کے نصوص میں وارد ہے کہ ایک ایک حرف کے بدلہ میں ۱۰،۱۰ نیکیاں ملتی ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن شریف کی بعض آیات یا اذکار مذکورہ میں سے کسی کو اگر کوئی شخص اس قسم کی دنیوی حاجات کے لئے پڑھے تو پڑھنے والے کو اس پر کوئی ثواب مرتب ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) کتب فقہ میں صریح جزئیہ نہیں ملا، البتہ عرفِ عام میں اس کو بے ادبی خیال کیا جاتا ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

اگر ہوگا تو کیا وہی منصوص یا اس سے کم اور اگر حاجت دنیوی کے لئے پڑھا جائے کہ آثار میں صراحۃً ذکر ہیں مثلاً: سورہ واقعہ کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر رات میں پڑھنا دافع فقر ہونا منقول ہے(۱)، اسی طرح پر "لاحول ولا قوة إلا بالله" الخ ولامنجاء من الله إلا إليه"(۲) کا حدیث مرفوع میں ننانوے بلا کا دافع ہونا جس کا ادنیٰ فقر ہے مروی ہے تو اگر کوئی اس وظیفہ کو دفع فقر اور فاقہ تنگدستی کے لئے دائمی پڑھتا ہے تو کیا اس کو اس دنیوی حاجت کے قضاء کے لئے پڑھنے سے ثواب جو مطلقا تلاوت قرآن شریف کے متعلق یا "لا حول" الخ پڑھنے پر روایات میں وارد ہے موصول ہوگا یا نہیں؟

اور اگر کوئی شخص ایسا وظیفہ جن کے فضائل نصوص سے ثابت ہیں بالفاظہا تو نہیں پڑھا کرتا مگر ایسا ہی جن اوراد کے فضائل روایات سے ثابت ہیں، مثلاً: دعاء، ثناو حمد باری عزاسمہ و درود بالفاظ ماثورہ، ان کے فضائل منصوص ہیں، اب کوئی شخص فارسی، ہندی وغیرہ زبان میں کوئی ورد، دعاء، ثناء کا کسی حاجت کے لئے پڑھتا ہے تو کیا اس کو وہ ثواب بھی مل سکتا ہے جو دعاء، ثنا وغیرہ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ بالتفصیل بیان فرما دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو خواص وفوائد آیات وسور واذکار کے منصوص ہیں ان کے لئے پڑھنے سے ثواب میں کمی نہیں آئے گی، کیونکہ جس نے ثواب بتایا ہے اسی نے خواص وفوائد بتائے ہیں اور ان خواص وفوائد کے لئے پڑھنے کی تعلیم دی ہے اور ثواب کو مشروط نہیں کیا خواص وفوائد کی نیت نہ ہونے کے ساتھ۔

نیز خواص وفوائد اور نیت ثواب میں تزاحم بھی نہیں کہ اجتماع دشوار ہو، گو اعلیٰ اور افضل درجہ یہ ہے کہ محض رضائے حق تعالیٰ مقصود ہو کیونکہ خواص وفوائد کا ترتب تو بہر حال ہوگا پھر ثواب کو تابع اور خواص وفوائد کو متبوع بنانے کی کیا ضرورت ہے، تاہم اس سے ثواب منصوص میں کمی نہ ہوگی اگر چہ یہ درجہ مفضول ہونے کی وجہ سے افضلیت کا ثواب نہ مل سکے گا، اپنی مشروع اغراض کے لئے دعا کرنا خود مامور بہ ہے جو کہ موجب ثواب ہے اور

---

(۱) "عن عبدالله مسعود رضی الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قرأ سورة الواقعة كل ليلة، لم تصبه فاقة أبداً". (تفسير ابن كثير: ۳۶۰/۴، سورة الواقعه، دار السلام، رياض)

(۲) (مسند الإمام أحمد: ۵۹۵/۲، رقم الحديث: ۸۰۲۴، دار إحياء التراث العربي).

(وحصن حصين: ۳۵۴، رقم: ۵۴، خزينة علم وادب، لاهور)

غیر مشروع اغراض کے لئے پڑھنا ناجائز ہے:

"من قرأ حرفاً من كتاب الله، فله حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: آلم حرف، ولكن ألف حرف، ولام حرف، وميم حرف اه". ترمذی شریف(۱)۔

"من شغله القرآن: أى لفظاً أو حفظاً أو معنىً أو عملاً، وتخلف عن ذكرى: أى من سائر الأذكار ومسئلتي: أى من بقية الأدعية، أعطيه أفضل ما أعطي: على صيغة المضارع المعلوم المتكلم الواحد: أى أفضل ما أعطيه السائلين: أى والذاكرين فهو من باب الاكتفاء، أو المراد بالسائلين الطالبون فى ضمن الذكر والدعاء بلسان القال أو بيان الحال. وقال المظهر: يعنى إن اشتغل بقراءة القرآن ولم يفرغ إلى الذكر والدعاء، أعطاه الله مقصوده ومراده أحسن وأكثر مما يعطى الذين يطلبون من الله تعالىٰ حوائجهم، والمعنى أنه لا يظن القارى أنه إذا لم يطلب من الله حوائجه لا يعطيه إياها، بل يعطيه أكمل الإعطاء، فإنه من كان لله كان الله له اه". الحرز الثمين مختصرا، ص: ۲۵۲(۲)۔

"فلو قصد بالذكر القربة إلى الله تعالىٰ لكان أكثر ثواباً، ومن ثَمّ قال الغزالیؒ: حركة اللسان بالذكر مع الغفلة منه تحصل الثواب؛ لأنه خير من حركة اللسان بالغيبة، بل هو خير من السكوت مطلقاً: أى المجرد من التفكر، قال: وإنما هو ناقص بالنسبة إلى عمل القلب اه". فتح الباری: ۱/۱۴(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۳/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱)(جامع الترمذی، باب ماجاء من قرأ حرفاً من القرآن فله من الأجر: ۲/۱۱۹، سعید)

(۲)(لم أظفر عليه

(۳)(فتح الباری، کتاب بدء الوحی، باب: ۱، ۱/۱۸، قدیمی)

مصیبت کا علاج قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھنا

سوال[۱۲۱۱]: ہمارے یہاں ایک صاحب نے یہ عمل بتلایا کہ مصیبت کے وقت یا کسی پریشانی کے وقت پریشانی دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی سطروں پر انگلی رکھتے جائیں اور بسم اللہ پڑھتے جائیں چاہے قرآن پڑھا ہوا ہو وہ بھی قرآن پاک کی لائنوں پر انگلی رکھتا جائے اور بسم اللہ پڑھتا جائے تو کیا یہ عمل ٹھیک ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مصیبت دور کرنے کا علاج توبہ واستغفار ہے، گناہوں سے نادم ہو کر معافی مانگنا اور آئندہ کو عہد کرنا ہے، حقوق اللہ: نماز، زکوۃ، صدقہ، روزہ جو بھی ذمہ میں باقی ہیں ان کو پورا کرنا ہے(۱)، بندوں کے حقوق کو ادا کرنا ہے اور ان سے معافی مانگنا ہے(۲)۔ قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی رکھ کر بسم اللہ پڑھنا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علاج تجویز نہیں فرمایا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، یکم/محرم/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/محرم/۱۳۹۳ھ۔

قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور بسم اللہ پڑھنا

سوال[۱۲۱۲]: ا...... قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیرنا اور ہر سطر پر محض بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

---

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: إن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ......"یا کعب بن عجرة! الصلاة قربان، والصوم جنة، والصدقه تطفئ الخطیئة، کما یطفئ الماء النار". (المسند للإمام أحمد: ۳/۳۹۹، دارإحیاء التراث العربی)

(وصحیح البخاری: ۹/۱۷۵، دارالفکر بیروت)

(والسنن للنسائی: ۴/۱۶۶، دارالکتب)

(۲) "وأیضاً قد نصوا علی أرکان التوبة ثلاثة: الندامة علی الماضی، والإقلاع فی الحال، والعزم علی عدم العود فی الاستقبال .... و إن کانت عما یتعلق بالعباد .... فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فی حقوق اللہ تعالیٰ علی الخروج عن عهدة الأموال و إرضاء الخصم فی الحال والاستقبال بأن یتحلل منهم أو یردها إلیهم" الخ. (شرح الفقه الأکبر، بحث التوبة، ص: ۱۵۸، قدیمی)

تبرکاً وتیمناً اور عدم علم قرآن کی وجہ سے ہر دو کا کیا حکم ہے؟

۲......اس طریقہ کو ختم قرآن سے تعبیر کرنا کیسا ہے؟

۳......اگر وظیفہ کے لئے ایسا عمل کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟

۴......اگر جائز ہے تو محض امر دینی ومقصد شرعی کے لئے جائز ہے یا حصول غرض دنیاوی یعنی غیر شرعی کے لئے بھی جائز ہوگا؟ نیز حصول دولت جبکہ ضرورت سے زائد ہو امر دینی ہوگا یا دنیاوی وغیر شرعی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......قرآن کریم کی ہر سطر پر انگلی پھیر کر بسم اللہ پڑھنا اور یہ سمجھنا کہ یہ بسم اللہ ہے، یہ غلط ہے، محض بسم اللہ پڑھنے کا ثواب مستقل ہے۔

۲......اس طریقہ کو ختم قرآن کہنا اور سمجھنا غلط ہے۔

۳......اگر کوئی وظیفہ ایسا ہو کہ قرآن کریم کی سطور کے عدد کے موافق بسم اللہ پڑھی جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

۴......خلاف دین کسی مقصد کا حاصل کرنا اور اس کے لئے وظیفہ پڑھنا درست نہیں، غیر شرعی امور سے تو بچنے کا حکم ہے، ضرورت سے زائد ناموری کے لئے دولت حاصل کرنا امر دنیوی اور غیر شرعی ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک شب میں قرآن کریم ختم کرنا

سوال[۱۲۱۳]: زید نے کہا کہ تلاوت قرآن پاک ایک شخص ایک شب میں نہیں کرسکتا، اگر کسی نے کیا تو سنت کے خلاف کیا، قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ کرنے کا حکم ہے، ایک شب میں جس نے تلاوت کر کے لوگوں کو سنایا وہ قرآن کا حق ادا نہ کیا خلافِ سنت ہے، قرآن کی بعض آیات یا تمام آیات کو جلد جلد

---

(۱) "عن سلمة قال: سمعت جندباً رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول: قال النبی ﷺ: "من سمّع سمع اللہ به و من یراء یراء اللہ به". (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة: ۹۶۲/۲، قدیمی)

پڑھنے کا حکم شرعاً نہیں ہے کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کم از کم وہ گنہگار ہے۔اس پر بکر نے کہا کہ ایک شب میں تلاوتِ قرآن کرنا درست ہے، ہمارے علاقہ میں حافظ چند گھنٹے میں قرآن ختم کرتے ہیں۔اس پر زید نے کہا کہ وہ شیطان ہیں جو چند گھنٹے میں جیسا ویسا پڑھ دیا۔تمام آبادی زید پر ناراض ہے کہ حافظ کو شیطان کیوں کہا مگر زید نے حدیث نہ ماننے کی وجہ سے کہا۔

زید کی مندرجہ باتیں کس حد تک درست ہیں اور بکر کی بات کہاں تک درست ہے؟ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو نہ مانے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ ہمارے یہاں اس بات پر شدید اختلاف ہے۔بکر نے کہا کہ حافظ کو شیطان کیوں کہا، زید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو جو نہ مانے اس بناء پر کہا۔ دونوں میں سے کس کا قول درست ہے؟ شرعاً جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیثِ پاک میں تین شب سے کم میں ختم قرآن پاک کو ناپسند فرمایا گیا ہے(۱)، اس میں پورے تدبر کا عموماً موقع نہیں ملتا، اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے اولیائے عظام سے تین شب سے کم میں بلکہ ایک شب میں بلکہ ایک رکعت میں پڑھنا بھی منقول ہے بلکہ ایک رات میں کئی کئی مرتبہ قرآن ختم کرنا بھی منقول ہے(۲)۔اب بھی جو شخص قرآن پاک سے شوق ودلچسپی رکھتا ہو اور اس کو پختہ یاد ہو، صحیح پڑھتا ہو، دل جمعی سے تین شب سے کم میں ختم کرلے تو وہ گنہگار نہیں اور ایسے آدمی کو شیطان کہنا زیادتی ہے، جس نے کہا وہ اپنی

---

(۱) "وعن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لم یفقہ من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث" أی: لیالی .... لأنہ إذذاک لم یتمکن من التدبرلہ والتفکر فیہ بسبب العجلة والملالة". (مرقاة المفاتیح، شرح مشکاة المصابیح، کتاب فضائل القرآن: ۴/۱۰۷، رقم الحدیث: ۲۲۰۱، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة اللکنوی: "ان قیام اللیل کلہ، وقراءة القرآن فی یوم ولیلة مرةً ومرات، وأداء ألفِ رکعات أو أزید من ذلک، ونحو ذلک من المجاھدات والریاضات لیس ببدعة، ولیس بمنھی عنہ فی الشرع، بل ھو أمر حسن مرغوب إلیہ، لکن بشروط إلخ". (إقامة الحجة علی أن الإکثار فی التعبد لیس ببدعة، فی ضمن مجموعة رسائل اللکنوی: ۲/۱۰۲، إدارة القرآن)

(وکذا فی الفتاوی الحدیثیة، ص: ۸۲، ۸۳، قدیمی)

غلطی کا اعتراف کر کے رجوع کرلے، اس نے بھی حدیث شریف کی وجہ سے کہا ہوگا مگر کہنے میں حد کی رعایت نہیں کی، غلطی سے غلط لفظ کہدیا، اپنی غلطی کا اقرار کر کے اصلاح کرنا بہت عمدہ بات ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۹۴/۴/۲۷ھ۔

ختمِ قرآن پر دعوت کرنا

سوال[۱۲۱۴]: میرے بچہ نے قرآن کریم حفظ کرلیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ ایک ترغیبی جلسہ کر کے شیرینی تقسیم کردوں، کیا ایسا کرنے سے کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآنِ پاک اللہ پاک کی بہت بڑی دولت ہے، اس کا حفظ کرلینا بہت بڑی دولت ہے، اگر شکرانہ کے طور پر احباب ومتعارفین کو مدعو کیا جائے اور غرباء واحباب کو کھانا کھلایا جائے تو یہ اس نعمت کی قدردانی ہے ممنوع نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک دوسروں کو بھی حفظ کا شوق عطا فرمائے اور یہ اجتماع ترغیب وتبلیغ میں معین ہوجائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۃ بقرہ یاد کی تھی تو ایک اونٹ ذبح کر کے احباب وغرباء کو کھلایا تھا(۱)، اس لئے سلفِ صالحین میں اس کی اصل اور نظیر موجود ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے، ریا اور فخر کے لئے جو کام کیا جائے وہ مقبول نہیں(۲) اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے(۳)،

---

(۱) "قال السيوطيؒ في الدر: أخرج الخطيب في رواة مالك والبيهقي في شعب الإيمان عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال:" تعلم عمر رضي الله تعالىٰ عنه البقرة في اثنتي عشرة سنةً، فلما ختمها نحر جزوراً". (أوجز المسالك: ۱۳۴/۴، ادارة تاليفات اشرفيه)

(۲) "وعن جندب -رضي الله تعالىٰ عنه- قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سمّع سمّع الله به، ومن يرآءى يرآءى الله به". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب الرياء والسمعة من الرقاق، الفصل الأول، ص: ۴۵۴، قديمي)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن الله عزوجل لا ينظر إلى صوركم و أموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم و أعمالكم". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۴۵۴، قديمي)

مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر اس نے رسم کی صورت اختیار کرلی تو اور پریشانی ہوگی (۱)، اس لئے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخفی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء بھی دے دی جائیں (۲) اور بچہ نے جہاں ختم کیا ہے وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے اور مدرسہ کی امداد کردی جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۸۹ھ۔

مکان کی تعمیر پر قرآن کریم ختم کرنا

سوال [۱۲۱۵]: زید ایک نیا مکان تعمیر کر رہا ہے، اس کی خیر وبرکت کے لئے ایک ختم قرآن کروانا چاہتا ہے۔کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خود اور اہلِ خانہ واحباب اس میں قرآن پاک کی تلاوت کرلیں اور دعا کرلیں کہ حق تعالیٰ اس میں خیر وبرکت عطا فرما، اس مکان میں رہنے والوں کو طاعات کی توفیق دے، اتباعِ سنت نصیب فرما، گناہوں سے محفوظ رکھ، شیاطین، جنات اور پڑوسیوں کے شرور سے حفاظت فرما (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "من أصر على أمر مندوب و جعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال .... و جاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه : إن الله يحب أن تؤتى رُخَصه كما يحب أن تؤتى عزائمه". (السعاية، باب صفة الصلوة ، قبيل فصل في القرأة : ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وإن تخفوها و تؤتوها الفقراء فهو خيرلكم﴾: أى فالإخفاء (خيرلكم) من الإبداء .... والأحاديث في أفضلية الإخفاء أكثر من أن تحصىٰ الخ". (روح المعاني : ۳/۴۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "و لا بأس باجتماعهم على قرأة الإخلاص جهراً عند ختم القرآن ...... و يستحب له أن يجمع أهله وولده عندالختم،و يدعو لهم الخ". (الفتاوى العالمكيرية ، الباب الرابع في التسبيح و قرأة القرآن : ۵/۳۱۷، رشيديه) =

نابالغ سے ختم کرانا

سوال[۱۲۱۶]: ہمارے یہاں گھروں میں ختم شریف کراتے ہیں، بہت سے بچے ناپاک کہ جن کو کچھ ناپاکی کی تمیز نہیں ہے وہ بھی پڑھتے ہیں، قرآنِ پاک میں کئی جگہ سجدہ آتا ہے وہ ایک مرتبہ بھی سجدہ نہیں کرتے، اس طرح پر ختم کرانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جو بچے نابالغ اور ناسمجھ ہوں ان پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں (۱)، جب وہ قرآن کریم پڑھتے ہیں تو ان کو بھی ثواب ملتا ہے (۲)، بڑوں کے ذمہ ہے کہ پاکی، ناپاکی کی تمیز سکھائیں۔ میت کو ثواب پہونچانا بہت اچھا ہے ان سے ثواب پہونچانے والے کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور میت کو بھی (۳)، لیکن جب کہ یہ ثواب پہونچانا شریعت کے موافق ہو یعنی اخلاص کے ساتھ ہو، ریاکاری، رسم کی پابندی، سوم، دہم، چہلم وغیرہ نہ ہو اور پڑھنے والے بھی ثواب کے لئے پڑھیں، چنوں، الائچی دانوں، دعوت پیسوں کے لالچ سے نہ پڑھیں ورنہ ثواب نہیں ہوگا بلکہ گناہ ہوگا (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= (وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۱۸، فصل فی صفة الأذکار، قدیمی)

(وتفسیر ابن کثیر : ۲۸۱/۲، سہیل اکیڈمی)

(۱) "فلا تجب (سجدة التلاوة) علی کافر و صبی و مجنون وحائض و نفساء قرأوا أو سمعوا؛ لأنهم لیسو أهلاً لها". (الدر المختار: ۱۰۷/۲، باب سجود التلاوة، سعید)

(۲) "عن عبدالله بن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم:" من قرأ حرفاً من کتاب الله فله به حسنة، و الحسنة بعشرة أمثالها الخ". (جامع الترمذی : ۱۱۹/۲ باب ما جاء فی من قرأ حرفاً من القرآن ماله من الأجر، سعید)

(۳) "من صام أو صلی أو تصدق، و جعل ثوابه لغیره من الأموات والأحیاء، جاز، و یصل ثوابها إلیهم عند أهل السنة والجماعة". (رد المحتار: ۲۴۳/۲، مطلب فی القرأة للمیت، سعید)

(۴) "ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث و بعد الأسبوع، و نقل الطعام إلی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقرآءة القرآن و جمع الصلحاء والقراء للختم". (رد المحتار : ۲۴۰/۲، مطلب فی =

تلاوت کا ثواب پڑھنے والے کو بھی ملتا ہے

سوال[۱۲۱۷]: زید روزانہ تلاوت کلام اللہ کے بعد اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کل مومنین ومومنات، مسلمین ومسلمات کو ثواب بخش دے تو کیا زید کو تلاوت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کو بھی ثواب ملے گا وہ ہرگز محروم نہیں رہے گا(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۷ھ۔

قبرستان میں قرآن شریف لے جانا اور پڑھ کر ثواب پہونچانا

سوال[۱۲۱۸]: قبرستان میں قرآن شریف لیجا کر خود پڑھنا خواہ دوسرے سے اجرت پر پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

قرآن شریف خود پڑھ کر ایصال ثواب کرنا یا دوسرے سے پڑھوا کر ثواب پہونچانا درست اور میت

= کراهة الضیافة من أهل المیت، سعید)

(۱) "الأصل أن کل من أتی بعبادة مّا، له جعل ثوابها لغیره". (الدرالمختار) (قوله : بعبادة مّا الخ): أی سواء کانت صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءةً أو ذکراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرةً أو غیر ذلک ...... الأفضل لمن یتصدق نفلاً أن ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات؛ لأنها تصل إلیهم و لا تنقص من أجره شیء اهـ". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر :۲/۵۹۵، سعید)

"قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم :"من قرأحرفاً من کتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها،لا أقول: " آلم" حرف، ولکن "ألف" حرف "ولام" حرف "ومیم" حرف". (جامع الترمذی،باب ماجاء فی من قرأحرفاًمن القرآن: ۲/۱۱۹،سعید).

(کذافی المسند للإمام أحمد :۳/۴۳۷،دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(ومصنف ابن أبی شیبة :۱۰/۴۶۱،دارالفکر بیروت)

(والکامل فی الضعفاء لإبن عدی :۵/۱۷۸۰،دارالفکر بیروت)

کیلئے نافع ہے(۱) لیکن اجرت دیکر پڑھوانا جائز نہیں ہے گناہ ہے، اجرت کا لینا بھی ناجائز ہے اور اس سے ثواب نہیں پہنچتا، اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار، جلد خامس، کتاب الاجارہ میں عینی وغیرہ سے بصراحت نقل کیا ہے(۲)۔قبر پر قرآن شریف پڑھنے میں اختلاف ہے، ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"ثم قرأة القران وإهداء ها له تطوعاً بغير أجرة، يصل، ولو أوصىٰ بأن يعطى شيئاً من ماله لمن يقرأالقرآن على قبره فالوصية باطلة؛ لأنه فى معنى الأجرة، كذافى الاختيار. وهذا بمعنى عدم جواز الإستجار على الطاعات (إلى قوله) ثم القراء ة عند القبور مكروهة عند أبى حنيفه رحمه الله تعالىٰ ومالك رحمه الله تعالىٰ وأحمد رحمه الله تعالىٰ فى رواية؛ لأنه محدث تردّ به السنة. وقال محمد بن حسن وأحمد فى رواية: لايكره ......روى عن ابن عمرؓ أنه أوصىٰ أن يقرأ علىٰ قبره وقت الدفن بفواتح سورةالبقرة وخواتمها، والله سبحانه اعلم"(۳).

طحطاوی نے امام محمد کے قول کو مختار لکھا ہے: "وأخذ من ذلك جواز القرأة على القبر، والمسئلة ذات خلاف: قال الإمام، تكره؛ لأن أهلها جيفة، ولم يصح فيها شئى عنده عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وقال محمد: تستحب لورود الآثار، و هو المذهب المختار كما صرحوا به فى كتاب الاستحسان الخ". طحطاوى ، ص:۳۲۳(٤).

قرآن شریف کو قبرستان میں لے جا کر تلاوت کرنا فی نفسہ مباح ہے لیکن اس کا التزام منع ہے جیسا کہ بعض دیار میں رواج ہے، ثواب گھر سے بھی پہنچ جاتا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

---

(۱) "من صام أوصلى أوتصدق، وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء، جاز، و يصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة".(رد المحتار: ۲/۲۴۳، مطلب فى القرأة للميت، سعيد)

(۲) (رد المحتار: ۶/۵۶، كتاب الإجارة ، مطلب: تحرير مهم فى عدم جواز الاستيجار على التلاوةوالتهليل ونحوه ممالا ضرورة إليه، سعيد)

(۳) (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۳۱، قديمى)

(۴) (حاشية الطحطاوى، ص:۶۲۳، باب زيارة القبور ، قديمى)

غیر مسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینا

سوال[۱۲۶۹]: اگر کوئی مسلم غیر مسلم کو قرآن وغیرہ پڑھائے تو کیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر باثر مسلم کسی غیر مسلم کو اس نیت سے قرآن کریم پڑھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے تو درست ہے، مگر اس کو تاکید رکھے کہ وہ بے وضو قرآن شریف کو ہاتھ نہ لگائے (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

انگریز کو قرآن شریف کی تعلیم دینا

سوال[۱۲۷۰]: ایک عیسائی اور اس کی میم بالغ ہیں اور قرآن شریف پڑھنا چاہتے ہیں، آیا ان کو پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ امام مسجد، جدید دہرہ دون۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہ نیتِ تبلیغ وہدایت پڑھانا جائز ہے، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ توفیقِ اسلام عطا فرمائے۔قرآن شریف کا احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ بلا وضو اس کو ہاتھ نہ لگایا جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ۱۱/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ذی قعدہ/ ۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ذی قعدہ/ ۵۸ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿لايمسه إلا المطهرون﴾ (واقعة: ۷۹)

"ويمنع النصراني من مسه، وجوزه محمد إذا إغتسل، ولابأس بتعليمه القرآن والفقه عسى أن يهتدى". (الدر المختار، كتاب الطهارة، قبيل باب المياه: ۱/ ۱۷۸، سعيد)

"ولا بأس بتعليم الكافر القرآن أو الفقه رجاء أن يهتدى، ولكن لا يمس المصحف مالم يغتسل". (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالا يكره وفي القرأة خارج الصلاة، ص: ۴۹۲، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "غیر مسلم کو قرآن کی تعلیم دینا")

غیر مسلم کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دینا

سوال[۱۲۲۱]: سوائے مسلم کے دیگر مذہب کے لوگوں کو قرآن شریف پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جائز ہے، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو اسلام کی توفیق دیدیں، مگر اس کو قرآن شریف کو ہاتھ لگانے سے بلاوضو منع کر دینا چاہئے:

"کافر من أهل الذمّة أو من أهل الحرب طالب من مسلم أن يعلّم القرآن والفقه، قالوا: لا بأس بأن يعلم القرآن والفقه فی الدین ؛ لأنه عسى أن يهتدى إلى الإسلام فيسلم، إلا أن الكفار لا يمس المصحف اهـ". فتاویٰ قاضی خان: ۷۹٤/٤ (۱)۔

یعنی اہلِ ذمہ یا اہل حرب میں سے کسی کافر نے کسی مسلمان سے درخواست کی کہ وہ اس کو قرآن وفقہ کی تعلیم دے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اس کو قرآن اور فقہ فی الدین کی تعلیم دے، اس لئے کہ امید ہے کہ اس کو اسلام کی ہدایت ہو جائے اور وہ اسلام قبول کر لے، مگر یہ کافر قرآن پاک کو نہ چھوئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۵٦ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/صفر/۵٦ھ۔



---

(۱) "قال الإمام محمد فی السير الكبير : "و إذا قال الحربی أو الذمی للمسلم: علمنی القرآن، فلا بأس بأن يعلمه و يفقهه فی الدين، لعل الله يقلب قلبه. والحاصل مما سبق أن وقوع المصحف بأيدى الكفار إنما يمنع منه إذا خيف منهم إهانته ، أما إذا لم يكن مثل هذا الخوف، فلا بأس بذلك لا سيّماً لتعليم القرآن و تبليغه . والله اعلم". (تكمله فتح الملهم شرح صحيح الإمام مسلم، باب النهى أن يسافر بالمصحف الخ :۳/۳۸٦، مكتبه دار العلوم كراچی)

و فی الدر : "و يمنع النصرانی من مسه، و جوزه محمد إذا اغتسل، و لا بأس بتعليمه القرآن والفقه، عسى أن يهدى". (الدر المختار ، كتاب الطهارة: ۱/۱۷۸، سعيد)

المتفرقات

قرآن افضل ہے یا سید؟

سوال[۱۲۲۲]: ایک مولوی صاحب سے کسی نے شانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شان قرآن پاک کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ مسئلہ نازک ہے عام لوگوں کی فہم سے اوپر ہے۔ لیکن سائل ایک سیّد تھا جس کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم قرآن شریف سے بوجہ اولاد ہونے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل ہیں لہٰذا ہم پر شریعت کی پابندی ضروری نہیں۔ مولوی صاحب نے عظمتِ قرآن شریف میں فرمایا کہ قرآن شریف کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لا یمسہ إلا المطھرون﴾۔ اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ لگانا حالتِ جنابت اور وضو نہ ہونے میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا احترام تھا۔

ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ بعض جہلاء نے یہ فتویٰ دیا کہ ایسا مولوی صاحب واجب القتل ہے، والد نے اپنے بیٹے کو تنبیہ کی کہ مولوی صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے تم نماز پڑھا کرو، اس نے جواب دیا کہ دیوبندی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور آپ کی اس بارے میں میرے اوپر اطاعت کوئی ضروری نہیں اور قیامت میں میری اس نافرمانی کا اجر ملے گا نہ کہ گناہ آیا والد صاحب کی اطاعت ضروری ہے یا مرشد بریلوی کی؟ جواب مدلل ہو اور مسئلہ کی پوری تحقیق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاہل سیّد کا یہ مقولہ انتہائی جہالت پر مبنی ہے، شریعتِ غرا کی پابندی خود بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ضروری تھی (۱)۔ آں حضرت صلی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأمر أھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا﴾. (سورۃ طٰہٰ: ۱۳۲)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون﴾ (سورۃ الذاریات: ۵۶)

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرے-اعاذنا اللہ منہا-تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا''(۱)۔ پھر حضور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد پر شریعت کی پابندی کیسے ضروری نہیں ہوگی؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک میں تقابل کا مسئلہ واقعۃً نازک ہے، ہر شخص کے سمجھنے کا نہیں، سعایہ شرح وقایہ میں اس پر کلام کیا ہے۔ جو امور موافقِ شرع ہوں ان میں باپ کی اطاعت کرنی چاہئے، خلافِ شرع امور میں اطاعت جائز نہیں: "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق"۔ الحديث (۲)۔

مسئلہ مذکورہ میں عظمتِ قرآن شریف کے متعلق مولوی صاحب کا جواب اور عقیدہ صحیح ہے اور ایسے شخص کو واجب القتل قرار دینا عناد اور عصبیت ہے۔ لڑکے کا اپنے والد کو جوابِ مذکور دینا غلط ہے، اس کو معاملہ میں والد کی اطاعت کرنی چاہئے کہ یہ شریعت کے مطابق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ۸/ ۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۴/ شعبان/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

غلافِ قرآن اور غلافِ کعبہ میں کون افضل ہے؟

سوال [۱۲۲۳]: زید کہتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۳۰ھ میں پانی پت میں وعظ فرمایا

(۱) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن قريشاً أهمهم شأن المرأة المخزومية التی سرقت، فقالوا: من يكلم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالوا: و من يجترئ عليه أسامة بن زيد حِبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكلمه أسامة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أتشفع فی حدٍّ من حدود الله"؟ ثم قام فاختطب، ثم قال: "إنما أهلك الذين قبلكم، إنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وأيم الله! لو أن فاطمة بنت محمد (صلى الله عليه وسلم) سرقت لقطعت يدها". (مشكوٰة المصابيح، ص: ۳۱۴، باب الشفاعة فی الحدود، قديمی)

(وسنن ابن ماجه، ص: ۱۸۳، باب الشفاعة فی الحدود، قديمی)

(۲) (فيض القدير: ۶۴۸۶/۱۲، رقم الحديث: ۹۹۰۳، بيروت)

(ومسند الإمام أحمد: ۵۹/۶، رقم الحديث: ۲۰۱۳۰، دار إحياء التراث العربی)

تھا جس میں حضرت نے ایک اہم مسئلہ بیان فرمایا تھا کہ غلاف کلام اللہ غلاف بیت اللہ سے افضل ہے، چونکہ کلام اللہ، اللہ کی صفات ازلیہ ابدیہ میں سے ہے اور صفت موصوف میں علاقہ اتحاد ہوتا ہے، اس بناء پر وہ کپڑا غلاف کلام اللہ جس کا اتصال صفت حق تعالیٰ کے کلام سے ہے وہ افضل ہے بہ نسبت اس کپڑے کے جس کا اتصال صفت باری تعالیٰ سے نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں کہ اس پر ایمان کی صحت موقوف ہو یا اس پر ادائے فرائض موقوف ہو، محض علمی نکتہ کے درجہ میں ہے، ایسے مسائل میں نزاع نہیں کرنا چاہئے۔

قرآنِ کریم کا بیت اللہ سے افضل ہونا حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے(۱)، اسی واسطے جو غلاف (جزدان) قرآن کریم سے متصل ہے وہ غلاف بیت اللہ سے افضل ہوگا، یہ بات الگ ہے کہ غلاف بیت اللہ پر کلمہ شریف یا کوئی آیت لکھی ہو تو اس کی وجہ سے اس کو افضلیت ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/ ۹۸ھ۔

شیطان قراءتِ قرآن پر قادر نہیں

سوال[۱۲۲۴]: مولانا لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ شیطان قراءتِ قرآن پر قادر نہیں، لیکن بخاری شریف میں حدیث طویل "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه" میں ہے: شیطان نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آیۃ الکرسی کی تعلیم کی۔ لہٰذا اس میں پڑھنا بھی آگیا، اس تعارض کا کیا جواب ہے؟ زید اس کا جواب دیتا ہے کہ پڑھنا بطور نام کے ہے جیسے سورہ "الحمد لله" کہنا لہٰذا یہ پڑھنے میں شمار نہیں، یا شیطان نے صرف آیۃ الکرسی کہا ہوگا، یا اس وقت شیطان انسان کے روپ میں تھا، وغیرہ وغیرہ۔

---

(۱) "وعنه عليه الصلاة والسلام: "القرآن أحب إلى الله تعالىٰ من السمٰوٰت والأرض ومن فيهن. (قوله: ومن فيهن) ظاهره يعم النبي صلى الله عليه وسلم، والمسألة ذات خلاف، والأحوط الوقف". (رد المحتار: ۱/۱۷۸، قبيل باب المياه، سعيد)

الجواب حامدا ومصلیاً:

یہ جوابات بھی دیئے گئے ہیں اور محققین نے دیئے ہیں(۱)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا ملائکہ کو تلاوتِ قرآن پاک پر قدرت ہے؟

سوال[۱۲۲۵]: علم الکلام مؤلفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے قول حافظ ابن صلاحؒ کا تحریر کیا ہے کہ فرشتے قرآن مجید پڑھ نہیں سکتے سن سکتے ہیں: ﴿فالتالیات ذکراً﴾ (۲) ﴿فإذا قرأناه فاتبع قرآنه﴾ (۳) سے کیا مراد ہے؟ اور وقتِ نزول جبرئیل علیہ السلام قرآن پاک کو کس طرح نازل فرماتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے صحیح لکھا ہے(۴)۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب

---

(۱)"وسئل ابن الصلاح عمن یقول: الشیطان یقدر أن یقرأ القرآن ویصلی هو وجنوده؟ فأجاب بقوله: ظاهر النقول ینفی قراء تهم القرآن وقوعاً، ویلزم من ذلک انتفاء الصلاة منهم؛ إذ منها قراء ة القرآن الخ". (الفتاوی الحدیثیة، ص: ۳۱۰، مطلب: یجوز تکریر سورة الإخلاص خلافاً للإمام أحمد، قدیمی)

(۲) (الصافات: ۳)

(۳) (القیٰمة: ۱۸)

(۴) "وقد ورد أن الملائکة لم یعطوا فضیلة حفظه، فهم حریصون علی استماعه من الإنس، فإن قراء ة القرآن کرامة أکرم الله بها الإنس، غیر أن المؤمنین من الجن بلغنا أنهم یقرؤونه، وما ذکره فی الملائکة.

قال الکمال الدمیری: قد یتوقف فیه من جهة أن الجبریل هو النازل بالقرآن علی النبی صلی الله علیه وسلم، وقال تعالیٰ فی وصف الملائکة: (فالتّٰلیٰت ذکرًا) (الصافات: ۳): أی یتلوا القرآن، وقد یجاب أن ذلک خصوصیة لجبریل، وتفسیر الآیة بخصوص کونها تتلوا القرآن هو محل النزاع، فلا دلیل فیه". (الفتاویٰ الحدیثیة، ص: ۳۱۰، مطلب یجوز تکریر سورة الإخلاص الخ، قدیمی)

قرآن پاک کی آیت لاکر سناتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرماتے اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں، اس پر ارشاد ہوا: ﴿لا تحرك به لسانك .... إن علينا جمعه وقرانه، فإذا قرأنه فاتبع قرانه، ثم إن علينا بيانه﴾ (الآية) (۱) یہ وحی پہنچنے کے وقت کا واقعہ ہے، ایسا نہیں ہے کہ جو فرشتہ جب دل چاہے تلاوت کرلیا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۹/ ۸/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۹/ ۸/ ۸۷ھ۔

کیا ملائکہ تلاوت کرتے ہیں؟

سوال [۱۲۲۶]: علم الکلام مؤلفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے حافظ ابن صلاح کا قول تحریر کیا ہے کہ فرشتے قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے، سن سکتے ہیں: ﴿فالتاليات ذكراً﴾ (۲)، ﴿فاذاقرأنه فاتبع قرأنه﴾ (۳) سے کیا مراد ہے؟ اور وقتِ نزول حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن پاک کس طرح نازل فرماتے تھے؟

---

(۱) (سورة القيامة: ۱۸-۱۹)

(۲) (سورة الصافات: ۳)

سورۂ صافات کی آیت سے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا، لیکن اس کا جواب بظاہر یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ "ذکراً" ہے اور ملائکہ کے لئے ذکر اللہ کا ثبوت احادیث میں ہے، دوسرا یہ کہ اس سے بھی آیاتِ کتبِ سماویہ کا انبیاء علیہم السلام پر بطورِ وحی پڑھنا ہے، یا "التالیات" سے علماء کی نفوس مراد ہیں جو کہ نمازوں میں صف بند ہوتے ہیں اور شرک وکفر سے ڈراتے ہیں دلائل کے ذریعہ سے، یا اس سے مراد نفوسِ مجاہدین ہے جو کہ وقتِ قتال صف بند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دشمن کی پکار ان کو غافل نہیں کرسکتی: قال القاضي ثناء الله الباني بتي رحمه الله تعالىٰ:

"(فالتاليات ذكراً) هم الملائكة الذين يتلون ذكر الله، أو آيات الله من الكتب السماوية على الأنبياء ...... أو أقسم نفوس العلماء الصاقين أقدامهم في الصلوٰة، الزاجرين عن الكفر والسيئات بالحجج والنصيحات، التالين آيات ربهم رفيع الدرجات. أوبنفوس الغزاة المقاتلين في سبيل الله صفاً كأنهم بنيان مرصوص، الزاجرين الخيل والعدوّ، التالين لذكر الله، لا يشغلهم مبارزة العدوّعن ذكر الله".

(التفسير المظهري (الصافات: ۳) : ۸/ ۱۰۵، المكتبة الحبيبية، كوئٹه)

(۳) (سورة القيامة: ۱۸)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مولانا محمد ادریس صاحب نے صحیح لکھا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام جب قرآن پاک کی آیت لاکر سناتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرماتے، اس خیال سے کہ بھول نہ جائیں، اس پر ارشاد ہوا: ﴿فإذا قرأنه فاتبع قرانه ثم إن علينا بيانه﴾ الآية (۱) یہ وحی پہونچانے کے وقت کا واقعہ ہے (۲)۔ ایسا نہیں کہ جو فرشتہ جب دل چاہے تلاوت کرلیا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۸/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۸/ ۸۷ھ۔

مسلمان قرآن شریف کو نہیں سمجھتا

سوال [۷۲۲۱]: ایک بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ جب ہم قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم یہ نہیں سمجھ پاتے کہ آخر اس کا ترجمہ کیا ہے، جو آیات ہم اس وقت پڑھ رہے ہیں، آج ہم مسلمان اپنے اسلام کے بارے میں صحیح طرح نہیں جانتے اس لئے بڑا افسوس ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی شخص قانون کی زبان یا رائج الوقت ملک کی زبان کو نہ سیکھے درآنحالیکہ اس کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام ہے اور ہر طرح کی سہولتیں ہیں اور وہ یہ کہے کہ دکھ کی بات ہے کہ ہم قانون کی کتاب کو نہیں سمجھ پاتے، یا اسٹیشنوں، بازاروں، دفتروں، کچہریوں میں جو اعلانات، سائن بورڈ، نقشے، نام لگے ہوئے اور لکھے ہوئے ہیں

---

(۱) (القيامة: ۱۸)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا نزل عليه الوحي يلقى منه شدةً، وكان إذا نزل عليه عرف في تحريكه شفتيه يتلقىٰ أوّله، ويحرك شفتيه خشية أن ينسىٰ أوّله قبل أن يفرغ من آخره، فأنزل الله تعالىٰ: (لا تحرك به لسانك الخ)". (تفسير ابن كثير، الجزء التاسع والعشرون (القيامة: ۱۸): ۵۷۸/۴، دار السلام، الرياض)

(وكذا في صفوة التفاسير، (القيامة: ۱۸): ۴۸۶/۳، دار القرآن الكريم، بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ۱۴۲/۲۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

ان کونہیں سمجھتے، تو اس کا صاف صاف جواب یہی ہے کہ یہ دکھ آپ نے خود ہی اپنے سر لے رکھا ہے کہ قانون کی زبان اور رائج الوقت زبان کونہیں سیکھا اور جگہ جگہ جو تعلیم گاہیں، کالج، یونیورسٹیاں موجود ہیں جن میں تعلیم ہوتی ہے، امتحانات ہوتے ہیں، سندیں ملتی ہیں، پھر اچھی ملازمتوں پر بلایا جاتا ہے، ان سب سے آپ نے صرفِ نظر کر کے سب کو بیکار سمجھ لیا ہے، یہی جواب آپ کے اس سوال کا ہے۔ آپ انگریزی تعلیم پر یا ہندی تعلیم پر وقت صرف کرتے ہیں، دماغی محنت خرچ کرتے ہیں، روپیہ خرچ کرتے ہیں، راحت وآرام ترک کرتے ہیں، اس کا پھل آپ لیتے ہیں، وہاں کوئی دکھ نہیں ہوتا۔ اس طرح آپ عربی تعلیم پر محنت کرتے وقت خرچ کرتے تو آپ اس کو سمجھ لیتے اور دکھ رفع ہو جاتا، تفاسیر وتراجم، اردو، ہندی، انگریزی، عربی ہر زبان میں موجود ہیں۔ الحاصل اس دکھ کی دوا خود آپ کے پاس ہے، ذرا ہمت وتوجہ کی ضرورت ہے۔ فقط. واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۱۱/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۱۱/ ۸۹ھ۔

قرآن میں سائنس کی بحث

سوال[۱۲۲۸]: ایک شخص کا یہ خیال ہے کہ قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ اخروی سعادت اور نجات حاصل ہو سکے اور خدا کی صحیح معرفت نصیب ہو، اسی مقصد کے لئے خدا نے جہاں مناسب سمجھا وہاں تمثیلات بیان کیں اور دلائل آفاقی وانفسی سے کام لیا، مگر قرآن سائنس اور مادیات کی تعلیم دینے والی کتاب نہیں، کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ ضمنی یا تو توحید کے بیان کے لئے یا رسالت وآخرت وغیرہ عقائد اسلامی کے استدلال کے لئے، مقصد نزول، کائنات کی ماہیت وغیرہ بیان کرنا نہیں، اسی لئے اس کا یہ گمان ہے کہ کائنات کے بارے میں قرآن نے جو کچھ انکشافات کئے ہیں ان میں سے بہت سی چیزیں حقیقت نفس الامریہ ہیں اور بعض چیزیں مسلم قوم ہیں۔

چونکہ قرآن تو عرب قوم کو توحید ورسالت اور آخرت پر مضبوطی کے ساتھ جمانا چاہتا ہے اس لئے کائنات کے بارے میں ان کے جو خیالات تھے اسی کو دلیل کے طور پر بیان کیا گیا، اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ حقیقت نفس الامر بھی یہی ہے، اگر یہ خیال صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بہت سے اعتراضات سے چھٹکارا مل جاتا ہے جو آئے دن سائنس کی جدید تحقیقات کے ذریعہ سے قرآن پر ہوتے رہتے ہیں۔ آپ سے دریافت

طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ خیال صحیح ہے، امید کہ اس کے ہر پہلو پر بڑے غور وفکر سے جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فیض الباری میں بھی اس کے قریب ہے مثلاً: اس میں ہے کہ آسمان حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، چاند، سورج، تاروں کی حرکت نظر آتی ہے، قرآن پاک نے اس ظاہری ہیئت کا تذکرہ فرمایا ہے ﴿والشمس تجری لمستقر لها...... كل فی فلك يسبحون﴾ (۱) وغیرہ (۲)۔ اس سے بحث کرنا کہ زمین متحرک ہے یا آسمان، زائد از ضرورت ہے، بلکہ ظاہری ہیئت سے جو عبرت ونصیحت حاصل کی جاسکتی ہے اور خالق کی طرف رہنمائی ہوتی ہے، اس پر اکتفا کیا گیا ہے، اگر سائنس نے یہ پتہ بھی لگالیا کہ زمین متحرک ہوتی ہے یا آسمان متحرک ہوتا ہے یا آسمان موجود ہی نہیں بلکہ منتہائے نظر ہے اور جو متحرک ہے اس کی حرکت طبعی ہے یا عائق کی وجہ سے تو اول تو اس پر بھی کوئی قطعی دلیل قائم نہیں اس لئے کہ آئے دن تحقیقات بدلتی رہتی ہیں، بعد والا طبقہ اپنے سے پہلوں کی تغلیط وتردید کرتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ ظن وتخمین پر ہے نہ کہ علم ویقین پر، ورنہ تبدل نہ ہوتا، کیونکہ حقائقِ واقعیہ میں تبدل نہیں ہوتا۔ دوسرے جو مقصد ہے (معرفت خالق اور اس کی اطاعت) اس سے یہ سائنسدان طبقہ بہت دور اور محروم ہے، وہ عامۃً خالق ہی کا منکر ہے، پھر تو یہ سائنس وبال جان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

فالنامہ قرآن پاک میں کیوں ہے؟

سوال[۱۲۲۹]: فال نکالنا کفر ہے تو فالنامہ قرآن میں کیوں لگائے گئے ہیں؟ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی کتابوں میں کفر اور شرک لکھا ہے۔

---

(۱)(سورۃ یٰس: ۳۸، ۴۰)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسیر ابن کثیر: ۳/۷۵۴، دار السلام، ریاض)

(۲)وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ويتفكرون فی خلق السموات والأرض ربنا ما خلقت هذا باطلا﴾. (آل عمران: ۱۹۱)

وقال جل شانہ: ﴿وبنينا فوقكم سبعاً شداداً، وجعلنا سراجاً وهاجاً﴾. (النبأ: ۱۲، ۱۳)

الجواب حامداًومصلیاً:

فالنامہ قرآن شریف میں تاجروں نے لگادیا ہے تاکہ لوگ زیادہ خریدیں، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہ نے نہیں لگایا، نہ لگانے کی اجازت دی (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

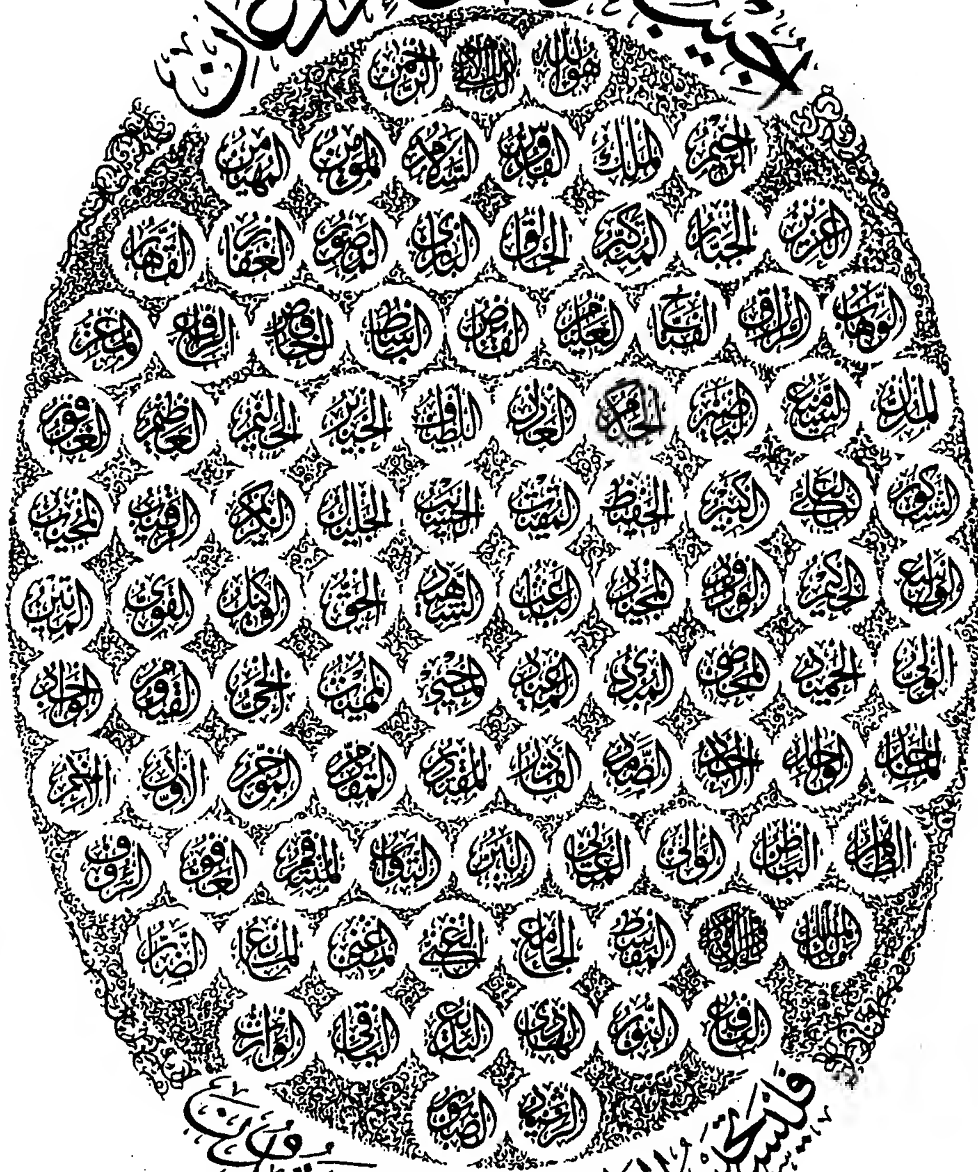
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔



(۱) امداد الفتاوی میں ہے: ''محققین نے اس (قرآن مجید سے فال نکالنے) کو ناجائز لکھا ہے خصوصاً جب کہ اس کا یقین کیا جائے تو سب کے نزدیک ناجائز ہے۔'' (۵۸/۴، ۵۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(وکذافی الفتاوی الحدیثیة، ص: ۳۰۷ قدیمی)

(وکذا فی شرح الفقه الأکبر، ص: ۱۴۹، قدیمی)


أجيب دعوة الداع إذا دعان
فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون

محدثینِ عظام اور ان کی کتابوں کا تعارف

دورۂ حدیث کے طلبہ وطالبات کے لیے ایک گراں قدر تحفہ

صحاح ستہ، ان کے مصنفین، مشہور محدثین اور ان کی کتابوں (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، طحاوی شریف، مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد) کا تفصیلی تعارف

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی



ناشر

مکتبہ فاروقیہ

شاہ فیصل کالونی ۴ ○ کراچی